تاریخِ بلوچ و بلوچستان

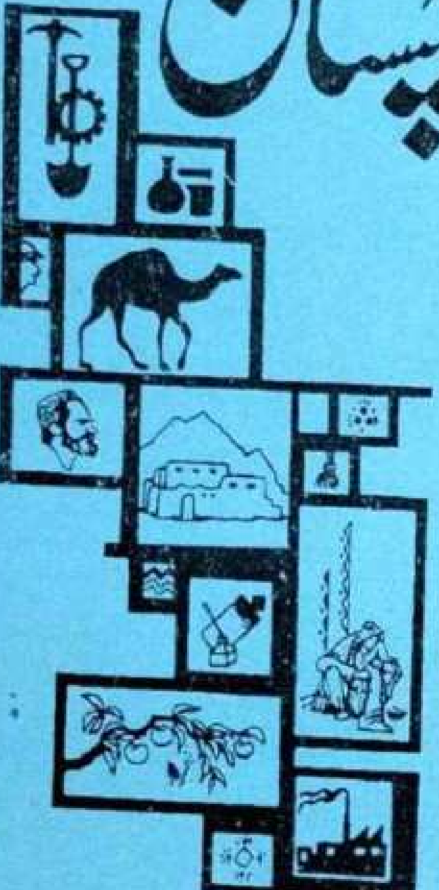

جلد ہفتم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی
(کمبرانی)

18، سریاب روڈ - کوئٹہ

Balochi Academy Quetta LIBRARY
2 / 1614

تاریخ بلوچ و بلوچستان

جلد ہفتم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی (کمبرانی) بلوچ

بی۔اے۔ تمغہ امتیاز

سابق وزیر دربار ریاست عالیہ قلات بلوچستان

سابق ڈپٹی کمشنر بلوچستان اسٹیٹس یونین

سابق چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ بلوچستان

سابق چیئرمین سیکنڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ بورڈ صوبہ بلوچستان

حال ریسرچ اسکالر بلوچی/براھوئی زبان یونیورسٹی بلوچستان

تصویر مصنف

حاجی نصیر خان احمد زئی مع اپنے نواسے عباس کے ساتھ

جملہ حقوق حق نوری نصیر خان
مرکز اشاعت محفوظ

طباعت اول	2000ء
طابع	نوری نصیر خان مرکز اشاعت بہ تعاون واکو یونیورسٹی ٹوکیو جاپان
مطبع	یونائیٹڈ پرنٹرز زرغون روڈ کوئٹہ
کمپیوٹر کمپیوزنگ کتابت	عارف، زی شان، ایاز
تعداد	ایک ہزار
قیمت	[redacted] روپے 250/-

اظہار تشکر

تاریخ بلوچ و بلوچستان جلد ہفتم کی چھپائی اس صورت میں ممکن ہوئی۔ جبکہ پروفیسر (کے۔مائیدا) ڈین آف فیکلٹی ریپریزینٹیشن واکو یونیورسٹی بلوچستان۔ اسٹڈی گروپ ٹوکیو جاپان نے بین القوامی حیثیت سے اپنی علمی ذوق کی ترویج کے پیش نظر تاریخ بلوچ و بلوچستان جلد ہفتم کی چھپائی کے لئے امدادی رقم مہیا فرمائی اور میرے لئے یہ سہولت پیدا ہوگئی کہ تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جلد ہفتم و ہشتم کا پہلا ایڈیشن چھپ کر منظر عام پر آگیا۔ جسکے لئے پروفیسر (کے۔مائیدا) ڈین آف فیکلٹی، واکو یونیورسٹی ٹوکیو، جاپان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

قارئین گرامی کا مخلص دعاگو

آغا نصیر خان احمد زئی بلوچ

چیئرمین نوری نصیر خان اشاعت مرکز

A - 18 سریاب روڈ کوئٹہ

Expression of Gratitude

The Printing of History of Baloch and Balochistan volume seven became possible, when Prof. K Maeda Dean of Faculty of Representations Wako University Balochistan, Study Group Tokyo Japan, Keeping in view the University International Policy. Which facilitated the Printing of the first addition of History of Baloch and Balochistan volume VII, & volume VIII for which I am grateful to Prof. K. Maeda Dean of Faculty of representations Wako University Tokoy Japan.

Sincere well-wisher of worthy readers.

Agha Naseer Khan
Ahmadzai Baloch,
Chairman Noori Naseer Khan
Publication Centre

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	الف
2	دیباچہ	﴿I تا IV﴾
3	باب اول تمہید	1
4	باب دوئم مکران میں بے چینی کی وجوہات	34
5	باب سوئم دنیا میں جنگ عظیم اول	69
6	باب چہارم امیر کی دو غلی پالیسی سے انگریزی حکومت کو خطرہ	105
7	باب پنجم سردار نور الدین کی واپسی	146
8	باب ششم بلوچستان پر انگریزوں کا عملی طور پر کامیاب ہوکر حکومت حاصل کرنا	189
9	باب ہفتم امیر محمود خان ثانی کی جانشینی کا مسئلہ	244
10	باب ہشتم امیر احمد یار خان کا مسند حکمرانی ریاستی بلوچستان پر بیٹھنا	271
11	باب نہم ریاستی بلوچستان میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی بنیاد گزاری	303
12	باب دہم جیونی بندر کا مطالبہ	338
13	باب یازدہم خان معظم کا مسلم لیگ سے تعلقات	369
14	باب دوازدہم ریاستی بلوچستان کا اعلان آزادی	417
15	باب سیزدہم ریاست قلات کے مسئلہ کو وزارت خارجہ پاکستان سے متعلق کرنا	444
16	باب چہاردہم مکران کی جدائی پر شہزادہ عبدالکریم خان کا احتجاج	497

انتساب

حضرت امیر محراب خان ثانی شہید احمد زئی۔
(کمبرانی) بلوچ امیر بلوچستان
ملقب بہ لال شہید کے نام۔

جس نے اپنے جذبہ آزادی سے سرشار ہوکر۔ ہندوستان پر انگریز سامراج طاقت کے تابڑ توڑ حملوں کی پرواہ کئے بغیر بلوچ ملت کی ننگ و ناموس کا پاس رکھتے ہوئے وطن عزیز بلوچستان کا دفاع کرتے ہوئے اپنے بلوچ جان نثاروں کے ساتھ انگریزی افواج کے ساتھ لڑتے ہوئے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں 13 نومبر 1839ء میں جام شہادت نوش فرمایا۔

دیباچہ

قارئین گرامی کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ بلوچ وبلوچستان کی تاریخ کی ساتویں جلد ہے جو چھٹی جلد کے تاریخی واقعات کا تسلسل ہے۔

جب انگریزی حکومت ہند نے امیر خداداد خان آخری خود مختار امیر بلوچستان کو معزول کر کے، بلوچستان پر 1893ء میں مکمل قبضہ کیا۔ یہ اسکی خارجہ پالیسی کا ایک اہم حصہ تھا۔ جب بین القوامی سیاست میں سلطنت روس اور سلطنت برطانیہ کے درمیان ہندوستان کے قبضہ پر رقابت شروع ہوگئی۔ تو انگریزوں نے خطہ افغانستان کو سلطنت روس اور سلطنت برطانیہ ہند کے درمیان ایک فاصل ریاست (بفراسٹیٹ) کا درجہ دیا۔ تاکہ روسی سلطنت کے سرحدات کسی طرح سے بھی ہندوستان کی سرحدات کیساتھ متصل نہ ہوں۔ چنانچہ خطہ بلوچستان بھی قدیم سے روایتی انداز میں ایک فاصل ریاست تھا۔ سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان انگریزوں کے ایک گروہ کا خیال تھا۔ کہ اسی قدیم روایات کو برقرار رکھ کر بلوچستان کو بدستور سابق سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان فاصل ریاست کا درجہ دیا جائے۔ مگر انگریزوں کے دوسرے گروہ نے اس پالیسی سے اتفاق نہیں کیا اور یہ دلیل دی کہ افغانستان کو اگر فاصل ریاست کا درجہ دیا گیا ہے اسکے پاس گرم پانی کا ساحل نہیں اسکے مقابلے میں خطہ بلوچستان کا چھ سو میل لمبا ساحل گرم پانی کا ہے اگر بلوچستان کا کوئی حکمران روس نواز ہوا تو سلطنت روس کا

بحری بیڑہ آناً فاناً ساحل بلوچستان پر پہنچ جائیگا۔ یہ صورت حال انگریزوں کی ہندوستانی مقبوضات کے لئے انتہائی خطرناک ہوگا۔ لہذا بہتر ہوگا۔ کہ بلوچستان کے خطہ کی آزادی کو سلب کر کے۔ اس پر قبضہ کیا جائے۔ چنانچہ انگریزی سامراجی حکومت ہند نے امیر خداداد خان کے دور حکومت میں بلوچستان میں سرداروں کو امیر سے لڑا کر پورے اکیس سال خانہ جنگی میں ملک کو الجھا کر رکھ دیا۔ اور 1893ء میں امیر خداداد خان کو تخت سے معزول کر کے بلوچستان پر مکمل قبضہ کیا اور بلوچستان کے تمام علاقوں کو ہر گونہ پست و زبون حال رکھا تاکہ یہاں کی قومی حکومت اور عوام میں اپنے انگریز حکمرانوں کے خلاف سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو۔

1) افغانستان اور ہندوستان کے درمیان ڈیورنڈ لائن کو سرحد قائم کرتے وقت دریائے ہلمند کے طاس میں اور گرم سیل کے قرب وجوار میں آباد بلوچ قبائل اور ان کے خالص بلوچی علاقوں کو جان بوجھ کر اپنے آئندہ مقاصد کی تکمیل کے لئے افغانستان میں شامل کر دیا۔

2) ایران میں روسی اثر و اقتدار کو روکنے کیلئے شاہ ایران کی دوستی حاصل کرنے کی غرض سے اور بوقت ضرورت ان آزاد بلوچستان قبائل کو حکومت ایران کے خلاف استعمال کرنے کی بری نیت سے 1896ء میں سیتان سے بندر عباس تک کا تمام بلوچی علاقہ مملکت ایران کو دے دیا۔

3) ہیڑند اور داجل (ڈیرہ غازی خان) کے خالص بلوچی علاقے کو پنجاب کے ساتھ شامل کر دیا۔

4) خان گڑھ اور اسکے گردونواح کے بلوچی علاقوں کو جیکب آباد کا نام دے کر سندھ کے ساتھ ملالیا۔

5) نصیر آباد، بولان، شال (کوئٹہ)، نوشکی کی بلوچی تحصیلوں کو امیر ان بلوچستان سے اجارہ پرے کر پھر ان تمام علاقوں کو معاہدہ گندمک کے تحت افغانستان سے حاصل کئے ہوئے افغانی علاقوں کے ساتھ ملاکر برٹش بلوچستان کا ایک صوبہ بنادیا

6) مری، بگٹی، کھیتران، چاغی کے بلوچی علاقوں کو قبائلی علاقے قرار دے کر برٹش بلوچستان کے ساتھ ملادیا۔ ان سب علاقوں کو براہ راست بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے ماتحت کردیا۔

7) لس بیلہ اور خاران کے بلوچی علاقوں کو جداگانہ ریاست اور خاص علاقہ قرار دے کر پولیٹکل ایجنٹ قلات کی نگرانی میں دے دیا۔

8) اس قطع وبرید اور تقسیم در تقسیم کے بعد اصل بلوچستان کے جو اجزاء یعنی سراوان، جھالاوان، کچھی اور مکران کے جو ضلع بچ گئے۔ ان کے مجموعے کو ریاست قلات کا نیا نام دے کر میر محمود خان ثانی کو خان قلات کا لقب دے کر اس کا برائے نام حکمران مقرر کیا لہذا تاریخ بلوچ اور بلوچستان کی ساتویں جلد ان تمام حالات کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔

آغا نصیر خان احمد زئی بلوچ

منصف کتاب

باب اوّل

تمہید اُمیر خداداد خان بلوچستان کے پہلے حکمران تھے جنکے دورِ حکمرانی (۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء) میں پہلی بار ہندوستان کی انگریزی حکومت نے اپنا ایک مستقل نمائندہ بطور ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل دربار قلات میں متعین کر کے بلوچستان بھجوایا۔ انگریزی حکومت کے اس نمائندہ کا نام سر رابرٹ سنڈیمن تھا جو پہلی بار یکم جنوری ۱۸۷۷ء میں بلوچستان میں ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل مقرر ہو کر دربار قلات آیا۔ وہ اس عہدے پر ۱۸۹۳ء تک فائز رہا۔ گویا پورے سولہ سال دربار قلات میں انگریزی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے اور اسی دوران میں سنڈیمن نے بغیر لڑائی بغیر جنگ وجدل کے انگریزوں کی پُرامن سیاسی نفوذ کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے سارے بلوچستان پر انگریزوں کی بالادستی کو قائم کرالیا۔ اِس لیے انگریز قوم نے اُسے فاتح بلوچستان کے خطاب سے نوازا ہے۔ چونکہ مقبوضہ بلوچستان

کی تاریخ لکھی جارہی ہے لہٰذا اس انگریز فاتح کا تذکرہ ضروری ہے۔ بلکہ مقبوضہ بلوچستان کی تاریخ میں اُس نے بڑا نام پیدا کر دیا۔ اور اس دور کی تاریخ کے ساتھ اُس کا نام لازم و ملزوم کے زمرے میں آتا ہے۔

رابرٹ سنڈیمن کا خاندانی پس منظر

میجر جنرل رابرٹ گروس سنڈیمن پرتھ شائر کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے سینٹ اینڈریوز اور پرتھ میں انہوں نے تعلیم پائی ۱۸۵۶ء میں ان کو بنگال نیٹو انفنٹری نمبر ۱۴ میں ملازمت ملی۔ اُس وقت یہ پلٹن ان کے والد کی زیر کمان تھی جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سکھ رسالہ نمبر ۱ میں تھا انہوں نے کانپور کی لڑائی میں حصہ لیا۔ اور لکھنؤ کے محاصرہ کے دوران شدید زخمی ہوئے شفایابی کے بعد اُن کو پنجاب کمیشن میں اسسٹنٹ کمشنری کا عہدہ دیا گیا چنانچہ وہ ۱۸۵۹ء تک صوبہ پنجاب کے سرحدی اضلاع میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۸۶۳ء میں امبیلا کی لڑائی میں انہوں نے ایک باغی سردار کو گرفتار کیا جس کے صلے میں اُن کو ترقی ملی اور وہ ضلع ڈیرہ غازی کے ڈپٹی کمشنری کے عہدے پر فائز ہوئے گیارہ سال بحیثیت ڈپٹی کمشنر ہندوستان کی انگریزی حکومت کے لیے خدمات انجام دیتے رہے پھر بلوچستان ایجنسی قائم کر کے اس کے پہلے ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل مقرر ہوئے اور اس عہدے پر تقریباً پندرہ سال ۱۸۷۷ء سے لیکر ۱۸۹۲ء

تک کام کرتے رہے۔ ۱۸۹۲ء میں لس بیلہ کے دورہ کے دوران بیمار ہوئے۔ اور ۲۹ جنوری ۱۸۹۲ء کو وہیں فوت ہوئے اور انہیں اُسی مقام پر دفن کیا گیا۔ آج بھی سر رابرٹ سنڈیمن کا مزار درست حالت میں لسبیلہ میں موجود ہے۔

رابرٹ سنڈیمن کی بلوچستان میں سیاسی خدمات

سر رابرٹ سنڈیمن پہلا انگریز تھا جو برصغیر ہندوستان میں مسلمانوں کے مغل حکمرانوں کے زوال کے بعد انیسویں صدی میں انگریزوں کی حکومت مکمل طور پر برسراقتدار آنے کے بعد مملکت بلوچستان میں ۱۸۷۶ء میں بلوچستان ایجنسی قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور بلوچستان میں برطانوی سامراجیت کے لیے اہم اور قابل قدر خدمات سرانجام دینے کے صلے میں برطانوی حکومت نے اُسے سر کا خطاب دیا۔ جب وہ ۱۸۵۹ء میں پنجاب میں اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا اور بعد میں پنجاب کی سرحد پر سنڈیمن جب ڈیرہ غازی خان کا ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا تو اُس نے بلوچ قبائل میں بہت جلد ہردلعزیزی حاصل کی اس کے اثر و رسوخ کے پیش نظر جو اُسے بلوچ قبائل میں حاصل تھا حکومت برطانیہ نے دو دفعہ اسے انگریزی مشن کے قائد کی حیثیت قلات بھیجوایا۔ جہاں آخر کار اُسنے امیر بلوچستان اور اُس کے سرداروں کے درمیان اکیس سالہ خانہ جنگی کو نہ صرف ختم کیا۔ بلکہ برطانوی حکومت کی بالا دستی بھی خوشی خوشی اُن سے قبول کروائی۔

۲۔ بلوچستان میں امن قائم کرنے کے بہانہ سے سنڈیمن نے امیر اور اُس کے سرداروں سے ایک نئے معاہدہ کے ذریعے انگریزی حکومت

کے لیے شاہی اقتدار بھی حاصل کیا۔[4]

۳۔ اسی معاہدہ (۱۸۷۶ء) کی رُو سے انگریزوں نے بلوچستان میں داخل ہو کر کوئٹہ میں ایک مضبوط اور مستحکم چھاؤنی کی بنیاد رکھی. جب یکم جنوری ۱۸۷۷ء میں سنڈیمن بلوچستان میں گورنر جنرل کا پہلا ایجنٹ مقرر ہوا اور پورے پندرہ سال اپنی موت تک ۲۹ جنوری ۱۸۹۲ء میں اسی عہدہ پہ رہا۔

۴۔ سنڈیمن نے اس دوران میں بلوچستان کی اور بلوچوں کے لیے ایک اور بہت بڑی خدمت کرنی چاہیئی اور اس کی یہ دلی تمنا تھی کہ ایشیا میں افغانستان اور ایران کی طرح بلوچستان میں بلوچوں کی ایک آزاد سلطنت برطانوی سپر پاور کے زیر اثر قائم ہو جائے. جس کا امیر امیر بلوچستان المعروف بہ خان آف قلات ہو مگر اُس کو اپنے اس مشن میں تادم مرگ کامیابی نہیں ہوئی۔

۵۔ سنڈیمن نے ایک مختصر عرصہ میں امیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کی دوستی اور ان کا اعتماد حاصل کیا اور بین القبائلی تنازعات کو منصفانہ طور پر جرگوں کے ذریعے تصیفہ کرایا بہت حد تک قبائل کی آپس میں دشمنیاں ختم ہو گئیں۔

۶۔ سنڈیمن نے بلوچستان میں ریل اور کار کے ذریعے رسل و رسائل کو ترقی دی. ہسپتال اسکول قائم کئے زراعت کو ترقی دی. اور اپنی انتھک کوششوں سے اُس نے بلوچستان میں برطانوی حلقہ اثر کو مضبوط اور مستحکم کر دیا۔

سنڈمین کی رائے بلوچ قبائل کے بارے میں

بلوچ قبائل کے متعلق سنڈمین کی یہ رائے تھی.

۱۔ کہ بلوچ کو صرف طاقت کے بل پر زیر کر کے اپنے ماتحت نہیں رکھا جا سکتا بے شک وقتی طور پر اُن کو کچلا جا سکتا ہے لیکن جونہی موقع ملے گا وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے کیونکہ خون کا بدلہ لینے کو سارے بلوچ اپنا فرض اور سب سے بڑی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

۲۔ بلوچ قوم کے قبیلے جس قدر بھی جمہوریت پسند ہی اپنے میں ایک صاحب اقتدار شخص رکھتے ہیں. اور اس کی اطاعت کرتے ہیں. اگر اِس صاحب اقتدار شخص کو اپنے ساتھ ملا کر اس کی مناسب طور پر امداد کی جائے تو اپنے قبیلہ کو اطاعت پر مجبور کر سکیگا. پٹھانوں میں یہ اقتدار زیادہ افراد میں منقسم ہوتا ہے. اس لیے اس قدر موثر نہیں مگر بلوچ قبیلہ کا یہ اقتدار ایک ہی شخص میں مجتمع ہوتا ہے. اس لئے وہ آسانی سے بلوچ قبیلے کو اطاعت کرنے پر راضی کر سکیگا۔

۳۔ یہ ایک بہت بڑی حماقت ہوگی کہ بلوچ قبائل جو جاہل اور ناخواندہ ہیں. اُن سے یہ اُمید رکھی جائے کہ حکومت برطانیہ کے لیے بلا معاوضہ کام کرے جب کہ اُسے لوٹ مار کے ایسے آسان مواقع حاصل ہوں۔ اور تعاقب کی صورت میں اس کے دشوار گزار پہاڑ اُس کی حفاظت کو موجود ہوں. اس لیے اگر ہم ایک قبائلی سے یہ توقع رکھیں کہ وہ ہماری طرف آئے اور ہمارے لیے کام کرے. تو چاہیئے اس کی

دل کھول کر مالی امداد کی جائے تاکہ وہ اس قابل بنے اور ہمارے لیے کام کرے۔

سنڈیمن کا دستورکار

سنڈیمن نے جن بنیادوں پر بلوچستان میں برطانوی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ اُس کے طریق کار کو سنڈیمن سسٹم یا دستورکار کہتے ہیں۔ چونکہ یہ طریقہ کار حکومت برطانیہ کا اس دور میں بلوچوں کے رسوم اور رواج۔ قبائلی کردار اور پسند و ناپسند کے جذبات سے مطابقت رکھتا تھا۔ لہذا اس طریق کار کو بلوچستان میں ہر دلعزیزی اور استحکام حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ بلوچستان سے برطانوی حکومت کے ۱۹۴۷ء میں رخت سفر باندھنے کے بعد بھی یہ طریق کار دائم و قائم ہے۔ باوجودیکہ گذشتہ چالیس سال سے بلوچستان اور بالخصوص بلوچ قوم کا تعلیم یافتہ اور جدید سیاسی شعور رکھنے والا طبقہ سنڈیمن کے طریقہ کار کی بوسیدگی اور نامعقولیت کو جتلا جتلا کر اسکی منسوخی کے لیے صدائے احتجاج بلند کرتا چلا آرہا ہے۔

سنڈیمن طریق کار کے اصول

ا۔ کسی مخالف قبیلہ یا قبائل کے متعلق کبھی یہ رائے قائم مت کرو کہ وہ غلطی پر ہے۔ جب تک کہ خود ذاتی طور پر اس بارے میں تحقیقات نہ کرلو۔ ایسی تحقیقات کے نتائج سے عموماً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کئی باتیں ان کے حق میں کہی جاسکتی ہیں۔ اور تحقیقات مکمل ہونے پر ان کی قبائلی یا انفرادی

حق رسی مکمل طور پر کر دو۔

۲۔ قبائل کے ساتھ ایسا سلوک کرو جس کی تم خود اپنی ذات کے ساتھ کرنے کی توقع رکھتے ہو۔ یہ حسن کردار جس قدر ایک عیسائی کے ساتھ ضروری ہے ویسے ہی ان سرحدی قبائل کے ساتھ ضروری اور مفید ہے۔

۳۔ تم تمام قبائل سے بلا معاوضہ خدمت نہ لو بلکہ انہیں حق خدمت دینے میں ہاتھ کھلا رکھو۔

۴۔ جہاں تک ممکن ہو سکے موجودہ ذرائع سے کام لو۔ اور ان کا مناسب استعمال کرو۔

۵۔ قبائلی افراد سرداروں اور معتبرین کی عزت کرو اور ان کے تمام معاملات کا جرگہ کے ذریعہ فیصلہ کراؤ۔

۶۔ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرو۔ اثر ڈالنے کی کوشش کرو مگر تفصیلات میں مداخلت کرنے سے حتی المقدور پرہیز کرو۔

۷۔ اُمیر بلوچستان کے مالیہ دہ علاقوں میں کم سے کم مداخلت کرو۔

۸۔ ہر سردار کو اُس کے قبیلہ کے اندرونی معاملات میں آزاد چھوڑ دو لیکن سردار کو اِس کے قبائلی افراد کی بُری حرکتوں کا ذمہ دار ٹھہراؤ۔

۹۔ امیر کے مالیہ دہ افراد اور قبائلی افراد کے باہمی تنازعات یا اُمیر کے ملازمین اور قبائلی افراد کے درمیان تنازعات کا سرداری جرگوں کے ذریعے تصفیہ کراؤ۔

۱۰۔ سردار رئیسانی کو سرسردار ساراوان اور سردار زرک زئی کو سرسردار جھالاوان کے عہدوں پر قائم رکھو۔

مقبوضہ بلوچستان کی تشریح

امیر بلوچستان امیر خداداد خان اور حکومت برطانیہ ہند کے نمائندہ کے درمیان جب ۱۸۷۶ء کا عہدنامہ ہوا تو اس عہدنامہ کی رُو سے امیر بلوچستان اور بلوچ قبائلی سرداروں نے انگریزی نمائندہ کو بطور واحد ثالث تسلیم کر لیا اور بلوچستان میں انگریزوں کی بالادستی کو بھی مان لیا۔ بہ الفاظ دیگر بلوچستان کی سیاست پر حکومت برطانیہ ہمیشہ کے لیے چھا گئی۔ گو بعد میں امیر خداداد خان کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا۔ اب کیا ہو سکتا تھا بازی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ لہٰذا امیر موصوف نے دوبارہ اپنی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں حکومت برطانیہ کے نمائندہ نے انہیں مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے معزول کر کے اُن کے بیٹے امیر محمود خان ثانی کو منصب حکمرانی پر فائز کیا۔

امیر نصیر خان ثانی کے دور (۱۸۴۱ء تا ۱۸۷۵ء) اور امیر خداداد خان کے دور (۱۸۷۵ء تا ۱۸۹۳ء) سیاسی طور پر بلوچستان کی حیثیت مشروط رہی کیونکہ ان دونوں حکمرانوں کے دور میں بلوچستان کے حکمران ماسوائے حکومت برطانیہ کے سپر پاور سے کسی دوسرے سپر پاور سے دوستانہ روابط نہیں رکھ سکتے تھے۔ مگر امیر خداداد خان کی ۱۸۹۳ء میں معزولی کے بعد اور امیر محمود خان ثانی کو امیر تسلیم کرنے کے بعد سارے بلوچستان پر حکومت برطانیہ ہند کا مکمل قبضہ ہو گیا چونکہ یہ تاریخ بلوچ اور بلوچستان کی جلد ہفتم ہے اس میں اسی دور کی تاریخی واقعات بیان کیے جائیں گے۔

لہٰذا ہم بلوچستان کو مقبوضہ بلوچستان کے نام سے یاد کر کے اس کا تذکرہ کریں گے۔

حکومت برطانیہ کی خود ساختہ بلوچ جرگہ کی تشکیل

مارچ میں امیر خداداد خان کی نظر بندی کے بعد حکومت برطانیہ ہند نے ماہ اگست ۱۸۹۳ء میں ایک خود ساختہ بلوچ جرگہ کی تشکیل کی اور اسی جرگہ کے سامنے امیر خداداد خان حکمران بلوچستان کی نظر بندی کے معاملے کو برائے تصفیہ پیش کیا۔ جرگہ نے امیر خداداد خان کی معزولی اور اُنکی بجائے شہزادہ میر محمود خان کو بلوچستان کا امیر مقرر کرنے کی سفارش کی حکومت برطانیہ نے فوری طور پر جرگہ کی رائے کو منظور کر لیا۔

گورنر جنرل ہند کی طرف سے بلوچستان کے ایجنٹ کو ہدایات

حکومت برطانیہ ہند کے گورنر جنرل نے اپنے بلوچستان کے ایجنٹ کو حکم نامہ نمبر ۱۸۲۳ مجریہ ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء کے ذریعے خاص طور پر ہدایت دی کہ ہر اُس اقدام سے گریز کیا جائے جس سے قلات کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا شائبہ پیدا ہونے کا احتمال ہو نیز اُسے سمجھا دیا گیا کہ قلات کے نظام میں آئندہ کوئی تبدیلی لانے یا انتظامیہ میں کوئی پسندیدہ اور ممکن اصلاح کرنے کے لیے ذاتی اثر و رسوخ سے کام لیا جائے کسی ایسے معاملے میں امیر محمود خان پر اس قدر دباؤ نہ ڈالا جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ایسا کرنا اُسے امیر مقرر کرنے کی شرائط میں داخل ہے۔

اس کے علاوہ حکومت ہند نے اس ضمن میں خصوصیت کے ساتھ اس امر کی وضاحت بھی کی کہ امیر خداداد خان کی معزولی اور ان کی بجائے شہزادہ میر محمود خان کی تقرری سے قلات کے ساتھ حکومت ہند کے سابقہ تعلقات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ قلات اور حکومت ہند کے درمیان سابقہ تعلقات بدستور اور بلا تغیر قائم ہیں اور نئے امیر کو ان کے پیشروں کے تمام حقوق و مراعات حاصل ہیں۔

امیر محمود خان ثانی کی رسم تاج پوشی

چنانچہ حکومت ہند کی ان واضح ہدایات کے بعد جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ گورنر جنرل ہند کے ایجنٹ ان بلوچستان سر جیمز براؤن نے ۱۰ نومبر ۱۸۹۳ء کو بمقام کوئٹہ شہزادہ میر محمود خان کی رسم تاج پوشی ادا کر کے رسمی طور پر ان کے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات مقرر ہونے کا اعلان کر دیا۔

امیر محمود خان ثانی کا رجحان طبع

امیر محمود خان ایک خودسر، العھڑ اور لاابالی طبیعت کے مالک شخص تھے اور عیاشی کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والد کو اپنی قوم کے ساتھ دار گیر اور خانہ جنگی میں مبتلا پایا۔ جب انہیں امیر بلوچستان اور سرداروں کے درمیان تنازعات و ملک کے سیاسی اور انتظامی معاملات سے واقفیت حاصل ہوتی گئی۔ ان کا اپنے والد امیر خداداد کی

سخت گیری اور متذبذب طریق کار" سے اختلاف بڑھتا گیا. حالانکہ امیر خداداد خان نے اس اختلاف کو بھی محسوس کیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے ولی عہد کو معاملات ملکی و سیاسی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کا موقع دے کرائے مطمئن کرتا تاکہ وہ اِنکا ہاتھ حکومتی فرائض میں بٹھاتا انہوں نے اِس کے برعکس سام کیا اُن کو نظر انداز کیا جس سے اس کی الھڑ اور لااُبالی طبیعت بھڑک اُٹھی. اُس نے اپنے والد کے خلاف وہی راستہ اختیار کیا. جو ایسے حالات میں ایشیا کے شہزادے عموماً کرتے رہے ہیں. تخت پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے. اُمرائے ریاست سے ساز باز کر کے حکمران کے خلاف سازش کی وہ تمام سردار جو امیر خداداد خان کی حکومت سے نالاں اور بیزار تھے. امیر محمود خان کے ساتھ مل گئے تاآنکہ اُن کو تخت سے ہٹاکر شہزادہ میر محمود خان کو اُس پر بٹھادیا۔

برٹش بلوچستان کا تاریخی پس منظر

جب برطانیہ حکومت ہند نے سر رابرٹ سنڈیمن کو اپنا پہلا ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل بناکر ۱۸۷۶ء میں حکمران بلوچستان کے دربار میں بھیجا تو ۱۸۸۳ء میں انگریزی حکومت ہند نے امیر بلوچستان سے شالکوٹ (کوئٹہ) اور درہ بولان اجارے پر لے لیا. اسی دوران میں برطانیہ حکومت ہند کو افغانستان کی دوسری لڑائی (۱۸۷۹ء) میں عہد نامہ گندمک کی رو سے پشین، ہرنائی، سیوی، تل چوٹالی، بوری اور ژوب کے قبائلی علاقے تاوان جنگ میں ملے. اس لئے بھی کہ یہ علاقے شالکوٹ

(کوئٹہ) سے متصل تھے۔

برطانوی حکومت ہند نے انتظامی لحاظ سے ان افغان علاقوں کو ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل بلوچستان کے سپرد کر دیا۔ ایجنٹ نے ان علاقوں کو تحصیل کوئٹہ سے ملا کر تمام علاقے کا نام برٹش بلوچستان رکھ دیا۔ اور کوئٹہ (شالکوٹ) کو اس کا صدر مقام بنایا۔ اور کوئٹہ کے صدر مقام میں ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل خود رہنے لگا۔ بعد میں جو بھی بلوچ علاقے حکومت ہند نے امیر محمود خان ثانی حکمران بلوچستان سے اجارے پر حاصل کئے اُن سب کو بھی برٹش بلوچستان میں شامل کر دیا گیا۔ جن کا تذکرہ مناسب موقع پر آئیگا۔ لہٰذا اس طرح خطہ برٹش بلوچستان جنم لیکر منظر شہود پر آگیا۔

سیاسی مشیر کی تقرری

امیر محمود خان ثانی جو طبعاً عیش پسند اور آرام طلب تھے۔ اب جب کہ اُنہیں قلات کا تخت انگریزوں کی حمایت سے حاصل ہوا تو انہوں نے مرزا احمد علی زہری کو جو ایک بڑا عالم اور فارسی زبان کا شاعر تھا۔ اور امیر موصوف کا طرفدار تھا۔ قلات کا باشندہ ہونے کے علاوہ اس کا دادا ملا محمد حسین امیر مہراب خان ثانی شہید کے دور (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) حکومت میں دربار قلات کے ایک بڑے عہدے پر فائیز رہا تھا گویا مرزا احمد علی خاندانی لحاظ سے بھی۔ امیر بلوچستان امیر محمود خان ثانی کے خدام خاص میں سے تھا۔ اُس نے پانچ سال تک اس عہدے پر کام کیا یعنی ۱۸۹۵ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک گویا کہ مرزا احمد علی انگریزوں کے

خلاف نہ تھے لیکن ایک خود دار شخص ضرور تھے۔ لہٰذا اُنکی خودداری انگریزوں کو پسند نہ آئی۔ اور وہ اس عہدے پر اپنا آدمی۔ اور اپنی پسند کا آدمی لانا چاہتے تھے۔ تاکہ سیاسی طور پر ہر طرح سے اَمیر محمود خان ثانی اُن کے دام تزویر میں رہیں

اَمیر محمود خان ثانی کی حکومتی کاموں سے لاتعلقی

اَمیر محمود خان ثانی کے حکمران بننے کے بعد جوں جوں وقت گزرتا گیا وہ حکومتی معاملات میں دلچسپی لینے سے گریز کی پالیسی اختیار کرتا گیا۔ حتیٰ کہ نظام حکومت کو کلیتاً انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ اور خود میری (محل) قلات میں رہ کر دادِ عیش دینے لگا۔ اور بابر بادشاہ کے اس شعر کے۔ ۵

نوروز و نوبہار و مئے و دلبرے خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے مصداق پر ہمہ وقت عیش و عشرت میں ڈوبا رہا۔

انگریزی حکومت کی طرف سے اَمیر اور سرداران کے درمیان تعلقات برقرار رکھنے کے لیے ایک پولیٹیکل ایجنٹ قلات میں موجود تھا اب جب کہ اَمیر محمود خان ثانی نے حکومتی کاروبار اور ملکی معاملات میں دلچسپی لینا بالکل ترک کر دی تو ریاستی بلوچستان کے نظام حکومت کو چلانے کے لیے ایک پولیٹیکل ایڈوائزر یعنی سیاسی مشیر رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو ہوتا تو انگریزی حکومت کا ملازم لیکن اَمیر کی طرف سے ریاستی بلوچستان کا نظام حکومت چلاتا لہٰذا بعد میں اسی سیاسی مشیر نے رفتہ رفتہ وزیرِاعظم کی حیثیت اختیار کر لی۔

بلوچ قبائل میں احساس غلامی سے بے چینی

امیر خداداد خان کے دورِ حکومت کے واقعات اُن کے دور کا بیان کرتے ہوئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں اِس میں شک نہیں کہ امیر خداداد خان کے دور حکومت میں امیر بلوچستان اور کچھ سرداروں کی باہمی کشمکش جو بائیس سالہ طویل خانہ جنگی کی صورت اختیار کر گئی تھی اس خانہ جنگی میں بلوچ قبائل کی قطعی بڑی اکثریت غیر جانبدار رہی جس دن انگریزوں کی حکومت نے سرداروں کی برائے نام درخواست پر امیر خداداد خان کو تخت سے معزول کر کے نظر بند کر دیا، اور ان کی بجائے شہزادہ میر محمود خان کو تخت پر بٹھا کر ایک سیاسی مشیر جو انگریزوں کا اپنا آدمی ہوتا تھا کے ذریعے امیر بلوچستان کے نام سے خود انگریز حکومت کرنے لگے. تب بلوچ قبائل کی آنکھیں کھلیں. اس طرح جیسا کہ امیر مہراب خان ثانی کی شہادت کے بعد اُن خوابیدہ بلوچوں کی آنکھیں کھلیں تھی. فرق صرف اتنا تھا کہ اُس وقت امیر مہراب خان ثانی شہید کا بیٹا اور ولی عہد غازی میر نصیر خان ثانی میدان میں تھے اور انگریزوں کے خلاف قبائل کے جوش جہاد آزادی کو اُبھارتے رہے تھے. مگر اِس بار امیر خداداد خان کے ولی عہد تخت پر متمکن اور انگریزوں کے ساتھ تھے. ان کے دوسرے بیٹے امیر اعظم خان جن کی آواز پر قبائل لبیک کہہ سکتے تھے. اپنے والد کے ساتھ زندان فرنگ میں محبوس تھے یہ صورت حال ایک بہت بڑا المیہ اور حوصلہ شکن فرق تھا لیکن اس کے باوجود امیر خداداد خان کی معزولی و نظر بندی پر بلوچ قبائل

اعلیٰحضرت امیر محمود خان ثانی امیر ریاستِ بلوچستان

1893ء تا 1931ء

میں ایک ہیجان اور اضطراب پھیل گیا یہاں تک کہ وہ قبائلی سردار جو کل تک امیر خداداد خان سے برسر پیکار تھے۔ قومی ننگ میں آکر تڑپ اُٹھے۔

بلوچستان میں بلوچوں کی سیاسی بالادستی سے ہمیشہ کیلئے محرومیت

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کی معزولی اور نظر بندی کے بعد بلوچستان میں بلوچوں کی سیاسی بالادستی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی جو بلوچوں کی تاریخ میں ایک عظیم المیہ ہے۔ یہاں تک کہ آج بھی اس بیسویں صدی میں وہ اپنے ملک میں سیاسی بالادستی سے بطور سابق محروم ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج تک کسی بلوچ و غیر بلوچ مورخ اور دانشور نے بلوچوں کے اس عظیم نقصان کو محسوس کرکے اپنی تحریروں میں اس کی نشان دہی نہیں کی ہے۔

بلوچ تاریخ کے اوراق کے چھان بین کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جب امیر میر و میروانی بلوچ نے ۱۴۱۰ء میں بلوچ برادری کی حکومت قائم کی تو اُس وقت سے لے کر امیر خداداد خان کے دور حکمرانی ۱۸۹۳ء تک جو تیکے چونتیویں جانشین تھے۔ یہ دور چار سو تراسی سال کے عرصہ پر محیط ہے بلوچستان میں سیاسی بالادستی ہمیشہ بلوچوں کے پاس رہی ہے۔ اگر امیر خداداد خان نے بلوچستان پر ۳۶ سال تک حکمرانی کی ہے۔ اور اُس کے دور کو خونیں دور کہتے ہیں کیونکہ اس تمام دور میں خانہ جنگی رہی۔ ایک طرف امیر بلوچستان تھے، تو دوسرے طرف تمام باغی بلوچ سردار تھے۔ جو امیر سے برسر پیکار تھے۔ مگر بلوچستان کی سیاسی بالادستی امیر بلوچستان کے پاس رہی ہے یا پھر بلوچ باغی سرداروں نے اس بالادستی کو استعمال کیا ہے۔ بہر حال یہ سیاسی بالادستی کسی غیر قوم کے پاس نہیں

تھی مگر جب امیر محمود خان ثانی نے ۱۸۹۳ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے۔ تو بلوچستان کی سیاسی بالادستی ایک تیسرے غیر بلوچ قوم کے ہاتھ آگئی۔ جو انگریز کہلاتے تھے۔ لہٰذا امیر بلوچستان اور بلوچ قوم کے زعما ہمیشہ کے لیے آزادی کے اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ جب ایک قوم اس عظیم نعمت سے محروم ہوتی ہے۔ تو وہ غلام کہلاتی ہے۔ لہٰذا امیر خداداد خان کی معزولی کے بعد بلوچ قوم کے تمام اُمرا سردار زعما اور معتبرین نے فوراً اس المیہ کو محسوس کیا۔ جس کے نتیجے میں ملک میں ہمہ گیر ہیجان۔ اضطراب' بے چینی پریشانی پیدا ہوگئی تھی جو بعد میں بلوچ قبائل کی بغاوتوں کی صورت میں سامنے آئی۔

بلوچستان میں طبقہ بلوچستانیوں کا وجود میں آنا

امیر خداداد خان کے دور حکمرانی (۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء) میں جب انہوں نے تنخواہ دار فوج بھرتی کی۔ تو بلوچستان میں غیر بلوچوں کی آمد شروع ہوئی۔ جو آگرہ و اودھ کے رہنے والے تھے جنکو عرف عام میں ہندوستانی کہتے تھے یا پھر قندھار کے افغان آتے تھے۔ یہ لوگ ملازمتیں کر کے پھر اپنے علاقوں کی طرف چلے جاتے تھے بلوچستان میں مستقلاً بود و باش نہیں رکھتے تھے۔ جب امیر خداداد خان نے اپنے دور حکمرانی میں برطانیہ حکومت ہند کے ساتھ ۱۸۷۶ء میں ایک عہدنامہ کیا جس کی رو سے شالکوٹ (کوئٹہ) اور درۂ بولان کا علاقہ امیر نے اُس حکومت کو اجارہ پہ دیا۔ اور برطانیہ حکومت ہند نے یہاں ایک چھاؤنی قائم کی جو مستقل چھاؤنی تھی۔ ابتدا میں

انگریزوں کے ملازم بنگالی اور ہندوستانی (آگرہ و اودھ کے باشندے) ہوا کرتے تھے۔ اس دور میں پنجابی ان کے مقابلے میں اتنے ترقی یافتہ نہ تھے۔ وہ بعد میں آنے لگے بہرحال یہ غیر بلوچ حضرات برطانیہ حکومت ہند کی ملازمت کے سلسلے میں بلوچستان آتے رہے اور بعض کوئٹہ شہر میں مستقلاً بود و باش اختیار کر گئے لہٰذا ابتدا میں بلوچستانی طبقہ کو یہی آباد کار گروہ نے جنم دیا جنہیں آج کل اور موجودہ دور کی اصطلاح میں ڈومیسائل کہا جاتا ہے۔

بلوچستان میں انگریز سامراج کیخلاف پہلا جہاد

بلوچستان میں انگریز سامراج کے خلاف پہلا جہاد کرنے والا بلوچ غیور سردار میر گوہر خان زرک زئی تھا۔ اس وقت بلوچستان میں انگریز سامراجی حکومت بنام بلوچستان ایجنسی قائم ہو چکی تھی۔ سردار میر گوہر خان زرک زئی نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی حمایت میں انگریزی حکومت ہند کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جب کہ ۱۸۹۳ء کے موسم بہار میں امیر خداداد خان کو معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ انگریزوں کی اس حرکت نے سردار گوہر خان کے مشتعل جذبات پر تیل کا کام کیا۔

اس غیرت مند اور بہادر بلوچ سردار نے امیر خداداد خان کی معزولی اور نظر بندی کو اپنی قومی توہین اور بے عزتی خیال کر کے انگریزی حکومت کے خلاف تلوار کھینچ لی سب سے پہلے اُس نے نہایت ہوشیاری سے اپنے بھائی میر پسند خان کو اپنے ساتھ ملایا اور پھر دو ہزار افراد کا ایک لشکر جمع کر کے۔ زہری، سوراب، کپوتو اور قلات کے گرد و نواح کے تمام

دیہات کو لوٹا اور تاراج کیا۔

بلوچستان ایجنسی کی انگریزی حاکم امیر محمود خان کی اطلاع یابی

ان دنوں شہزادہ میر محمود خان کو اگرچہ امیر بلوچستان مقرر کیا گیا تھا لیکن رسمی طور پر ان کی رسم تاجپوشی ادا نہیں کی گئی تھی۔ امیر محمود خان نے ۸ر جولائی ۱۸۹۳ء میں انگریز حاکم بلوچستان ایجنسی کو سردار گوہر خان کو بغاوت کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ سردار گوہر خان نے نور گامر زہری کے سرکاری گودھان کو لوٹ کر قلات اور زہری کے درمیان سوہندہ کی ناکہ بندی کی ہے کوٹڑو اور باغبانہ پر حملہ کر کے وہاں بھی لوٹ مار کی ہے۔

انگریزی حاکم ایجنسی کے امیر محمود خان کو امن قائم کرنے کی تجویز

بلوچستان ایجنسی کے انگریز حاکم نے امیر محمود خان کو علاقہ میں امن قائم رکھنے کو لکھا لیکن امیر محمود خان نے سرداران سراوان و جھالاوان کی امداد کے بغیر اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی ریاستی بلوچستان کی فوج بالخصوص کمانی میر باز خان کی زیر کمان پلٹن ناقابل اعتبار ہے۔

سردار گوہر خان کی دوران جہاد کارروائیاں

سردار گوہر خان زرک زئی نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا سر کاٹ کر لانے والے کے لیے انعام مقرر کیا اور اپنی قبر کھدوا کر شہید ہونے کا حلف بھی اٹھایا۔ سردار گوہر خان زرک زئی نے قوم و وطن اور اسلام کے

نام پر جھالاوان کے تمام سرداروں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دی مگر چند باشعور مجاہدوں کے علاوہ اکثر سردار خضدار کے مقام پر میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے گرد جمع ہوکر سردار گوہر خان زرک زئی جیسے مجاہد وطن اور پروانہ شمع آزادی کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔

میر لپند خان زرک زئی اور ریاستی بلوچستان کی فوج کی لڑائی

۱۹۔ اگست ۱۸۹۳ء میں میر لپند خان زرک زئی نے امیر ریاستی بلوچستان میر محمود خان کے بھیڑوں کے کچھ ریوڑ لوٹ لیے ریاستی فوج نے زیرکمان زمان خان اس کا تعاقب کیا اور براستہ نیچارہ نورگامہ تک پہنچ گئے۔ سردار گوہر خان اس کے مقابلے کو آگے بڑھا ریاستی بلوچستان کی فوج نے نورگامہ میں مضبوط مورچے بناکر گوہر خان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی جنگی چال

جب نورگامہ میں ریاستی بلوچستان کی فوج سردار گوہر خان زرک زئی کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی۔ تو اس وقت میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ جھالاوان کے سرداروں اور اُن کے قبائلی لشکروں کے ساتھ خضدار میں ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ اُس نے سردار گوہر خان کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریوں کی خبر پھیلائی۔ اس افواہ کے سننے کے بعد سردار گوہر خان کے لشکریوں کے حوصلے پست ہوئے۔ زہری قبیلہ کے طایفہ ڈایہ، لوٹانی، سیدزئی، جتک کے سردار اپنے لشکروں کے ساتھ سردار گوہر خان کو چھوڑ کر چلے

گئے ان کے چلے جانے کے بعد پندران کا راستہ اور درہ سوہندہ کا راستہ دشمن کے لیے کھل گیا۔

سردار گوہر خان کا میر گھٹ کی طرف نکلنا

جب سردار گوہر خان نے اپنے لشکر کی بد دلی اور کمزوری کو محسوس کیا تو وہ محاصرہ اُٹھا کر درۂ مولا میں میر گھٹ کی طرف نکل گیا۔

میجر ٹیمپل کا نورگامہ پہنچنا

زہری سے جب سردار گوہر خان نکل گیا تو میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات سراوان اور جھالاوان کے سرداروں اور ان کے قبائلی لشکر کے ساتھ نورگامہ پہنچا۔ لیکن گوہر خان اس وقت میر گھٹ کے دشوار گذار پہاڑوں میں پہنچ چکا تھا میجر ٹیمپل نے محسوس کیا کہ باضابطہ انگریزیہ فوج کے بغیر سردار گوہر خان کو پکڑنا مشکل ہے۔ چنانچہ وہ تمام سرداروں کو ساتھ لے کر ۲ نومبر ۱۸۹۳ء کو امیر محمود خان کی تاجپوشی میں شامل ہونے کے لیے کوئٹہ چلا گیا۔

جھالاوان کے علاقہ میں تھانوں کا قیام

بلوچستان کی ایجنسی کے انگریزی حاکم نے سردار گوہر خان زرک زئی کا مقابلہ کرنے کے لیے سرداروں کی حمایت سے جھالاوان میں جابجا لیویز تھانے قائم کئے سرداروں کے لیے تنخواہ مقرر کر کے قبائلی علاقوں میں قائم کردہ تھانہ کے انتظام کا ذمہ دار گردانا اور اُنہیں انعام واکرام دیکر

سردار گوہر خان کے ساتھ شامل ہونے اور تعلقات قائم کرنے کی سخت ممانعت کر دی۔

سردار گوہر خان کے بیٹے میر یوسف خان کو سردار بنانا

تھانوں کے جھالاوان کے علاقے میں قیام کے بعد انگریزوں نے سردار گوہر خان کے خلاف انگریزی حکومت ہند نے دوسری چال یہ چلی کہ اس کے بیٹے میر یوسف خان کو جو علی گڑھ کالج میں تعلیم پا رہا تھا واپس طلب کیا۔ اور پھر سرداران جھالاوان کی سفارش پر ۱۹۴۲ء میں اُسے زہری قبیلہ کا سردار مقرر کر کے زہری بھیج دیا۔ اور اُس کے لیے جھالاوان کے سب سرداروں سے زیادہ ماہانہ چار سو روپے تنخواہ بھی مقرر کر دی۔

سردار یوسف خان زرک زئی کا باپ سے ملنا

جب سردار یوسف خان زرک زئی باپ کی جگہ سردار بنا تو وہ جب زہری پہنچا تو انگریزی حکومت کا آلہ کار بننے کی بجائے اپنے مجاہد باپ سردار گوہر خان زرک زئی سے جا ملا۔ اور جب انگریزوں کو اس خبر کی اطلاع ملی تو وہ بہت مایوس ہوئے۔ اس کے علاوہ انگریزوں کا خیال تھا کہ سرداران جھالاوان پر جود و عطا کی فراوانی، سردار گوہر خان زرک زئی کو بھی متاثر کرے گی مگر ایسا نہ ہوا۔ سردار یوسف خان انگریزی حکومت کی دی ہوئی سرداری اور تنخواہ کو واپس ان کے منہ پر دے ماری۔

ایک ناخوشگوار واقعہ کا پیش آنا

اسی دوران ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا سردار گوہر خان نے اپنے بیٹے میر یوسف کی بدل خان کمبرانی کی بیٹی سے شادی کرادی. حالانکہ اس لڑکی سے اس کا بھائی لیند خان شادی کرنا چاہتا تھا. چنانچہ سردار گوہر خان کی اس حرکت سے ناراض ہو کر میر لیند خان مغلی کے مقام پر چلاگیا اس علیحدگی کی اطلاع انگریزوں کو ہوئی. تو انگریزوں نے بہت جلد میر لیند خان سے تعلق قائم کر کے اُسے اپنے ساتھ ملا دیا.

میر لیند خان زرک زئی کو سبی دربار میں انگریزوں کا انعام دینا

۱۸۹۴ء میں سبی دربار میں انگریزی حکومت نے میر لیند خان زرک زئی کو طلب کر کے انعام و خلعت دی میر لیند خان نے اپنے بڑے بھائی سردار گوہر خان زرک زئی کے خلاف اپنی خدمات انگریزی حکومت کو پیش کردی انگریزوں نے اُسے تھانہ زہری کے انتظام پر مامور کر کے جمعدار عبدالکریم زرک زئی کے ساتھ زہری بھیجا. جھالاوان کے تمام سرداروں نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے سامنے میر لیند خان کی امداد کو زہری تک اس کے ساتھ جانے کا اقرار کیا لیکن نورگامہ پہنچتے پہنچتے تمام سرداروں نے ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیا. صرف جمعدار عبدالکریم زرک زئی اور سردار لوٹانی میر لیند خان کے ساتھ زہری پہنچے.

مرزا احمد علی زہری

وزیراعظم ریاستی بلوچستان ابتدائی دور امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان

سردار گوہر خان کا میر لپسند خان پر حملہ

جب سردار گوہر خان کو اپنے بھائی میر لپسند خان کے انگریزوں سے مل جانے کی اطلاع ملی تو وہ اس پر ٹوٹ پڑا معمولی سے لڑائی ہوئی۔ میر لپسند خان جان بچا کر جمعدار عبدالکریم کے ساتھ قلات پہنچا

سردار گوہر خان پر انگریزی فوج کا شب خون مارنا

جب میر لپسند خان جان بچا کر قلات پہنچا۔ لیفٹیننٹ میسی ویئر زقائم مقام پولیٹیکل ایجنٹ تھا۔ میر لپسند خان ایک دستہ انگریزی فوج کو لے کر خفیہ طور پر قلات سے نکلا۔ زہری کیطرف روانہ ہوا تاکہ سردار گوہر خان پر شب خون مارے اس اثنا میں سردار گوہر خان سلماٹخو کے مقام پر مورچہ بند تھا میسی ویئرز نے اچانک مورچوں پر ہلہ بول دیا سخت لڑائی ہوئی سردار گوہر خان کے مجاہدین نے انگریزی فوج پر ایسا دباؤ ڈالا کہ میسی ویئرز کے چھکے چھوٹ گئے دوسرے دن اپنے زخم چاٹتے ہوئے اُسے قلات کی طرف پسپا ہونا پڑا میر لپسند خان بھی انگریزی لشکر کے ساتھ تھا میسی ویئرز نے پسپا ہوتے وقت لپسند خان کو لڑائی جاری رکھنے کی ہدایت کی مگر اُسکے جاتے ہی میر لپسند خان نے بھی قلات پہنچ کر دم لیا۔

قلات میں جھالاوانی سرداروں کا جرگہ

۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے جھالاوان کے

کے تمام سرداروں کا ایک جرگہ قلات میں طلب کیا۔ سرداروں نے میر یوسف خان کی بجائے میر لیند خان کو قبیلہ زہری کا سردار مقرر کرنے کی حمایت کی لیکن سردار گوہر خان کو جاکر گرفتار کرنے کی سب نے مخالفت کی سردار رستم خان محمد سنی سردار فقیر محمد بزنجو اور سردار شہباز خان گرگناڑی نے خصوصیت کے ساتھ اس کو قبیلہ زہری کا اندرونی مسئلہ اور ذمہ داری قرار دے کر اس میں مداخلت کرنے سے انکار کیا لیکن آخر کار ایک طویل بحث و مباحثہ کے بعد جھالاوان کے سرداروں کو اس بات پر رضا مند کر لیا گیا کہ وہ سردار گوہر خان کو اپنے علاقوں میں داخل ہونے نہیں دیں گے۔ اگر سردار گوہر خان نے ان کے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ اس کا مقابلہ کریں گے۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا سرداروں کو متنبہ کرنا

پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سرداروں پر یہ امر واضح کر دیا کہ یہ تنخواہیں ان کو صرف اس صورت میں ملیں گی کہ وہ سردار گوہر خان کی امداد نہ کریں اور نہ طرفداری کریں اور اُسے اپنے علاقے میں پناہ نہ دیں۔

سردار گوہر خان کی جنگی سرگرمیاں

اس عرصہ میں سردار گوہر خان نے زہری پر حملہ کر کے علاقہ کولوا خزان اور عارفین کے مقام پر انگریزوں کے قائم کردہ تھانوں کو جلا دیا۔ ان

تھانوں میں مقرر کچھ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا اور باقی جان بچاکر بھاگ گئے۔

قلات میں جھالاوان کے سرداروں کا جرگہ

جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے ۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء کو قلات میں جھاوان کے سرداروں کا ایک جرگہ طلب کیا تھا۔ اس جرگہ نے انگریزی حکومت کی منشا کے مطابق میر پسند خان زرک زئی کو میر یوسف خان کی بجائے قبیلہ زہری کا سردار مقرر کرنے کی سفارش کی جسے حکومت نے منظور کرتے ہوئے ہدایت کی کہ یکم اگست ۱۸۹۵ء کو میر پسند خان زہری چلا جائے۔ اور دیگر جھالاوان کے سردار اپنے اپنے علاقوں میں جاکر سردار گوہر خان کے داخلے کو روکنے کے انتظامات کریں زہری کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کی جائے تاکہ سردار گوہر خان کی سرگرمیاں صرف علاقہ زہری تک ہی محدود رہیں۔

سردار گوہر خان پر آخری حملہ اور انکی شہادت

سردار پسند خان نے مقررہ تاریخ پر صوبدار کرم خان کی ایک دستہ پلٹن اور جمعدار فیض محمد تراسانی زہری کی زیر کمان جھالاوان لیویز کا ایک دستہ ساتھ لے کر سردار گوہر خان کی گرفتاری کے لیے زہری روانہ ہوا اس کے علاوہ سردار پسند خان کا اپنا جمع کیا ہوا لشکر بھی تھا۔

سردار گوہر خان اس وقت درہ سوہندہ کو روکے بیٹھا تھا سردار پسند خان

نے اُسے انگریزی فوج کا خوف دلا کر ہتھیار ڈالنے کا پیغام بھیجا۔ سردار گوہر خان نے اس بزدلانہ اور غلامانہ پیغام کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا کیونکہ وہ قوم اور وطن کی لاج رکھنے کی خاطر سر ہتھیلی پر رکھ کر نکلا تھا۔

سردار گوہر خان کے ساتھیوں کا فرار

جب سردار پسند خان کے پیغام سے سردار گوہر کے ساتھی مطلع ہوئے تو اُس کے بعض کم ہمت ساتھیوں کے قدم ڈگمگانے لگے اُسی رات۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سردار گوہر خان کا لشکر کا بیشتر حصہ راہ فرار اختیار کر گیا شاید اُن کو غلامانہ زندگی بسر کرنے کا شوق تھا۔

chi Academy
CC NO.
ARY

سردار گوہر خان کا پیچھے ہٹنا

دوسرے دن صبح جب سردار گوہر خان نے اپنے لشکر کی حالت دیکھی تو کمک حاصل کرنے کی خاطر گزان کی طرف پیچھے ہٹ گیا انگریزی فوج نے سردار پسند خان کی رہنمائی میں ان کا تعاقب جاری رکھا۔

سردار گوہر خان کا انگریزی فوج کو دعوت مبازرت

بالآخر گوہر خان کے ساتھ کل ایک سو ستائیس آدمی رہ گئے سردار گوہر خان نے مقام گرماپ جو زہری اور توتک کے درمیان واقع ہے مورچہ بند ہو کر انگریزی فوج کو دعوت مبازرت دی۔

Academy Quetta
No. 82
LIBRARY

لڑائی کی تفصیلات

گرماپ کے مقام پر فریقین میں عرصہ کارزار گرم ہوا انگریزی فوج نے بڑھ بڑھ کر حملے کئے سپاہی مارے جاتے رہے لیکن ان کے حملے کی شدت میں کمی نہیں آئی، سردار گوہر خان کے پہلے دو مورچے ٹوٹ گئے تیرا مورچہ جس میں سردار گوہر خان اور سردار یوسف مجاہد باپ بیٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ سینہ سپر ہوکر ڈٹے رہے۔ اس مورچہ سے پہلے حملے میں سردار گوہر خان کی گولی صوبیدار کرم خان کے منہ پر لگی صوبیدار کا گرنا تھا کہ حملہ آور دستہ اسے بے ہوشی کی حالت میں اُٹھا کر پسپا ہوا جب صوبیدار کرم خان ہوش میں آیا اُس نے پلٹن کو حوصلہ دے کر دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔

آخر کار حملہ آور کمانداروں نے ایک مختصر مشورہ کیا سردار گوہر خان اور میر یوسف خان ایک مضبوط مورچے کی پناہ میں تھے جس کے پیچھے اونچا پہاڑ تھا۔ سردار پسند خان کو اس بات پر رضامند کیا گیا کہ سردار گوہر خان کے مورچہ کے پشت پر پہاڑ تھا۔ اُس پر اپنے لشکر کے ساتھ پہنچکر گوہر خان کے مورچہ پر گولیاں برسائے چنانچہ پسند خان کے لشکر کی گولیوں کی شلک نے پہاڑ سے۔ سردار گوہر خان کے سنگر پر مطلوبہ اثر کیا سامنے سے پلٹن کا بھی حملہ جاری تھا۔ اسی اثناء میں ایک گولی سردار گوہر خان کے بندوق میں لگی جو بچک کر ناکارہ ہوگئی۔ سردار گوہر خان نے بندوق پھینک کر تلوار سونت لی اور مورچہ سے نکل کر گولیوں کی بوچھاڑ میں

پلٹن پر حملہ کیا اُس کے جوان ہمت بیٹے میر یوسف خان نے بھی مردانہ وار اُس کا ساتھ دیا اُن کے دیگر ایک سو ستائیس باہمت باغیرت مجاہد ساتھی بھی پیچھے نہیں رہے۔ لہٰذا سردار گوہر خان اور اُن کا فرزند میر یوسف خان اور اُنکے فدائیں ساتھی اپنی بلوچی شان کے مطابق قوم اور وطن کے ننگ و ناموس کے لیے سر ہتھیلی پہ رکھ کر میدان میں کود پڑے بالآخر انگریزی فوجیوں کی گولیوں کو مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۵ء کو سینوں پہ لے کر جام شہادت نوش فرمایا۔ اس طرح انگریزوں نے جھالاوان کے مجاہدِ اعظم ننگ وطن سردار گوہر خان زرک زئی کو آخر کار راستے سے ہٹا دیا

شجرہ سردار میر گوہر خان زرک زئی بلوچ شہید

اب ہم بلوچستان میں انگریزوں کے قبضہ کے بعد بلوچستان کے اُس بلوچ مجاہد فرزند جس نے سب سے پہلے انگریزی غلامی کے خلاف جہاد کا علم بلند کر کے جام شہادت نوش فرما کر بلوچ قوم کی دُنیا میں لاج رکھی۔ اس نامی گرامی مجاہدِ اعظم کا نام میر گوہر خان زرک زئی بلوچ تھا جن کا مفصل شجرہ اس طرح ہے۔

(۱) طایفہ زرک زئی، کیکانی، براخوئی کرد بلوچ ہیں۔

(۲) شجرہ حضرت نوح علیہ السلام کے بجائے امیر میروانی بلوچ سے شروع کرتے ہیں۔ ورنہ شجرہ بہت طویل ہو جائے گا۔

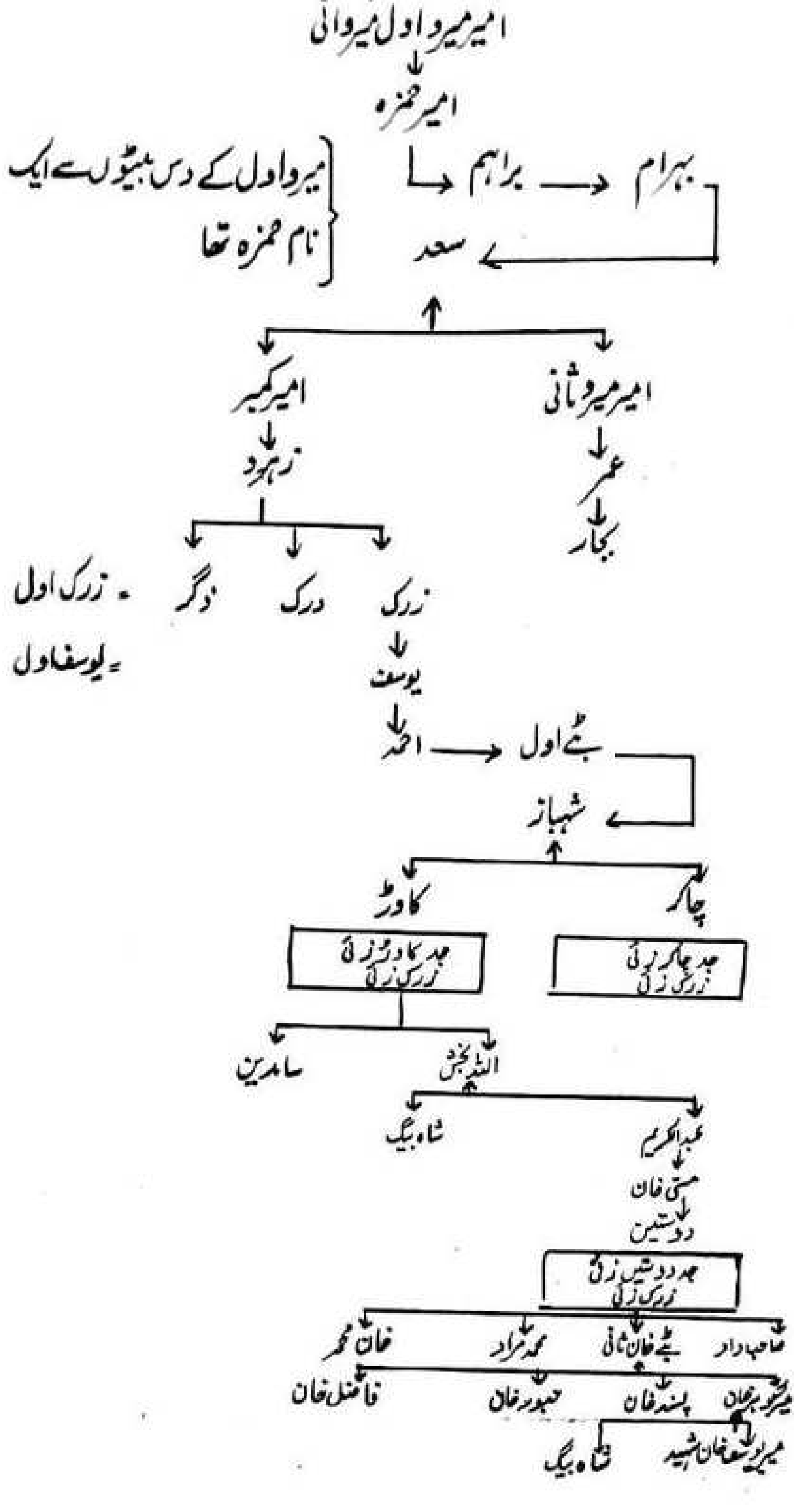
امیر میرو اول میروانی
امیر حمزہ
بہرام
براہم
سعد
میرو اول کے دس بیٹوں سے ایک
نام حمزہ تھا
امیر میرو ثانی
امیر کمبر
عمر
بجار
زہرود
زرک
درک
دگر
۔ زرک اول
یوسف
۔ یوسف اول
احمد
بٹے اول
شہباز
چاکر
کاوڑ
جد چاکر زئی
زرک زئی
جد کاوڑ زئی
زرک زئی
اللہ بخش
سامدین
عبدالکریم
شاہ بیگ
مستی خان
دوستین
جد دوستین زئی
زرک زئی
صاحب داد
بٹے خان ثانی
محمد مراد
خان محمد
پسند خان
فاضل خان
میر یوسف خان شہید
شاہ بیگ

بلوچستان میں انگریزی حکومت کی پالیسی

انگریز جب بلوچستان کی سیاست میں داخل ہو گئے تو انہوں نے ابتداً میں سرداروں کے بیٹوں کو تعلیم دینے کی طرف متوجہ ضرور ہوئے جیسے کہ انہوں نے پہلی بار سردار میر گوہر خان زرک زئی شہید کے بڑے بیٹے میر یوسف خان کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے علی گڑھ بھجوایا مگر بعد میں جب بلوچستان میں سیاسی حالات خراب ہوئے سردار میر گوہر خان زرک زئی انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو انگریزوں نے اُس کے بیٹے میر یوسف خان کو علی گڑھ سے طلب کر کے اُس کے باپ کے خلاف اپنا آلہ کار بنانا چاہا مگر میر یوسف خان نے انگریزوں کے بجائے باپ کا ساتھ دیا۔ باپ کے ساتھ جہاد کا علم بلند کر کے درجہ شہادت حاصل کیا۔ انگریز سمجھ گئے کہ فارسی کے ضرب المثل کے مصداق پر۔

(گرگ زادہ عاقبت گرگ شود)

چنانچہ انگریزوں نے بلوچستان میں تعلیم کو عام کرنے کی اپنی پالیسی پر نظرثانی کی اور کوشش کی کہ بلوچستان کے لوگ تعلیم سے بالکل بے بہرہ رہیں گویا کہ کوئٹہ شہر میں کچھ نمائشی اسکول ضرور بنائے یہ صرف لوگوں کے دیکھاوے کے لیے تھے۔

بلوچستان میں عام تعلیم اور دفتری زبان کے بارے میں استصواب رائے

چنانچہ انگریزی حکومت بلوچستان نے بہت غور و خوض کرنے کے بعد

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان، نمائیدہ حکومت برطانیہ ہند، جنرل براؤن، بوقت اعلان حکمرانی،
امیر محمود خان ثانی، امیر ریاستی بلوچستان

مورخہ ۲ اگست ۱۸۹۶ء کو بلوچ سرداروں کا ایک بڑا جرگہ طلب کیا۔ تاکہ اُن سے بذریعہ استصواب رائے۔ یہ معلوم کیا جا سکے کہ ملک بلوچستان میں آئندہ تعلیم عام کی جائے یا نہ اور سرکاری زبان یا دفتری زبان فارسی رہے یا اُسے تبدیل کیا جائے۔ یا اُردو کو دفتری زبان قرار دیا جائے۔

انگریزی حکومت کی حکمت عملی

چنانچہ جرگہ کے انعقاد سے قبل انگریزی حکومت کے ایجنٹ خفیہ طور پر بلوچ سرداروں کا اس طرح سے ذہن واش) کرنے لگے۔ ان سرکاری ایجنٹوں نے سرداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھادی کہ اگر تمہارے علاقوں میں اسکول کھولے جائیں گے تو تمہارے قبائلی بچے تعلیم یافتہ ہو کر تمہیں اپنے برابر سمجھ کر تمہاری بطور سردار کے عزت نہیں کریں گے۔ اس طرح تمہاری گرفت اپنے قبیلوں پر ڈھیلی پڑ جائے گی اور تمہاری سرداریاں ختم ہو جائینگی لہذا اُس کے مقابلے میں بلوچ ملت نے گذشتہ ادوار کی تاریخ میں دنیا میں اپنی شمشیر زنی اور شاہسواری کا دھاک بٹھادیا ہے۔ لہذا بہتر ہوگا کہ اسکول کی بجائے ہر قبائلی علاقے میں عربی اعلیٰ نسل کے گھوڑے کے سانڈ رکھے جائیں جس سے اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور گھوڑیاں حاصل کی جائیں۔

بلوچستان کی سرکاری دفتری زبان

اسلامی سلطنت دور بنی عباس سے لے کر امیر میر ومیردانی بلوچ کے ۱۴۱۰ء میں بلوچستان میں قیام بلوچ مملکت تک اور پھر اُس کے

بعد امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی ۱۸۹۳ء میں معزولی تک گویا ایک ہزار تر ہتر سال (۱۰۷۳) تک فارسی زبان بلوچستان کے مختلف ادوار کی حکومتوں کا سرکاری زبان رہا اس بارے میں انگریزوں کے ایجنٹ نے بلوچ سرداروں کو یہ بات ذہن نشین کرادی کہ اب سیاسی حالات بدل گئے ہیں ان کا سیاسی تعلق انگریزی حکومت ہند سے منسلک ہو گیا ہے۔ انگریزی حکومت ہند کی دو زبانیں ہیں جو بطور سرکاری زبان مستعمل ہیں اردو اور انگریزی زبانوں کے متعلق رائے دینا مفید ہوگا۔ اور اس طرح اردو زبان بلوچستان میں فارسی زبان کی جگہ بطور سرکاری زبان مروج ہو جائیگا۔

استصواب رائے کا بلوچستان کے لوگوں پر برا اثر

اس استصواب رائے کے نتیجے میں بلوچستان کا صوبہ آج تک تعلیمی لحاظ سے پیچھے رہ گیا۔ یہاں کے باشندے جتنے بھی ہاتھ وپاؤں مار رہے ہیں مگر اب تک تعلیم کے معراج معلا تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔ رہا سوال سرکاری زبان کا اس میں بھی بلوچوں کا وہی حشر ہوا جو تعلیم کے سلسلے میں ہوا زبان کی یک لخت تبدیلی سے تمام بلوچستان کے بلوچ ملازموں کو اپنے ملازمتوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ کیونکہ وہ اردو بالکل نہیں جانتے تھے۔

اس طرح بلوچوں کی جگہ تمام ملازمتوں پر بنگالی ہندوستانی، پنجابی حضرات آئے۔ کیونکہ وہ اردو زبان سے بلد تھے۔ اور آج تک بلوچوں کے مقابلے میں یہی عنصر بلوچستان میں ملازمتوں پر غالب ہیں۔ اور بچارے بلوچوں کو بلوچی ضرب المثل کے مطابق تسلی دی جاتی رہی

کر دُبز نہ مرکہ بہار کیت) دبکری زندہ رہ، موسم بہار آنے والی ہے۔
اور تم انشاء اللہ بہت جلد اُردو زبان میں مہارت حاصل کر لوگے

باب دوئم

مکران میں بے چینی کی وجوہات:

یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کے تمام دور حکمرانی میں 1857ء سے لے کر 1893ء تک مکران بالکل پر امن رہا۔ اس دور میں کیچ مکران کا گورنر سردار فقیر محمد بزنجو۔ قبیلہ بزنجو کا سردار تھا۔ جو امیر خداداد خان کا آخر دم تک وفادار رہا۔ اور نہایت مدبر۔ زیرک۔ معاملہ فہم شخص تھا۔ امیر محمود خان ثانی نے جب 1893ء میں مسند حکمرانی ریاستی بلوچستان پر جلوس فرمایا تھا۔ تو مکران کی سیاسی صورت حال میں تبدیلی آگئی تھی۔

(i) نواب بائی خان کیچ کا سردار ضعیف العمر ہو چکا تھا۔ کہ علاقہ میں امن بحال رکھ سکتا۔

(ii) میر شاہداد گچکی۔ گورنر کیچ۔ ایک انگریز آفسر مسٹر میور کو زخمی کرنے کے بعد فرار ہو کر۔ ایرانی بلوچستان میں پناہ گزین تھا۔ وہ کیچ کے علاقے میں لوٹ مار اور دیگر ذرائع سے بے چینی پھیلا رہا تھا۔

(iii) اگرچہ میر عبدالکریم گچکی کو میر شاہداد کی بجائے کیچ مکران کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ لوگوں کو قابو میں رکھنے کا اہلیت ہی نہیں رکھتا تھا۔

(iv) ایرانی سرحد پر رند بلوچ قبیلہ نے امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کی معزولی اور نظر بندی کے بعد انگریزی حکومت کے اقتدار کو چیلنج کیا تھا۔ چنانچہ مکران میں جابجا۔ کسی نہ کسی بہانے سے زیادہ با اثر۔ اور دلیر افراد میں انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کے جذبات ابھرنے لگے۔

شیر محمد گچکی کا قلعہ ناصر آباد پر قبضہ:

میر شیر محمد گچکی ۔ ناصر آباد کے قلعہ پر اپنا حق جلاتا تھا ۔ لیکن دوسری طرف میر مہراب خان گچکی بھی اسی قلعے کی ملکیت کا دعویٰ دار تھا ۔ 1890 ء میں انگریزی حکومت کا نمائندہ نے جو مکران میں تھا ۔ ناصر آباد کے قلعے کے سامنے کیمپ لگا کر اس تنازعہ کے فیصلے کرنے کی کوشش کی لیکن میر شیر محمد نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور اس کے کیمپ پر گولیاں برسا کر ۔ اسے واپس ہٹا دیا ۔ 1891 ء میں سنڈیمن نے قلعہ پر قبضہ کر کے اسے اس شرط پر میر مہراب خان گچکی کے حوالہ کیا ۔ کہ وہ سو روپے سالانہ شیر محمد گچکی کو بطور خونہانہ دیا کرے گا ۔ 1892 ء میں شیر محمد نے سنڈیمن کے فیصلے کو بالائے طاق رکھ کر میر مہراب خان سے قلعہ کے لئے تیرہ سو روپے سالانہ کا مطالبہ کیا ۔ میر مہراب خان نے انکار کیا ۔ میر شیر محمد نے 5 ستمبر 1892 ء کو حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کیا ۔ اور میر مہراب خان گچکی کو وہاں سے نکال دیا ۔

میر محمد حسن گچکی کا مطالبہ سرداری پنجگور:

میر محمد حسن گچکی ساکن سامی عرصہ سے پنجگور کی سرداری کا دعویٰ دار تھا ۔ حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے انگریزی حکومت سے پنجگور کی سرداری کا مطالبہ کیا ۔ اور اپنے مطالبے کو زیادہ اہمیت دینے کے لئے اس نے میر بلوچ خان نوشیروانی کو اپنے ساتھ ملا کر پنجگور کے علاقہ میں مار دھاڑ شروع کی ۔ پنجگور کے علاقے میں غریب باشندوں کے لاکھوں روپے کے مال مویشی اور اثاثوں کو لوٹا ۔ اور لوگوں کے لئے عذاب جان بن گیا ۔

انگریزی حکومت ہند کی باؤنڈری کمیشن:

اگرچہ امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کی معزولی اور نظر بندی سے بلوچ قوم میں انگریزوں کے بارے میں شک و شبہات پیدا ہوئے ۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کے مقرر کردہ باؤنڈری کمیشن کے فیصلوں نے بھی لوگوں کے دل و دماغ میں انگریزی حکومت کی مخالفت کرنے کے بیج بوئے ۔

1872 ء میں ایران اور بلوچستان کے درمیان انگریزوں نے اپنے سیاسی مقاصد اور جارحانہ اقدامات کے پیش نظر اپنی صوابدید کے مطابق حد بندی کی تھی اس کی تصدیق اور نظر ثانی کے لئے 1895 ء و 1896 ء میں سر ہولڈیچ کی سر کردگی میں کمیشن نے علاقے کا سروے کیا ۔ اور سرحدی 37 برجیاں قائم کیں ۔ اس کمیشن نے خاران اور ایران کے درمیان بعض متنازعہ حدود کا بزر خود فیصلہ کیا

اسی دوران میں ایک اور کمیشن کپتان میکموہن کی سرکردگی میں بلوچستان اور افغانستان کے درمیاں سرحدات قائم کرنے آیا ۔ جس نے دریائے ہلمند کی جنوبی طرف سے بلوچستان کی حدود متعین کیں ۔ اور سیستان کے جنوب مغربی کنارے پر کوہ ملک سیاہ کی چوٹی کو افغانستان ، ایران اور بلوچستان کی سرحدات کا نقطہ اتصال قرار دیا ۔

ان کمیشنوں کے فیصلے سے بلوچستان کے نصف حصہ سے زیادہ ایران کے قبضہ میں چلا گیا ۔ اور نصف سے کم حصہ حکومت افغانستان کو دے دیا گیا ۔ لاوارث بلوچستان کی سرحدات کو اس بیدردی سے قطع و برید کرنے کی بڑی وجہ روس کے مقابلے میں ایران اور افغانستان کی حکومتوں کو خوش کر کے اپنے ہاتھ میں رکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھی ۔ بلوچوں نے من حیث القبائل اور من حیث القوم انگریزی حکومت کی اس کاروائی کو پسند نہیں کیا ۔ اور اپنے طور پر اس ناجائز

فیصلہ کے خلاف چھوٹی موٹی بغاوتوں سے اپنی ناراضگی کا اظہار برابر کرتے رہے۔

امیر ریاستی بلوچستان امیر محمود خان خان ثانی کا دورہ مکران:

جب مکران میں ملکی حالات تیزی سے مخدوش صورت اختیار کر گئے۔ تو انگریزی حکومت ہند نے، بلوچستان میں قلات کے نام سے علاقہ میں امن قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور امیر محمود خان کو ذاتی طور پر مکران کا دورہ کرنے پر رضامند کیا گیا۔ تاکہ مکران کے عوام کے خلاف سخت قدم اٹھانے کا جواز پیدا ہو۔ چنانچہ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو ساتھ لے کر انگریزی حکومت کے نمائندوں نے ان کے نام سے طاقت کے زور پر مکران میں ذیل اقدامات کئے۔

(1) میر بلوچ خان نوشیروانی کو ناگ کے قلعہ سے باہر نکال کر قلعہ پر قبضہ کیا۔

(2) میر شیر محمد کو ناصر آباد کے قلعہ سے نکال کر قلعہ پر قابض ہو گئے۔

(3) مکران کے نظام حکومت کو خاطر خواہ طور پر چلانے کے لئے ایک ناظم الحکومت کا عہدہ امیر ریاستی بلوچستان کے نام سے قائم کیا۔ اور اس پر دیوان ادھوداس نامی حکومت کے ایک ملازم کو افسر مقرر کیا گیا۔

(4) ناصر آباد کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا۔ جس نے ناصر آباد کے قلعہ کو اس شرط پر میر شیر محمد کے حوالہ کرنے کی سفارش کی۔ کہ میر شیر محمد اس کے عوض میں مبلغ سو روپے سالانہ میر مہراب خان گچکی کو دیا کرے۔ مگر میر شیر محمد نے جرگہ کی رائے کو ماننے سے انکار کیا۔

(5) میر محمد عمر نوشیروانی کو کولواہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔

(6) قیام امن کے لئے (امیری فوج) کے نام سے مکران میں ایک فوجی دستہ رکھنے کی منظوری دی گئی۔ جسے بعد ازاں۔ (مکران لیوی کور) کا نام دیا گیا۔

(7) خان کی فوج سے قلعہ ناصر آباد میں 75 قلعہ بجگور میں 25 قلعہ ناگ میں 20 سپاہی حفاظت کے لئے متعین کئے گئے۔ ان کے علاوہ ناظم الحکومت مکران کو بیس اونٹنی سواروں کا ایک حفاظتی دستہ بھی دیا گیا۔

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان المعروف بہ خان قلات نے انگریزی نمائندہ کے ساتھ مکران کا یہ دورہ مورخہ 8 اکتوبر 1895 ء کو کیا۔ وہاں ایک ماہ قیام کے بعد 9 نومبر 1895 ء کو امیر موصوف واپس قلات پہنچے۔

جام عالی خان جام لسبیلہ کی وفات:

18 اپریل 1896 ء میں لسبیلہ کا جام، جام عالی خاں بقضائے الہی فوت ہوا۔ بلوچستان کی انگریزی حکومت نے امیر کی منظوری سے جام عالی خان کے بڑے بیٹے میر کمال خان کو جو اب تک کوئٹہ میں نظر بند تھا۔ ذیل شرائط پر لسبیلہ کا جام مقرر کیا۔

(1) جام کمال خان لسبیلہ کی حکومت بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی منشا کے مطابق چلایا کرے گا۔

(2) لسبیلہ میں انگریزی حکومت بلوچستان کا ایک نمائندہ رکھا جائے گا جو وزیر لسبیلہ کہلائے گا۔ اور تمام معاملات پر نگرانی رکھے گا۔ اور حکومت کا نظام چلائے گا۔

(3) لسبیلہ کی کل آمدنی اور خزانہ وزیر کی تحویل میں ہو گا۔

(4) تمام مقدمات کا فیصلہ وزیر کی نگرانی میں جرگہ کے ذریعے ہو گا۔

سردار میر غوث بخش رئیسانی

چیف آف سراوان

جام میر کمال خان نے ان تمام شرائط کو من و عن قبول کر لیا لہذا اس واسطے انگریزی حکومت بلوچستان نے اسے اسکے باپ کی جگہ، جام لسبیلہ تسلیم کر لیا لہذا جام میر کمال خان 20 اپریل 1896 ء کو اپنے مسند امارت پر باقاعدہ بیٹھا۔

میر مراد علی خان کی فراری:

جیسے کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ جام میر کمال خان کے والد جام عالی خان نے اس سے ناراض ہو کر، بلوچستان کی انگریزی حکومت کے ذریعے اسے علاقہ بدر کرا دیا تھا۔ اور اس کی بجائے اپنے دوسرے بیٹے میر مراد علی خان کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا لیکن جام عالی خان کی وفات پر انگریزوں کی حکومت نے اس کے فیصلے کو درخور اعتنانہ لاتے ہوئے۔ میر کمال خان کو لسبیلہ کا جام مقرر کر دیا۔

انگریزی حکومت کے اس فیصلہ کو میر مراد علی خان نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ بیلہ سے فرار ہو کر، افغانستان میں امیر عبدالرحمن خان کے پاس گیا۔ جو افغانستان کا حکمران تھا۔ اور ان سے امداد کی درخواست کی۔ چونکہ افغانستان کی حکومتی تعلقات انگریزوں کے ساتھ ایسے تھے۔ جس کی بنا پر امیر افغانستان اس کی کچھ امداد نہیں کر سکتا تھا۔ امیر کابل نے اسے عزت و احترام کے ساتھ رکھا۔ اس کے لئے ایک معقول وظیفہ مقرر کیا۔ آخر چند وقت بعد حکومت بلوچستان نے میر مراد علی خان کو راضی کر کے دوبارہ بلوچستان واپس بلایا۔

سرداران سراوان کی شورش:

1897 ء میں سراوان کے بعض سرداروں اپنے قبائل کے ساتھ انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ میر مہراللہ خان رئیسانی سراوان میں سب سے زیادہ با اثر اور مضبوط شخص تھا۔ وہ انگریزوں کے خلاف ایک بغاوت کی خفیہ

تیاری کر رہا تھا۔ جس کا مدعا بلوچستان میں انگریزوں کی عملداری کو ختم کرنا تھا۔ اس سازش میں سردار یار محمد کرد۔ وڈیرہ نور محمد بنگل زئی۔ سردار دوست محمد ہزئی۔ سردار امام بخش سرپرّہ۔ میر مٹھا خان بنگل۔ ان کے علاوہ دیگر معتبرین بھی میر مہر اللہ خان رئیسانی کے شریک کار تھے۔

جعفر خان سرپرہ کی جلد بازی اور نا تجربہ کاری:

میر مہر اللہ خان کے ساتھیوں میں ایک شخص جس کا نام جعفر خان تھا۔ اور قبیلہ سرپرہ سے تھا۔ وہ بھی اس سازش میں شامل تھا۔ مگر انتہائی طور پر جذباتی اور نادان شخص تھا۔ اب تک بغاوت کی تیاریاں ابتدائی مراحل میں تھیں۔ بغیر کسی سے صلاح و مشورہ کرنے کے۔ جعفر خان سرپرہ نے آپے سے باہر ہو کر۔ علاقہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ اور جذبات میں آکر ہر جگہ اپنے عزائم کا اعلان کرنے لگا۔ جعفر خان کی آواز کی بھنک جب انگریزوں کے کان میں پڑی۔ تو انہوں نے قطرے کو دریا بننے سے پہلے خشک کیا۔ اور (نپ دہ ایول ان دہ بڈ) برائی کو غنچے میں ابھرنے نہ دینے کے پالیسی پر گام زن ہوتے ہوئے اس مقولہ پر عمل شروع کر دیا۔

جعفر خان کی کاروائیاں:

جعفر خان نے مستونگ کے پہاڑوں میں چھپ کر علاقہ میں لوٹ مار مچادی۔ لک پاس کے راستے کو روک کر اس نے دو تانگے والوں کو قتل کیا۔ ایک کو زخمی کیا۔ اور مسافروں کو لوٹ لیا۔ کوئٹہ تحصیل میں عزہ بند کے مقام پر ڈاکہ ڈال کر دو آدمیوں کو قتل کیا۔ 6 مارچ 1899ء میں کوئٹہ میں مری بوریری کے شراب خانہ پر حملہ کر کے۔ اس میں آگ لگادی۔ گیارہ آدمیوں کو ہلاک اور نو کو زخمی کر دیا۔

انگریزی حکومت بلوچستان کی تدابیر:

بلوچستان کی انگریزی حکومت نے سراوان کے سرداروں کو حکم دیا۔ کہ جعفر خان کو گرفتار کر کے حکومت کے سامنے پیش کریں۔ لیکن سرداروں نے انگریزوں کی اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اسی دوران میں انگریزوں کی حکومت کو یہ بھی اطلاع مل گئی۔ کہ سراوان کے بیشتر سردار جعفر خان کے ساتھ شامل ہیں۔ اور جعفر خان انکے ایما پر لوٹ مار کر کے علاقہ میں بے چینی پھیلا رہا ہے۔ اس اطلاع پر سرداروں کو بار ثانی حکم دیا گیا۔ کہ مستونگ کے مقام پر ایجنٹ گورنر جنرل کے سامنے پیش ہوں۔ مگر سرداروں نے اس حکم کی بھی تعمیل نہیں کی۔ انگریزی حکومت کو اب سازش کی گہرائی کا احساس ہوا۔ میر مہراللہ خان رئیسانی اور سردار یار محمد کرد کو فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا اور سردار میر غوث رئیسانی سر سردار سراوان سے نیک چلن رہنے کی سنگین ضمانت لے لی گئی۔

سراوان کے سرداروں کی فراری:

انگریزی حکومت کے اس سخت اور بروقت اقدام سے سراوان کے سرداروں میں ابتری پھیل گئی۔ سرداران بنگل زئی۔ ہڑی سرپرہ اور لانگو جو زیادہ ماخوذ سمجھے جاتے تھے۔ اپنے سینکڑوں معتبرین اور قبائل کے ساتھ فرار ہو کر افغانستان چلے گئے جہاں پر کابل کی حکومت نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی اور اپنے علاقہ میں پر امن زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی دوران میں جعفر خان اور اس کے ساتھیوں نے درہ بولان میں ٹیلیگراف کی لائین کاٹ دی۔ اور جابجا کھمبے اور ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ دی۔

جعفر خان کا انجام:

انگریزی فوج کے ایک دستے نے جعفر خان کا سخت تعاقب جاری رکھا۔ چنانچہ سراوان میں مشکل حالات سے دوچار ہو کر جعفر خان نوشکی کی سرحد کی طرف نکل گیا۔ تراسی زئی ذگر مینگلوں نے اسے پناہ دی۔ لیکن انگریز فوج اس کے تعاقب میں وہاں بھی جلد پہنچ گئی۔ اور طایفہ تراسی زئی کے گاؤں پر شبخون مارا ایک مختصر لڑائی ہوئی جس میں کچھ مینگل مارے گئے اور ان کا معتبر امیر چندڑ خان گرفتا ہوا۔ جسے کوئٹہ لایا گیا۔ جعفر خان جان بچا کر۔ قندھار چلا گیا۔ جہاں پر کچھ مدت بعد فوت ہوا۔

بلوچستان کی انگریزی حکومت کی طرف سے عام معافی کا اعلان

چونکہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی معزولی اور نظر بندی کا واقعہ بالکل تازہ تھا۔ بلوچ قبائل کسی قائد کے لئے چشم براہ تھے۔ بلوچستان کی انگریزی حکومت نے اس اضطرابی کیفیت کو طول دے کر بربریت کا مظاہرہ کرنے کو اپنے حق میں مفید خیال نہیں کیا۔ چناچہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے اس سلسلہ میں قلات جا کر امیر سے ملاقات کی امیر کے مشورہ اور منظوری سے میر مہر اللہ خان رئیسانی، سردار یار محمد کرد، اور اس سلسلہ کے دوسرے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اور ان تمام سرداران معتبرین اور انکے قبائل کے آفراد کے لئے جو بھاگ کر افغانستان گئے تھے۔ عام معافی کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد تمام فراری رفتہ رفتہ واپس آکر اپنے علاقوں میں آباد ہوئے۔ اس طرح جعفر خان کی جلد بازی اور بے عقلی سے ساراوان کی بغاوت ناکام ہو گئی۔ اور انگریزوں کی یہ پالیسی کہ برائی کو ابھرنے نہ دیا جائے۔ اسے غنچہ میں ہی ختم کیا جائے۔ کامیاب ہو گئی انگریزوں نے عام معافی کا اعلان 12 دسمبر 1899ء میں کیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی سراوان

میں آئندہ کے لئے بغاوت کے امکانات ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے ۔ اور حکومت بلوچستان کی انگریزی حکومت کو فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔

مکران میں بغاوت:

سراوان کی شورش بہ مشکل ختم ہو گئی تھی ۔ کہ مکران سے بے چینی اور اضطراب کی خبریں آنے لگیں اور وہاں جابجا لوٹ مار اور مار دھاڑ کے واقعات رونما ہونے لگے

مکران میں بغاوت کی وجوہات:

مکران میں بغاوت کی وجوہات حسب ذیل ہیں ۔

(1) امیر خداداد خان کی معزولی و نظربندی سے مکران کے سرحدی قبائل انگریزی حکومت کے خلاف مشتعل ہو چکے تھے ۔

(2) باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ کو جس کا اثر سب سے زیادہ مکران کے قبائل پر پڑا تھا ۔ مکران کے باشندے قبول کرنے کو تیار نہ تھے ۔

(3) سراوان کی شورش کی خبروں سے مکران کے سرحدی قبائل کے حوصلے بلند ہو گئے تھے ۔ اور وہ اپنی دسترس کے مطابق انگریزی عملداری کے خلاف بغاوت اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنا چاہتے تھے ۔

(4) دیوان ادھوداس کے تقرر کو بطور ناظم الحکومت مکران کے باشندے پسند نہیں کرتے تھے ۔ کیونکہ اس عہدے پر سردار فقیر محمد بزنجو کے علاوہ اگرچہ وہ بھی ایک بلوچ تھا ۔ مکران کے بلوچ باشندے ہی مقرر ہوتے تھے ۔ لیکن دیوان ادھوداس ایک غیر ملکی تھا ۔ اور ہندو تھا ۔

(5) انگریزی حکومت نے نواب بائیاں گچکی کی موت پر اس کے بڑے بیٹے میر شے عمر کو جو ایک مجذوب طبع شخص تھا ۔ کیچ کا سردار مقرر کیا ۔ میر شے عمر سرداری چلانے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا ۔ حکومت کے اس فیصلے سے نواب بائیاں

کا دوسرا بیٹا میر مہراب خان جو کہ قابل اور با اثر تھا ۔ ناراض ہو کر عوام کو حکومت کے خلاف بھڑکانے لگا۔

(6) دیوان ادھوداس نے مکران کے زمینداروں پر زرنخل کے نام سے ایک ٹیکس خرما کی کل پیداوار کا 1/10 حصہ مقرر کیا۔ جو پہلے نہ تھا ۔ لہذا زمیندار طبقہ اس ٹیکس کو قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔

(7) امیر خداداد خان نے بھٹ کا قلعہ میر بلوچ خان نوشیروانی کو بطور انعام دیا تھا ۔ لیکن انگریزی حکومت نے اسے میر بلوچ خان سے چھین کر میر محمد اعظم خان بلیدی کو دے دیا۔ جسکی وجہ سے بلوچ خان نوشیروانی جو ایک با اثر با رسوخ اور بہادر شخص تھا ۔ حکومت کا مخالف ہو گیا۔

(8) بلوچستان کی انگریزی حکومت میر محراب خان سے وعدہ کر چکی تھی کہ اگر وہ میر شہداد گچکی کو جو فرار تھا ۔ اطاعت پر رضا مند کرے تو میر شہداد کو معافی دے دی جائے گی ۔ اس وعدہ پر اعتبار کر کے میر مہراب خان نے میر شہداد کو رضا مند کر کے حکومت کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن بلوچستان کی انگریز حکومت اپنے وعدے پر نہیں ٹہری اور میر شہداد کو سرداری جرگہ کے سامنے پیش کر کے سات سال قید کی سزا دی ۔ میر مہراب خان نے اسے اپنی توہین اور بے عزتی خیال کیا۔ انگریزی حکومت سے بدلے لینے کی ٹھان لی ۔

الغرض ان تمام وجوہات نے مکران میں انگریزی حکومت کے خلاف ایک باغیانہ فضا پیدا کر دی ۔ جس سے شورش کی چنگاری برابر سلگتی رہی ۔ تا آنکہ ایک دن شعلہ بن کر بھڑک اٹھی ۔ اس کی ابتدا ایرانی بلوچستان میں (مسٹر گریوز) ایک انگریز ٹیلیگراف افسر کے قتل سے ہوئی ۔

میر محراب خان گچکی کی بغاوت

6 جنوری 1998 ۔ کو میر محراب خان گچکی نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ دیوان ادھوداس ناظم الحکومت مکران پر حملہ کر کے ۔ اسے گرفتار کرلیا ۔ اور خزانہ کو لوٹ لیا ۔ لیکن بعد ازآں سردار شے عمر کی مداخلت پر دیوان ادھوداس کو رہا کر کے میر عبدالکریم گچکی کی حفاظت میں کلاتک بھجوا دیا گیا ۔ بغاوت کی اس طرح ابتدا کرنے کے بعد میر محراب خان نے میر بلوچ خان نوشیروانی اور مکران کے دوسرے تمام معتبرین اور قبائل کو بغاوت میں شامل ہونے کی دعوت دی ۔

کپتان براؤن کے کیمپ پر حملہ:

انگریزوں کی ایک سروے پارٹی کپتان براؤن کی سرکردگی میں علاقہ (مرگی ہور) کولواہ میں کام کررہی تھی ۔ میر محراب خان گچکی کا بھائی ، میر رستم خان گچکی بمع پندرہ آدمیوں کے اس پارٹی میں بطور محافظ دستہ ساتھ تھا ۔ میر بلوچ خان نوشیروانی نے میر رستم خان کو ساتھ ملا کر 9 جنوری 1998 ۔ کے رات کو سروے پارٹی پر حملہ کیا ۔ کپتان براؤن اس رات کام سے واپس کیمپ نہیں آیا تھا ۔ میر بلوچ خان نے اس کے کیمپ کو لوٹ کر سولہ افراد کو قتل کیا ۔ اس لوٹ میں اسے ایک ہزار پانچ سو روپے نقد اور 35 رائفل بندوق ہاتھ لگے ۔

کپتان براؤن کی اطلاع یابی:

براؤن کے کیمپ میں ایک قلی کسی طرح جان بچا کر اسی رات کو کپتان براؤن کو اس واقعہ کی اطلاع دی ۔ براؤن جان بچا کر راتوں رات پچیس میل مسافت پائے پیادہ طے کر کے (بولار) پہنچا ۔ یہاں سے اس نے قاصد بھیج کر ۔ دوسری سروے پارٹیوں کو جو اس علاقے میں کام کررہی تھیں ۔ خبردار کیا اور پھر ایک اونٹ لے

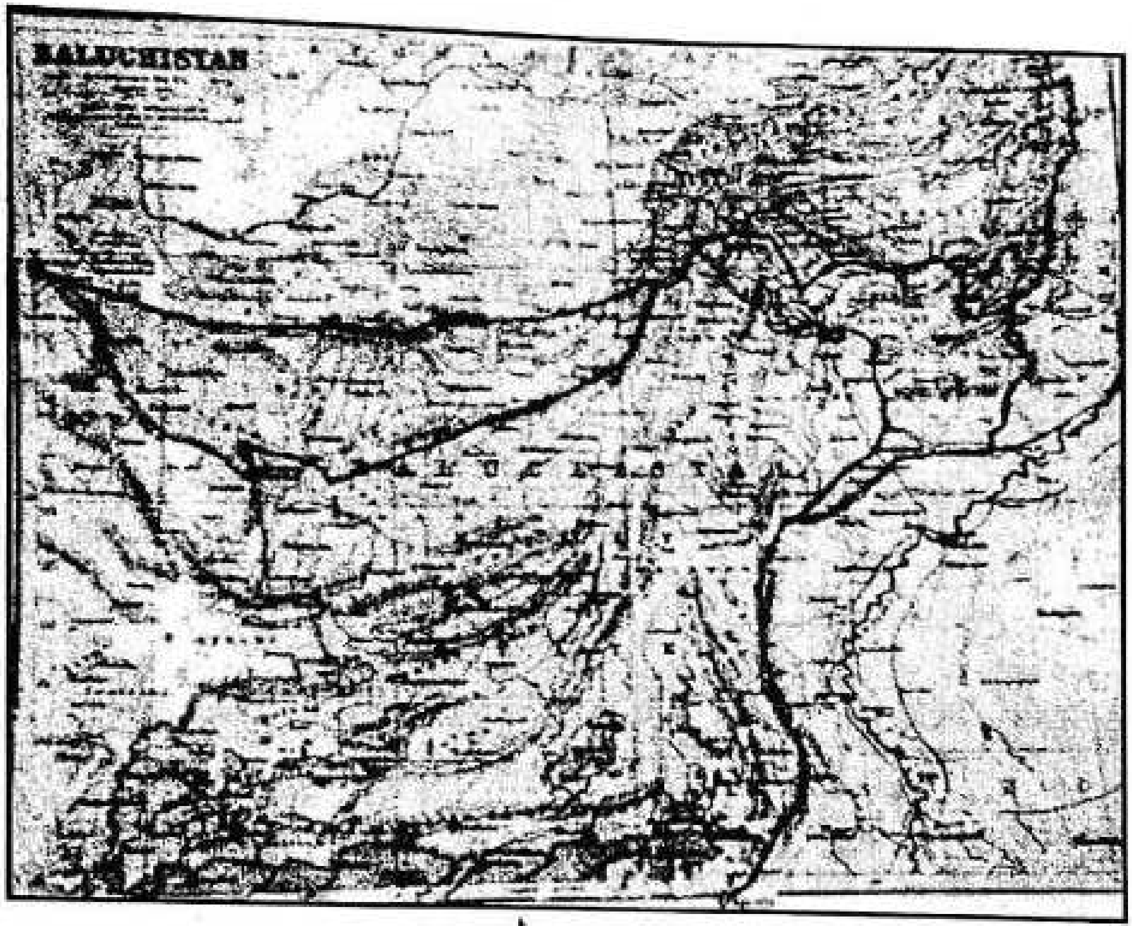

نقشہ ریاستی بلوچستان و برٹش بلوچستان

کر اورماڑہ پہنچا۔ اور وہاں سے کراچی گورنمنٹ کو بذریعہ تار اس واقعہ کی اطلاع دی

جب انگریزوں کو ان حملوں کی نوعیت کا صحیح اندازہ ہو گیا۔ تو انہوں نے اس بغاوت کو جلد از جلد دبانے کے لئے سخت اور بروقت اقدام کیا۔ کپتان براؤن کی طرف سے اطلاع ملنے کے دو گھنٹے بعد کرنل (مین) کی زیر کمان ایک انگریزی فوج جنگی جہاز میں بیٹھ کر ساحل بلوچستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ کرنل مین کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ پسنی کی بندرگاہ پر اتر کر براستہ تربت کلاتک کی طرف آگے بڑھے اور دیوان ادھوداس کو رہائی دلا کر امیر کی حکومت اور اقتدار کو مکران میں بحال کرے کرنل مین کی روانگی سے قبل ناکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات پسنی پہنچ چکا تھا۔ علاوہ ازیں ایک اور فوج کو بھی 27 جنوری 1898 ۔ کو کراچی سے روانہ ہونے کی تیاری کرنے کا حکم دیا گیا۔

باغیوں کی جمع آوری:

میر محراب خان گچکی نے دیوان ادھوداس کی گرفتاری کے بعد جمع آوری لشکر کے لئے جابجا اپنے قاصد دوڑائے۔ میر بلوچ خان نوشیروانی اور میر رستم خان گچکی کپتان براؤن کی سروے پارٹی پر حملہ کرنے کے بعد ایک بڑے لشکر کے ساتھ اکر میر محراب خان گچکی سے ملے۔ میر مراد اور میر شکر اللہ گچکی تمپ سے اور میر حیاتان رند مند سے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ بلیدہ سے میر مہراب خان، نوشیروانی اور میر مہیم خان نوشیروانی اور کلانچ سے میر مبارک اور حاجی مراد واڈیلہ بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ میر محراب خان گچکی کی امداد کو پہنچ گئے چند دنوں میں دو ہزار افراد کا لشکر جمع ہوا جو ملکی ساخت کے ہتھیاروں سے مسلح تھا۔

باغیوں کی بطرف پسنی روانگی:

باغیوں کو جب کرنل مین کی فوج کے پسنی پہنچنے کی اطلاع ملی ۔ تو وہ تربت سے پسنی کی طرف آگے بڑھے اور گوک پروش کے مقام پر مورچہ بندی کر کے انگریزی فوج کی آمد کے منتظر رہے۔

میر بلوچ خان نوشیروانی کی جنگی تدبیر:

میر بلوچ خان نوشیروانی جو جنگی تجربہ رکھتا تھا ۔ انہوں نے رائے دی کہ انگریزی فوج ان سے تعداد میں زیادہ ہیں ۔ اور بہترین طور پر مسلح ہیں ۔ میدان میں انگریزی فوج کے ساتھ آمنے سامنے کھل کر جنگ مناسب نہیں ۔ انہوں یہ تجویز دی کہ بلوچ لشکر کو چہاد ل دستوں میں تقسیم کر کے چھپ چھپ کر دشمن سے ٹکر لی جائے ۔ اور جب بھی موقع ہو دشمن پر شبخون مارا جائے ۔ لیکن میر محراب خان گچکی اور دوسرے بلوچ معتبرین نے ان سے اتفاق نہیں کیا ۔ میدان جنگ میں دشمن سے آمنے سامنے اور دوبدو لڑنے کا فیصلہ کیا ۔

انگریزی فوج کی پسنی سے روانگی:

27 جنوری 1898 ء میں علی الصبح کرنل مین کی زیر کمان فوج پسنی سے آگے بڑھی مسٹر ناکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات بھی اس لشکر کے ساتھ تھا یہ لشکر سہولت کے ساتھ تنگ اور پیچ دریچ (بسول کھور) سے گزرنے میں کامیاب ہوا ۳۰ جنوری ۱۸۹۸ ء میں جونہی انگریزی فوج سیدانی علاقے میں نکلی دور سے اسے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بلوچ لشکر کے افراد نظر آئے اس طرح باغیوں کی صحیح پوزیشن معلوم کر کے کرنل (مین) کو اپنے فوج کی ترتیب دینے میں آسانی ہوئی ۔

کوک پروش کی لڑائی

نو سو گز کے فاصلہ سے بلوچ لشکر نے اپنی توڑے دار اور ملی جلی ساخت کی غیر موثر بندوقوں سے فوج پر فائر کرنے شروع کی ۔ آٹھ بجے صبح کا وقت تھا ۔ انگریزی توپ خانے بائیں طرف کی پہاڑی پر قبضہ کرکے ان پر گولہ باری شروع کردی ۔ اور ساتھ ہی فوج کی دو کمپنیوں نے دائیں اور بائیں جانب سے بڑھ کر ان کے مورچوں کو گھیر لیا ۔ اب توپ خانہ کچھ اور آگے بڑھا ۔ اور زیادہ قریب سے بلوچ لشکر کے مورچوں پر گولے برسانے لگا ۔ بلوچ لشکر پر گولہ باری کا اثر بہت جلد ظاہر ہوا ۔ ان کا دایاں بازو ٹوٹ کر پچھلے مورچوں سے جا ملا ۔

اس موقع پر رسالہ کو دائیں طرف سے حملہ کا حکم ہوا اور فوج کے اگلے دستے آگے بڑھتے گئے ۔ اور بلوچ دستوں کے مورچوں سے تین سو گز کے فاصلے پر پہنچ ۔ ان پر گولیاں برساتے رہے ۔ اس حملہ کی تاب نہ لاکر ۔ بلوچوں میں افراتفری اور شکست کے آثار نمودار ہونے لگے آخر کار ۱۵ بلوچوں نے مورچے چھوڑ کر منتشر اور پراگندہ ہوکر ۔ راہ فرار اختیار کرلی اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لڑائی ختم ہوئی لیکن اچانک ایک پہاڑی کے پیچھے سے میر بلوچ خان نوشیروانی ۔ مٹھی بھر غازیوں کے ساتھ نمودار ہوا ۔ بندوقیں پھینک کر تلواریں سونت لیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے انگریزی فوج پر حملہ آور ہوئے ۔ انگریز فوجیوں نے ان پر بندوق کی گولیوں کی ایک تیز شلک دی جس سے تقریباً تمام غازی سپاہیوں تک پہنچنے سے قبل جام شہادت نوش کرگئے ۔ کوک پروش کی یہ لڑائی دو گھنٹے تک پوری شدت سے جاری رہی جس میں بلوچ لشکر کی طرف سے میر بلوچ خان نوشیروانی سکنہ کولواہ ۔ میر محراب خان نوشیروانی میر مہیم خان نوشیروانی میر رستم خان

نوشیروانی میر گل محمد نوشیروانی ساکنان بلیدہ میر شکر اللہ گچکی سکنہ تمپ ۔ اور میر حیاتان رند سکنہ مند کے علاوہ دیگر ڈھائی سو بلوچ شہید ہوئے ۔ انگریزی فوج کے صرف چار سپاہی مرے ۔ اور بارہ زخمی ہوئے ۔

میر محراب خان گچکی فرار

میر محراب خان گچکی کوگ پروش کے میدان میں شکست کھا کر ۔ تربت پہنچا ۔ اور قلعہ بند ہوا ۔ اور لڑنے کی تیاریاں کیں ۔ انگریزی فوج نے اسے قلعہ میں گھیر لیا ۔ پولٹیکل ایجنٹ قلات نے میر محراب خان کو ہتھیار ڈالنے کی شرائط پیش کیں لیکن میر مہراب خان گچکی نے اسکی شرائط کو ٹھکرا کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اس پر انگریزوں کی فوج نے تربت کے قلعہ پر زبردست گولہ باری ۔ تمام رات معرکہ کارزار گرم رہا ۔ دوسرے دن صبح پولیٹیکل کو معلوم ہوا ۔ کہ میر محراب خان گچکی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر قلعہ سے نکل چکا ہے ۔ اسکے باقی ماندہ آدمیوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں ۔ لیکن انگریزی فوج نے قلعہ پر گولہ باری جاری رکھی تا آنکہ اسے منہدم کر کے ۔ خاک کا ڈھیر بنا دیا ۔

قلعہ چربک پر حملہ

اسی دن دوپہر کو اطلاع ملی کہ میر محراب خان تربت سے تیس میل دور قلعہ چربک میں شیر محمد خان کے پاس چلا گیا ہے ۔ انگریزی رسالہ نے قلعہ چربک کا رخ کیا اور آدھی رات کو وہاں پہنچ کر قلعہ کو گھیر لیا ۔ دوسرے دن شیر محمد نے قلعہ انگریزوں کے حوالے کر دیا ۔ لیکن وہاں میر محراب خان اور اسکا کوئی آدمی نہ تھا پتہ چلا کہ میر محراب خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایرانی بلوچستان کے علاقہ (پیشن چلا گیا ہے ۔

قلعہ چربک کا انہدام

انگریزی فوج نے قلعہ تربت کی طرح قلعہ چربک پر قبضہ کرنے کے بعد اسے بھی مسمار کیا۔ تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری اور آیندہ انہی قلعوں کے کھنڈ میں کوئی قبائلی سردار حکومت کے خلاف بغاوت کا تصور بھی نہ کرسکے۔

بلیدہ پر حملہ

انگریزی فوج کا ایک دستہ تربت سے بلیدہ کی طرف بڑھا۔ لیکن کہیں پر بھی اسے کوئی مزاحمت پیش نہ آئی۔

قلعہ چب و خشک کا انہدام

بلیدہ کے علاقے میں قلعہ چب و خشک دونوں میر محراب خان گچکی کی ملکیت تھے۔ انگریزوں نے اس جنگ اور اسکے بغاوت کے بہانے ان دونوں قلعوں کو منہدم کرکے زمیں بوس کردیا۔

مند پر انگریزوں کا قبضہ

کرنل (مین) کی فوج ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو تربت سے مند کی طرف آگے بڑھی اور بلا مزاحمت مند پہنچ کر اس پر قابض ہوئی۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے مند کے معتبرین سے ملاقاتیں کیں۔ اور انہیں انعام و اکرام دے کر ان سے باغیوں کو امداد نہ دینے اور پر امن رہنے کی ضمانتیں داخل کرالیں۔

مکران میں دوسرے قلعوں کا انہدام

تربت سے کرنل (مین) کی فوج کا ایک دستہ کوئٹہ روانہ ہوا۔ جس کا مقصد مکران میں انگریزوں کی طاقت کی نمائش کرنا اور لوگوں میں خوف و ہراس

پھیلانا تھا۔ چنانچہ اس دستہ نے اثنا راہ میں۔ شاہرگ۔ ناگ اور ہور کے قلعوں کو منہدم کیا۔ لیکن انگریزوں کا کہیں پر بھی مقابلہ نہیں کیا گیا۔

مکران کی بغاوت کی ناکامی

سراوان کی شورش کی طرح مکران کی بغاوت بھی ناکام ہو کر ختم ہو گئی۔ اس سے بھی وطن کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ بلکہ اس کے برعکس۔ انگریزی حکومت کو اپنی طاقت کے مظاہرہ کرنے کا موقع ملا۔ جسے دیکھ کر عام طور پر لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور ان کے دلوں پر انگریزی حکومت کے جلال و جبروت کی دھاک بیٹھ گئی۔

انگریزوں کی طرف سے عام معافی کا اعلان

مکران میں بلوچوں کی بغاوت کو سختی سے دبانے کے بعد بلوچستان کی انگریزی حکومت نے اس مرتبہ بھی سراوان کی بغاوت کی طرح۔ مکران میں ماخوذ افراد کے ساتھ کئے ہوئے سلوک کے پیش نظر عفو اور درگزر سے کام لیا ۸ جنوری ۱۸۹۹ء میں انگریزوں نے عام معافی کا اعلان کیا۔ جسکی رو سے مکران کے سرکردہ باغی زعما۔ میر محراب خان گچکی۔ میر شانواز خان نوشیروانی۔ کہدا محمد خان۔ میر محمد عمر خان نوشیروانی اور دیگر ان تمام افراد کو جنہوں نے بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ نہ صرف معافی دی گئی۔ بلکہ ان میں سے بعض کے لئے خانہ نشینی الاونس اور تنخواہ بھی مقرر ہوئی۔

انگریزوں کی بلوچستان میں سیاسی حکمت عملی

جیسے کہ ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں انگریزوں نے بلوچستان پر طاقت سے زیادہ تدبر اور حکمت عملی سے حکومت کی ہے۔ یہی بلوچستان میں ان کے پر امن دور

حکومت گزارنے کی بنیاد تھی ۔ جیسے کہ سنڈیمن کہہ گیا تھا ۔ کہ (پہلے روٹی پھر سوٹی آخیر دم تک ۔ انگریزوں کی پالیسی بلوچستان میں یہی رہی ۔ انگریزوں نے بلوچوں کی عام ذہنیت کے مطابق یہ پالیسی صرف سرداروں اور معتبرین تک محدود رکھی ۔ جو بلوچستان کا طبقہ آشرافیہ تھا انہیں روٹی دے کر آسودہ حال بنا دیا ۔

بلوچستان میں آشرافیہ کا اپنے ہی لوگوں پر جبر استبداد

انگریزوں کے اس حکمت عملی سے جب سردار اور معتبرین ۔ جو بلوچستان کا آشرافیہ طبقہ تھا ۔ مستفید ہو کر آسودہ حال ہوئے تو انہوں نے اپنے قبائل پر صلہ رحمی کرکے انہیں بھی اپنے طرح آسودہ حال بنانے کی بجائے ان پر ظلم و جبر کیا ۔ انہیں لوٹا جب وہ اس طرح ذلیل ہوئے تو انکے حوصلے پست ہوگئے وہ آشرافیہ کے آئے دن کی دست درازیوں سے مجبور ہو کر ۔ سندھ کی طرف نقل مکانی کی اور وہاں مستقل بود و باش اختیار کیا باقی جو بچ گئے وہ سردار کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرتے رہے ۔ ان میں شکست خوردگی کی ذہنیت پیدا ہوئی ۔ اگرچہ انگریزوں کا تدبر اور سنڈیمن سسٹم کے تحت ان کی حکمت عملی بلوچستان میں انگریزوں کی حکومت کی پائیداری ۔ امن ۔ استحکام کا باعث ہوئی مگر بلوچوں کے لئے من حیث القوم یہ پالیسی زہر قاتل ثابت ہوئی ۔ ان میں اخلاقی گراوٹ ۔ ذہنی پستی ۔ غلامانہ زندگی پر قناعت ۔ قربانی سے گریز کے جذبات پیدا ہوئے ۔

مہراللہ خان رئیسانی کی بطور ناظم الحکومت مکران تقرری

میر مہر اللہ خان رئیسانی ۔ جو سراوان کی بغاوت کا بانی تھا ۔ اب تک انگریزی حکومت کی نظروں میں کھٹک رہا تھا ۔ اسے قابو میں رکھنے کے لئے ملازمت کی پیش کش کی گئی ۔ جسے میر مہراللہ خان نے قبول کیا ۔ چنانچہ ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو میر مہراللہ خان رئیسانی کو ادھو داس کی جگہ مکران میں ناظم الحکومت مقرر کیا گیا ۔ میر مہراللہ خان رئیسانی ایک بہادر مگر سخت گیر شخص تھا وہ مکران میں نہایت ۔ فراست ۔ تدبر ۔ اور خوش اسلوبی سے ایک طویل عرصے کے لئے حکومت کرتے رہے ۔

جام کمال خان جام لس بیلہ کی معزولی

جام میر کمال خان ۔ جام لس بیلہ اور گنپت رائے وزیر لس بیلہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی ۔ گنپت رائے کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا ۔ کہ مکران میں جو دیوان ادھو داس کا حشر ہوا ۔ اسکا بھی نہ ہو ۔ کیونکہ مکران میں ادھو داس کا واقعہ ابھی تازہ تھا ۔ گنپت رائے نے میجر ٹائی پولیٹیکل ایجنٹ جنوبی بلوچستان کو جو کراچی میں مقیم تھا ۔ جام کمال خان کے ارادے کی اطلاع دی ۔

پولیٹیکل ایجنٹ جو مکران کے تازہ واقعات سے باخبر تھا ۔ کراچی سے فوراً ایک دستہ فوج کا لیکر بیلہ پہنچا ۔ حاجی محمد عثمان میر منشی اور منشی بخش خان نامی ایک اور شخص کو جو جیکب آباد کا باشندہ تھا اور جو اب جام کی ملازمت میں تھا ۔ گرفتار کر لیا ۔ جام کے بارود خانے کو آگ لگادی ۔ اسکے رسالے کے گھوڑے ۵۷ جو کام کے تھے ۔ ان سب کو نیلام کر دیا گیا ۔ جو گھوڑے ناکارہ تھے ۔ انکو گولی مار دی گئی ۔ انکے علاوہ وزیر بیلہ کی حفاظت کے لئے فوج کے دو سو سپاہی بیلہ میں متعین

جام میر کمال خان

عالیانی جام لس بیلہ

کر کے ان کے اخراجات کا بار جام کمال خان پر ڈال دیا۔

جام کمال خان اور سردار ولی محمد مینگل کے درمیان رنجش

کچھ عرصہ بعد۔ جام کمال خان جام لس بیلہ اور سردار ولی محمد مینگل جو آپسمیں رشتہ دار تھے۔ رنجش اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔ یہ کشیدگی مینگلوں کے ساتھ ایک رشتہ پر پیدا ہو گئی لس بیلہ کے باشندے بھی جام کمال خان کے رویہ سے تنگ تھے۔ ادھر انگریزی حکومت جام کمال خان کو پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اسے معزول کرانے کے لئے کسی بہانے کا منتظر تھی۔ لہذا جب اسکے خلاف کافی مواد جمع ہوا۔ تو انگریزی حکومت نے اسے کوئٹہ طلب کر کے معزول کر کے نظر بند کیا۔ اور لس بیلہ کے امور حکمرانی وزیر کے سپرد کئے گئے۔

نیابت نوشکی کا اجارے پر لینا

یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو حکومت برطانیہ نے سرحدی اور فوجی اغراض کے پیش نظر نیابت نوشکی کو نو ہزار روپے سالانہ اجارے پر۔ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات سے حاصل کیا لہذا ایک اقرار نامہ مابین خان قلات اور حکومت برطانیہ ہند طے پایا۔

(۱) نوشکی ضلع اور نیابت کا انتظام حکومت برطانیہ کی طرف سے ایسے آفسر یا آفسران کرینگے جو گورنر جنرل اور کونسل اس مقصد کے لئے مقرر کرے۔

(۲) حکومت برطانیہ یکم ستمبر ۱۸۹۹ کو اور اسکے بعد ہر سال یکم ستمبر کو ہزہائی نیس خان قلات کو مقررہ نو ہزار روپے سالانہ اجارہ ادا کرتی رہیگی جسے متذکرہ ضلع اور نیابت کی سالانہ آمدنی کا مالیہ کا جو خان قلات کو ملتی تھی۔ مناسب اوسط تسلیم کیا گیا۔ اور نوشکی کے علاقے کو برٹش بلوچستان میں شامل کر دیا گیا۔

(۳) بیان کردہ نو ہزار روپے کی رقم نظام حکومت چلانے کے اخراجات کے لئے کسی قسم کی وضگی کے بغیر دی جاتی رہیگی۔

میر شیر محمد گچکی کا قتل

میر محراب خان گچکی اور میر شیر محمد گچکی سکنہ نودز کے درمیان شروع سے رقابت اور دشمنی چلی آتی تھی۔ چونکہ اس وقت ناظم میر مہراللہ خان رئیسانی۔ ناظم الحکومت مکران تھا۔ اور میر محراب گچکی اسکا ہمنوا۔ اور منظور نظر تھا۔ لہٰذا اس بنا پر شیر محمد گچکی۔ ناظم سے بدظن اور اسکے خلاف ہر وقت مخالفانہ انداز میں باتیں کرتا تھا۔ جسکے نتیجے میں ناظم الحکومت مہراللہ خان رئیسانی بھی اسکے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ اسکے علاوہ انگریزی حکومت بھی میر شیر محمد کی بعض حرکتوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۰ء میں میر محراب خان گچکی نے ناظم کے اشارے پر ایک دن میر شیر محمد کو مار کر ہلاک کر دیا۔ میر شیر محمد کے قتل سے مکران کی فضا میں ایک بار پھر ہلچل اور زدوخورد کی کیفیت پیدا ہو گئ۔

محمد عمر خان نوشیروانی کی بغاوت

میر محمد عمر خان نوشیروانی۔ میر شیر محمد گچکی کا داماد تھا۔ میر محراب خان گچکی کے اس اقدام سے مشتعل ہوا۔ چنانچہ نوشیروان و در محمد فرزندان میر شانواز خان نوشیروانی اور اپنے بھائی میر علی محمد خان گچکی کو ساتھ لے کر براستہ بلیدہ فرار ہو کر ایرانی بلوچستان کے مقام کوہک چلا گیا۔ چنانچہ جب وہ ۲ اگست ۱۹۰۰ء میں کوہک پہنچا تو کوہک میں سردار جنید خان یار محمد زئی دامنی اور دوسرے بلوچوں نے اسکی حتی المقدور امداد کی۔ یہاں سے میر محمد عمر خان نے مکران کے علاقہ میں ڈاکے ڈالنے شروع کئے۔

کنٹ، دار پر حملہ

میر محمد عمر نے سردار جنید خان یار محمد زئی کی معیت میں مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۰ء کو چھ سو بلوچوں کا ایک لشکر ساتھ لے کر۔ دشت میں کنٹ دار کے مقام پر ڈاکہ ڈالا۔ دس آدمی قتل اور آٹھ آدمی زخمی کر کے ایک لاکھ کی ملکیت کے قریب اثاثہ اور مال مویشی دشت کے علاقے سے لوٹ کر لے گیا۔

ناظم الحکومت مہراللہ خان رئیسانی کی تدابیر

ناظم مہراللہ خان کو میر محمد عمر کے حملے کی قبل از وقت خبر مل چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے پندرہ سو نفری کا ایک لشکر لے کر میر محمد عمر کی واپسی پر دشت میں اسکا راستہ روکا لیکن اسکے ساتھ کوئی فیصلہ کن لڑائی نہیں ہوئی ایک دو معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ جن میں محمد عمر کا پلہ بھاری رہا۔ محمد عمر خان نے بھی جم کر مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ لڑتے ہوئے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ تاآنکہ سرحد پار کرکے اپنے لشکر اور لوٹ مار کے مال کے ساتھ صحیح و سلامت نکل گیا۔

زامران کی لڑائی

۲ اپریل ۱۹۰۱ء میں میر محمد عمر خان نوشیروانی زامران کے علاقے کو تاراج کرنے کے غرض سے نکلا۔ ناظم میر مہراللہ خان کو جب اطلاع ہوئی۔ تو مقابلہ کے لئے وہ محمد عمر خان سے قبل زامران پہنچا محمد عمر خان کی آمد پر لڑائی ہوئی۔ اسکے آٹھ آدمی مارے گئے وہ راہ فرار اختیار کرکے بھاگ گیا۔

دشت پنجگور پر حملہ

۲۱ اگر اگست ۱۹۰۱ء کو میر محمد عمر نے دشت پنجگور پر حملہ کرکے اسے لوٹا پھر

۹ اکتوبر ۱۹۰۱ء میں اسی مقام پر حملہ کرکے بیس اونٹوں پر مشتمل ایک کاروان کو لوٹا۔

انگریزی حکومت ہندوستان کی تدابیر

بلوچستان کے ایران سرحد سے متصل علاقوں میں آئے دن جنگ و جدل کے واقعات جو رونما ہوئے۔ اس سے انگریزی حکومت کو بڑی تشویش اور پریشانی لاحق ہو گئی اسکے پیش نظر حکومت ایران کے ساتھ یہ طے کیا گیا کہ ۱۹۰۱ء کے ابتدائی موسم سرما میں دونوں حکومتیں برحد پر امن قائم رکھنے کے لئے بہ یک وقت مشترکہ اقدامات کریں چنانچہ اس غرض سے کپتان شاور پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے ۲۷ ویں بلوچی پلٹن کو ساتھ لیکر مکران کا رخ کیا اور کرنل ییٹ بلوچستان میں گورنر جنرل کا ایجنٹ بھی کراچی سے دخانی جہاز میں بطرف مکران روانہ ہوا۔

قلعہ نودز پر باغیوں کا قبضہ

اسی دوران میں جب یہ انگریز آفیسر مکران کے طرف روانہ ہوچکے تھے تو میر محمد عمر خان نوشیروانی سردار جنید خان کے پاس اسکے علاقے میں گیا ہوا تھا اسکی غیر موجودگی میں اسکے بھائی میر محمد علی خان نے (نودز) کے قلعہ پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔

ناظم الحکومت مکران کی کاروائی

ناظم الحکومت مکران میر مہراللہ خان نے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ (نودز) کے قلعے کو گھیر لیا۔ محصورین کی دلیری۔ استقامت اور حوصلہ مندی سے محاصرہ نے ۵۳ دن تک طول کھینچا۔ ناظم نے قلعہ کو سر کرنے کی انتہائی کوششیں کی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی جب بلوچستان کا ایجنٹ گورنر جنرل کرنل

ییٹ تربت پہنچا۔ تو ناظم مہراللہ خان بدستور قلعہ نوذز کے محاصرہ میں مصروف تھا

انگریزی فوج کا نوذز کے قلعہ پر حملہ

کرنل ییٹ نے بلوچ پلٹن کے ساتھ تربت سے روانہ ہو کر قلعہ نوذز سے دو میل کے فاصلے پر دور کیمپ لگایا ۲۰ دسمبر ۱۹۰۱ء میں انگریزی فوج نے قلعہ پر حملہ شروع کر دیا فوجی دستے مختلف راستوں سے باری باری قلعہ کے چاروں طرف پہنچتے گئے لیکن حملہ کی سمت کو آخری منٹ تک پوشید رکھا۔

جنگ کی ابتداء

گیارہ بجے صبح ۴۰۰ گز کے فاصلے سے توپوں نے قلعہ پر گولے برسانے شروع کر دیئے اس مقام پر انگریزی توپچی قلعہ میں محصور بلوچوں کی گولیوں کی زد میں تھے اسلئے توپچیوں کو سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑا اس اثنا میں فوج کا ایک دستہ کھوروں کے جھنڈ میں تیزی سے آگے بڑھا اور قلعہ کی جنوبی سمت ۲۰۰ قدم کے فاصلے تک پہنچ گیا۔ یہاں انکو ایک کاریز اور کپاس کے کھیتوں میں اچھی پناہ مل گئی مشرق کی طرف سے ایک اور دستہ بھی قلعہ کے قریب پہنچ گیا۔ توپ خانہ نے قلعہ کے مرکزی برج پر تیزی سے گولے برسائے فوج کا ایک مخصوص دستہ نے قلعہ کے بلکل قریب پہنچکر گن کاٹن لگا کر دھماکے کے ساتھ قلعہ کی جنوب مغربی دیوار کو کسی حد تک گرادیا اور پھر حملہ کیا شدید دست بدست لڑائی ہوئی انگریزی فوج کے کئی آفیسر مرے اور زخمی ہوئے ۴۰ دن تک قلعہ میں محصور بلوچ بہادری اور جوانمردی سے لڑتے رہے بلوچوں نے انگریزوں کو شگاف سے پیچھے دھکیل دیا اسی دوران انگریزی فوج کا ایک تازہ دم دستہ میدان میں آیا اور گولیوں کی باڑ مار کر

اس نے بلوچ حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دیا توپ خانہ اب بہت قریب سے آکر قلعہ پر گولے برسانے لگا۔ قلعہ کی دیواریں کئی جگہ سے ٹوٹ کر گر گئی انگریزی فوج اب قلعہ میں داخل ہونے کے لئے مختلف شگافوں سے آگے بڑھی بلوچوں نے بہادری سے قدم قدم پر مقابلہ کیا آخر کار ڈیڑھ بجے دوپہر کو انگریزی فوج نے نوروز کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اس لڑائی میں میر محمد علی خان نوشیروانی میر مراد اور کئی دوسرے نامی گرامی بلوچ شہید ہوئے انگریزی فوج کے چار آفیسر اور کئی سپاہی مارے گئے۔

جائینٹ جرگہ کا انعقاد

مکران کی سرحد پر فسادات کی روک تھام کے لئے حکومت ہند اور حکومت ایران میں دونوں طرف قبائلی سرداروں کا ایک جائینٹ جرگہ ۲۹ فروری ۱۹۰۲ء کو ایرانی بلوچستان کے شہر (مگس) میں منعقد ہوا بلوچستان کی طرف سے اس جرگہ میں سردار غوث بخش رئیسانی۔ میر محراب خان گچکی اور میر مہراللہ خان ناظم الحکومت مکران نے حصہ لیا ایران کی جانب سے مرزا فتح اللہ خان نائب الحکومت کرمان و ایرانی بلوچستان۔ ہاشم خان سطوت الملک نائب الحکومت بمپور۔ میر عبداللہ خان حاکم دزک و جالک اور میر غلام رسول خان حاکم سب و سوران نے حصہ لیا

جائینٹ جرگہ کی کامیابی

اس جائینٹ جرگہ نے ایک دوستانہ فضا میں بعض متنازعہ قبائلی امور کا تصفیہ کر لیا۔ اور طے یہ کیا گیا کہ آئندہ ہر سال ایران اور بلوچستان کے سرداران کے درمیان اس قسم کے جائینٹ جرگے منعقد ہوا کریں۔

انگریزوں کا نصیر آباد اجارے پر لینا

۷ فروری ۱۹۰۳ء کو حکومت برطانیہ نے نصیر آباد کی نیابت ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے سالانہ پر ذیل شرائط کے تحت امیر محمود خان امیر ریاستی بلوچستان سے اجارہ پر حاصل کر لی۔

(۱) یکم اپریل ۱۹۰۳ء یا کسی اور ایسی تاریخ سے جب حکومت ہند۔ اس نیابت نصیر آباد کا چارج لینا پسند کرے متذکرہ نیابت کا انتظام حکومت برطانیہ کی طرف سے ایسے آفیسر یا آفسران کرینگے جو گورنر جنرل اس مقصد کے لئے مقرر کرے۔

(۲) حکومت برطانیہ یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو اور اسکے بعد ہر سال یکم اپریل کو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کا زر اجارہ ہزہائی نیس خان قلات کو دیتی رہیگی۔

(۳) بیان کردہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کی رقم نظام حکومت چلانے کے اخراجات کے لئے کسی وضعگی کے بغیر ہزہائی نیس کو دی جاتی رہیگی۔

سابق امیر بلوچستان کی فوج توڑ دی گئی

سابق امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے جو باضابطہ فوج رکھنے کی ابتداء کی اور اسے اپنے ۳۶ سالہ دور حکومت میں قائم رکھا اپنے مخالف سرداروں کی سرکوبی و سرزنش کے لئے اس فوج کو استعمال بھی کیا۔ امیر محمود خان امیر ریاستی بلوچستان نے اپنے دور میں اس میں شاہی رسالہ کے نام سے ایک اور دستہ کا اضافہ کیا اسکی یہ حرکت انگریزوں کو پسند نہ آئی انہوں نے امیر محمود خان کو اس تمام فوج کی توڑنے پر رضا مند کیا بالاخر امیر کو صرف چھ سو افراد کا ایک حفاظتی دستہ رکھنے کی اجازت دے کر باقی تمام فوج کو برخاست کر دیا گیا۔

مکران لیوی کور کا قیام

مکران میں جو امیر بلوچستان کے نام سے فوج کا دستہ رکھا گیا تھا وہ چندان

مفید ثابت نہیں ہوا چنانچہ انگریزوں نے اسے توڑ کر اسکی بجائے مکران لیوی کور کے نام سے جدید بنیادوں پر ایک کور کھڑی کردی اسمیں ہر وقت ۳۷ سواران رسالہ اور ۲۰۳ افراد پیادہ بھرتی کئے گئے پنجگور کو اس کا ہیڈ کوارٹر رکھا گیا پر روم - مند - سنٹ سر - اور جیونی کے مقامات پر ایرانی سرحد کے ساتھ ساتھ اسکی چوکیاں قائم کی گئیں - امیر کی منظوری سے ناظم کے علاوہ مکران میں ایک اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کا نیم فوجی عہدہ قائم کیا گیا اسے سرحدی معاملات کا انچارج اور مکران لیوی کور کا کمانڈنگ آفیسر مقرر کیا گیا۔

امیر ریاستی بلوچستان کی حکومتی معاملات سے عدم دلچسپی

امیر محمود خان ثانی اپنی عیاشیوں میں پڑ کر ملک کے سیاسی اور ملکی معاملات میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا تمام امور مملکت پولیٹیکل ایڈوائیزر کے ذریعے انگریز پولیٹیکل ایجنٹ سرانجام دیا کرتا تھا اس سے ملک میں ایک گونہ بد نظمی اور انتشار پھیل رہا تھا اسکا انگریزی حکومت ہند نے تدارک ضروری سمجھا۔

امیر خداداد خان کی نظربندی میں وفات

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جب امیر خداداد خان بلوچستان کی حکمرانی سے ۱۸۹۳ء میں جبراً دستبردار کرائے گئے تو انہیں چند مدت کوئٹہ کے قلعے میں رکھا گیا پھر وہاں سے لورالائی بھیج دیا گیا جہاں پر وہ اپنے طرفدار اہل و عیال کے ساتھ رہنے لگے - پھر سات سال بعد ۱۹۰۰ء میں انہیں نظر بند حالت میں لورالائی سے پشین منتقل کر دیا گیا - جہاں انہیں ایک قلعہ میں نظر بند رکھا گیا اور انکے اخراجات کے لئے ماہوار ڈیڑھ ہزار روپے کا وظیفہ مقرر کیا گیا چنانچہ چودہ سال کی طویل مدت انگریزی حکومت کی قید میں بسر کرنے کے بعد انہوں نے ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء کو ۹۷ سال

کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور انکے وصیت کے مطابق انکے جسد خاکی کو پشین میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔

امیر خدا داد خان کی وفات کے بعد انکے خاندان کا کوئٹہ شہر میں منتقل کرنا

جب امیر خدا داد خان کا ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء میں پشین میں انتقال ہوا تو انگریزی حکومت بلوچستان نے امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان سے دریافت کیا کہ امیر خدا داد خان کے پس ماندگان کو جو انکے ساتھ تھے کہاں منتقل کیا جائے امیر محمود خان نے انگریزی حکومت بلوچستان کو یہ رائے دی کہ کوئٹہ اصل بلوچستان کا حصہ ہے جسے انکے والد نے انگریزوں کو اجارے پر دے دیا ہے لہذا امیر خدا داد خان مرحوم کے پس ماندگان کو کوئٹہ لاکر بسایا جائے لہذا انگریزی حکومت بلوچستان نے امیر موصوف کے اس حکم کی تعمیل میں امیر خدا داد حان کے پس ماندگان کو کوئٹہ لاکر بسایا۔

امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کی پس ماندگان کی تفصیل

جب امیر خدا داد خان مرحوم ۱۹۰۷ء میں اس دارفانی کو چھوڑ گئے تو انکے پس ماندگان میں دس بیٹے اور دو بیٹیاں رہ گئیں جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ امیر محمود خان ثانی جو امیر ریاستی بلوچستان منتخب ہوئے۔

۲۔ امیر بہرام خان جو میر محمود خان کے حقیقی بھائی تھے۔

۳۔ امیر اعظم خان

۴۔ امیر سلطان سکندر خان

۵۔ امیر سلطان ابراہیم خان جو امیر سلطان سکندر خان کے حقیقی بھائی تھے

٦۔ امیر دوست محمد خان

٧۔ امیر محمد خان

٨۔ امیر شانواز خان

٩۔ امیر دوران خان

١٠۔ امیر حسن خان

بیٹیاں

١۔ بی بی خدیجہ ۔ جو میر سلطان سکندر خان و میر سلطان ابراہیم خان کی حقیقی بہن تھیں ۔

٢۔ بی شرف خاتون ۔ جو میر شانواز خان کی حقیقی بہن تھیں ۔

امیر خدا داد خان مرحوم کی وفات کے بعد انکے سب پس ماندگان کو انگریزی حکومت بلوچستان نے امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے حکم کے مطابق کوئٹہ شہر میں لاکر بسایا لہذا امیر خدا داد خان کے ان پس ماندگان کی اولاد اکثر بیشتر اس وقت تک سب کوئٹہ میں سکونت رکھتے ہیں ۔

امیر خدا داد خان مرحوم کی بیگمات

امیر خدا داد خان کی وفات کے بعد انکے تین بیگمات بقید حیات تھیں جنکی تفصیلات اس طرح ہیں ۔

١۔ سینئر بیگم ۔ بی بی اللہ رکھی الثازئی ۔ جو امیر محمود خان ثانی اور میر بہرام خان کی والدہ تھیں ۔ قلات میں امیر محمود خان کے ساتھ اقامت پذیر تھیں ۔

٢۔ بیگم صاحب سلطان محمد زئی ۔ جو امیر کابل کے خاندان سے تھیں اور میر سلطان

سکندر خان و میر سلطان ابراہیم خان و بی بی خدیجہ کی والدہ تھیں ۔ کوئٹہ میں اقامت پذیر رہیں ۔

۳۔ بیگم بی بی عایشہ گچکی سردار بجگور گچکی کی بیٹی تھیں انکا کوئی اولاد نہ تھی یہ بھی کوئٹہ میں امیر اعظم خان ولد امیر خداداد خان کے ساتھ اقامت پذیر ہیں ۔

تھانہ سسٹم کا قیام

ملک میں بدنظمی اور انتشار کو روکنے کے لئے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے حکومت ہند کی منظوری سے ۱۹۰۵ء میں تمام ملک میں تھانہ جات کا ایک جال پھیلا دیا ۔ تھانیداروں کو تحصیلدار و اور برطانوی ہند کے پولیس تھانیدار کے مجموعی اختیارات استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ۔

تھانہ سسٹم کے نظام حکومت پر برے اثرات

تھانہ سسٹم کے بروئے کار آنے سے سرداروں کے قبائلی اختیارات پر بہت برا اثر پڑا جسکے نتیجے میں سرداروں نے اپنے قبائلی معاملات میں دلچسپی لینی چھوڑ دی علاقہ جاتے کے نظم و نسق کے معاملات اور دیگر امور قدرتی طور پر تھانیداروں کو منتقل ہوتے گئے اور اس طرح تھانیدار سردار سے بے نیاز اور خودسر ہوتے گئے ۔

حکومت انگریزی ہند کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا انتباہ

چند سال بعد تھانیداروں کی خود سرانہ رویہ کو محسوس کرتے ہوئے پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے اس خطرناک نتائج سے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے ذریعے حکومت ہند کو خبردار کیا جب حکومتی کاروبار اور دیگر معاملات میں سرداران قبائل دلچسپی نہ لیں تو اس نظام حکومت کا کیا انجام بنیگا ۔ جسکا نتیجہ انتشار اور بے اطمینانی ہوگا ۔

انگریزی حکومت ہند کی ہدایات

چنانچہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے خبرداری کے بعد ۱۹۱۲ء میں حکومت ہند نے قلات میں قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو غیر تسلی بخش اور امیر کے ساتھ کئے معاہدات کی منشا کے خلاف قرار دے کر اس سلسلہ میں بلوچستان میں انگریزی حکومت کو مندرجہ ذیل ہدایات دیئے۔

۱۔ امیر بلوچستان کو اسکی صحیح حثیت اور مقام ذہن نشین کرایا جائے اور کوشش کی جائے کہ وہ اپنے کو بلوچ کانفیڈریسی کا سربراہ خیال کر کے اپنی متعلقہ ذمہ داریوں میں دلچسپی لینے لگیں۔

۲۔ سرداروں کو کھلا اختیار دیا جائے کہ جسقدر زیادہ اپنے قبائلی مقدمات وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ خود کریں۔

امیر محمود خان ثانی کا اپنے ہٹ پر قائم رہنا

حکموت انگریزی ہند کے ان واضح ہدایات کے باوجود امیر محمود خان ثانی اپنی عدم مداخلت و عدم دلچپی پر قائم رہا۔ اپنی دلچپی میں اسقدر تبدیلی پیدا کی کہ بلوچستان کے ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل کے اصرار پر ۱۹۱۳ء میں انہوں نے کچھ سرداروں سے ملاقات کی اور ان سے عزت سے پیش آیا۔

۲۔ قلات یعنی ریاستی بلوچستان کی آمدنی کو جمع رکھنے کے لئے صدر خزانہ قائم کرنے اور اپنے اخراجات کو سول لسٹ کی مقررہ رقم تک محدود کرنے کی منظوری دے دی۔

۳۔ بہرحال بلوچ قبائلی سرداروں نے انگریزی حکومت بلوچستان کی طرف سے سرداروں کی حوصلہ افزائی سے خوب استفادہ کیا اپنے قبائلی معاملات میں زیادہ سے

زیادہ دلچسپی لینے لگے اور قبائلی معاملات کا خوب زور و شور سے فیصلے کرنے لگے۔

ریاستی بلوچستان میں وزیر اعظم کا تقرر

وزیر اعظم کے تقرر سے پہلے ۱۹۰۰ء تک پولیٹیکل ایڈوائیزر قلات کے پولیٹیکل ایجنٹ کے ایک نائب کے حثیت سے کام چلاتا رہا بعد ازاں اسے امیر کے مالیہ دہ علاقوں سے مالیہ کی وصولی اور نیابتوں کے انتظام و نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا۔ لیکن ۱۹۱۲ء میں حکومت ہند کی متذکرہ بالا ہدایات کی روشنی میں اس عہدہ کو وزیر اعظم کا نام دے کر امیر قلات کے ایک ملازم کی حثیت دی گئی تاکہ وہ امیر اور سرداروں کے درمیان ایک منصف کی طرح کام کرنے کے علاوہ ریاست کے دیگر ملکی و سیاسی معاملات کو خان کی مرضی و منشا کے مطابق اور ان کی منظوری سے سرانجام دیا کرے اس تبدیلی سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ امیر اپنی ریاست کے اندرونی معاملات میں آزاد ہیں دوسری طرف ریاست کے اندرونی معاملات میں پولیٹیکل ایجنٹ کی براہ راست مداخلت کو کم کرنا بھی مطلوب تھا سرداروں نے بھی انگریزی حکومت کے نمایندہ سے اس قسم کا ایک مطالبہ کیا تھا کہ حکومتی کاروبار پر نگرانی کے لئے پولیٹیکل ایجنٹ سے جدا ایک بااختیار آفیسر مقرر کیا جائے۔

اسٹیٹ کونسل کا قیام

امیر اور سرداروں کو اپنی حکومتی معاملات میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے اور اندرونی خود اختیاری قبول کرنے کی طرف راغب کرنے کے لئے انگریزی حکومت نے امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری کے مصاحبین کی طرز پر امیر محمود خان ثانی کے صلاح و مشورے کے لئے ایک اسٹیٹ کونسل قائم کی جو سراوان اور جھالاوان کے چار بڑے سرداروں پر مشتمل تھی ریاستی سیاسی اور قبائلی معاملات میں امیر کو

مشورہ دینا اس کونسل کے فرائض میں شامل تھا۔

اسٹیٹ کونسل کی کارکردگی

اسٹیٹ کونسل کا صرف ایک اور پہلا اجلاس منعقد ہوسکا بعد ازاں جھالاوان کے دونوں بڑے سرداروں کی بغاوت کی وجہ سے کسی دوسرے اجلاس کی نوبت نہیں آئی۔

تھانہ سسٹم کی منسوخی

بلوچستان کی انگریزی حکومت نے جب حکومت ہند کی بیان کردہ ہدایات پر عمل درآمد کیا اور سرداروں نے قبائلی معاملات میں براہ راست اپنے ہاتھ میں لے کر مقدمات کا فیصلہ کرنے اور قیام امن کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تو علاقہ جات میں تھانوں کا وجود بے معنی اور بے کار ہوکر رہ گیا تھانے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے براہ راست ماتحت تھے جب ریاستی نظم ونسق کی ذمہ داریاں وزیراعظم کی سپرد کردی گئیں تو پولیٹیکل ایجنٹ کے ماتحت تھانوں کو قائم رکھنا ایک زائد اور بے معنی بات تھی ریاستی بلوچستان میں کل چھبیس تھانے قائم کئے گئے تھے چنانچہ ۱۹۱۲ میں ان میں سے اکثر تھانوں کو اٹھادیا گیا۔ چند تھانوں کے علاوہ جن کی وزیراعظم نے ضرورت محسوس کیا جو اسکے سپرد کردیئے گئے باقی سب کو ختم کردیا گیا۔

باب سویم

دنیا میں جنگ عظیم اول

اس جنگ کو بدین وجہ عالم گیر جنگ کہتے ہیں کہ اکثر ممالک نے ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ کئے ۔ یہ ان ممالک کے نام ہیں ۔ جنھوں نے اس جنگ میں حصہ لیا آسٹریا ۔ سرویا ۔ جرمنی ۔ روس ۔ بلجیم ۔ انگلستان ۔ مانٹی نیگرو ۔ فرانس ۔ ترکی ۔ اٹلی ۔ سان مرینو ۔ بلغاریہ ۔ پرتگال ۔ رومانیا ۔ جمہوریہ امریکہ ۔ پانامہ ۔ کیوبا ۔ بولیویا ۔ یونان ۔ سیام ۔ لائبیریا ۔ پیرو ۔ یوراگوئے ۔ چین ۔ برازیل ۔ ایکواڈور ۔ گوئٹی مالا ۔ نکارا گوا ۔ کاسٹاریکا ۔ ہیتی ۔ ہنڈوراس ۔

یہ جنگ چار سال تک جاری رہی ۔ ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک ۔ پہلی جنگ عظیم کا آغاز ماہ جون ۱۹۱۴ء کے اس واقعہ سے ہوا ۔ کہ سلاؤ قوم کے کسی دہشت گرد نے آسٹریا کے شہزادہ فرڈی ننڈ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ۔ ۲۸ جولائی کو آسٹریا نے سربیا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کے رفیق جرمنی کی فوجیں ولندیز اور بلجیم کے ممالک کو روندتی ہوئی فرانس کی سرزمین تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھیں ۔ جرمنوں نے فرانس پر حملہ آور ہونے کے لئے جو منصوبہ تیار کیا تھا ۔ فرانسیسی فوج کا ہائی کمان اس منصوبہ کو نہ بھانپ سکا اور اپنی مشرقی سرحد پر سے جرمنوں پر ۱۴ اگست ۱۹۱۴ء حملہ کیا چونکہ یہ حملہ کسی تدبیر و منصوبہ کے ماتحت نہیں ہوا تھا اور مناسب احتیاط نہیں برتی گئی تھی ۔ لہذا جرمنوں نے جو پہلے ہی گھات لگائے بیٹھے تھے ۔ ایک بھرپور حملہ کیا ۔ اور فرانسیسی واپس ہٹنے پر مجبور ہو گئے ۔ اسکے بعد جرمنوں نے اپنے حملہ کی اسکیم کو جسے شلفن منصوبہ کہتے ہیں ۔ عملی جامہ پہنانا شروع کیا ۔ اس سے جلد ہی فرانس کے دارالحکومت کو خطرہ لاحق

ہو گیا فرانس کی اس وقت اس کے بے نظیر افواج کی قیادت جافرے کے ہاتھوں میں تھی ۔ جو مدبر سپہ سالار ثابت نہ ہوا ۔ انگریزوں کا جرنیل ہیگ بھی جرمنوں کے جرنیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ۔ لہذا ایسا معلوم ہونے لگا ۔ کہ فرانس چند دنوں میں ہی ہار جائیگا مگر ایک ہوشمند فرانسیسی جرنیل فلینی نمودار ہوا جس نے جرمنوں پر وہ کاری وار کیا ۔ کہ انہیں پریشانی کے عالم میں پیچھے ہٹنا ہی پڑا ۔ اسکے بعد جرمنوں کی پیش قدمی رک گئی ۔ اور آیندہ چار برسوں تک کبھی تھوڑا سا جرمنی بڑھ آتے ۔ تو کبھی فرانسیسی مگر انگریزوں نے کوئی خاص کار نمایاں انجام نہ دیا ۔ نہ انہوں نے فوش جیسے جرنیل پیدا کیا ۔ جس کی زیر قیادت اتحادیوں کو بالاخر فتح نصیب ہوئی ۔ نہ اسکے سپائیوں نے وردن جیسی خونریز لڑائی کی جس میں فرانس کے تین لاکھ پندرہ ہزار آدمی بڑی بہادری سے لڑکر مارے گئے جرمن جرنیلوں میں سب سے زیادہ نامور جرنیل ۔ لوڈنڈراف ۔ اور ہنڈبرگ تھے ۔ فرانسیسی جرنیلوں میں فاش اور پیتان نے نام پیدا کیا ۔ انگریزوں کے جرنیل ایلن بی نے بھی اسی جنگ میں شہرت حاصل کرلی ۔ پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو بوقت پانچ بجے صبح ہوا اور اس لڑائی میں اتحادیوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اس جنگ میں جرمنی ۔ ترکی ۔ آسٹریا ۔ بلغاریہ ایک طرف تھے اور باقی دنیا کی دیگر اقوام ایک طرف تھیں ۔

جنگ عظیم اول کے بلوچستان پر اثرات

۱۹۱۴ء میں دنیا کی پہلی سب سے بڑی لڑائی چھڑی جو پہلی جنگ عظیم کے نام سے مشہور ہے ۔ اس جنگ میں جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے دنیا کی تقریباً تمام قوموں کو حسب حثیت اور حتی المقدور حصہ لینا پڑا ۔ سلطنت ترکی نے جہاں اسلامی خلافت کا آخری چراغ ٹمٹارہا تھا ۔ انگریز اور اسکے اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ

دیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے جو ترکی کے بادشاہ کو اپنا مذہبی پیشوا اور خلیفۃ المسلمین مانتے تھے۔ علی الاعلان انگریز اور اسکے اتحادیوں کی مخالفت ترکی اور اسکے حلیف جرمنی کی حمایت اور طرفداری کا اظہار کیا۔ جس سے بلوچستان کے غیور بلوچ قبائل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ جنگ عظیم کے شروع ہوتے ہی بلوچستان میں انگریزوں کی حکومت کے خلاف ایک شدید بے چینی پھیل گئی۔ اور جا بجا بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ بلوچستان کے باشندوں پر جنگ عظیم کا تین طرف سے انگریزی حکومت کے خلاف اثر پڑا۔

(۱) ترکی کی اسلامی حکومت نے انگریزوں کے خلاف عام جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ جس سے بلوچ قبائل متاثر ہوئے۔

(۲) ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے ہم وطن ہندوؤں کے ساتھ مل کر۔ خلافت کی تحریک چلائی جو گاندھی جی کی رہنمائی میں انگریزی حکومت کے خلاف ایک ہمہ گیر۔ مگر پر امن بغاوت اختیار کر گئی۔ جس کے اثرات سندھ کی سرحدات سے گزر کر بلوچستان کے قبائل پر بھی پڑے اور انہوں نے اپنے قبائلی حالات اور محدود وسائل کے باوجود۔ وقتاً فوقتاً انگریزی حکومت کے خلاف عام جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ اور علم بغاوت بلند کرتے رہے۔

(۳) ایران کی سرحد سے جرمن اور ترک جاسوس بلوچ قبائل تک رسائی حاصل کرکے۔ اور انہیں منظم اور مسلح کرکے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دیتے رہے۔ بہرحال جنگ عظیم کے شروع ہوتے ہی انگریزی حکومت کو بلوچستان میں بلوچ مجاہدوں اور غازیوں کے ساتھ پے در پے لڑائیوں میں الجھنا پڑا

بہرام خان کی بغاوت

۱۹۰۹ء میں ایران کی قاچار حکومت نے بمپور کے بلوچی علاقہ سے اپنے گورنر کو واپس بلا لیا تھا۔ جس سے اس علاقہ کے سربرآوردہ بلوچ سرداروں کو پھر منظم ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ ان بلوچ سرداروں نے سردار میر بہرام خان باران زئی سے جو زیادہ دلیر۔ بااثر اور مضبوط شخص تھا بمپور میں دوسرے بلوچ سرداروں کو ساتھ ملا کر اس علاقہ میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی تھی۔

بہرام سے جرمن اور ترک جاسوسوں کا رابطہ

اسی دوران یعنی ۱۹۱۴ء میں جرمن اور ترک جاسوسوں نے میر بہرام سے تعلق پیدا کر کے روپے اور اسلحہ سے اسکی مدد کی۔ جس سے سردار بہرام خان کے حوصلے اور زیادہ بلند ہوئے اور اس نے ایک مختصر عرصہ میں ایرانی بلوچستان کے تمام سرداروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر کے "شاہ بلوچستان۔ شیر جہان" کا لقب اختیار کیا۔ جرمن اور ترک جاسوس سردار بہرام خان کو برابر انگریزوں کے خلاف اکساتے رہے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء میں چودہ سو افراد کا ایک لشکر ساتھ لے کر اس نے مکران کے علاقہ مند پر حملہ کر دیا۔ مکران لیوی کور کا ایک دستہ اسکے مقابلے پر آیا۔ لیکن شکست کھا کر مند کے قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور ہوا سردار بہرام خان نے وادی کیچ اور تمپ کو لوٹ کر تاراج کیا۔ اسکے بعد سردار بہرام خان نے مکران کے علاقے پر پے در پے کئی حملے کئے۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔

انگریزی وفد بمپور میں

جب سردار بہرام خان کی سرگرمیاں حد سے تجاوز کر گئیں تب حکومت ہند کی منظوری سے پولیٹیکل ایجنٹ قلات اپنی سرکردگی میں بلوچستان کے کچھ بلوچ سرداروں کا ایک وفد لے کر اس سے ملنے بمپور روانہ ہوا۔ ایرانی بلوچستان ان

دنوں تقریباً ایک آزاد علاقہ کی حثیت رکھتا تھا۔ وفد نے مکران پہنچکر سرحد پار کے بلوچ سرداروں سے جدا جدا تعلقات قائم کر کے اور انہیں بڑی بڑی رقمیں رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ سردار جو خوف سے سردار بہرام خان کی اطاعت کررہے تھے۔ انگریزی حکومت کی طرف سے امداد پا کر نہ صرف اس سے علیحدہ ہونا شروع ہوگئے بلکہ اسکی مخالفت کرنے اور اس کے ساتھ لڑنے کو بھی تیار ہوگئے۔

دوسری طرف سے میر محراب خان گچکی کی توسط سے وفد نے سردار بہرام خان کے ساتھ بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رکھا بالاخر سردار بہرام خان نے بھی انگریزی حکومت سے ایک بڑی رقم قبول کر کے۔ اسکی اطاعت قبول کی اور وفد کو برائے آیندہ پرآمن رہنے کا یقین دلایا وفد کو اپنے مقصد میں غیر متوقع طور پر جلد کامیابی حاصل ہوئی اسکی وجہ سردار محراب خان گچکی اور وفد میں شامل ان بلوچ سرداروں کی موجودگی تھی جن کے قول و اقرار پر بحثیت بلوچ ایرانی بلوچ سرداروں نے اعتبار اور بھروسہ کیا سردار بہرام خان باران زئی ۱۱ اگست ۱۹۲۱ء کو لاولد فوت ہوا اسکے بھائی میر علی محمد نے اپنے بیٹے میر دوست محمد کو بھمپور کا سردار مقرر کیا سردار دوست محمد نے انگریزی حکومت کے اشارے پر رضا شاہ پہلوی کے دور حکومت میں بغاوت کی لیکن شکست کھا کر گرفتار ہوا چند سال بعد اپنے پہرہ دار ایرانی آفیسر کو قتل کر کے فرار ہوا لیکن اپنے بلوچی علاقہ پہنچنے سے پہلے پھر گرفتار کرلیا گیا اور رضا شاہ پہلوی کے حکم سے اسے کچھ اور بلوچ سرداروں کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھے تہران میں گولی سے اڑا دیا گیا۔

سردار رحیم خان کی بغاوت

سردار میر رحیم خان رخشانی نوشکے کے سرداروں میں زیادہ بہادر اور

انگریزی حکومت کا مخالف اور شدید مذہبی جذبہ رکھتا تھا۔ حکومت برطانیہ کے ترکی کے اعلان جہاد نے اس کے جذبہ جہاد پر تیل کا کام کیا چنانچہ ایک رات اپنے قبیلہ کے تقریباً چار سو گھرانوں کے ساتھ سرحد پار کر کے افغانستان چلا گیا اور پھر اپنے ہمراہ قبائلی لشکر کے ساتھ ضلع چاغی کے انگریزی علاقے میں انگریزی چوکیوں۔ کان وائیوں اور رسل و رسائل کے ذرائع پر حملہ اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ نوشکے پر حملہ کر کے ریلوے اسٹیشن اور کسرہیٹ کو لوٹا۔ اور پھر کوئٹہ نوشکے ریل گاڑی کو روک کر۔ دو انگریزوں کو قتل کیا۔ اور گاڑی کو لوٹ لیا مل کے مقام پر ایک انگریز کانوائے پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا اسی مقام پر ایک اور حملہ کر کے انگریزی کیمل کور کے کئی سو اونٹ لے گیا اور سپائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا دالبندین نوشکی سڑک پر ایک فوجی کانوائے کو لوٹ کر لے گیا۔ سردار رحیم خان اور اسکے قبیلے نے کئی بار انگریزی فوج اور رسالہ سے ٹکر لی اور بہادری کے جوہر دکھلائے عموماً اسکا پلہ بھاری رہا کیونکہ انگریزی فوج اور رسالہ نوشکے کے ریگستان سے ناواقف اور نابلد تھا بسا اوقات ان کی رہنمائی نوشکے کے بعض ایسے معتبر اور قبائلی افراد کرتے رہے جو درحقیقت سردار رحیم خان سے ملے ہوئے تھے اور اسے متواتر انگریزی فوج کی نقل و حرکت کی خبر پہنچاتے رہتے تھے۔ ان دنوں افغانستان پر امیر عبدالرحمن کی حکومت تھی جو انگریزوں کا طرفدار تھا چنانچہ سردار رحیم خان کے حملوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے بلوچستان کی انگریزی حکومت نے حکومت ہند کے ذریعے امیر عبدالرحمن سے خط و کتابت کی اور ان کو سردار رحیم خان کو گرفتار کرنے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ امیر عبدالرحمن خان نے سردار رحیم خان اور اسکے معتبرین کو بذریعہ نائب الحکومت قندھار۔ قندھار طلب

کیا ۔ اس سے قبل امیر عبدالرحمن ۔ سردار رحیم خان اور اسکے معتبرین کے ساتھ عزت سے پیش آیا تھا اور ان کو حسب مرتبہ خلعت بھی عنایت کر چکا تھا چنانچہ اس جذبہ دوستی اور خلوص کے پیش نظر سردار رحیم خان قندھار گیا وہاں پہنچتے ہی حاکم قندھار نے اسے اور اسکے چھوٹے بھائی میر دینار خان کو گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیا۔

نائب الحکومت قندھار کے اس سلوک سے سردار رحیم خان کے قبیلہ کے افراد اور دوسرے ساتھیوں پر بہت برا اثر پڑا ۔ چنانچہ وہ گروہ ۔ در گروہ افغانستان سے پھر نوشکے کی طرف بھاگنے لگے یہاں پر جب انگریزی حکومت نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا تو ان کے دوسرے آدمی بھی جواب تک افغانستان میں تھے ایک ساتھ چلے آئے اب افغانستان کی حکومت نے سردار رحیم خان کو جیل سے رہا کر دیا لیکن اب اس کے ساتھ سوائے چند ذاتی ملازمین اور کوئی نہ تھا سردار رحیم خان کے لئے اب افغانستان میں رہنا بے سود تھا چنانچہ ایک دن تن تنہا شوارک سے چل کر نوشکے پہنچا اور ایجی سن پولیٹیکل ایجنٹ کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے انگریزی حکومت نے سردار رحیم خان کو بہ مقام کوئٹہ سرداری جرگہ کے سامنے پیش کرکے صرف تیس ہزار روپے جرمانہ کی برائے نام سزا دی اور اسکے باوجود اسے قبیلہ رخشانی کی سرداری پر بھی بحال کر دیا۔

بلوچستان کی سرحد پر جرمنوں کی سرگرمیاں

پہلی جنگ عظیم میں جرمن جاسوس جو پروپیگنڈے میں ماہر ہوتے تھے انہیں ایران اور بلوچستان کے سرحد پر بھیجا جاتا تھا اور وہ اس سرحد پر جنگجو بلوچ قبائل کو ہندوستان کی انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے پر مصروف

عمل رہتے تھے ۔ جرمنی اور ترکی کے یہ جاسوس بلوچستان کی سرحد میں ایران اور افغانستان کے راستے داخل ہوا کرتے تھے ایران کے علاقے میں سے ہوکر افغانستان کی حدود میں داخل ہونے کے لئے آسان راستہ روس کے زیر اثر علاقہ خراسان میں سے تھا ۔ یا پھر اس سے کچھ پرے صحرائے لوط میں سے ہوتے ہوئے بیرجند کی سمت میں تھا جرمنوں نے ان دونوں راستوں کو استعمال کرکے دیکھا لیکن دشوار گزار راستوں کے علاوہ ہرات کے ہزارہ قبائل کی مخالفت کی وجہ سے جو شیعہ تھے سنی ترکوں اور افغانوں کے خلاف رہتے تھے اسلئے جرمن اور ترک جاسوسوں کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اسلئے بعد ازاں انہوں نے کچھ اور جنوب کی طرف سے بلوچستان کی سرحد میں داخل ہوکر ہندوستان تک پہنچنے کی کوشش کی اور اس طرح جنوب اور جنوب مشرقی سمت میں کرمان اور نرماشیر میں سے ہوتے ہوئے ایک طویل راستہ اختیار کرکے وہ بلوچستان کی سرحد پر بلوچ قبائل تک رسائی حاصل کرسکتے تھے چنانچہ وہ قبائل بلوچ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوئے جرمن جاسوسوں نے بلوچ قبائل کو جو اپنے ملک میں انگریزی حکومت کے دستبرد اور دارو گیر سے نالاں تھے دولت اور ہتھیار دے کر جلد اپنے ساتھ ملا دیا زیادہ تر ترکوں کی وجہ سے بلوچ قبائل جرمنوں کے حمایتی اور طرفدار بن گئے اور انگریزی اقتدار کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر رضامند ہوئے اس دور میں نصرت آباد جو افغانستان اور ایران کی سرحد پر واقع ہے انگریزی حکومت کا ایک قونصل خانہ قائم تھا رباط ۔ نصرت آباد ۔ اور بیرجند میں انگریزی فوج کی چھاونیاں قائم تھیں ۔

سرحدی بلوچوں کی بغاوت

بلوچستان اور ایران کی سرحد پر بلوچوں کے تین جنگجو قبائل گمشادزئی ۔ یار

محمد زئی ۔ اسماعیل زئی آباد تھے ۔ گمشاد زئی قبیلہ کا سردار میر خلیل خان تھا ۔ یار محمد زئی قبیلہ کا سردار میر جنید خان تھا اور اسماعیل زئی قبیلہ کا سردار میر جمعہ خان تھا ان قبائل میں سب سے زیادہ مضبوط قبیلہ یار محمد زئی تھا کیونکہ یہ قبیلہ تعداد میں بہت زیادہ تھا اسکا سردار میر جنید خان تھا جو عمر رسیدہ شخص تھا دوسرے تمام بلوچ قبائل بھی انکو اپنا لیڈر اور بڑا سردار تصور کرتے تھے اسکے بعد میر خلیل خان کا درجہ اور مقام تھا جو ایک نڈر اور جنگجو نوجوان تھا ہر قبیلہ بوقت جنگ کم از کم دو ہزار مسلح افراد جمع کر سکتا تھا یہ سب اس دور کے جدید اسلحہ سے لیس ہوتے تھے یہ تمام ہتھیار جرمن اور ترک جاسوسوں نے انکو مہیا کیا تھا ۔ جنگ عظیم کے دوران میں سرحد کے ان جنگباز بلوچ قبائل نے انگریزی حکومت کے خلاف تمام علاقہ میں لوٹ مار ۔ اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا اس سرحد پر جو تھا قبیلہ ریکی تھا اس قبیلہ کا سردار ابراہیم خان ۔ سردار جنید خان سردار قبیلہ یار محمد زئی سے مخالفت رکھتا تھا لہذا وہ اس بغاوت سے علیحدہ رہا بلکہ اس نے سردار جنید خان اور دوسرے سرداروں کے خلاف انگریزی حکومت کی حتی الوسع امداد بھی کی ۔

جنرل ڈائر کی مہم

جب ان سرحدی بلوچوں کی بغاوت اور لوٹ مار خطرناک حد تک تمام علاقہ میں پھیل گئی تو انگریزی حکومت ہند نے فروری ۱۹۱۹ء میں جنرل ڈائر کو سرحدی بلوچوں کی بغاوت کو کچل دینے پر مامور کیا یہ وہی جنرل ڈائر ہے بعد ازاں جو جلیانوالہ باغ امرتسر میں آزادی خواہ کانگریسیوں کے قتل عام کی وجہ سے ہندوستان میں بہت بدنام ہوا جب جنرل ڈائر بلوچستان آیا تو بلوچستان سے ہزارہ پائنیر اور ایک سکھ رسالہ بھی حکومت ہند نے اسکے ساتھ کر دیا سیستان اور سرحد پر

مقیم انگریزی فوج بھی انکے کمان میں تھی جنرل ڈائر نے کچو کے مقام پر پہنچ کر باغی بلوچ سرداروں سے حاضر آکر ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیا لیکن سردار ابراہیم ریکی قبیلہ کے سردار کے علاوہ اور کسی بلوچ سردار نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

جنرل ڈائر کی جنگی چال

جنرل ڈائر ایک تجربہ کار جرنیل تھا اس نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کوہستان کی چپہ چپہ زمین سے دشمن واقف ہے برائے راست اسے مقابلہ کی دعوت دینا خطرناک ہو سکتا ہے اس لئے اس نے دشمن کی مجموعی طاقت سے ٹکرانے کی بجائے ان میں خوف و ہراس بدنظمی اور انتشار پھیلانے کی تجویز پر غور کرکے اس پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ کیا۔

دشمن کے کیمپ میں جاسوس روانہ کرنا

چنانچہ خوف و ہراس اور انتشار پھیلانے کی غرض سے جنرل ڈائر نے اس مقصد کے لئے اپنے کیمپ سے اسی علاقہ کے دو مشاق اور ہوشیار بلوچ بطور جاسوس منتخب کرکے ان کو سردار جنید خان اور سرادر خلیل خان کے لشکر میں جو ایک محاذ پر جمع ہوچکے تھے بھیج دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہاں جاکر یہ مشہور کریں کہ وہ جنرل کی فوج سے بھاگ کر آئے ہیں اور بلوچ سرداروں کو یقین دلانے کی کوشش کریں کہ جنرل ڈائر کے ساتھ پانچ ہزار مسلح فوج اور رسالہ اور بڑا توپخانہ ہے اور یہ کہ جنرل عنقریب سردار خلیل خان کے علاقہ جالک پر حملہ کرنے والا ہے چنانچہ ان سکھائے ہوئے جاسوسوں نے نہایت ہوشیاری سے بلوچ سرداروں کے لشکر میں پہنچ کر ایسا ہی پروپیگنڈا پھیلادیا بلوچ ایک سادہ لوح قوم ہے اس نے ان جاسوسوں کے جھوٹی باتوں پر یقین کرلیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سردار

خلیل خان متحدہ محاذ توڑ کر اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے جالک چلا گیا سردار جنید خان اور دوسرے بلوچ سرداروں کی مبالغہ آمیز خبر سے خوف و ہراس اور تذبذب کی سی حالت پیدا ہو گئی یہی جنرل ڈائر کا مقصد تھا جو آسانی سے اسے حاصل ہو گیا۔

کوہ تفتان کی لڑائی

جب سردار خلیل خان اپنے لشکر کے ساتھ جالک روانہ ہوا تو جنرل ڈائر نے خواش کی طرف پیش قدمی شروع کی جو اسکا طے شدہ پروگرام تھا اور سردار جنید خان بھی اسی راستے پر مورچہ سنبھالے بیٹھا تھا جب ڈائر کی فوج سردار جنید کے لشکر کے قریب پہنچ گئی تو شاہسوار نامی شخص جو سردار جنید کا رشتہ دار تھا اسکی طرف س صلح کا پیغام لیکر ڈائر کے پاس آیا اس سے سردار جنید کا مطلب جنرل ڈائر کی فوجی قوت معلوم کرنا تھا جسے ڈائر بھی بھانپ گیا اور صلح کرنے سے انکار کر دیا شاہسوار کو اپنے پاس روک لیا اور شاہسوار کے ساتھ جو دوسرا بلوچ ساتھی تھا اسے واپس بھیج کر خبردار کیا کہ جوں ہی وہ اپنے لشکر میں پہنچ جائیگا انگریزی فوج حملہ شروع کر دیگی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ایک مختصر لڑائی ہوئی جس میں سردار جنید خان سخت کمزوری دکھائی پہلے ہی ریلے میں اسکے قدم اکھڑ گئے اور کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لیا جنید کا لڑکا اس جنگ میں کام آیا۔

اسماعیل زئیوں کا حملہ

اسی دوران اسماعیل زئیوں کے ایک طایفہ نے سردار جمعہ خان کی سرکردگی میں انگریز فوج کے ایک دستہ پر جو علاقہ نصرت آباد میں اقدامات کر رہا تھا اس پر حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دیا۔

جنید نے ہتھیار ڈال دیئے

کوہ تفتان میں انگریزی فوج سے شکست کھا کر سردار جنید کے حوصلے اس قدر پست ہوگئے کہ اسے پھر کسی مقام پر جنرل ڈائر سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں ہوئی ڈائر نے (مور پیش) کے پہاڑوں تک اسکا تعاقب کیا آخر کار مجبور ہوکر سردار جنید خان نے ایک دن تن تنہا آکر ڈائر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

ڈائر کا خواش پر قبضہ

سردار جنید خان کو جنرل ڈائر نے گرفتار کرلیا اور قلعہ خواش کے مالک میر محمد حسن کو قلعہ حوالہ کرنے کا نوٹس دیا محمد حسن ایک کمزور اور بزدل شخص تھا سردار جنید اور شاہسوار کی گرفتاری سے اسکے حوصلے اور ہی پست ہوگئے تھے ڈائر کا حکم پاتے ہی قلعہ اسکے حوالے کردیا۔

دیگر بلوچ سرداروں کا اطاعت قبول کرنا

سردار جنید خان کی دیکھا دیکھی سردار خلیل خان اور سردار جمعہ خان نے بھی یکے بعد دیگرے بلا مقابلہ جنرل ڈائر کی اطاعت قبول کرکے اسکے سامنے ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ ان کو یہ خیال پیدا ہوچکا تھا کہ اب جب کہ سردار جنید جنرل ڈائر کی قید میں ہے اگر وہ لڑینگے تو ڈائر سردار جنید کو تکلیف پہنچائے گا یا مار ڈالیگا اسلئے کسی بہتر موقع کی انتظار میں اور سردار جنید خان کو بچانے کے لئے انہوں نے اسے مناسب خیال کیا۔ کہ کچھ وقت کے لئے ڈائر کی اطاعت قبول کرلیں خواش کے قلعہ پر قبضہ کرکے جنرل ڈائر نے ایک دستہ فوج اور مزار خان ریکی کو اسکے قبائلی لشکر کے ساتھ قلعہ کی حفاظت پر مامور کرکے خود سردار جنید خان اور سردار خلیل خان اور سردار جمعہ خان شاہسوار کو بطور قیدی ساتھ لے کر کچھ کی طرف واپس ہوا واپسی کے اس تمام دوران سفر میں جنید اور دوسرے بلوچ سردار بہت محتاط اور

خاص خاموشی اختیار کر کے ڈائر کی نقل و حرکت اور فوجی طاقت کا موازنہ کرتے رہے اور ساتھ ساتھ اپنی وفاداری کا بھی یقین دلاتے رہے چنانچہ کچھ پہنچ کر جنرل ڈائر نے ایک دربار منعقد کیا جس میں سردار جنید اور دوسرے بلوچ سرداروں کو اس نے خلعت دے کر اور ان سے آیندہ پرامن رہنے کے ایک اقرار نامہ پر دستخط کروا کر رہا کر دیا۔

ڈائر کی پشیمانی

جنید اور دوسرے بلوچ سرداروں کو رہا کردینے کے بعد بہت جلد جاسوسوں نے جنرل ڈائر کو اطلاع دی کہ جنید اور دوسرے بلوچ سردار خواش کے قلعہ پر قبضہ کرنے اور اس سے لڑائی لڑنے کے لئے تیزی سے لشکر جمع کر رہے ہیں اس خبر سے ڈائر اپنی جلد بازی پر بہت پشیمان ہوا لیکن اب موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا اسکے لئے اسکے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ جس قدر بھی جلد ممکن ہوسکے جنید اور اسکی حمایتی سرداروں سے پہلے خواش پہنچکر قلعہ کی مدافعت کی جائے۔

ڈائر کی موٹر کار کی کرشمہ سازیاں

جنرل ڈائر نے آتے وقت کوئٹہ سے کوہنک کا سفر موٹر کار میں طے کیا اس سے قبل اس علاقہ میں کوئی موٹر کار نہیں آئی تھی جاہل خانہ بدوش سادہ لوح بلوچ قبائل موٹر کو دیکھکر اس قدر حواس باختہ اور حیران ہوجاتے تھے کہ ان کی چیخ نکل جاتی تھی اور بے تحاشا بھاگ جاتے تھے۔ان میں جو نسبتاً زیادہ سمجھدار تھے وہ اسے ایک خطرناک جنگی مشین خیال کرتے تھے اور اسکے مقابلے میں آنے سے گھبراتے تھے اور کانپنے لگتے تھے جنرل ڈائر نے ان بلوچ قبائلیوں کا اس جہالت سے وقتی طور پر خوب فائدہ اٹھایا اور اسی ایک موٹر کی وجہ سے ان پر بہت بڑی فتح حاصل کی۔

ڈائر کا خواش کی طرف مارچ

سردار جنید خان کی سرگرمیوں کی اطلاع پاکر جنرل ڈائر نے اپنی فوج کو واپس خواش کی طرف مارچ کرنے کا حکم دیا لیکن خود اور انگریزی فوجی آفیسروں اور عیدو نامی بلوچ رہبر کے ساتھ موٹر کار میں روانہ ہوا علاقہ میں کوئی سڑک نہ تھی صرف کاروانوں کے راستے تھے۔ جن پر موٹر کو دوڑایا گیا۔

لوگوں کو موٹر کار کا خوف دلانا

جب ڈائر اپنی موٹر کار میں روانہ ہوا تو راستے میں جہاں کہیں خانہ بدوش بلوچ نظر آئے موٹر کو ڈائر ٹھہرا کر عیدو رہبر کے ذریعے موٹر کی شکل وصورت برق رفتاری ۔ نظر کی تیزی ۔ اور ہولناکی کے ایسے ایسے من گھڑت قصے ان سے بیان کرتا جس سے کہ خانہ بدوش بلوچوں پر سکتہ کی سی حالت اور موت کی سی خاموشی چھا جاتی ۔ موٹر کے ریڈی ایٹر کے سوراخ دکھلا کر ۔ عیدو ان سے کہتا ان ہر سوراخ میں بندوق کی ایک نالی ہے اور ایک بٹن دباتے ہی ان میں سے ہزاروں سنسناتی گولیاں بہ یک وقت نکل کر مینہ کی طرح دشمن پر برسنے لگتی ہیں ۔ عیدو انہیں موٹر کی بتیاں دکھا کر کہتا کہ یہ اسکی دوربین آنکھیں ہیں دشمن جہاں کہیں ہو اور جتنی بھی ہوشیاری سے چھپا ہوا یہ اسے ڈھونڈ نکالتی ہیں اور پھر اس پر گولیاں برسا کر اسے ختم کر دیتی ہیں عیدو کہتا کہ موٹر کی ایک گولی سے دشمن بھی بچ کر نہیں جاسکتا عیدو جو ایک ذہین اور طرار بلوچ تھا اس قسم کی بیسیوں داستانیں گھڑ گھڑ کر ان کے ہوش اڑا دیتا موٹر آگے بڑھتی رہی اور عیدو کا پروپیگنڈا کہستانوں اور وادیوں میں آگ کی طرح پھیلتا گیا جنگ جو اور بہادر مگر جاہل بلوچ مجاہد پتھروں پر اپنی رائفلیں رکھ کر حیران اور پریشان ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جاتے یہاں تک کہ ایک مقام پر عزت نامی ایک بلوچ رہزن نے اپنے آدمیوں کے ساتھ جنرل ڈائر کا راستہ روکا انہیں دیکھکر ڈرائیور نے زور سے موٹر کا ہارن بجانا اور پھر تیزی سے ان کی طرف موٹر دوڑائی نتیجہ یہ نکلا کہ عزت اور اسکے آدمی نہ صرف حملہ سے باز رہے بلکہ جنرل کے سامنے ہتھیار بھی ڈال دیئے چنانچہ اس طرح موٹر سے بلوچوں کو مرعوب کرتے ہوئے تین دن اور رات کی شب و روز مسافت کے بعد جنید کے

لشکر سے چند گھنٹے پہلے جنرل ڈائر خواش کے قلعہ میں پہنچ گیا سردار جنید اور شاہسوار کو جنرل ڈائر اور موٹر کار کے قلعہ میں پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو انکے حوصلے بھی پست ہوئے آخر کار ایک دو دن کے گفت و شنید کے بعد خواش کے قلعہ میں آکر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

گل بی بی کی بلوچیت

شاہسوار کی بیوی کا نام گل بی بی تھا وہ ایک دلیر عورت اور مردانہ صفت خاتون تھی جب جنرل ڈائر نے قلعہ خواش پر قبضہ کیا تو وہ بہت برآفروختہ ہو گئی شاہسوار کو سخت لعنت ملامت کی اسے بزدل اور بے وقوف کہا اور ان کو جھٹلادیا کہ جنرل ڈائر مٹھی بھر فوجیوں کے ساتھ خواش پہنچکر اپنی چالاکی سے انہیں دھوکہ دے کر انہیں بے وقوف بنا کر قلعہ پر قابض ہوگیا گل بی بی نے سردار جنید سے کہا اگر تم میں جو ہے جتنا بھی دل ہوتا تو پہلی رات یا اسی صبح حملہ کرکے قلعہ کو فتح کرسکتے تھے کیونکہ اس وقت تک جنرل کی یہ مٹھی بھر فوج بھی نہیں پہنچ سکی تھی جو بعد ازاں دوسرے دن سورج چڑھتے پہنچ گئی گل بی بی نے ان سے یہ بھی کہا کہ وہ انگریز جنرل کی بہادری کی تعریف کرتی ہے اور اظہار تحسین کے لئے اسے دو بھیڑیں بھیجنا چاہتی ہے۔

گل بی بی کی انگریز جرنیل کو خراج تحسین

چنانچہ دوسرے دن گل بی بی نے جنرل ڈائر کے دو بھیڑ بطور پیشکش بھیج دیئے جن کو قبول کرکے جنرل نے گل بی بی سے مل کر گفتگو کرنے کی اجازت چاہی جو گل بی بی نے منظور کی۔

جنرل ڈائر کی گل بی بی سے ملاقات

چنانچہ ڈائر لکھتا ہے۔ کہ یہ ملاقات شاہسوار کے کیمپ میں ہوئی گل بی بی واقعی ایک سرحدی خاتون کے لحاظ سے خوبصورت تھی اسکے اعضا متناسب خط و خال صاف اور تقریباً یونانی اور آنکھیں غزالی تھیں وہ کسی قدر پست قد تھی سر پر چادر پہنے ہوئے تھی جو خوبصورت تہوں میں نیچے گری ہوئی تھی لیکن کسی حالت میں اسکے چہرے کو نہیں چھپاتی تھی۔

شاہسوار کی سزائے موت کی منسوخی

اگرچہ سردار جنید اور دوسرے بلوچ سردار بظاہر جنرل ڈائر کی اطاعت کر چکے تھے لیکن درپردہ جرمن اور ترک جاسوسوں کے ساتھ ان کی خط و کتابت جاری تھی مگر ڈائر کے ہاتھ اب تک ایسا کوئی دستاویزی ثبوت نہیں پڑا تھا جسکی بنیاد پر وہ اسکے خلاف اقدام کرتا۔

اسی دوران میں جب کہ سردار خلیل خان گشاوزئی جنید اور شاہسوار کو جرمن جاسوس پھر کمربستہ ہو کر جنرل ڈائر کے خلاف لڑنے پر اکسا رہا تھا کسی جرمن جاسوس کے نام شاہسوار کا ایک خط جنرل ڈائر کے ہاتھ لگا جس میں شاہسوار نے اس جرمن کو لکھا تھا کہ وہ خود آئیں یا اگر خود نہیں آسکتے تو اسکی امداد کریں تاکہ وہ انگریزوں کو جن کی ایک مختصر سی فوج اسی علاقے میں ہے ملک سے نکال باہر کرے جب یہ خط جنرل ڈائر کو ملا تو اس نے کسی بہانے شاہسوار کو قلعہ خواش طلب کرکے گرفتار کرلیا اور پھر اس ملا کو طلب کرکے جس نے شاہسوار کے کہنے پر جرمنوں کو یہ خط لکھا تھا بالآخر ایک کورٹ مارشل بیٹھی جس نے انگریزی حکومت سے غداری اور بغاوت کے جرم میں ساہسوار کو سزائے موت دینے کی رائے دی۔

جنرل ڈائر کی تاثرات

جنرل ڈائر لکھتا ہے کہ جب شاہسوار کو موت کی سزا سنادی گئی تو اسکے چہرہ پر پسینہ آگیا تھا بہت کم آدمی فوراً موت کی سزا کو اپنے جذبات کے بلا کسی قسم کے اظہار کے سن سکتے ہیں مگر اس نے کوئی آواز نہیں نکالی یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اس نے اپنے آپکو ایک جوانمرد ثابت کردکھایا اور بلا جھجک اپنی وصیت لکھوانے بیٹھ گیا۔

گل بی بی کی مداخلت اور شاہسوار کی سزائے موت کی منسوخی

جب گل بی بی کو شاہسوار کی سزائے موت کی اطلاع ملی تو خود سوار ہو کر قلعہ میں آئی چنانچہ جنرل ڈائر نے گل بی بی کی سفارش پر جو سرحد میں سب سے زیادہ با اثر عورت مانی جاتی تھی نہ صرف شاہسوار کی سزائے موت منسوخ کردی بلکہ اس سے آیندہ کے لئے پر امن رہنے کی حلیفہ ضمانت لے کر اسے رہا بھی کردیا در حقیقت جنرل ڈائر کا مدعا محض طاقت کی نمائش اور قبائلی سرداروں کو اپنا ممنون احسان کرنا تھا شاہسوار کو موت کے گھاٹ اتار کر فتنہ وفساد کی اس آگ کو پھر بھڑکانہ نہیں تھا جس پر اس نے اب تک کسی حد تک قابو پالیا تھا۔

جنرل ڈائر کو بھوسہ کی ضرورت

جنرل ڈائر خواش میں مقیم تھا کہ جانوروں کے لئے اسے بھوسہ کی شدید قلت پیش آئی علاقہ میں کوئی بلوچ دگنی تگنی قیمت پر بھی اس پر بھوسہ بیچنا نہیں چاہتا تھا سردار جنید اور اسکے ساتھی اگرچہ بظاہر پر امن اور خاموش تھے لیکن درپردہ وہ بلوچوں کو ورغلا کر اور بسا اوقات ڈرا دھمکا کر جنرل ڈائر کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے منع کرتے تھے جب ڈائر کی تنگی حد سے بڑھ گئی تو اس نے بڑی تگ و دو کے بعد اور بہت بڑی قیمت دے کر مراد نامی ایک یار محمد زئی بلوچ سے جو سردار

جنید کا مخالف تھا اور کریم آباد کا رہنے والا تھا اسکے علاقے کا بھوسہ خرید لیا اب سوال اس بھوسہ کو قلعہ میں پہنچانے کا تھا

سردار جنید کی گرفتاری

جنرل ڈائر کو جاسوس نے اطلاع دی کہ جوں ہی اسکے آدمی بھوسہ لانے کے لئے قلعہ سے باہر نکلینگے سردار جنید کے آدمی ان پر حملہ کردینگے چنانچہ ان اطلاعات کے پیش نظر جنرل ڈائر خود پیدل فوج ۔ توپخانہ ۔ اور رسالے کے دستے ساتھ لیکر بار برداری کے اونٹوں کی نگرانی کے لئے بدرکہ کے طور پر قلعہ سے باہر نکلا ابھی وہ خواش کے قلعے سے تھوڑی دور گیا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ خرید کردہ تمام بھوسہ رات کو جلادیا گیا ہے اور جنید خان نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا راستہ روکا ہوا ہے اسکے باوجود جنرل ڈائر آگے بڑھتا گیا تاآنکہ پہاڑوں پر اسے سردار جنید کے لشکر کے آدمی دکھائی دینے لگے لیکن لڑنے کے بجائے تھوڑی دیر میں سردار جنید خود چل کر اسکے پاس آیا اور بتلایا کہ کریم آباد کی طرف اسکی آمد کی خبر پاکر استقبال کو چلا آیا جنرل ڈائر اسے ساتھ لیکر کریم آباد کی طرف آگے بڑھا ۔

کریم آباد میں قیام

جب جنرل ڈائر کریم آباد پہنچا تو مراد نے جنرل کو جلا ہوا بھوسہ دکھایا اور یہ بھی اطلاع دی کہ بھوسے کو سردار جنید کے آدمیوں نے جلایا ہے جن میں سے ایک کو اس نے پکڑ بھی لیا ہے جب ملزم کو سامنے لایا گیا تو ہر پتھر اور جھاڑی کے نیچے سے ایک ایک آدمی رائفل ہاتھ میں لئے نکل آیا حالانکہ ڈائر کہتا ہے کہ ایک لمحہ پہلے ہمارے سوا یہاں پر کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب تھی جو سب جنید خان کے آدمی تھے اس وقت جنید اور نور محمد اسکے سامنے

کھڑے تھے

جنرل ڈائر دشمنوں کے گھیرے میں

جنرل ڈائر کے ساتھ اس وقت صرف رسالہ کا ایک دستہ تھا۔ باقی سپاہ کو اس مقام سے تقریباً میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر جہاں پانی تھا۔ اس نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ تمام دانش مندی کے باوجود ڈائر اس وقت دشمن کے مضبوط گھیرے میں تھا۔ لیکن اسکے باوجود اسکے حوصلے بلند تھے۔

جنرل ڈائر کا سوال ملزم سے

جنرل ڈائر نے ملزم سے بھوسہ جلانے کی وجہ پوچھی لیکن قبل اسکے ملزم کوئی جواب دیتا نور محمد اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور ڈائر سے مخاطب ہو کر کہا۔" کہ یہ ملک اور جو کچھ اس میں ہے۔ ہمارا ہے۔ ہم بھوسہ جلا دیں۔ یا جس چیز کو چاہیں جلا دیں۔ مرضی ہماری ہے۔ ڈائر نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔ کہ نور محمد کو گرفتار کرے۔ سپاہی اب تک نور محمد کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھنے پایا تھا۔ کہ سردار جنید کے آدمی جو اس وقت ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اور بندوقیں تان لیں۔ جنرل ڈائر لکھتا ہے اس وقت سوچنے کا موقع نہ تھا۔ میں نے غیر ارادی طور پر اپنے سپاہیوں کو انہیں غیر مسلح کرنے کا حکم دے دیا۔ اس وقت سردار جنید کے غضب ناک اور وحشی ساتھی متذبذب تھے۔ کہ گولی چلائیں۔ یا نہ چلائیں۔ رہنمائی کے لئے اپنے لیڈر جنید کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مگر جنید جو کسی وقت بلا جھجک جنگ باز مشہور تھا۔ اپنے اوسان کھو چکا تھا۔ نہ کوئی فیصلہ کر سکنے کے قابل رہا تھا۔ اور نہ ہی اپنے آدمیوں کو حکم دینے کی اس میں ہمت باقی رہ گئی تھی۔"

جنید کا گرفتار کرنا

جنید اور اسکے ساتھی اسی تذبذب اور گومگو کی حالت میں تھے ۔ کہ ڈائر کے سپاہی ان پر ٹوٹ پڑے ۔ بہت سے جان بچا کر بھاگ نکلے جو باقی رہ گئے ان کو آن واحد میں غیر مسلح کر کے گرفتار کر لیا گیا ۔ گرفتاریوں کی تعداد ساٹھ کو پہنچی ۔ جو سب یار محمد زئی قبیلہ کے معتبرین اور سرغنہ تھے ۔ جن میں خود سردار جنید اور اس کا لڑکا بھی شامل تھے ۔ سب کے ہاتھ پگڑیوں سے انکے پیچھے باندھ دیئے گئے ۔ اور انہیں پا پیادہ قلعہ خواش کو لے جایا گیا ۔

قیدیوں کی بہادرانہ فراری

سردار جنید اور اس کے قبیلہ کے معتبریں کو خواش کے قلعہ میں محبوس رکھ کر جنرل ڈائر نے حکومت ہند کو لکھا ۔ جہاں سے اسے حکم دیا گیا ۔ کہ تمام یار محمد زئی قیدیوں کو کوئٹہ لے جانے کے لئے پوری حفاظت کے ساتھ (سائندک) پہنچا دیا جائے ۔ جہاں سے ایکسو چھ ہزارہ پائنیر کے تین سو جوان جو کوئٹہ سے آئے تھے ان کو اپنی حفاظت میں لے کر کوئٹہ پہنچا دیںگے ۔

روانگی بطرف ساہندگ

7 جولائی 1996 ۔ کو ایک دن علی الصبح رسالہ کا ایک دستہ سردار جنید خان اور دوسرے تمام قیدیوں کو لے کر سائندک کی طرف روانہ ہوا ۔ پہلے دن 18 میل مسافت طے کر کے ۔ رسالہ نے پہاڑوں کے دامن میں کیمپ کیا ۔ سردار جنید اور اسکے لڑکے کے علاوہ جن کو سخت پہرہ میں علیحدہ رکھا گیا تھا ۔ باقی قیدیوں کے چاروں طرف خاردار تاروں کا جنگلہ تن دیا گیا تھا ۔

قیدیوں کا فرار کا منصوبہ

چنانچہ قیدیوں نے اسی دن اشتاراہ میں فرار ہونے کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کا آپسمیں عہد کیا۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے چلتے چلتے سپاہیوں کے آنکھ بچا کر چار چار پتھر اپنے شلواروں میں چھپائے۔ آدھی رات کے وقت جب کہ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ قیدی اٹھے اور اپنے بیشتر کپڑے مثلاً چغہ چادر وغیرہ خار دار تاروں پر ڈال کر پہرہ داروں کو ایک ہی ریلے میں پتھروں سے ڈھیر کر کے تاروں پر سے کود کر رات کی تاریکی اور پہاڑوں کی قربت سے فائدہ اٹھا کر جنید اور اس کے لڑکے کے علاوہ باقی تمام قیدی صحیح و سلامت نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

جنید سردار کا چھین لینا

سردار جنید اور اس کے لڑکے کو ہی غنیمت سمجھ کر دوسرے دن رسالہ پھر ساتندک کی طرف روانہ ہوا۔ اور رات کو ایک تنگ درہ کے سامنے جو راستے میں پڑتا تھا۔ ڈیرہ ڈال دیا۔

فراری قیدیوں کا اسلحہ جمع کرنا

جنید کے یار محمد زئی قیدی جو پچھلی رات فرار ہو گئے تھے۔ تمام رات اور دوسرے دن گاؤں گاؤں پھر کر اسلحہ اور آدمی جمع کرتے رہے۔ اور پھر نہایت تیز رفتاری سے اس تنگ درہ پر پہنچے جس کے سامنے اسی دن شام کو سردار جنید اور اسکے لڑکے کو لے کر انگریزی رسالہ کیمپ کئے پڑا تھا۔ درہ کے دونوں طرف ہوشیاری سے ایسے سنگر باندھے جو بہت ہی قریب سے بھی پہچانے نہیں جا سکتے تھے انگریزی رسالہ کا کیمپ اس درہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوسرے دن

جب سحر نمودار ہوا ۔ انگریزی رسالہ جنید اور اس کے لڑکے کو لے کر درہ کو عبور کرنے آگے بڑھا ۔ نگران ٹولیوں نے درہ میں پہنچ کر بہت دیکھ بھال کرنے کے بعد سب ٹھیک ہے ۔ کا اشارہ کیا ۔ اب رسالہ درہ میں داخل ہو کر آگے بڑھنے لگا ۔ سردار جنید اور انکے بیٹے کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کر کے نیچے ان کے پاؤں ایک دوسرے سے باندھ دیئے گئے تھے ۔ جوں ہی رسالہ درہ کے عین وسط میں سنگروں کے سامنے پہنچا ۔ بلوچوں نے اس پر گولیوں کی ایسی تیز اور اچانک بوچھاڑ کی کہ اس کے کئی سوار پہلے شلک میں نیچے آگئے ۔ اور پھر بلوچوں کے پے در پے شلک سے رسالہ کے ہوش اڑ گئے ۔ اس میں ایسی سراسیمگی اور ابتری پھیل گئی ۔ کہ سوار اپنے گھوڑے اور بندوقیں چھوڑ کر ان پہاڑوں پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے ۔ جن پر بلوچوں کے روپ میں فرشتہ اجل ان کا منتظر تھا ۔ درہ کے اندر سے دھویں اور گرد و غبار کے بادل اٹھنے لگے ۔ اسی محشر آسا ہنگامہ میں ایک بہادر بلوچ اپنا مورچہ چھوڑ کر سردار جنید اور اس کے بیٹے کے پاس اتر آیا اور انکے پاؤں سے رسیاں کاٹ دیں اور پھر تینوں سوار ہو کر اپنے مورچوں میں جا پہنچے ۔ بلوچوں کی پیہم شلکوں سے انگریزی رسالہ تہس نہس ہو کر رہ گیا ۔ ان کے تمام ہتھیار اور گولہ بارود بلوچوں کے ہاتھ آئے ۔ کہتے ہیں ۔ کہ کئی دنوں تک رسالے کے گھوڑے کوہستان میں بھٹکتے ہوئے بلوچوں کے ہاتھ لگتے رہے اس جنگ کے بارے میں جنرل ڈائر لکھتا ہے ۔ کہ کوئی شخص بھی ان کی اس قدر شاندار بہادرانہ حرکت اور قوت برداشت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

گشت کی لڑائی

سردار جنید اور اس کے آدمیوں کی فراری اور انگریزی رسالہ کی تباہ کن

شکست سے جنرل ڈائر جو پہلے گفت و شنید اور حتی الوسع پر امن طریقوں سے ان سرحدی بلوچوں کو مطمئین اور خوش رکھنا چاہتا تھا۔ اب بری طرح مشتعل ہو کر میدان جنگ میں نکل آیا۔

28 جولائی 1916 ۔ کو ہزارہ پائنیرز اور قلعہ خواش میں مقیم انگریزی فوج کے ایک بڑے حصے کو لے کر بلوچوں کی عام لوٹ مار کے لئے جنرل ڈائر قلعہ سے باہر نکلا سردار جنید خان اس وقت اپنے قبیلہ کے ساتھ (سریدر گان) میں تھا۔ یہ ایک ستر میل لمبی اور دونوں طرف سے بوتل کی گردن کی طرح تنگ وادی ہے۔ اس میں داخل ہونے کے صرف دو ہی راستے ہیں۔ ایک شمالی سمت سے۔ جسے (درہ دست کیدو) اور دوسرا جنوب مشرقی سمت سے جسے (درہ گشت) کہا جاتا ہے۔ جنرل ڈائر سردار جنید سے " دو ہاتھ کرنے اس وادی (سریدر گان) کی طرف چل پڑا سردار جنید نے اطلاع پا کر کہلا بھیجا کہ میں تمہارے مقابلے کے لئے تیار ہوں۔ اور اپنے آدمیوں اور مال و مویشیوں کی دشمنوں سے حفاظت کرنے کا طریقہ جانتا ہوں۔

جنرل ڈائر درہ گشت کے راستے وادی میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے سردار جنید کو دھوکہ دینے کے لئے رسالہ کو حکم دیا۔ کہ دن کی روشنی میں چند میل (دست کیدو) کی سمت میں مارچ کرے لیکن جب رات پڑے تو نہایت خاموشی سے واپس ہو کر اس سے مل جائے رسالہ کے کپتان نے نہ صرف ایسا ہی کیا۔ بلکہ جب رات پڑ گئی تو اس نے کئی جھاڑیوں میں آگ بھی لگادی۔ تاکہ دشمن کو یہ خیال ہو کہ فوج نے یہاں کیمپ کیا ہے۔ جنرل ڈائر کی یہ چال کامیاب ہو گئی۔ سردار جنید دھوکہ کھا گیا۔ اور تمام رات اپنے لشکر کے ساتھ ڈائر کا راستہ

روکنے (دست کیدو) کی طرف بھاگتا رہا۔ اور اپنے مال و مویشی اور ریوڑوں کو بھی مخالف سمت میں گشت کی طرف بھیج دیا۔ جہاں سے دوسرے دن ڈائر کی فوج وادی میں داخل ہو گئی۔ دوسرے دن سردار جنید کو اپنی غلطی اور دھوکے کا احساس ہوا۔ اب وہ پھر واپس گشت کی طرف لوٹا۔ لیکن ڈائر اس سے بہت پہلے درہ سے گزر کر وادی میں داخل ہو چکا تھا۔ سردار جنید بعد دوپہر کہیں جا کر جنرل ڈائر کے مقابلہ میں پہنچا۔ اور لڑائی کی ابتدا کی۔ دو دن رات فریقین میں شدید لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن کوئی فیصلہ کن صورت پیدا نہ ہو سکی۔

خلیل خان جنید خان کی امداد کو پہنچا

تیسری رات سردار خلیل خان جالک سے اپنے آدمیوں کے ساتھ سردار جنید کی امداد کو پہنچا۔ اور اسی ڈھنگو انگریزی فوج کے پیچھے سے پھر کر دو پہاڑوں کے درمیان جن پر فوج کی آدمی موجود ایک ایسی تنگ جگہ تک پہنچ گیا۔ جہاں سے صبح حملہ کر کے دونو پکٹوں پر قبضہ کر سکتا تھا۔ لیکن سحر گاہ کے نمودار ہونے سے کچھ پہلے جب کہ وہ اپنے حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ بد قسمتی سے اس کے ایک آدمی کی بندوق اتفاقیہ چل گئی جس سے فوجی پکٹ چوکنے ہو گئے۔ اور اس مقام پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اب خلیل خان اور اس کے آدمیوں کے لئے واپس نکلنے کے تمام راستے بند تھے۔ موت کو ناگزیر پا کر۔ سردار خلیل خان اور اس کے بہادر ساتھی شیر کی طرح لڑے۔ وہ ایک خطرناک پوزیشن میں تھے۔ لیکن اس کے باوجود خلیل خان نے فوج کے کئی سپاہیوں کو مار گرایا۔ اور آخر کار ایک گولی اس کے آنکھ میں لگی اور پیچھے کھوپڑی کو اڑا کر باہر نکل گئی۔ اور وہ جام شہادت نوش فرما گیا۔ جو ایک بہت بہادر شخص تھا۔

سردار خلیل خان کی تجہیز و تکفین

سردار خلیل خان کی شہادت کے بعد جنرل ڈائر نے سردار خلیل خان کو جو بہادروں کی موت مرا تھا۔ لاش کو فوجی اعزازات و احترام کے ساتھ سپرد خاک کیا خلیل خان کی موت سے سردار جنید خان ہمت ہار کر راہ فرار اختیار کر گیا۔

جنگ عظیم میں اتحادیوں کی کامیابیاں

ایک سال پیہم مجادلہ کے جو کبھی فتح اور کبھی شکست کی صورت اختیار کرتا رہا۔ سردار جنید خان یار محمد زئی اور اس کے غیر منظم قبائل نے گولہ بارود کی کمی اور خورد و نوش کی شدید قلت سے عاجز آکر آخری بار جنرل ڈائر کے سامنے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی۔ جرمن اور ترک جاسوس جو ایک وقت ان قبائل کو انگریزوں کے خلاف بغاوت اکساتے رہے تھے۔ انکی حکومتوں کو جنگ میں ہر جگہ اتحادی شکست دے رہے تھے۔ لہذا جرمن اور ترک حکومتیں جنگ کے تمام محاذوں پر اتحادیوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھا رہے تھے۔ اس صورت حال میں جرمن توجہ دینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ جس سے ان کے حمایتی قبائل کے حوصلے پست ہوتے گئے آخر کار سردار جنید نے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر انگریزی حکومت کے سپرد کر دیا۔ اسے کوئٹہ لایا گیا۔ انگریزی حکومت نے فراخ دلانہ طور پر سردار جنید کو معافی دے کر رہا کر دیا۔ اسکے علاوہ اسکے گزارہ کے لئے وظیفہ بھی مقرر کیا گیا۔

جھالاوان کی شورش کی تمہید

اگرچہ سرداران جھالاوان میں سردار گوہر خان زک زئی اور سردار نور الدین مینگل نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی سب سے زیادہ مخالفت کی اور ان

دونوں قبائل کو بہت نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ سردار گوہر خان زندگی بھر پہاڑوں میں بھٹکتا رہا اور سرادر نورالدین نے امیر خدادادخان کے ہاتھوں موت کا تلخ جام پیا۔ لیکن اسکے باوجود جب انگریز غاصبوں نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو تخت سے معزول کر کے نظر بند کیا تو سردار گوہر خان پہلا باشعور اور باغیرت بلوچ تھا جس نے انگریزوں کے اس اقدام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے انگریزوں کے اقتدار کو نہ صرف للکارا بلکہ اپنی جان و مال اور فرزند تک کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اسکی شہادت کے بعد اس کا شیر دل اور غیور بھتیجا نواب خان محمد آزادی وطن کے پاک جذبے سے سرشار ہو کر اٹھا رعدو برق بن کر انگریزی صفوں پر کڑکا اور شہید ہوا اسی طرح سردار نور الدین مینگل کا بیٹا شکر خان نواسہ نور الدین کلان نے بھی قوم اور وطن کے لئے اپنا سب کچھ لٹا کر شہرت دوام حاصل کی۔

سردار شکر خان مینگل اسکے بیٹے نورالدین ضغیر اور نواب خان محمد زرک زئی جو امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کے ہم عصر سردار تھے کی جنگ آزادی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی حکومت کے خلاف ان کے اعلان جہاد کرنے سے قبل قبائلی واقعات کے سیاسی پس منظر پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو مسائل آسانی سے سمجھ میں آئینگے۔

شکر خان مینگل کی سرداری کا مسئلہ

سردار نور الدین کلان کی موت کے بعد ۱۸۷۶ء میں سمجھوتہ مستونگ کی رو سے امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے سردار نورالدین کے کم سن بیٹے شکر خان کو قبیلہ مینگل کا سردار اور حاجی محمد ابراہیم خان کو سردار نورالدین کلان کا بھائی تھا۔ اس کا سربراہ مقرر کیا۔

سردار شکر مینگل کی بغاوت کی تمہید

جب ۱۸۹۳ء میں انگریزی حکومت نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو تخت سے معزول کر کے نظر بند کر دیا۔ تو ہر باشعور اور باغیرت بلوچ کے دل میں انگریزی حکومت کے خلاف نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوا امیر خداداد خان کے دو بیٹے ایسے تھے کہ قوم کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے جنگ آزادی لڑنے کی دعوت دے سکتے تھے۔ ایک امیر محمود خان اور دوسرا امیر اعظم خان تھا۔ مگر امیر محمود خان ولی عہد تھا۔ اس نے انگریزوں سے ساز باز کر کے باپ کا تخت یعنی امیر خداداد خان کی تخت حاصل کر لیا۔ اور اسے چونکہ دوسرے بھائی امیر اعظم خان سے خطرہ تھا کہ اگر وہ آزاد رہا تو اسے چین سے حکمرانی کرنے نہیں دیگا۔ لہذا اس نے امیر خداداد خان کی معزولی کے دوران انگریزوں کے ذریعے امیر اعظم خان کو گرفتار کروایا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری اسی طرح سرداروں میں ایسا ہر دلعزیز سردار اور رہنما نہیں تھا۔ جس کی قیادت کو تمام دوسرے قبائل اور انکے سردار بلا استثنا قبول کرے۔ جنگ آزادی کی ابتدا کرتے اسلئے انگریزی حکومت کے خلاف وسیع پیمانہ اور منظم طور پر جنگ لڑنے کا بروقت کوئی سرو سامان نہ ہو سکا۔ لہذا ہر قبیلہ نے اپنے طور پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اسکا نتیجہ وہی نکلا۔ جو ہر غیر منظم لشکر کا کسی منظم طاقت سے ٹکرانے کی صورت میں نکلتا ہے۔

سردار شکر خان مینگل اور اسکے سربراہ میر ابراہیم خان کے درمیان کشیدگی

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی معزولی اور نظر بندی کے بعد سردار شکر خان مینگل اور اسکے چچا سربراہ حاجی میر ابراہیم خان مینگل کے درمیان ۱۸۹۳ء میں

کشیدگی پیدا ہونا شروع ہوئی ۔ میر محمد ابراہیم خان مینگل ۔ امیر خداداد خان کے ہاتھوں اپنے بھائی سردار نورالدین کلان کے قتل سے متاثر تھا ۔ اور امیر موصوف کے خلاف منتقمانہ جذبات رکھتا تھا ۔ اس لئے وہ انگریزی حکومت کے خلاف لڑنا نہیں چاہتا تھا اور خاص کر ان حالات میں جب کہ امیر خداداد خان کا ولی عہد امیر محمود خان ریاستی بلوچستان کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ۔ بہرحال امیر خداداد خان کے لئے لڑنا اسے پسند نہیں تھا انکے مقابلے میں سردار شکر خان مینگل جو نوجوان تھا اور زیادہ جذباتی تھا قوم و وطن اور امیر کے لئے سردار گوہر خان زرک زئی شہید کی مثال سے بہت زیادہ متاثر تھا ۔ لہذا سردار شکر خان مینگل اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکا اور ہر قیمت پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ تھا اور جہاد پر نکلا ہوا تھا ۔ اسے چند غیور ساتھیوں کا انتظار تھا کہ وہ آکر ان سے ملیں اور وہ اپنے علم جہاد کو بلند کرکے جنگ کی ابتدا کرے لہذا اسے ایسے باشعور اور غیور ساتھی مل گئے جنکا تذکرہ آیندہ آئیگا ۔

سردار شکر خان مینگل کا علم جہاد بلند کرنا

آخر کار سردار شکر خان مینگل نے اپنے جیسے سرفروش اور سرچار مجاہدوں کے ایک ٹولے کا پتہ لگایا اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر علم جہاد بلند کیا آزادی کے سرچار مجاہدوں کا ٹولہ سردار پہاڑ خان ساسولی سردار مزار خان باجوئی سردار بائی خان سمالانی جو اسکا سربراہ تھا پر مشتمل تھا انہوں نے ۱۰ فروری ۱۸۹۹ء میں انگریزوں کی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا ۔

کپتان ناکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا مجاہدین سے مقابلہ

چنانچہ کپتان ناکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات ان مجاہدین کے مقابلہ پر نکلا اور

بلا مقابلہ میر مراد علی سمالانی کے گاؤں پر قبضہ کیا۔ سردار کا تمام اثاثہ لوٹ لیا۔ اور اس اثاثہ کو نیلام کیا گیا۔ گاؤں کو جلا دیا گیا ۲۶ افراد کو گرفتار کرلیا۔ ناکس نے اعلان کیا کہ جو بھی باغیوں کو قتل کریگا تو اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی اور اگر کوئی شخص باغیوں کا امداد کریگا تو اسے سخت سزادی جائیگی۔

کپتان ناکس کی زہری کو روانگی

گور کی لوٹ مار سے فارغ ہوکر کپتان ناکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات زہری چلا گیا۔ وہاں سے سردار شکر خان اور دوسرے سرداروں سے خط و کتابت کر کے ان کو ہتھیار ڈالنے پر رضا مند کرلیا۔ بالآخر سید بہار شاہ کو بھیج کر سردار شکر خان مینگل سردار پہاڑ خان ساسولی سردار مزار خان باجوئی کو زہری لے آیا اور انہیں معافی دے دی گئی۔ آزاں بعد مشکے کے مقام پر میر مراد علی خان سمالانی اور سردار بائی خان سمالانی نے بھی آکر ناکس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

سردار پسند خان زرک زئی اور نواب قیصر خان مگسی کی کم ہمتی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سرداروں کو بغاوت پر ابھارنے میں سردار پسند خان زرک زئی اور نواب قیصر خان مگسی کا درپردہ ہاتھ تھا۔ لیکن ان کے باغی ہونے پر انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور گھر بیٹھ کر حالات کا مشاہدہ کیا ان کی کم ہمتی کی وجہ سے باغی سرداروں کے حوصلے پست ہوگئے۔ آخرکار انہیں بلا مقابلہ ہتھیار ڈالنے پڑے۔

میر ولی محمد شاہی زئی مینگل کی سرداری

حاجی میر ابراہیم خان مینگل بدستور سردار شکر خان کا سربراہ تھا۔ حمایت بھی حاصل تھی پیرسنی کی وجہ سے امور سراداری بخوبی انجام نہیں دے سکتا تھا اگرچہ

سردار شکر خان مینگل اپنے قبیلہ میں ہر دلعزیز بھی تھا۔ مگر انگریزی حکومت اسکو سرداری کے فرائض سونپنے پر قطعاً تیار نہ تھی اسلئے انگریزی حکومت نے سردار شکر خان کو نظر انداز کر کے حاجی میر ابراہیم خان کی بجائے اسکے بیٹے میر ولی محمد کو بطور سربراہ سرداری کے فرائض سرانجام دینے کے احکام جاری کئے حالانکہ مینگل میر ولی محمد خان کو بلکل پسند نہیں کرتے تھے۔ اور ہمیشہ اس سے برسرپیکار چلے آتے تھے

مینگلوں کے اونٹوں کو بے گار کرنا

اسی دوران پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے دورہ کے موقع پر غیاث الحکیم خضدار کے کچھ سپائیوں نے حاکم خضدار کے حکم سے مینگلوں کے کچھ اونٹ بے گار میں پکڑ لئے اونٹوں کے مالک مینگلوں نے مدافعت کی جس پر سپائیوں نے ان پر حملہ کیا ان میں بعضوں کو زخمی کر دیا۔ جن میں ایک عورت بھی تھی۔

خضدار پر دھاوا بولنا

اس واقعہ سے وڈھ کے مینگل جو حکومت کے خلاف لڑنے کے لئے کسی بہانہ کی تلاش میں تھے مشتعل ہوئے۔ چنانچہ مینگلوں کے ایک گروہ نے جسمیں میر حمزہ۔ حسن خان۔ جنگی خان اور بلوچ خان پہلوان زئی۔ نور محمد باران زئی۔ موسیٰ خان اور امیر علی شاہی زئی مینگل نے وڈھ سے ایک لشکر جمع کر کے خضدار پر دھاوا بول دیا۔ گرد و نواح کے آٹھ سو گاؤں اور دیہات کو لوٹ لیا اور تاراج کیا۔

سردار شکر خان مینگل کے اختیارات کی بحالی

مینگلوں کے خضدار پر دھاوا بولنے اور لوٹ مار کے بعد میر ولی محمد شاہی زئی مینگل کی مخالفت اور زیادہ شدت اختیار کی گئی آئے دن کے گیرو دار سے تنگ

آکر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے میر ولی محمد اور اسکے بیٹے رحیم خان کو وڈھ سے طلب کرکے تنخواہ دے کر باعزت طور پر کوئٹہ میں نظر بند رکھا۔ اور سردار شکر خان کو پورے اختیارات کے ساتھ قبیلہ مینگل کا سردار تسلیم کرلیا گیا۔ اسکے بیٹے نورالدین کو جسکا بچپن کا نام اللہ ڈنا تھا۔ وڈھ کا تھانیدار مقرر کیا۔

سردار شکر خان مینگل کی معزولی

جب سردار شکر خان مینگل کو دوبارہ مینگل قبیلہ کی سرداری ملی تو اس نے اور اسکے بیٹے نورالدین نے مینگلوں کو بلکل آزاد چھوڑ دیا۔ ان کو کسی بات پر بھی ٹوکا نہیں گیا۔ اور نہ انکے کسی حرکت کی مخالفت کی گئی مینگلوں کا جوجی چاہتا وہ کر گزرتے۔ سندھ کی سرحد پر مینگلوں کی مار دھاڑ کے واقعات بڑھ گئے۔ دوسری طرف لس بیلہ میں بھی مینگلوں نے دست درازی شروع کردی اندروں علاقہ میں بھی حکومتی احکام کو مینگل نہیں مانتے تھے۔ الغرض سردار شکر خان کی سرداری کے دور میں مینگل (نومینزلینڈ) بن گیا۔

انگریزی کی حکومت بلوچستان میں مداخلت

ایسی حالت کو بلوچستان کی انگریزی حکومت زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کرسکتی تھی چنانچہ ایک سال بعد ۱۱ جولائی ۱۹۰۸ء میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سردار شکر خان اور نورالدین کو قلات طلب کرکے بعض الزامات کی صفائی پیش کرنے کے لئے پوچھ گچھ کی۔

جرگہ کا قیام

انہیں الزامات کے پوچھ گچھ کے سلسلے میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے ایک جرگہ ترتیب دیا جس کے سامنے سردار شکر خان اور اسکے بیٹے نورالدین کو پیش کیا

گیا ۔ اس جرگہ میں سردار فقیر محمد بزنجو کے علاوہ دیگر جھالاوان کے تمام سردار موجود تھے جرگہ نے سردار شکر خان اور اسکے بیٹے نورالدین کو سرداری کا نا اہل ثابت کرکے پولیٹیکل ایجنٹ کے اشارے پر حاجی میر ابراہیم خان کو قبیلہ مینگل کا سردار مقرر کرنے کی سفارش کی اور یہ بھی طے کیا کہ میر ابراہیم خان بہت ضعیف ہیں وہ قلات نہیں آسکتے ہیں لہذا امیر ریاستی بلوچستان کی طرف سے اسکا خلعت سرداری کو ایک خاص نمائندہ کے ساتھ وڈھ بھجوا دیا جاوے ۔ چنانچہ خلعت کو وڈھ بھجوایا گیا۔

سردار شکر خان مینگل اور نورالدین کی نظر بندی

سرداری جرگہ کے سفارش پر سردار شکر خان اور میر نورالدین کو قلات میں نظر بند کردیا گیا بعد میں پہرہ کے زیر نگرانی انکو کوئٹہ منتقل کردیا گیا منگوچر کے مقام پر سردار نورالدین سپائیوں کی آنکھ بچاکر وڈھ کی طرف فرار ہوا ۔ لیکن جمعدار لیویز میر عبدالعزیز زرک زئی اور سردار بائی خان سمالانی تعاقب کرکے اسے محمد تاوہ کے مقام پر جالیا اور دوبارہ اسے گرفتار کرکے واپس لے آئے ۔ اگر میر نورالدین میر جنگی خان کے پاس جو انکی حمایت میں لشکر جمع کررہا تھا ۔ وڈھ پہنچنے میں کامیاب ہوتا ۔ تو حالات مزید خطرناک صورت اختیار کرلیتے ۔

سردار زہری خان موسیانی اور سردار فقیر محمد بزنجو کی امیر سے ملاقات

قلات جرگہ کے فیصلے کے مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو قلات سے خاص خاص سرداروں کا ایک وفد امیر کی طرف سے حاجی میر ابراہیم خان کے لئے خلعت لے کر ینٹو اسٹنٹ ۔ جھالاوان کے ساتھ وڈھ روانہ ہوا ۔ مگر سردار زہری خان

موسیانی اور سردار فقیر محمد بزنجو۔ اس وفد کے ساتھ اراد تاً نہیں گئے۔ ایک دن بعد قلات سے روانہ ہوئے کیونکہ ان دونوں کے لئے امیر محمود خان کا بلاوا آیا تھا دونوں میری میں جاکر امیر سے ملاقات کی۔

مینگل معتبرین کا کیمپ سے فرار

۲۸ جولائی ۱۹۰۸ء کو میر علم خان میر جمعہ خان شاہی زئی گوابرام پہلوان زئی ینٹو اسسٹنٹ کے کیمپ سے فرار ہوکر سیدھا وڈھ چلے گئے۔

مینگلوں کی جمع آوری لشکر

وڈھ میں سردار شکر خان کی معزولی کے بعد۔ مینگلوں میں اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ میر جنگی خان پہلوان زئی کی زیر سرکردگی مینگلوں کا ایک لشکر جمع ہو چکا تھا۔ جو حاجی میر ابراہیم خان کو شکر خان کی بجائے اپنا سردار تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اور خلعت لے جانے والے سرداروں کے وفد کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میر علم خان اور میر جمعہ خان کے وڈھ پہنچنے پر۔ اور انکے ساتھ شامل ہونے سے ان کے حوصلے اب زیادہ بڑھ گئے تھے۔

سرداروں کے وفد کو وڈھ آنے سے روکنا

جب میر علم خان وڈھ پہنچے سرداروں کے وفد کو خضدار سے آگے بڑھنے کی ممانعت کردی۔ حاجی میر ابراہیم خان کی سرداری کو مینگلوں کے خلاف انگریزوں کی شرارت اور سازش قرار دی۔ ان حالات کے پیش نظر سرداروں کے وفد کو خضدار سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

انگریزوں کو امیر محمود خان ثانی کے متعلق شبہ

اسی اثنا میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو معلوم ہوا۔ کہ امیر محمود خان ثانی۔ امیر ریاستی بلوچستان بہ ظاہر سردار شکر خان اور میر نورالدین کی معزولی و نظر بندی کے حق میں تھے۔ درحقیقت وہ اس اقدام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اب وہ درپردہ باغی مینگلوں کی حمایت کر رہے ہیں اور یہ کہ امیر نے سردار زہری خان موسیانی اور سردار فقیر محمد سے مل کر۔ ان کو باغی مینگلوں کی امداد اور حوصلہ افزائی کرنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ خضدار پہنچ کر سردار فقیر محمد اور سردار زہری خان نے نواب پسند خان سے جھگڑا کیا اور اسکے کیمپ سے تین میل دور اپنا کیمپ لگایا۔ جہاں سے انہوں نے میر علم خان اور میر جنگی خان کے ساتھ خفیہ خط و کتابت جاری رکھی۔ غالباً وہ میر علم خان کو خضدار پر حملہ کر کے سردار پسند خان زرک زئی اور میر ولی محمد مینگل کو گرفتار یا قتل کرنے پر اکسا رہے تھے اسی غرض کے لئے میر علم خان نے بارہ سو مینگلوں کا ایک لشکر جمع کیا وڈھ سے خضدار کی طرف روانہ بھی ہوا لیکن سردار پسند خان کو اس حملہ کی قبل از وقت اطلاع مل گئی۔ جس نے جھٹ دو سو زہریوں کا ایک لشکر اپنے گرد جمع کر کے مزید امداد کے لئے گٹ میں اپنے آدمیوں کو امداد کے لئے لکھا سردار پسند خان کی تیاریوں کا سن کر میر علم خان خضدار پر اپنے حملے کے ارادے سے باز آیا۔

بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے امیر محمود خان سے مینگل شورش میں مداخلت کرنے کی درخواست کی لیکن امیر نے اس سلسلہ میں اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی فوج لڑنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ شکست کھانے کی صورت میں ان کی بحیثیت امیر بے عزتی اور سبکی ہوگی۔

مینگلوں کا لسبیلہ اور سندھ کی سرحدات پر لوٹ مار

اسی دوران مینگلوں نے لسبیلہ اور سندھ کی سرحد پر لوٹ مار کا بازار گرم کیا جام لسبیلہ کو خطرہ پیدا ہوگیا کہیں مینگل بیلہ پر قبضہ نہ کریں چنانچہ اس نے بلوچستان میں ایجنٹ گورنر جنرل کو امداد کے لئے لکھا۔ کراچی سے تین سو نفر پلٹن جام کی امداد کے لئے لسبیلہ بھیج دیا گیا۔ اور کوئٹہ سے ۲۶ ہزارہ پلٹن دو توپ اور ایک ترپ رسالہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی حفاظت کو روانہ کردیا گیا۔

مینگلوں کا آخری الٹی میٹم

مینگلوں نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو لکھا کہ جب تک سردار شکر خان اور میر نورالدین رہا کر کے اولذکر کو سرداری پر بحال نہیں کیا جائیگا۔ وہ حکومت کے ساتھ کسی قسم کے گفت وشنید کے لئے تیار نہیں ہونگے۔

باب چہارم

امیر کی دو رنگی پالیسی سے انگریزی حکومت کو خطرہ

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کی دو رنگی پالیسی سے انگریزی حکومت کے نمائندہ کو ایک بہت بڑی سازش کا خطرہ پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے مینگلوں کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیا ۔ اور سب سے پہلے امیر کے ساتھ معاملہ کو نبٹانے کی کوشش کی ۔ چنانچہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے جاکر خان سے ملاقات کی اور اس سلسلہ میں ان کی قطعی رائے معلوم کرنا چاہی ۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی امیر سے درخواست

دوران ملاقات امیر سے پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے درخواست کی کہ مینگلوں کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے شہزادہ جنرل بہرام خان احمدزئی کو روانہ کردیا جائے ۔ لیکن امیر نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ بہرام خان بیمار ہے ۔ حالانکہ میر بہرام خان در حقیقت بیمار نہ تھے امیر نے یہ بھی کہا کہ اس سے ان کی سبکی ہوگی کہ ایک معمولی قبائلی تنازعہ میں اپنے بھائی کو لشکر دے کر بھجیں امیر محمود خان ثانی نے پولیٹیکل ایجنٹ کو یہ بھی جتلادیا کہ مینگلوں کی بغاوت ایک قبائلی معاملہ سے متعلق ہے اور قبائلی معاملات میں ان کی مداخلت کرنے کا حق ۱۸۷۶ء کے سمجھوتہ مستونگ کی رو

سے ختم کیا جا چکا ہے اس ملاقات کے بعد امیر نے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کو لکھا کہ صرف سردار شکر خان اور اسکے بیٹے نورالدین کو جیل سے نکال کر اولذکر کو سرداری پر بحال کرنے سے ہی علاقہ میں امن قائم ہوسکے گا۔

امیر نے اپنا رویہ مینگل تنازعہ میں تبدیل کردیا

جب امیر نے یہ خط پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو لکھا بلوچستان کی انگریزی حکومت کو مینگلوں کی بغاوت میں امیر کا ہاتھ صاف نظر آیا۔ چنانچہ گورنر جنرل کے ایجنٹ نے امیر محمود خان کو لکھا کہ اس افواہ سے متعلق کہ باغیوں کے ساتھ انہیں ہمدردی ہے اور ان کے ساتھ سازوباز بھی کررہے ہیں اپنی حیثیت واضح کریں۔ ایجنٹ کے اس اقدام کے مقابلہ میں امیر محمود خان نے اپنا رویہ تبدیل کرکے اپنے وکیل سید شاہ کو پولیٹیکل ایجنٹ کے کہنے کے مطابق ایک خط دے کر اسکے ساتھ وڈھ پہنچنے پر رضا مند ہوگیا اور اس طرح اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات وڈھ میں

الغرض ۳۱ اگست ۱۹۰۸ء کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات انگریزی فوج کے محفوظ پہرہ میں سید شاہ وکیل اور سرداران کے ایک بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ بطرف جھالاوان روانہ ہوا۔ خضدار پہنچ کر اسے اطلاع ملی کہ میر علم خان گروہلک کے مقام پر ایک بڑے لشکر کے ساتھ مورچہ بندی میں

مصروف ہے ساروبنہ اور دوسرے مقامات پر بھی مینگلوں کا لشکر تیزی سے جمع ہورہا ہے اور اسے یہ بھی اطلاع دی گئی کہ سردار نوروز خان نوشیروانی بھی مینگلوں کی امداد کررہا ہے۔

سرداران جھالاوان کے مینگلوں کے خلاف لشکر جمع کرنے پر اختلاف

پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سرداران جھالاوان کو کہا کہ سرداران سراوان کی طرح مینگلوں کے خلاف لشکر جمع کریں اس پر سرداران جھالاوان دو گرہوں میں بٹ گئے وہ گروہ جو مینگلوں کے خلاف لشکر جمع کرنے کے حق میں تھے ان سرداران جھالاوان کے نام یہ ہیں۔ سردار پسند خان زرک زئی۔ سردار سلطان محمد ہارونی۔ سردار مزار خان باجوئی۔ سردار بائی خان سمالانی۔ سردار کریم بخش خدرانی۔ سردار عطا محمد مردوئی۔ خلیفہ عید محمد نیچاری۔ یہ سردار حاجی محمد ابراہیم خان مینگل کے طرفدار تھے انگریزی حکومت کی پالیسی کی حمایت کررہے تھے لیکن دوسرا گروہ جس میں سردار فقیر محمد بزنجو سردار زہری خان موسیانی۔ سردار علی محمد جتک۔ سردار شہباز خان گرگناڑی۔ سردار پہاڑ خان ساسولی۔ سردار علی محمد کلندرانی شامل تھے اور انکے ساتھ سردار بختیار خان رستم زئی بھی ہمنوائی کررہا تھا۔ جو سراوان کے سردار تھے۔ اس گروہ کی رہنمائی سردار فقیر محمد بزنجو۔ اور سردار زہر خان موسیانی کررہے تھے۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات

کے سامنے لشکر جمع کرنے کا حکم دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کسی احمدزئی حکمران کے بغیر اور کوئی حکمران قلات کے سرداروں کو لشکر جمع کرنے کا حکم دینے کا مجاز نہیں۔ سراوان کے سرداران نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے حکم کے مطابق سات دن کے اندر تقریباً ایک ہزار کا قبائلی لشکر جمع کر کے حاضر کر دیا۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا وڈھ پہنچنا

بالآخر پولیٹیکل ایجنٹ اس لاؤ لشکر کے ساتھ وڈھ پہنچا۔ دوران سفر میں اسکی کہیں بھی مزاحمت نہیں ہوئی۔ وڈھ کے قریب حاجی میر ابراہیم خان۔ میر ولی محمد۔ میر رحیم خان نے تین سو آدمیوں کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی باغی مینگلوں سے گفت و شنید

پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے وڈھ کے مقام سے امیر کے وکیل سید شاہ کو باغی مینگلوں کے پاس روانہ کیا اور سید شاہ نے واپسی پر پولیٹیکل ایجنٹ کو بتلایا کہ مینگلوں نے اسکے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ انکا خیال ہے کہ یہ خط امیر پر دباؤ ڈال کر لکھوایا گیا ہے۔ اسلئے وہ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ سید شاہ نے یہ بھی کہا۔ کہ اس نے میر علم خان کے ساتھ ایک دو اجنبی آدمی بھی دیکھے ہیں جو اسے مشکوک نظر آئے ہیں کئی دنوں

تک مینگلوں کے ساتھ پولیٹیکل ایجنٹ کی گفت و شنید جاری رہی اور اس دوران سردار فقیر محمد بزنجو ۔ اور سردار زہری خان موسیانی ۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے لئے بدستور خطرہ بنے رہے ۔ اور مینگلوں کو اکسانے اور انکی حمایت کرتے رہے ۔

باغی مینگلوں میں پھوٹ پڑنا

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی کوششوں سے بالاخر میر خان شاہی زئی کئی دوسرے سرکردہ مینگلوں کو لئے ہوئے میر علم خان سے کٹ کر حاجی میر ابراہیم خان کے ساتھ آکر مل گیا جس سے میر علم خان کے لشکر میں پھوٹ پڑگئی آخر کار سردار رستم خان محمد حسنی نے درمیان میں پڑکر میر علم خان ۔ میر حمزہ اور میر گہرام وغیرہ کو رضا مند کرکے پولیٹیکل کے سلام کو لے آیا ۔ صرف میر حمزہ پہلوان زئی کا بیٹا نور محمد جو بعد آزان نورا کے نام سے مشہور ہوا ۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے سلام کو نہیں آیا ۔ اور اپنے مطالبے پر بدستور ڈٹا رہا ۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی طرف سے مخالف سرداروں کی سرزنش

جب پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے مینگلوں کی بغاوت کو حکمت عملی سے فرو کرنے کے بعد اب ان سرداروں کی سرزنش شروع کی جنھوں نے باغی مینگلوں کی طرفداری کی تھی ۔ چنانچہ سردار فقیر محمد بزنجو ۔ سردار زہری

خان موسیانی - سردار بختیار خان رستم زئی کی تنخواہیں روک دیں اور ان کو شاہی جرگہ اور دربار نشینی سے خارج کر دیا۔

نورا کی بغاوت

میر حمزہ پہلوان زئی کا بیٹا نور محمد جسے سردار شکر خان کے عہد سرداری میں میر نور الدین نے تھانہ وڈھ کا دفعدار مقرر کیا تھا۔ ایک دلیر اور لڑاکا نوجوان تھا۔ سردار شکر خان اور نورالدین کی گرفتاری پر تھانہ وڈھ کو خالی چھوڑ کر میر جنگی خان اور میر علم خان کے لشکر سے جا ملا اور پھر زندگی بھر انگریزی حکومت کے خلاف لڑتا رہا۔ وقتی طور پر پولیٹیکل ایجنٹ کی سازش۔ سراوان و جھالاوان کے سرداروں کی ترغیب اور امیر کے کہنے پر اگرچہ مینگل معتبریں نے انگریزی حکومت کی اطاعت قبول کی۔ لیکن حاجی ابراہیم خان کو انہوں نے دل سے اپنا سردار تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ ۲۱ اگست ۱۹۰۱ء کو باران زئی اور دینار زئی مینگلوں نے سردار حاجی میر ابراہیم خان کو مالی امداد دینے سے انکار کیا۔ نور محمد نے جو سردار کے مخالف گروہ کا سرغنہ تھا۔ ان کی حمایت کی۔ سردار کے آدمیوں کے ساتھ ایک جھڑپ ہوئی جس میں سردار کا ایک آدمی زخمی ہوا اور ایک باران زئی مارا گیا اب نورا کو لڑائی کا بازار گرم کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ سردار کے تمام مخالفوں کو اپنے گرد جمع کر کے خضدار کے تھانہ پر حملہ کیا۔ تھانہ کی لیویز کے سپاہی بھاگ نکلے۔ صرف ان میں سے ایک کو گولی لگی۔ اور وہ زخمی ہوا

نورا نے تھانہ کو لوٹ لیا۔ کچھ تاجروں کو لوٹا۔ وڈھ کے تھانہ پر حملہ کر کے سرکاری کاغذات کو جلا دیا۔ لیکن محرر جان بچا کر نکل گیا۔ الغرض نورا نے انگریزی حکومت کے کارندوں کے خلاف جن میں سردار حاجی ابراہیم بھی شامل تھا۔ اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ بہادر اور جنگجو مینگل اس کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے۔ اور اسے عزت و احترام کے نظروں سے دیکھا جانے لگا۔ مینگلوں میں نورا کی ہر دلعزیزی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب حکومت کے خلاف اس کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں۔ تو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سردار حاجی ابراہیم خان کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ لیکن سردار ابراہیم خان نے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے لکھا۔ کہ اس حرکت پر تمام مینگل اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو جائینگے۔

۱۲ نومبر ۱۹۱۰ء میں حاجی میر ابراہیم خان کی بجائے جو طویل عدالت اور پیر سنی کی وجہ سے سرداری کے فرائض سرانجام دینے کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کے بیٹے ولی محمد کو قبیلہ مینگل کا سردار مقرر کر لیا گیا۔ اور اسے خصوصیت کے ساتھ نورا کی گرفتاری کی ہدایت کی گئی۔ لیکن وڈھ پہنچنے کے کچھ دن بعد سردار ولی محمد نے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کو لکھا۔ کہ نورا بہت مضبوط ہے۔ وہ اسے گرفتار نہیں کر سکتا اس پر سردار ولی محمد کو سبی کے مقام پر طلب کر کے شاہی جرگہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور سرداروں کی سفارش پر اسے بار ثانی نورا کو گرفتار کرنے کے لئے کہا گیا۔

مگر سردار ولی محمد نے پھر بھی معذوری ظاہر کی ۔ اس دوران نورا اور اس کے ساتھی خاموش نہیں بیٹھے رہے ۔ انہوں نے لسبیلہ میں سندھ کی حدود میں مار دھاڑ کا وسیع سلسلہ شروع کیا ۔ وڈھ تھانہ پر حملہ کر کے منشی نظر محمد کو قتل کیا ۔ تمام مینگل نورا کے ساتھ ملے ہوئے تھے ۔ میر علم خان جن کو اب سارونہ کا تھانیدار مقرر کیا گیا تھا ۔ بھی در پردہ نورا کی طرف داری کرتا تھا ۔ اس اثنا میں میر داد کریم اور میر جنگی کی سرکردی میں مینگل معتبرین نے براہ راست وائسرائے ہند کے نام ایک درخواست بھیج دی ۔ جس میں سردار شکر خان اور سردار نورالدین کی رہائی اور اول الذکر کی سرداری پر بحالی کا پر زور مطالبہ کیا گیا ۔ اس درخواست کے نتیجے میں ۹ اپریل ۱۹۱۱ء کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سرداران جھالاوان کو اپنے لشکروں کے ساتھ خضدار کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا ۔ اور انہیں ہدایت کی کہ نیٹو اسسٹنٹ جھالاوان کی امداد کرکے ۔ نورا کی بپا کردہ بغاوت کو فرو کریں ۔ نیٹو اسسٹنٹ جو ان دنوں قلات میں تھا ۔ عارضی لیوز کے سو سوار سرداران سراوان کو دے کر خضدار روانہ کر دیا ۔

میر خان محمد کی ناراضگی اور باغی ہونا

۱۹۱۰ء میں سردار پسند خان کی جگہ اس کا بیٹا خان محمد اس کی نمائندگی کرتا تھا ۔ نورا کے خلاف میر خان محمد بھی نیٹو اسسٹنٹ کے ہمراہ تھا میر خان محمد ۔ سردار شکر خان اور میر نورالدین کی وجہ سے نورا کا بھی حمایتی

تھا - چناچہ وڈھ میں نورا کی گرفتاری کے متعلق جرگہ منعقد ہوا - اس میں سردار ولی محمد اور سردار خان محمد کے درمیان تند و تیز گفتگو ہوئی - بلکہ تو تو میں میں تک نوبت پہنچ گئی - میر خان محمد ناراض ہو کر جرگہ سے اٹھا - سردار زہری خان مویسانی - سردار پہاڑ خان ساسولی - سردار جمشید خان ڈایہ سردار بائی خان سمالانی - خلیفہ عید محمد پنچاری - عظیم مردوئی - میر جمال خان شیخ ساسولی فتح محمد پندرانی - مزار خان باجوئی - میر علم خان مینگل - میر دین محمد مینگل - میر داد کریم ریئسانی مینگل - اور میر محمد - محمدزئی مینگل نے بھی - اس کا ساتھ دیا - اور میر خان محمد کے کیمپ میں جمع ہو کر ان سب نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا حلف اٹھایا اور اسی دن وڈھ سے خضدار کی طرف کوچ کر گئے - جھالاوان لیویز کے ساٹھ سپاہی بھی جو نیٹو اسٹنٹ کے ساتھ تھے - میر خان محمد کے ساتھ مل گئے -

۲۹ جولائی ۱۹۱۰ء کو وڈھ سے خضدار پہنچ کر - میر خان محمد نے تھانہ پر قبضہ کر کے وڈھ جانے والی سڑک کو روک لیا - درہ مولہ کی ناکہ بندی کرنے کے لئے اپنی آدمی روانہ کئے اور پھر اپنے طرف دار دوسرے سرداروں کو بغاوت کی تیاری کرنے کے لئے علاقوں میں بھیج کر - خود مزید انتظامات کرنے گٹ زہری چلا گیا -

نورا سے مڈبھیڑ

میر خان محمد کے وڈھ سے ناراض ہو کر چلے جانے کے بعد

ڈپٹی اسسٹنٹ نے سراوان لیویز اور قبائلی لشکر کو رسالدار میر غلام نبی کورد کی زیر کمان نورا کی گرفتاری کو بھیجا - کرور کے مقام پر ان کی نورا سے مڈبھیڑ ہوئی - جانبین سے چند افراد مرے اور زخمی ہوئے - نورا کے ساتھیوں میں سے حسین خان گرفتار ہوا - لیکن نورا بچ کر نکل گیا -

انگریزی حکومت بلوچستان سے میر خان محمد کے مطالبات

زہری پہنچ کر - میر خان محمد نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے تحریری طور پر مندرجہ ذیل مطالبات کئے -

۱ - سردار شکر خان اور نورالدین کو رہا کیا جائے -

۲ - میر نورالدین کو قبیلہ مینگل کا سردار مقرر کیا جائے -

۳ - سردار میر ولی محمد مینگل کو معزول کر کے گرفتار کیا جائے -

۴ - میر حبیب اللہ خان نوشیروانی کو جو اپنے والد سردار محمد یعقوب خان کے قتل ہونے کے بعد سردار زرک زئی کے پاس پناہ گزین تھا - خاران کا سردار مقرر کر کے - امیر خان نوشیروانی کو گرفتار کر کے سزا دی جائے -

۵ - نورا مینگل کو میری ضمانت پر در گزر کیا جائے -

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی طرف سے میر خان محمد کے ان مطالبات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا - جس پر میر خان محمد نے اپنی بغاوت کی تجویز کو بروئے کار لانے کے لئے زہری سے اٹھ کر میر گٹ کے پہاڑ پر ڈیرہ ڈالا جہاں پر مولہ - سمواڑی اور سارونہ کے تھانوں پر متعین ملازمان لیویز بھی فرار ہو

کر اس کے ساتھ آکر شامل ہوئے ۔ جھالاوان میں جابجا لوٹ مار کے واقعات رونما ہونے لگے سندھ ۔ کی حدود میں میں ڈاکے ڈالے گئے ۔ مار دھاڑ کا بازار گرم ہوا ۔

جمال خان شیخ کے گاؤں پر حملہ

سردار پسند خان زرک زئی ۔ میر خان محمد کا والد ایک طرف اپنے بیٹے میر خان محمد کے ہاں میں ہاں ملا رہا تھا ۔ تو دوسری طرف انگریزوں کی حکومت کے نمائندوں کو بھی میر خان محمد اور اس کے ساتھیوں کے خلاف حالات بہم پہنچاتا اور اکساتا رہتا تھا ۔ چنانچہ سردار پسند خان نے نیٹو اسٹنٹ جھالاوان کو اطلاع دی ۔ کہ میر جمال شیخ ساسولی نے ایک لشکر جمع کر لیا ہے ۔ اور عنقریب خضدار پر حملہ کر دے گا ۔ یہ اطلاع پا کر نیٹو اسٹنٹ نے رسالدار غلام نبی کورد کی زیر کمان لیویز اور سراوانی لشکر کو علاقہ ساسول میں میر جمال خان کے گاؤں پر حملہ کرنے بھیجا ۔ سراوانی لشکر نے میر جمال خان کے گاؤں اور گھر کو نہایت بیدردی سے لوٹا اور آگ لگا دی ۔ دو افراد کو بے گناہ قتل کیا ۔ ایک کو زخمی کیا ۔ حالانکہ نہ تو جمال خان علاقہ میں موجود تھا ۔ اور نہ ہی اس نے کوئی لشکر جمع کیا تھا ۔ مگر چونکہ میر جمال خان ، میر خان محمد کا طرف دار اور اس کے ساتھ میر گٹ میں تھا ۔ جو سردار پسند خان کو پسند نہ تھا ۔ اس لئے اس نے جھوٹی خبر دے کر اس کے گاؤں کو جلوا دیا ۔

سرداروں کی معذرت

انگریزی حکومت کے بعض نبض شناس افسروں نے میر خان محمد کے ساتھ گفتگو کرنے کی بجائے ان سرداروں سے رجوع کیا - جو میر خان محمد کے ساتھ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا حلف اٹھا چکے تھے - یہ سردار بہت جلد پولیٹیکل ایجنٹ کے دام میں آگئے - اور جب انہیں طلب کیا گیا - تو بلا تردد کوئٹہ چلے گئے - جہاں پر انہوں نے میر خان محمد کے پیش کردہ مطالبات کو نظر انداز کر کے سردار پسند خان کی بجائے میر خان محمد کو قبیلہ زہری کا سردار مقرر کرنے کا مطالبہ کیا - اور سردار پسند خان خود بھی اپنی بجائے میر خان محمد کو سردار مقرر کرنے کی تحریری درخواست کی - جسے حکومت نے بروقت منظور کر لیا - اس کے علاوہ سرداروں نے اپنی تنخواہوں اور حفظ مراتب کے متعلق بھی چند مطالبات کئے جن پر غور کرنے کا انہیں یقین دلایا گیا -

سردار خان محمد کو خطاب

یکم نومبر ۱۹۱۱ء کو انگریزی حکومت نے امیر بلوچستان کی منظوری سے میر خان محمد کو ان کے والد کی جگہ قبیلہ زہری کا سردار مقرر کیا - اور ایک سال بعد - یعنی ۱۹۱۲ء میں اسے نواب کا خطاب بھی دیا -

سردار خان محمد کی اپنے مطالبات پر اصرار

اس تمام عرصہ میں نورا اور گوہرام جیسے جنگجو مینگل نے نہ تو اپنی

سرگرمیاں کم کیں ۔ اور نہ ہی نواب خان محمد زرک زئی اپنے مطالبات سے دست بردار ہوئے ۔ چنانچہ آخر کار اس کی قائم جدوجہد سے میر حبیب اللہ خان نوشیروانی کو خاران کا سردار مقرر کر کے میر امیر خان نوشیروانی کو جو سردار میر یعقوب خان کا قاتل تھا ۔ حکومت انگریزی نے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا ۔ مینگلوں کی سرداری کے متعلق حکومت کو اپنی رائے تبدیل کرنی پڑی ۔ کیونکہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات پر اب یہ حقیقت ظاہر ہوئی ۔ کہ مینگل سردار ولی محمد کو پسند نہیں کرتے ۔ اس لئے وہ مینگل کی سرداری نہیں چلا سکتا ۔ اس کے مقابلے میں سردار شکر خان اور نورالدین کا طرف دار گروہ زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے ۔ چنانچہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سردار ولی محمد کو ایک سو روپے ماہوار تنخواہ دے کر شکر خان کے حق میں سرداری سے دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا ۔ ۲۳ اپریل ۱۹۱۲ء کو سردار شکر خان کو پھر سے سرداری پر بحال کر کے میر نورالدین کو بھی اس کے ساتھ رہا کر دیا گیا ۔

نورالدین کی وڈھ میں آمد

سردار شکر خان ۔ میر نورالدین ۔ میر ولی محمد کوئٹہ سے براستہ کراچی لسبیلہ گئے ۔ شکر خان اور ولی محمد کچھ دنوں کے لئے لسبیلہ شہر میں ٹھہرے لیکن میر نورالدین بلا توقف وڈھ پہنچا ۔ جہاں میر علم خان کی سرکردگی میں تمام مینگلوں نے جمع ہو کر ۔ اسے اپنا سردار منتخب کیا ۔ اور سرداری کی

پگڑی باندھ دی ۔ مینگلوں نے اس متفق فیصلہ سے انگریزی حکومت کو اطلاع دے دی ۔ سردار شکر خان جواب تک بیلہ میں تھا ۔ یہ حال معلوم ہوا ۔ تو اس نے بھی حکومت سے میر نورالدین کو سردار مقرر کرنے کی درخواست کی انگریزی حکومت کے لئے اب نورالدین کو سردار تسلیم کرنے کے سوا ۔ اور کوئی چارہ کار نہ تھا ۔ چنانچہ ۱۹ اگست ۱۹۱۲ء میں میجر ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے خود وڈھ جا کر نورالدین کے سردار مینگل ہونے کا اعلان کر دیا ۔

نواب خان محمد کی جنگ آزادی کی تیاریاں

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جرمنی کے ساتھ ترکی کی شمولیت نے اسلامی دنیا کی ہمدردی ۔ جرمنی کی طرف پھیر دی ۔ ترکی خلیفۃ المسلمین نے حکومت برطانیہ کے خلاف مذہبی جہاد کا اعلان کیا ۔ اس سے بلوچستان کے غیور بلوچ قبائل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ ایک طرف ایرانی بلوچستان کے راستے جرمن اور ترک پروپیگنڈہ جس میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی موثر انداز میں تبلیغ ہوتی تھی اندرونی بلوچستان پہنچنے ۔ اور دوسری طرف ہندوستان کی تحریک خلافت نے جس کے مبلغ سندھ کی سرحدات سے بلوچستان پہنچ رہے تھے ۔ بہادر اور جنگجو بلوچ قبائل بہت زیادہ متاثر ہونے لگے اور ان میں انگریزی حکومت کے خلاف امیر خداداد خان کی معزولی اور نظر بندی سے نفرت اور

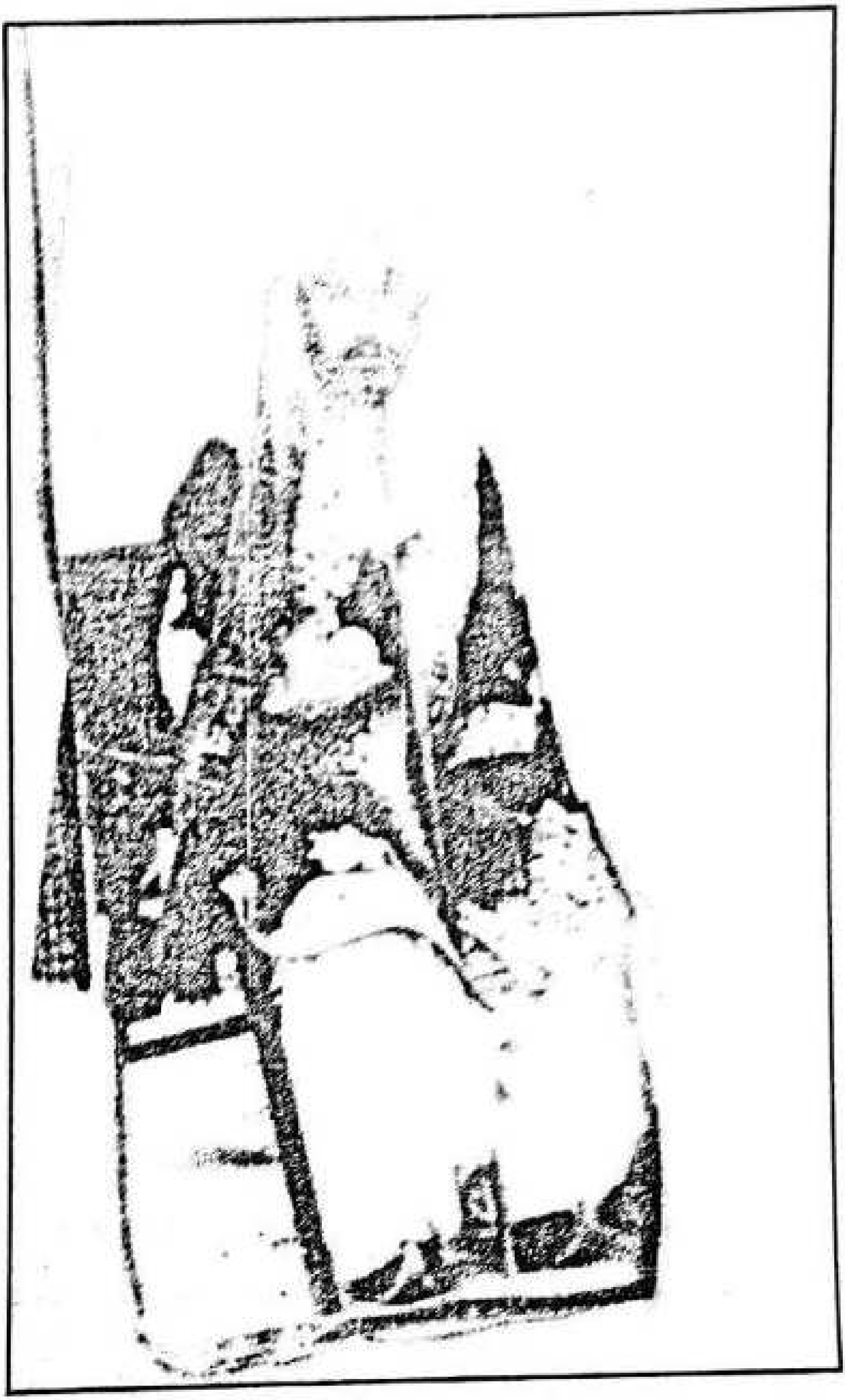

نواب خان محمد زرک زئی زہری

چیف آف جھالاوان

بدظنی اور انتقام کا جو جذبہ پرورش پارہا تھا - اس میں اور زیادہ تلخی اور شدت پیدا ہوئی جھالاوان کے قبائل میں جن کا جذبہ انتقام زیادہ شدید تھا اور امیر خداداد خان کی معزولی کے دن سے ہی انگریزی حکومت کے خلاف وقتاً فوقتاً جنگ کرتے چلے آرہے تھے - ترکی کی اعلان جہاد اور ہندوستان کی تحریک خلافت سے بلوچ قبائل جلد بھڑک اٹھے - چنانچہ جولائی ۱۹۱۴ء میں بلوچستان کی انگریزی حکومت کو اطلاع ملی کہ نواب خان محمد زرک زئی - اپنے علاقے میں بڑی تعداد میں اسلحہ اور گولہ بارود جمع کر رہا ہے - پولیٹیکل ایجنٹ قلات - نواب خان محمد سے سوراب میں ملا - لیکن اس پر کوئی خاص اثر نہ ڈال سکا -

بلوچستان میں انگریزی حکومت کی تدابیر

نواب خان محمد کی اس حرکت سے بلوچستان کی انگریزی حکومت آتش زیر پا ہوگئی جھٹ سرداران بلوچ کا قلات میں ایک جرگہ طلب کیا - جس نے نواب خان محمد کے خلاف فوری اور سخت اقدام کرنے کی سفارش کی - اور رائے دی کہ خان محمد کے ساتھ نرمی سے پیش آنا حکومت کے لئے مفید نہیں ہوگا - مگر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے فوری طور پر نواب خان محمد کے خلاف سخت قدم اٹھانے کو تقاضائے وقت کے مطابق مناسب خیال نہیں کیا - البتہ سردار مگسی اور سردار رند کو اپنے اپنے قبائلی لشکروں کے ساتھ خان محمد کے خلاف عملہ لے جانے کے لئے تیار رہنے کا

حکم دیا ۔ چنانچہ سردار نگسی نے اپنے لشکر کے لئے کثیر تعداد میں گھوڑوں کے نال خرید کر لئے ۔ سردار نورالدین مینگل ۔ اور سردار زہری خان موسیانی کو جوان دنوں خان محمد سے الگ ہو گئے تھے ۔ بوقت ضرورت سندھ کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھرایا گیا ۔

نواب خان محمد کی جنگی ساز و سامان کی فراہمی

نواب خان محمد نے رفتہ رفتہ زہری نیابت کی حکومت کو معطل کر کے ۔ اپنی آزاد حکومت قائم کر لی ۔ اور وہاں پر اسلحہ سازی کا ایک قسم کا کارخانہ بھی لگوایا ۔ جس میں ملکی ساخت کی توپیں اور رخدار بندوقیں بننے لگیں ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے اس ضمن میں میر رحیم خان کرد کو اپنا قاصد بناکر نواب خان کے پاس بھیجا ۔ اور اسے مستونگ آنے کی دعوت دی لیکن خان محمد نے رحیم خان کرد کو بے عزت کر کے واپس بھیجا ۔

نواب خان محمد کی طرفدار سرداروں سے صلاح مشورہ

جب نواب خان محمد کو انگریزی حکومت کی تیاریوں کا علم ہوا ۔ تو اس نے بھی سردار مزار خان باجوئی ۔ سردار شہباز خان گرگ ناڑی ۔ سردار علی محمد کلندرانی اور جھالاوان کے بعض دوسرے سرداروں کو جو اس کے طرف دار تھے ۔ مشورہ کے لئے طلب کیا ۔ لیکن سرداران نامبردہ کے بغیر اور کوئی سردار اس کے بلاوے پر نہیں آیا ۔ نواب خان محمد نے سردار جبیب اللہ خان نوشیروانی کو بھی امداد کے لکھا ۔ لیکن اس نے کوئی جواب

نہیں دیا۔ اور خاموشی اختیار کیا۔

شہزادہ بہرام خان کے متعلق انگریزوں کو اطلاع

انگریزی حکومت کو اطلاع مل چکی تھی کہ شہزادہ بہرام خان احمدزئی بھی نواب خان محمد کے ساتھ ملا ہوا ہے اور انگریزی حکومت کے خلاف بلوچستان میں تحریک آزادی کی رہنمائی کرنے کا خیال رکھتا ہے۔ اسی دوران میں عزیز اللہ نامی نواب خان محمد کا ایک کارندہ جو اسلحہ خریدنے مکران گیا ہوا تھا۔ وہاں پر گرفتار ہوا۔

انگریزی حکومت بلوچستان کی حوصلہ مندی سے کام لینا

نواب خان محمد کی ان تمام باغیانہ سرگرمیوں کے باوجود بلوچستان کی انگریزی حکومت نے حوصلہ اور بردباری کی پالیسی کے تحت اس وقت نواب مذکور پر ہاتھ ڈالنا مناسب خیال نہیں کیا۔ اس کی چند وجوہات تھیں

۱۔ انگریزی حکومت کو یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ امیر محمود خان کے اشارے پر شہزادہ بہرام خان۔ نواب خان محمد کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس کی امداد اور حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

۲۔ جھالاوان کے کچھ سرداروں کے علاوہ جن کی حیثیت بھی مشکوک تھی۔ باقی تمام سردار اور قبائل نواب خان محمد کے طرف دار تھے۔ اور اس کے گرد دیوانہ وار جمع تھے۔

۳۔ چاغی، خاران، مکران، ایرانی بلوچستان میں جرمن اور ترک جاسوسوں

کی سرگرمیوں سے انگریزی حکومت کے خلاف جذبہ جہاد تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مری اور بگٹی قبائل میں بھی بغاوت کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔

ان حالات میں نواب خان محمد پر ہاتھ ڈالنا تمام بلوچستان میں انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکانہ تھا۔ چنانچہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے انگریزوں کی مثالی تدبر اور حوصلہ مندی سے کام لے کر۔ نواب خان محمد کو چرب زبانی اور عفو اور درگزر کی کامیاب حکمت عملی سے اپنی راہ پر لانے کی کوششیں تیز کر دیں۔ جس میں اسے خلاف توقع بہت جلد کامیابی کے آثار نظر آنے لگے۔

انگریزی حکومت نے کوئٹہ میں نواب خان محمد کو آنے کی دعوت دی

۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء کو نواب خان محمد ایجنٹ کے دعوت پر کوئٹہ آیا۔ اور اس سے ملاقات کی۔ ایجنٹ نے کچھ دن نواب خان محمد کو کوئٹہ میں رکھ کر۔ اسکی بڑی خاطر مدارت کی۔ اور بعد آزان اسے مسٹر ٹکر پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ساتھ جھالاوان کے دورے پر روانہ کیا۔ لیکن مستونگ پہنچکر۔ نواب خان محمد کی نیت بدل گئی۔ کیونکہ اس کو کسی نے اس کی غلطی کا احساس دلایا۔ چنانچہ ایک رات مستونگ میں سرداران گرگ ناڑی اور ہارونی کو ساتھ لے کر۔ نواب خان محمد نے راہ فرار اختیار کر گیا۔ اور زہری پہنچکر۔ اس نے پولیٹیکل ایجنٹ کو لکھا۔ کہ اگر میرے مطالبات منظور

نہیں کیئے گئے ۔ تو میں کوئٹہ سے کراچی تک تمام ملک میں آگ لگا دونگا ۔ اور چالیس سال تک علم بغاوت کو بلند رکھونگا ۔

خان محمد پر لشکر کشی کی تجویز

انگریزی حکومت بلوچستان کو اب یقین ہوگیا ۔ کہ نواب خان محمد ان کے راہ پر نہیں آئے گا ۔ چنانچہ اب انگریزی حکومت بلوچستان اسے راستے سے ہٹانے کی تجویزیں سوچنے لگی ۔ پہلی تجویز یہ ہوئی کہ خان محمد کے خلاف انگریزی فوج بھیجنے سے قبائلی ہمدردیاں اس کے ساتھ ہونگی ۔ اور اسے مزید تقویت ملے گی ۔ اس لئے بہتر ہے ۔ کہ سرداروں کے قبائلی لشکروں سے اس پر حملہ کر دیا جائے ۔ تاکہ قبائل آپسمیں دست و گریبان ہو کر ۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کی انگیخت کو بھول جائیں ۔ ثانیاً یہ کہ کسی حاسد کو لالچ دے کر خان محمد کو مروایا جائے ۔ چنانچہ پہلی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرداران سراوان و جھالاوان کو لشکر جمع کرنے کا حکم دے دیا گیا ۔ خضدار کی حفاظت سردار نورالدین کی سپرد کی گئی ۔

نورالدین کا خان محمد سے ملنا

سردار نورالدین مینگل اور میر علم خان مینگل کا لشکر خضدار پہنچے ۔ جہاں سے سردار نور الدین نے ایک خفیہ قاصد بھیج کر نواب خان محمد کو ملاقات کے لئے باغیانہ طلب کیا جہاں پر دونو نے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کا حلف اٹھایا اور یہ طے کیا گیا ۔ سردار نورالدین خضدار کو

لوٹے اور نواب خان محمد سوراب کو لوٹ کر جنگ کی ابتدا کرے

سوراب اور خضدار کے شہروں کو لوٹنے کا منصوبہ

چنانچہ دوسرے دن سردار نورالدین ، میر علم خان کو باغبانہ کی حفاظت پر چھوڑ کر خود بظاہر خضدار کے قلعہ کے معائنہ کرنے کے لئے وہاں گیا - اور پھر یہاں اسی رات نورا نے خضدار کے قلعہ پر قبضہ کر کے خزانہ کو لوٹ لیا - اور نیابت میں آگ لگا دی - لیکن دوسرے دن میر علم خان مینگل اور سردار زہری خان موسیانی جو باغبانہ میں تھے - حملہ کر کے خضدار کا قلعہ نورا سے واپس چھین لیا - نورا اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر وڈھ چلا گیا -

سوراب پر نواب خان محمد کا حملہ

نواب خان محمد نے سوراب پر حملہ کرنے میں تاخیر کی - اس وقت تک سراوان کے سردار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ قلات میں جمع ہو چکے تھے - چنانچہ خضدار کی واقعہ کی اطلاع پا کر - پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سراوان کے سرداروں کو انکے لشکروں کے ساتھ بروقت سوراب کی حفاظت کو بھیج دیا - مکران لیوی کور کا ایک دستہ بھی سوراب میں موجود تھا سراوانی لشکر کے سوراب پر پہنچتے ہی سردار سلطان محمد ہارونی اور سرادر شہباز خان گرگ ناڑی نے سوراب پر جملہ کر دیا - اور ان کے ساتھ ہی نواب خان محمد اپنے لشکر کے ساتھ سوراب پہنچ گیا - مکران لیوی کور اور

سراوانی لشکر نے سوراب کے قلعہ کو بچائے رکھا۔ لیکن بازار اور گرد نواح کی بستیوں کو حملہ آوروں کی دستبرد سے نہ بچا سکے۔ جب نواب خان محمد لوٹ مار کے بعد سوراب سے واپس ہوا۔ تو سراوانی لشکر نے رحیم داد نامی ایک محمد شہی سوداگر کی حمایت میں جس سے مکران سے آتے ہوئے۔ سردار شہباز خان گرگناڑی نے چھ ہزار روپے لوٹ لئے تھے۔ گدر پر حملہ کیا سردار گرگناڑی کی فصلات کو تاراج کیا۔ گھر کو جلایا اور گاؤں کو لوٹ لیا۔ در حقیقت لوٹ مار کے یہ تمام واقعات پولیٹیکل ایجنٹ کے اشارے پر ہو رہے تھے۔ تاکہ سراوانی اور جھالاوانی قبائل میں زیادہ سے زیادہ منافرت پھیلے۔ اور وہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے پر تیار ہو جائیں۔

سلیمان گرگناڑی کا انتقام

سردار گرگناڑی کے گاؤں کو لوٹ کر سراوانی لشکر کے تین شاوانی لوٹ کا مال گھر پہنچانے جا رہے تھے۔ کہ رودین جو کے مقام پر سلیمان گرگناڑی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے سلیمان سے جس کو وہ نہیں پہچانتے تھے کہ نواب خان محمد اور سردار شہباز خان کا ساتھی اور مشہور مجاہد ہے۔ اپنا تمام حال بیان کیا۔ سلیمان اٹھا اور تینوں اجل رسیدہ شاوانیوں کو اپنے گاؤں اور سردار کے میار میں اسی جگہ پر گولی کا نشانہ بنا دیا۔

جام کمال خان جام لسبیلہ کے بھائیوں کا وڈھ جانا

میر مراد علی خان اور میر عبدالکریم خان عالیانی جام میر کمال خان جام لسبیلہ کے بھائی کچھ عرصہ سے جام کمال خان سے ناراض ہو کر کراچی میں بودوباش اختیار کر چکے تھے ۔ نواب خان محمد زرک زئی اور سردار نورالدین کی بغاوت کی خبر پاکر وہ بھی وڈھ پہنچ گئے ۔ اور سردار نوارلدین سے مل کر لسبیلہ پر حملہ لے جانے کی تیاریاں کرنے لگے ۔

جام لسبیلہ کمال خان کی گھبراہٹ

اس خبر کو سن کر جام کمال خان جام لسبیلہ بہت گھبرا گیا ۔ اور تار پر تار بھیج کر انگریزی حکومت سے فوجی امداد کا مطالبہ کرتا رہا ۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اسے بیلہ میں رہ کر علاقہ کی حفاظت کرنے کی سخت تاکید کی ۔ لیکن جام کو بیلہ میں رہ سکنے کا حوصلہ نہیں ہوا ۔ اپنے اہل و عیال کو کراچی روانہ کرنے کے چند دن بعد خود بھی کراچی پہنچا ۔ اس پر انگریزی حکومت نے بیلہ کی حفاظت کی ذمہ داری سردار فقیر محمد بزنجو کی سپرد کی ۔ جس نے اپنے بیٹے میر ہمیرا کو لشکر دے کر علاقہ کی حفاظت کرنے بیلہ روانہ کر دیا ۔

نواب خان محمد کی معزولی

جب نواب خان محمد کی سرگرمیاں آگ کی طرح تمام علاقہ میں پھیل گئیں ۔ تب کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات ۱۰۶ ہزارہ پلٹن ۔ اور ایک کمپنی سفر مینہ کو لے کر جھالاوان کے حفاظت کے لئے روانہ ہوا ۔

سوراب کے مقام پر ایک سرداری جرگہ منعقد کیا ۔ جس میں سراوان کے تمام سردار اور جھالاوان کے موافق سرداوں نے شرکت کی ۔ اس جرگہ سے پولیٹیکل ایجنٹ کی خواہشات کی تکمیل میں نواب خان محمد زرک زئی کو قبیلہ زہری کی سرداری سے معزول کر کے اس کے خلاف سخت فوجی کاروائی کرنے کی سفارش کی ۔ جرگہ کی رائے معلوم کرنے کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ نے نواب خان محمد زرک زئی کو سرداری سے معزول اور انگریزی حکومت بلوچستان کا باغی قرار دیا ۔ اور جھالاوان کے ان تمام سرداروں کو جو اس جرگہ میں شامل نہیں تھے ۔ متنبہ کیا کہ وہ حکومت برطانیہ اور نواب خان محمد میں سے ایک کا دوستی کا انتخاب کریں ۔

خان محمد کی جوابی کاروائی

سرداران قلات کے جرگہ کے اس فیصلہ نے نواب خان محمد کو بہت مشتعل کر دیا ۔ سندھ کی سرحد پر ڈاکے ڈالنے اور لوٹ مار کے لئے اس نے متعدد دستے روانہ کئے نورا گہرام، سلیمان گرگناڑی اس سلسلہ میں بہت سرگرم رہے اور سندھ کی حدود میں پے در پے کئی ڈاکے ڈالے ۔ ۲۴ جون ۱۹۱۵ء کی رات کو نواب خان محمد نے پولیٹیکل ایجنٹ کے کیمپ پر جواب تک سوراب میں تھا ۔ شبخون مارا لیکن کامیابی حاصل نہ کر سکا ۔ البتہ پانی کے چشموں کو پولیٹیکل ایجنٹ کے کیمپ سے کاٹ دیا ۔ دوسرے دن مکران لیوی کور کا ایک دستہ چشموں پر قبضہ کرنے کو بڑھا ۔ لیکن

شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ دو دن تک پولیٹیکل ایجنٹ کی سپاہ اور نواب خان محمد کے لشکر کی درمیان دور دور سے گولیاں چلتی رہی لیکن جم کر لڑائی نہیں ہوئی۔ تیسرے دن خان محمد خود بخود اپنے مورچے چھوڑ کر زہری چلا گیا۔ اور وہاں سے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر میر گٹ چلا گیا۔ کرنل ڈیو پولیٹکل ایجنٹ اس کے تعاقب میں ۲۹ جون ۱۹۱۵ء کو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ زہری پہنچا۔ ۳ جولائی ۱۹۱۵ء کو سرداران قلات کے ایک جرگہ نے پھر میر پسند خان کو اس کے بیٹے نواب خان محمد کی بجائے قبیلہ زہری کا سردار مقرر کیا۔ جھالاوان کے تمام سرداروں پر انعام و اکرام کی بارش کی گئی اور انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ تمام سردار جو پولیٹیکل ایجنٹ کے سامنے نواب خان محمد کی مخالفت کے بڑے بڑے دعوی کیا کرتے تھے۔ اس کے سامنے بھیگی بلی بن جاتے تھے۔

خان محمد کی شہادت

اس دوران میں نواب خان محمد کے گرد تقریباً۔ دس ہزار بلوچوں کا ایک لشکر جمع ہو چکا۔ جسے لے کر نواب خان محمد زہری سے ہوتے ہوئے۔ قلات کی طرف آگے بڑھنے کے ارادے سے روانہ ہوا ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء کی شام کو نواب خان محمد نے گٹ زہری سے چند میل کے فاصلے پر کیمپ کیا۔ اس کا بھائی نوروز خان جو اسے بہت عزیز تھا۔ سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ انگریزی حکومت کے ایجنٹوں کا آلہ کار بن گیا تھا۔ لیکن خان

محمد کو اپنے عزیز بھائی کی غداری کا علم نہ تھا ۔ اسے اپنے خیمہ میں ساتھ رکھا ہوا تھا ۔ رات کو جب مجاہدین کا تمام لشکر آرام کر رہا تھا ۔ نواب خان محمد بھی اپنے عزیز بھائی پر بھروسہ کر کے میٹھی نیند سویا ہوا تھا ۔ دونوں کے بستر ساتھ ساتھ بچھے ہوئے تھے ۔ آدھی رات کے وقت نوروز خان نے اپنے بستر پر لیٹے لیٹے بندوق کا منہ اس کی پیٹھ میں دے کر لبلبی دبا دی ۔ دھماکہ سے تمام کیمپ میں کھلبلی مچ گئی ۔ سردار شہباز خان گرگناڑی کا بیٹا ۔ میر شیر علی خان پہلا شخص تھا ۔ جس نے نواب خان محمد کے خیمے کے اندر نوروز خان کو دبوچ لیا ۔ لیکن نوروز خان کے گریہ و فریاد سے کہ باہر سے کسی شخص نے اس کے بھائی کو شہید کیا ہے ۔ شیر علی خان جو خود بھی اس اچانک حملہ سے حواس باختہ ہو چکا تھا ۔ دھوکہ کھا گیا ۔ نوروز خان کو چھوڑ کر قاتل کے تلاش کے لئے باہر نکل گیا ۔ تمام لشکر میں دوڑو ۔ پکڑو کے شور سے کہرام مچ گیا ۔ چنانچہ اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر نوروز خان ۔ دس ہزار لشکر کے بیچ سے جان بچا کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ۔ گرتے پڑتے سردار موسیانی کی پناہ میں چلا گیا ۔ جو بلبل میں تھا ۔ کیونکہ سردار موسیانی خفیہ طور پر انگریزوں سے ملا ہوا تھا ۔ جہاں سے سردار موسیانی نے نوروز خان کو انگریزوں کے کیمپ پہنچا دیا ۔

نواب خان محمد کی شہادت کے بعد اس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی

جب نواب خان محمد شہید ہوا۔ تو اس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہر کسے بر کوئے نکل گیا۔ نوروز خان نے اپنے بھائی کو صرف شہید نہیں کیا۔ بلکہ غلام بلوچستان کو ایک مرد مجاہد۔ غازی اور جذبہ آزادی سے سرشار ایسی قابل فخر ہستی سے محروم کر دیا۔ جس کا نعم البدل مادر بلوچستان کافی عرصہ تک پیدا نہ کر سکا۔ نوروز خان نے بلوچ قوم اور بلوچستان سے بہت بڑی غداری کی جس کی نظیر نہیں ملتی جس کا بہت بعد میں پاکستان دور حکومت میں اسی نوروز خان نے کفارہ ادا کیا۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے تاثرات

کہتے ہیں کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کرنل ڈیو کو نواب خان محمد کی شہادت کی خبر ملی۔ تو (ڈیو) خوشی سے اچھل کر کہا۔

"کہ اب بلوچستان ہمارا ہے"

پولیٹیکل ایجنٹ قلات نواب خان محمد کی ہردلعزیزی کی وجوہات یوں بیان کرتا ہے۔

کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نواب خان محمد کی جنگ آزادی اور قبائل میں اس کی عام مقبولیت کی یہ وجوہات بیان کرتا ہے۔

۱۔ نواب خان محمد ایک جذباتی شخص تھا۔ اور ابتداء سے انگریزی حکومت

کے خلاف تھا۔

۲ - ترکی کی جنگ میں آنے سے علاقے میں مذہبی پروپیگنڈا کے ذریعے جو ایک طرف ایران کی سرحد سے براستہ مکران اور دوسری طرف سے سندھ سے پھیلایا جارہا تھا۔ انگریزی حکومت کے خلاف بلوچوں کو اشتعال دلایا جا رہا تھا۔

۳ - نواب خان محمد اور اس کے ساتھی شہباز خان گرگ ناڑی کے نظریات جھالاوان کے باشندوں کو مذہبی نقطہ نظر سے اور لوٹ مار کے لالچ سے بھی مرعوب تھے۔

۴ - نواب خان محمد اور اس کے مجاہدوں کی خواہش یہ بھی تھی - کہ ملک پر قبضہ کرکے - جرنیل شہزادہ بہرام خان کو امیر بلوچستان مقرر کریں۔

۵ - عوام کو اس امر کا یقین دلایا گیا تھا - کہ امیر کابل بھی جہاد میں ترکی کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں۔

۶ - جرمن اور ترک جاسوسوں کی طرف سے انگریزی شکست کی خبریں پمفلٹوں اور اشتہاروں کے ذریعے تیزی سے پھیلانا جاری تھیں۔

وقتی سکوں بلوچستان میں

نواب خان محمد کی شہادت سے مجاہدوں کی حلقوں میں کمزوری اور انتشار کی جو حالت پیدا ہوگئی تھی - اس سے انگریزی حکومت نے عام معافی و درگزر کی پالیسی پر عمل کرکے خوب فائدہ اٹھایا - سردار نورالدین

مینگل اور سردار شہباز خان گرگناڑی کے علاوہ جھالاوان کے باقی ان تمام سرداروں نے جو نواب خان محمد کے ساتھ تھے اور جو انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کا حلف اٹھا چکے تھے ۔ ایک ایک کرکے انگریزی حکومت کی اطاعت قبول کر لی ۔ تین ماہ بعد جب سبی سے کرنل ڈیو براستہ مولا جھالاوان کے دورے پر نکلا ۔ تو سردار نورالدین مینگل اور سردار شہباز خان گرگناڑی بھی جو اب بالکل اکیلے رہ گئے تھے ۔ اپنے مٹھی پر ساتھیوں نورا ۔ لالو ۔ گوہرام اور محمد حسین وغیرہ کے ساتھ زہری کے مقام پر کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملے ۔ مگر کرنل ڈیو کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ چند وقت علاقہ میں سکون رہا ۔

سردار نورالدین کی بغاوت

نواب خان محمد کی شہادت سے مجاہدین وطن کو جو عظیم نقصان ہوا ۔ اور ساتھ زبردست صدمہ بھی ہوا ۔ رفتہ رفتہ اس کے اثرات زائل ہوگئے ۔ چنانچہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۶ء میں سردار نورالدین مینگل ۔ اور سردار شہباز گرگناڑی نے ایک بار پھر انگریزی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ۔ انگریزی لیویز کی چوکیوں اور تھانوں پر جھالاوان میں جابجا حملے شروع ہوئے اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا ۔

سردار نورالدین کے خلاف اقدامات

جب سردار نورالدین مینگل اور سردار شہباز خان گرگناڑی کی بغاوت

اپنا اثر دکھانے لگی ۔ نورا ۔ گوہرام اور سلیمان وغیرہ نے سندھ کی سرحدات پر ڈاکے ڈالنے اور لوٹ مار کرنا اپنا شعار بنا لیا ۔ اور تمام جھالاوان میں بے چینی اور بد امنی کے آثار پھوٹنے لگی ۔ تو بلوچستان کی انگریزی حکومت نے خان بہادر میر رحیم خان اور خان بہادر میر علم خان شاہی زئی مینگلوں کو گھڑ سوار لیویز کے دستے بھرتی کر کے سردار نورالدین کے خلاف جارحانہ اقدامات کرنے کی ہدایت کی لیکن میر رحیم خان اور میر علم خان نے متفقہ طور پر سردار نورالدین اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ میں کمزوری کا اظہار کر کے ۔ معذوری ظاہر کی اس پر سردار نگسی کو جھالاوان کے علاقہ مینگل میں اپنے لشکر کے ساتھ امن بحال کرنے کو کہا گیا ۔ لیکن اسے بھی ہمت نہ ہوئی صرف سردار زہری خان موسیانی درہ مولہ کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لی ۔ سوراب اور خضدار کے قلعوں میں مکران لیویز کے دستے متعین کئے گئے ۔ ۲۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے فوج کے ایک دستے کے ساتھ جھالاوان کا رخ کیا ۔

نورالدین کی فراری

۸ مارچ ۱۹۱۶ء کو سردار نورالدین اور سردار شہباز خان گرگناڑی اپنے کئی دوسرے سرکردہ مجاہدوں کے ساتھ سردار پہاڑ خان ساسولی کے بیٹے میر رسول بخش سے ملنے زہری گئے ۔ میر رسول بخش ایک بہادر نوجوان اور نواب خان محمد کے معتمد اور دلیر ساتھیوں میں سے تھا ۔ اس دن پیر کمال

کے مزار پر سردار نورالدین اور سردار شہباز خان نے اپنے معتمد ساتھیوں کو جن میں میر رسول بخش ساسولی ۔ میر خان محمد پسر سردار شہباز خان گرگناڑی ۔ گواہرام ۔ لالو ۔ نورا ۔ اور کئی دوسرے نوجوان شامل تھے ۔ قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر حلف دیا کہ ان کی غیر موجودگی میں انگریزی حکومت کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے ۔ سمجھوتہ نہیں کریں گے ۔ اور آخیر دم تک اپنی لڑائی جاری رکھیں گے ۔یہاں سے ہی سردار نورالدین اور سردار شہباز خان تیس مجاہدین کے ساتھ جرمنی اور ترکی کے نمائندوں سے مل کر ہتھیار اور امداد حاصل کرنے پنجگور کے راستے ایرانی بلوچستان چلے گئے ۔

اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کے مجاہدین کی گرفتاری کا احکامات

اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ نے میر رحیم خان اور میر علم خان کو خضدار طلب کر کے نورا ۔ گواہرام ۔ اور سردار نورالدین اور شہباز خان کے دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی ہدایت کی مگر ان دونوں نے ان کے مقابلے میں پھر اپنی کمزوری اور معذوری کا اظہار کیا ۔

میر رسول بخش کی سرگرمیاں

سردار نورالدین اور شہباز خان کے بعد مجاہدین کی قیادت میر رسول بخش ساسولی کے ہاتھ آئی ۔ جسے نواب پسند خان زرک زئی کی بھی خفیہ حمایت حاصل تھی ۔ اگرچہ وہ خود بہ ظاہر اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کے

کیمپ میں تھا ۔ میر رسول بخش کی سر کردگی میں مجاہدین نے لاڑکانہ اور سندھ کے دیگر مقامات پر پے در پے حملے کئے ۔ اور علاقہ میں زبردست سنسنی پھیلا دی ۔ ۱۲ اپریل ۱۹۱۶ء کو لالو، گوہرام، نورا، خان محمد گرگناڑی نے لاکھوریاں کے مقام پر سرکاری ڈاک کو لوٹ لیا ۔ اور پھر اسی دن حملہ کر کے سوراب کے بازار کو لوٹا سوراب کے قلعہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن سردار سلطان محمد ہارونی نے اپنے قبائلی لشکر سے محصور قلعہ کو امداد دی اور قلعہ بچ گیا ۔

گریشہ اور مشکے میں فساد

گریشہ اور مشکے کے علاقہ میں میر محمد ساجدی میر موسیٰ خان محمد حسنی، میر عبداللہ خان محمد حسنی نے لوٹ مار مچا دی الغرض مجاہدین ۔ کی طرف سے اس قسم کے چھوٹے بڑے واقعات آئے دن ہونے لگے ۔ جس سے تمام جھالاوان میں سنسنی اور بدامنی پھیل گئی کوئی سرکاری تھانہ، چوکی اور نیابت مجاہدین کی دستبرد سے نہیں بچ سکی ۔ رسل و رسائل کے ذرائع مسدود ہو گئے ۔

کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ کا آمد جھالاوان میں

۳۰ مئی ۱۹۱۶ء کو کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات ایک دستہ پہاڑی توپ خانہ ایک ترپ گوالیار رسالہ ۔ ۱۰۶ نمبر ہزارہ پلٹن کے دو سو جوان اور ان کے علاوہ سرداران سراوان کے قبائلی لشکر کو ساتھ لے کر سردار

نورالدین کی بھڑکائی ہوئی بغاوت کی آگ بجھانے جھالاوان روانہ ہوا مکران لیویز کے کئی دستے پہلے سے جھالاوان میں مصروف عمل تھے۔

کرنل ڈیو نے جھالاوان میں داخل ہوتے ہی لوٹ مار اور آتش زنی شروع کی۔ گدر میں سردار گرگ ناڑی کے قلعہ کو بارود سے اڑا کر مسمار کر دیا۔ اور اس کے گاؤں میں لوٹ مار کے بعد آگ لگا دی۔

لاکوریا پر حملہ

لاکوریا کے مقام پر گرگناڑیوں کے ایک گاؤں پر حملہ کر کے ۲۰ افراد کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے ریوڑوں کو لوٹ لیا۔ اس کے علاوہ جابجا مشتبہ افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش کی اور ان کے گھروں کو جلاتا رہا۔ لوٹ مار کی یہ تمام حرکتیں جان بوجھ کر سراوانی لشکر اور لیویز سے کراتا رہا تاکہ ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ سراوانی اور جھالاوانی قبائل میں منافرت پھیلے اور ان کے متحد ہو کر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا خطرہ باقی نہ رہے۔

سرداروں کو پابند ضمانت کرنا

کرنل ڈیو جب خضدار پہنچا۔ تو نواب پسند خان زرک زئی کو جس کا رویہ مشکوک خیال کیا جاتا تھا۔ پرامن رہنے کے لیئے ضمانت کا پابند کیا۔ اور جھالاوان کے دوسرے سرداروں کو اپنے اپنے علاقے میں امن قائم رکھنے کے ذمہ دار گردانا گیا۔ چونکہ سردار رستم خان محمد حسنی کا رویہ مشکوک تھا

اسلیئے اسکی بجائے سردار فقیر محمد بزنجو کو علاقہ گریشہ اور مشکے میں بحالی امن پر مامور کیا گیا۔

میر رسول بخش کی گرفتاری

خان صاحب میر شادی خان بنگل زئی کو سراوانی لشکر کے علاوہ رسالدار میر بنی بخش بنگزئی کے زیر کمان مکران لیویز کا ایک دستہ ساتھ دے کر میر رسول بخش ساسولی کی گرفتاری پر مامور کر کے زہری بھیج دیا گیا

کپتان ہنڈرسن کو گوالیار رسالہ اور ہزارہ پلٹن کا ایک دستہ دے کر۔ نورا۔ اور اسکے ساتھیوں کے خلاف اقدامات کر کے وڈھ روانہ کر دیا۔ رسالدار میر غلام نبی کرد۔ لیویز کے ایک دستہ کے ساتھ قبل ازین وڈھ میں موجود تھا۔

نورا اور خان محمد کی زیدی کی طرف روانگی

نورا اور خان محمد جو اس وقت پب کے پہاڑ پر تھے۔ میر رسول بخش ساسولی کے خلاف جب انگریزی فوج و لشکر کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے خیال کیا کہ کرنل ڈیو کا حملہ کا رخ زیدی کی طرف ہے۔ چنانچہ وہ کل اکیس جوان تھے۔ میر رسول بخش کی امداد کو زیدی روانہ ہوئے۔ تمام دن منزل طے کرنے کے بعد جب کہ وہ اب تک رسول بخش کے پاس بھی نہیں پہنچ سکے تھے۔ انہیں وڈھ پر انگریزی فوج کی چڑھائی کی خبر

مل گئی - اب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا - اس وقت شام ہو چکی تھی اور زور کی بارش برس رہی تھی - ان کے پاس کل دو رائفلیں تھیں - جن میں ایک خان محمد کے پاس اور دوسرا نورا کے پاس تھی - باقی انیس کے پاس توڑیدار ملکی بندوقیں تھیں یا صرف تلوار -

نورا اور خان محمد کی وڈھ کی طرف روانگی

نورا اور خان محمد نے وڈھ پر چڑھائی کی خبر سن کر انہوں نے خیال کیا کہ میر رسول بخش پر حملہ کی خبر غلط اور محض انہیں دھوکہ دینے کے لئے اڑائی گئی ہے - اصل حملہ وڈھ پر ہے - چنانچہ دم لئے بغیر وہ الٹے پاوں اندھیری رات میں - ٹھوکریں کھاتے اور بارش میں بھیگتے ہوئے وڈھ کی طرف چل پڑے اور ایسی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا - کہ تقریباً پچاس میل کی مسافت راتوں رات طے کر کے - علی الصباح جب کہ رات کی تاریکی اب تک باقی تھی - پھر پپ کی چوٹیوں پر پہنچ گئے - اس وقت انہیں گواہرام کے گاوں پر جو مصدود چند گھر تھے - گولیوں کی باڑھ مارنے کی آواز سنائی دی -

کپتان ہینڈرسن کے گواہرام کے گھروں کا محاصرہ

کپتان ہینڈرسن نے اپنے زیر کمان پلٹن رسالہ - اور لیویز کی مشترکہ فوج کے ساتھ تاریکی میں گوہرام کے گھروں کو گھیرے میں لے لیا - صبح جب گواہرام لالو اور حسن جو اسی گاوں میں اپنے گھروں میں آرام سے بے

خبر سورہے تھے - بیدار ہوئے تو اپنے کو چاروں طرف سے انگریزی فوج میں گھرا ہوا پایا - ہینڈرسن نے لیویز کے سپائیوں کے ذریعے انہیں ہتھیار ڈالنے کو کھلا بھیجا لیکن ان جانباز مجاہدوں نے گرفتاری پر موت کو ترجیح دی اور بندوقیں لے کر جام شہادت پینے میدان میں نکل آئے اور بالآخر لڑتے ہوئے ان بہادر اور سورماوں نے مردوں کی طرح جام شہادت نوش فرمایا انگریزی فوج ان کی گھروں پر اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کرتی رہی - جس سے کئی عورتیں اور بچے شہید ہوئے - مویشی مارے گئے -

مجاہد نورا اور خان محمد کی آمد

انگریزی فوج گواہرام اور اسکے بہادر ساتھیوں کو شہید کرنے کے بعد ان کے گھروں کی لوٹ مار میں مصروف تھی - کہ نورا اور خان محمد اپنے مجاہدوں کے ساتھ پپ کے پہاڑ کے دامن تک اتر آئے - اس وقت سامنے سے ہزارہ پلٹن گشادزئی طائفہ کے کے گاوں کو جو پب کے پہاڑ پر تھا لوٹنے اور تاراج کرنے کے ارادہ بڑھی چلی آرئی تھی - مجاہدین کے بائیں طرف دو پہاڑیاں تھیں - نورا نے اپنے چودہ ساتھیوں کو ان پہاڑوں پر مورچہ لینے کو بھیجا - خود اور خان محمد پانچ بہادروں کے ساتھ کچھ دور آگے چل کر ایک جھاڑی دار ندی میں چھپ گئے -

پلٹن ہر چند نزدیک آتی رہی اس پر گولی نہیں چلائی جا سکی کیونکہ توڑے دار ملکی بندوق میں بھرئی ہوئی بارود گزشتہ رات کی بارش سے نم

آلود ہو کر آگ نہیں پکڑتی تھی - اس پر نورا اور خان محمد نے جن کے پاس رائفلیں تھیں - پلٹن پر گولیاں چلانی شروع کیں - بندوقوں کی آواز سے پلٹن کے سپاہی فوجی طریقوں کے مطابق لیٹ گئے زمیں ناہموار اور جھاڑی دار تھی لیٹتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گئے گولیاں برسنے لگیں -

نورا نے خیال کیا کہ اس طرح گواہرام اور دوسرے ساتھیوں کے خون کا عوض نہیں چکایا جاسکتا - پانچ اور مجاہدین ان کے ساتھ تھے - ان کے پاس صرف تلواریں تھیں - اور جن کا اب رسالہ سے بچ نکلنا بھی مشکل تھا - نورا نے ان کو فوج پر حملہ کر کے جام شہادت پینے کا مشورہ دیا ان شیر دل اور سرفروش بلوچوں نے آو دیکھا نہ تاو - اللہ اکبر کے نعرہ لگا کر حملہ کر دیا - پہاڑوں پر مورچہ بند نمازیوں نے بھی ان کو دیکھ کر یا علی کا نعرہ لگا کر حملہ کر دیا - لیکن دشمن تک پہنچتے پہنچتے سب شہید ہو گئے -

کپتان ہنڈرسن کا مارا جانا

ان مجاہدوں میں سے ایک بالکل تلوار کا ہاتھ مارنے تک فاصلے پر سپاہی کے نزدیک پہنچ گیا - اس وقت کپتان ہنڈرسن نے اٹھ کر اس پر اپنے پستول سے گولی چلائی کپتان ہنڈرسن کا ظاہر ہونا تھا کہ نورا کی گولی اسکے دل کے پار ہوئی کپتان پارگیڈ ہنڈرسن کی لاش تک پہنچنے کے لئے رینگتے ہوئے آگے بڑھا جب پارگیٹ اپنے ساتھی آفسر کی لاش کی طرف رینگنے لگا تو نورا نے اسے دیکھ کر خان محمد سے کہا کہ دیکھئے کفتار (چرخ) کس ہوشیاری سے

لاش کی طرف آرہا ہے ۔ جون ہی بارگیڈ نے ہنڈرسن کی لاش کو پاؤں سے پکڑا کہ نورا کی گولی اسکی پیشانی چھید کر نکل گئی ۔ اور وہ بھی اپنے ساتھی آفسر کی لاش کے پہلو میں ڈھیر ہوگیا ۔

لیفٹیننٹ کلینکل اٹھا ۔ لیکن نورا کی گولی نے اسکی ٹوپی اڑا کر اسے وہیں لیٹنے پر مجبور کردیا ۔ آفسروں کے مارے جانے سے سپاہیوں میں نظم قائم نہ رہ سکا ۔ جس سے خان محمد اور نورا کو انہیں نشانہ بنانے کا اچھا موقع ہاتھ آیا ۔ پے در پے کئی اور سپاہی ان کی گولیوں کا نشانہ بن کر راہی ملک عدم ہوئے ۔ پلٹن پیچھے ہٹ گئی اور رسالہ نے اپنا حملہ شروع کیا ۔ رسالہ کا ایک جمعدار حملہ کے وقت آگے آگے تھا ۔ خان محمد کی پہلی گولی نے اسے زمین پر لڑھکا دیا ۔ دوسرا سوار نورا کی گولی سے زمین پر آرہا تھا ۔ کہ رسالہ دو حصوں میں بٹ کر ان سے گزرگیا ان سواروں کی پیٹھ ان کی طرف ہوئی ۔ تو دو سوار اور پشت زین سے خاک زمین پر تڑپنے لگے ۔ رسالہ کو منہ موڑ کر بار ثانی حملہ کی جرات نہ ہوئی نورا اور خان محمد چھپے چھپاتے بپ کے سر بفلک پہاڑ پر چڑھ گئے جس پر ان کا تعاقب کرنا مارخور کو ہاتھ سے پکڑنے کے بمصداق تھی ۔

نورا کا دوران جنگ بشاش رہنا

کہتے ہیں نورا جنگ کے دوران بہت بشاش رہتا تھا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مزاق کرتا تھا ۔ لیکن لڑائی کے

مورچے سے باہر خاموش اور پر سکون رہتا تھا۔ اور بہت سنجیدہ رہتا تھا۔

کرنل ڈیو کا وہیر پہنچنا

25 جون 1916 ۔ کو کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات وہیر پہنچا۔ اسے لیفٹیننٹ کلنکیل کی طرف سے نورا اور خان محمد کے ساتھ مڈبھیڑ کی اطلاع دی گئی اس لڑائی میں انگریزی فوج کے دو کپتان ایک رسالہ کا جمعدار اور کئی سپاہی مارے گئے تھے مجاہدین کی طرف سے گواہرام اور اسکے ساتھیوں کے علاوہ انیس مینگل اور شہید ہوئے انگریزی کپتانوں کی موت کی خبر سن کر کرنل ڈیو آگ بگولا ہوگیا۔ وڈھ پہنچتے ہی اس نے میر ولی محمد میر جمعہ خان اور کئی دوسرے مینگل معتبرین کو جو اگرچہ انگریزی حکومت کے وفادار تھے گرفتار کرلیا لیکن بعد از آں ایک شدید زجروتوبیخ کے بعد انہیں رہا کردیا۔

سردار نورالدین کے گھر سے جرمن پمفلٹوں کی برآمدگی

اسی دوران سردار نورالدین کی گھر کی تلاشی لی گئی ۔۔ جہاں سے تبلیغ جہاد سے متعلق ترکوں ، جرمنوں اور علمائے ہند کی بے شمار پمفلٹیں اور اعلانات برآمد ہوئے ۔ تلاشی کے بعد سردار نورالدین کے گھر کو لٹوایا گیا۔

رسول بخش ساسولی سے مڈبھیڑ

میر شادی خان بنگل زئی اور میر نبی بخش کردنے اپنے لشکر و لیویز کے ساتھ زیدی سے آگے گاج میں میر رسول بخش کے ساتھ ٹکرائے ۔

فریقین میں شدید جھڑپ ہوئی جس میں رسول بخش کے بارہ آدمی مارے گئے دو گرفتار ہوئے ۔ خضدار سے ایک پارٹی میر شادی خان کی امداد کو چلی اس پارٹی نے ایک جگہ اطلاع پاکر احمان زئی ساسولیوں پر حملہ کیا ۔ جن کے پاس میر رسول بخش کے اہل وعیال مقیم تھے ۔ احمان زئی شکست کھاکر فرار ہوگئے اور میر رسول بخش کے اہل و عیال کو گرفتار کردیا گیا ۔

لوٹ مار اور آتش زنی کا بازار کا گرم رہنا

چند وقت وڈھ میں قیام کرکے کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے وڈھ مشکے ، گریشہ ، زہری گاج ، کلاچی کے علاقوں میں سراوان کے قبائلی لشکر اور لیویز کو اپنے بھائیوں کی لوٹ مار اور آتش زنی اور گرفتاریوں کی کھلی اجازت دے دی ۔ جھالاوان کے علاقوں میں ایسی اودھم مچادی گئی کہ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی یاد تازہ ہوگئی ۔ ان ہنگاموں میں سردار نورالدین اور شہباز خان کے کئی ساتھی گرفتار ہوئے ۔ کئی مجاہد لڑتے ہوئے شہید ہوئے ۔

نورا اور خان محمد کا تعاقب جاری رہا

اسی دوران نورا اور خان محمد کا تعاقب جاری رہا مگر وہ لڑتے بھڑتے ہاتھ نہ آسکے ایک مڈبھیڑ میں (نورا) کا خسر مارا گیا ۔ اسکے سامان سے نورا کے کارتوسوں کا ذخیرہ جو ایک خورجین میں تھا ۔ دشمن کے ہاتھ آیا نورا نے اس عرصہ میں جا بجا ڈاکے ڈالے اور انگریزی چوکیوں پر گولیاں برسائیں ۔ ایک

دفعہ وڈھ اور خضدار جانے والی سڑک پر ڈاک لوٹ کر سپاہیوں کو مار ڈالا۔ اور سندھ کی سرحد پر بھی اس کے ساتھیوں نے کئی کامیاب ڈاکے ڈالے۔

محمد ساجدی اور عبداللہ محمد حسنی کی گرفتاری

سردار فقیر محمد بزنجو اور رسلدار غلام نبی کرد کو ساتھ لے کر ڈپٹی اسسٹنٹ کیقباد محمد ساجدی اور اس کے گروہ کی گرفتاری کے لئے مشکے کے طرف نکلا مشکے کے نزدیک ایک جھڑپ میں محمد ساجدی عبداللہ خان محمد حسنی موسیٰ خان محمد حسنی گرفتار کرلئے گئے۔ ان کے ساتھی محمد جنگ اور دو مجاہد شہید ہوئے۔ کچھ ساتھی زخمی ہوئے۔

نورا کے بھتیجے مامی کی گرفتاری

ان ہی دنوں میں ایک اور جھڑپ میں نورا کے بھتیجے مامی اور جانو جو نورا کے اہل و عیال کے ساتھ تھے۔ سردار شہباز خان گرگناڑی کا داماد حسین خان تمبرانی بزنجو گرفتار ہوئے۔

جرمن اشتہارات کی برآمدگی

سردار فقیر محمد بزنجو نے سردار شہباز خان گرگناڑی کے ایک غلام ملک داد کو گرفتار کر لیا۔ جو سردار نورالدین اور شہباز خان کے ساتھ فرار ہوگیا تھا۔ اس کے پاس جرمنی اور ترکی میں شائع شدہ اردو زبان میں پمفلٹوں اور اعلانوں کا ایک بنڈل برآمد ہوا۔ جس میں انگریز حکومت کے خلاف جہاد کی تبلیغ کی گئی تھی۔ ملک داد پمفلٹوں کو علاقہ میں تقسیم کرنے

جارہا تھا۔ مگر پکڑا گیا۔

سردار نورالدین کی جھالاوان واپسی

ملک داد غلام کی زبانی انگریزی حکومت کو معلوم ہوا ۔ کہ سردار نورالدین اور سردار شہباز خان ایران سے واپس ہو کر خاران پہنچ گئے ہیں ۔ لیکن سردار خاران نے ان کو امداد دینے سے انکار کر دیا ہے ۔ لہذا اب چاروں طرف سے مایوس ہو کر واپس جھالاوان آرہے ہیں ۔

آبو گرگناڑی کی گرفتاری

نال سے کرنل ڈیو کو اطلاع دی گئی کہ آبو گرگناڑی اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ پارکو کے پہاڑوں میں چھپا ہوا ہے ۔ خضدار سے ہزارہ پلٹن کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کو روانہ کر دیا گیا ۔ آبو اور اسکے ساتھی سخت مقابلہ کیا ۔ بالاخر آبو گرفتار ہوا ۔ اور اس کے تین ساتھی شہید ہوئے ۔ پلٹن کے تین آدمی مارے گئے ۔ اور کچھ زخمی ہوئے

باب پنجم

سردار نورالدین کی واپسی

جھالاوان سے نکل کر سردار نورالدین اور شہباز خان اس غرض سے ایرانی بلوچستان گئے ۔ کہ وہاں پر مقیم جرمن اور ترک ایجنٹوں سے مل کر اسلحہ اور امداد حاصل کر سکیں ۔ لیکن وہاں پہنچ کر انہیں سخت مایوسی ہوئی کوئی جرمن یا ترک نمائندہ انہیں نہیں مل سکا ۔ مجبور ہو کر سردار بہرام خان کے پاس بھمپور گئے ۔ سردار بہرام خان نے شروع میں ان کی خوب خاطر و مدارت کی اور ان سے امداد دینے کا وعدہ بھی کیا ۔ لیکن اسی دوران کرنل ڈیو بھی مکران کے دورے پر تربت پہنچا ۔ جہاں سے اس نے میر مہراب خان گچکی کے ذریعے سردار بہرام خان کو لالچ دے کر ۔ سردار نورالدین کی امداد کرنے کے خیال سے پھیر دیا ۔ سردار بہرام خان کرنل ڈیو سے ملنے مند تک آیا ۔ سردار نورالدین اور شہباز خان بھی اس کے ساتھ تھے ۔ جن کے لئے اس نے کرنل ڈیو کے ساتھ صلح و صفائی کی گفت و شنید کی ۔ لیکن کامیاب نہیں ہوا ۔ کرنل ڈیو نے اس سے غیر مشروط طور پر نورالدین اور شہباز خان کے بازو طلب کئے جو اس نے بلوچی ننگ میں آکر اس کے حوالے نہیں کئے ۔ البتہ مند سے واپسی پر اس نے ان کو اپنے علاقہ سے بے نیل و مرام رخصت کر دیا ۔ سردار نورالدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ کئی مہینے ایرانی بلوچستان میں بھٹکنے کے بعد خاران پہنچا میر جیب اللہ

خان نوشیروانی سردار خاران نے امداد دینے سے معذوری ظاہر کی یہاں سے سردار نورالدین نے افغانستان جانے کی بجائے واپس جھالاوان کا رخ کیا۔

میر رسول بخش کی گرفتاری

اسی دوران جب نورالدین اور شہباز خان کے واپس جھالاوان آنے کی خبر گرم تھی کرنل ڈیو نے نواب پسند خان زرک زئی کو میر رسول بخش ساسولی کو گرفتار کر کے پیش کرنے پر مجبور کیا۔ بالآخر نواب پسند خان کے دم دلاسہ اور سردار نورالدین کی ناکام واپسی کی خبر سے دل شکن ہو کر۔ میر رسول بخش نے ہتھیار ڈال کر اپنے کو نواب پسند خان کے سپرد کیا۔ جس نے اسے گرفتار کر کے انگریزی حکومت کے حوالے کیا۔

نورالدین اور شہباز کی گرفتاری

۲ اگست ۱۹۱۶ء کو سردار نورالدین کے رحیم نامی ایک رفیق کو جو اس کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ خضدار کے قریب گرفتار کیا گیا۔ اس کی زبانی کرنل ڈیو کو سردار نورالدین اور شہباز خان کے جھالاوان کی حدود میں پہنچنے کی اطلاع ملی۔ اسی وقت میر نواب خان موسیانی، میر رحیم داد لانگو، میر شفیع محمد مردوئی کو ان کے قبائلی لشکروں کے ساتھ وڈھ روانہ کیا گیا۔ اور انہیں ہدایت کی گئی ہر ممکن ذرائع سے نورا کی پارٹی کو سردار نورالدین کے ساتھ ملنے نہ دیا جائے۔ لیکن نورا اور اس کے بچے کچے ساتھی بہت پہلے سردار نورالدین سے مل چکے تھے۔ صرف میر خان محمد گرگناڑی کسی اور سمت میں

باب پنجم

سردار نورالدین کی واپسی

جھالاوان سے نکل کر سردار نورالدین اور شہباز خان اس غرض سے ایرانی بلوچستان گئے ۔ کہ وہاں پر مقیم جرمن اور ترک ایجنٹوں سے مل کر اسلحہ اور امداد حاصل کر سکیں ۔ لیکن وہاں پہنچ کر انہیں سخت مایوسی ہوئی کوئی جرمن یا ترک نمائندہ انہیں نہیں مل سکا ۔ مجبور ہو کر سردار بہرام خان کے پاس بھمپور گئے ۔ سردار بہرام خان نے شروع میں ان کی خوب خاطر و مدارت کی اور ان سے امداد دینے کا وعدہ بھی کیا ۔ لیکن اسی دوران کرنل ڈیو بھی مکران کے دورے پر تربت پہنچا ۔ جہاں سے اس نے میر مہراب خان گچکی کے ذریعے سردار بہرام خان کو لالچ دے کر ۔ سردار نورالدین کی امداد کرنے کے خیال سے پھیر دیا ۔ سردار بہرام خان کرنل ڈیو سے ملنے مند تک آیا ۔ سردار نورالدین اور شہباز خان بھی اس کے ساتھ تھے ۔ جن کے لئے اس نے کرنل ڈیو کے ساتھ صلح و صفائی کی گفت و شنید کی ۔ لیکن کامیاب نہیں ہوا ۔ کرنل ڈیو نے اس سے غیر مشروط طور پر نورالدین اور شہباز خان کے بازو طلب کئے جو اس نے بلوچی ننگ میں آکر اس کے حوالے نہیں کئے ۔ البتہ مند سے واپسی پر اس نے ان کو اپنے علاقہ سے بے نیل و مرام رخصت کر دیا ۔ سردار نورالدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ کئی مہینے ایرانی بلوچستان میں بھٹکنے کے بعد خاران پہنچا میر حبیب اللہ

خان نوشیروانی سردار خاران نے امداد دینے سے معذوری ظاہر کی یہاں سے سردار نورالدین نے افغانستان جانے کی بجائے واپس جھالاوان کا رخ کیا۔

میر رسول بخش کی گرفتاری

اسی دوران جب نورالدین اور شہباز خان کے واپس جھالاوان آنے کی خبر گرم تھی کرنل ڈیو نے نواب پسند خان زرک زئی کو میر رسول بخش ساسولی کو گرفتار کر کے پیش کرنے پر مجبور کیا۔ بالاخر نواب پسند خان کے دم دلاسہ اور سردار نورالدین کی ناکام واپسی کی خبر سے دل شکن ہو کر۔ میر رسول بخش نے ہتھیار ڈال کر اپنے کو نواب پسند خان کے سپرد کیا۔ جس نے اسے گرفتار کر کے انگریزی حکومت کے حوالے کیا۔

نورالدین اور شہباز کی گرفتاری

۲ اگست ۱۹۱۶ء کو سردار نورالدین کے رحیم نامی ایک رفیق کو جو اس کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ خضدار کے قریب گرفتار کیا گیا۔ اس کی زبانی کرنل ڈیو کو سردار نورالدین اور شہباز خان کے جھالاوان کی حدود میں پہنچنے کی اطلاع ملی۔ اسی وقت میر نواب خان موسیانی، میر رحیم داد لانگو، میر شفیع محمد مردوئی کو ان کے قبائلی لشکروں کے ساتھ وڈھ روانہ کیا گیا۔ اور انہیں ہدایت کی گئی ہر ممکن ذرائع سے نورا کی پارٹی کو سردار نورالدین کے ساتھ ملنے نہ دیا جائے۔ لیکن نورا اور اس کے بچے کچے ساتھی بہت پہلے سردار نورالدین سے مل چکے تھے۔ صرف میر خان محمد گرگناڑی کسی اور سمت میں

گیا ہوا تھا - جواب تک واپس نہیں آسکا تھا - بعد میں جمعدار سید محمد کو بھی مکران لیویز کے ایک دستہ کے ساتھ وڈھ بھیج دیا گیا - فوج کا ایک د۔ نہ نال بھیج دیا گیا - تاکہ دو دن کے بعد وہ کرنل ڈیو کے ساتھ سردار نورالدین کا تعاقب جاری رکھ سکے -

سردار نورالدین کا گھیرے میں پھنس جانا

خان بہادر رحیم خان شاہی زئی مینگل وڈھ سے اپنے لشکر اور مکران لیویز کے ایک دستہ کے ساتھ سردار نورالدین کے مقابلے کو آگے بڑھا نال سے کرنل ڈیو نے سردار نورالدین کا تعاقب جاری رکھا - بالآخر سردار نورالدین اپنے ساتھیوں سمیت میر رحیم خان مینگل اور مکران لیوی کور کے گھیرے میں پھنس گیا -

سردار نورالدین کو ہتھیار ڈالنے کی پیش کش

سردار نورالدین کو ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی گئی - سردار شہباز خان گرگناڑی سلیمان گرگناڑی ، نورا مینگل نے اسے مردانہ وار لڑ کر شہید ہونے کا مشورہ دیا - اور اپنی رائے پر بہ ضد رہے - لیکن سردار نورالدین نے جو پے در پے ناکامیوں اور صعوبتوں سے دل برداشتہ ہو چکا تھا - اور بہت مایوس تھا - ہتھیار ڈالنے کو ہی مناسب خیال کیا - آخر کار نورا کے بغیر سردار شہباز خان ، سلیمان اور ان کے باقی تمام ساتھی ہتھیار ڈالنے سردار نورالدین کے ساتھ پہاڑ سے نیچے اتر آئے - بقول سردار نورالدین " صرف

نورا تنہا پہاڑ کی چوٹی کے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا ڈبڈباتی آنکھوں سے غلامی کی ذلیل زندگی گزارنے کے لئے پہاڑ پر سے ہمارے اترنے کا دل شکن نظارہ دیکھ رہا تھا" پہاڑ پر سے اترنے کے بعد مکران لیوی کور کے سپاہیوں نے ان کو اپنی حراست میں لے کر وڈھ پہنچایا - جامہ تلاشی پر سردار نورالدین سے سید گل بادشاہ سکندر مکسی کا جو ایرانی بلوچستان میں جرمنوں کا مضبوط ترین طرف دار تھا - اور جس کی تبلیغ سے مسٹر پیکسی اور لیفٹیننٹ ہارس کا قتل واقع ہوا تھا - ایک خط برآمد ہوا - جو سردار نورالدین کے ایک خط کا جواب تھا - جس میں ترکی اور جرمن کے ایجنٹوں کے ساتھ کیچ مکران میں ایک مخصوص نمائندے کے ذریعے تعلقات قائم کرنے کی ہدایات درج تھیں -

خان محمد کی گرفتاری

میر خان محمد گرگناڑی اب تک سردار نورالدین کے پاس نہیں پہنچ سکا تھا - کہ اسے ان کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا - چنانچہ ۱۱ اگست ۱۹۱۶ء کو اس نے بھی اپنے دو اور ساتھیوں کے ساتھ سردار بزنجو کے پاس نال پہنچ کر اپنے کو گرفتاری کے لئے پیش کیا - اسے بروقت خضدار پہنچایا گیا -

نواب پسند خان کی نظر بندی

سردار نورالدین اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری سے فارغ ہو کر کرنل ڈیو نے اب ان سرداروں اور معتبروں کی طرف رخ پھیر دیا - جو

اگرچہ بظاہر انگریزوں کے ساتھ تھے ۔ لیکن در پردہ نورالدین اور اس کے ساتھیوں کی حمایت کرتے رہے تھے ۔ ان میں نواب پسند خان زرک زئی کا نام سرفہرست تھا ۔ چنانچہ نواب پسند خان زرک زئی ، خان بہادر میر علم خان شاہی زئی اور میر جمعہ جان شاہی زئی مینگل کو گرفتار کر کے نظر بند کیا گیا لیکن چند ماہ بعد جب کہ علاقہ میں پوری طرح امن قائم ہوگیا ۔ انہیں تنبیہ کر کے چھوڑ دیا گیا ۔

نورالدین اور اس کے ساتھیوں کو سزا

اس وقت تک سردار نورالدین مینگل ، سردار شہباز خان گرگناڑی ، میر خان محمد ولد سردار شہباز خان گرگناڑی اور میر رسول بخش ساسولی ولد سردار پہاڑ خان ساسولی کے علاوہ جھالاوان کے دیگر ایک سو تین مجاہد بھی گرفتار کئے جا چکے تھے ۔

خاص جرگہ کی تشکیل

تیرہ سرداروں پر مشتمل ایک خاص جرگہ ترتیب دیا گیا ۔ ان ایک سو تین مجاہدین کو اسی جرگہ کے سامنے پیش کیا گیا جرگہ نے ان کے لئے ایک سال سے بائیس سال تک کی مختلف سزائیں تجویز کیں ۔ جن کی انگریزی حکومت نے منظوری دے دی ۔

نورالدین کی سزا کے علیحدہ جرگہ کی تشکیل

سردار نورالدین ، سردار شہباز خان ، میر خان محمد اور میر رسول بخش

کا معاملہ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۶ء کو ایک علیحدہ جرگہ جو زیر صدارت وزیر اعظم ریاستی بلوچستان تشکیل دیا گیا تھا ۔ کے سامنے علیحدہ پیش کیا گیا ۔ اس جرگہ نے سردار نورالدین ، سردار شہباز خان اور میر خان محمد کو انگریزی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرنے کے جرم کا مجرم ثابت کر کے ان کے لئے پھانسی کی سزا تجویز کی مگر چونکہ بلوچستان میں پھانسی کا قانون نہیں تھا ۔ لہذا جرگہ نے اپنی رائے میں بصورت دیگر تیس سال قید سخت کا اضافہ کیا ۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات جرگہ کے رائے سے اتفاق نہ کرنا

کرنل ڈیو پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے رائے جرگہ سے بعض سیاسی وجوہات کے بنا پر اتفاق نہ کرتے ہوئے سردار نورالدین کے لئے بارہ سال چھ ماہ قید سخت ، سردار شہباز خان کے لئے جسے کرنل ڈیو نے جھالاوان کی بغاوت کا بانی مبانی قرار دیا تھا اکیس سال چھ ماہ قید سخت کی سفارش کی جسے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اور امیر محمود خان امیر ریاستی بلوچستان نے بھی منظور کیا ۔ میر رسول بخش ساسولی کے لئے جرگہ نے چودہ سال قید سخت ضبطی جائیداد اور اس منظبہ جائیداد سے ان افراد کی حقرسی کرانے کی جنہیں میر رسول بخش نے دوران بغاوت میں لوٹا تھا ۔ اگرچہ کرنل ڈیو نے بھی رائے جرگہ کو منظور کیا ۔ لیکن امیر قلات نے میر رسول بخش کو سزا میں تخفیف کر کے سات سال کر دی ۔ ضبطی جائیداد کے فیصلے کو بحال رکھا ۔ لیکن اسے حقوق سرداری سے ہمیشہ کے لئے محروم

بکر دیا۔ ایجنٹ نے خان کے فیصلہ سے اتفاق کیا۔

نورا کی گرفتاری

سردار نورالدین کے ساتھیوں میں سے صرف اب ایک نورا مینگل باقی رہ گیا تھا۔ جو تن تنہا جھالاوان کے پہاڑوں میں بھٹکتا پھرتا تھا۔ تمام لوگوں کو اس سے ہمدردی تھی۔ اس لئے انگریزی حکومت کی انتہائی کوشش کے باوجود اسے اب تک گرفتار نہیں کیا جا سکا تھا۔ بقول ایک انگریز افسر مسٹر ٹاڈ۔۔ نورا جھالاوان کا (رابن ہڈ) تھا۔ جس کی سب عزت کرتے تھے۔ انگریزی حکومت نے کئی بار اس کی گرفتاری کی سرگرم کوششیں کیں۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ میر شادی خان بنگل زئی کو ریاستی لیویز کا ایک دستہ اور سرداران مینگل اور بزنجو قبائل کی لشکر کے ساتھ خاص طور پر نورا کی گرفتاری پر مامور کیا گیا۔ لیکن اس نے نورا کی بجائے کئی اور جھالاوانیوں کی جن پر اسے نورا کی امداد کرنے کا شبہ ہوا۔ گرفتار کر کے لایا جن کو جرگہ کے سامنے پیش کر کے سزائیں دلوائیں گئیں مگر نورا ہاتھ نہیں آیا۔

نورا کا سردار خاران پر غلط بھروسہ

نورا کے پاس صرف ایک ہی رائفل تھی۔ جس میں کثرت استعمال سے ایک نقص پیدا ہو گیا تھا۔ کسی وقت میر حبیب اللہ خان نوشیروانی، سردار خاران کے باپ کے قتل کے دوران نواب خان محمد زرک زئی اور

دوسرے جھالاوانیوں کے اچھے تعلقات رہے تھے ۔ بلکہ نواب خان محمد کی امداد سے میر جیب اللہ خان کو خاران کی سرداری نصیب ہوئی تھی ۔ چنانچہ ان سابقہ تعلقات کی بنا پر نورا کے دل میں سردار جیب اللہ خان نوشیروانی سے امداد حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا ۔ ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء کو نورا دشمنوں سے بچتے بچاتے خاران پہنچا ۔ اور سردار جیب اللہ خان کے دیوان میں سلام ڈال کر بیٹھ گیا ۔ تنہائی میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نورا مینگل ہے ۔

سردار خاران سے نورا کی درخواست

نورا نے سردار جیب اللہ خان نوشیروانی ، سردار خاران سے درخواست کی کہ اسے ایک نئی رائفل دے یا اگر رائفل نہیں دے سکتا ۔ تو اسے زاد راہ دے کر ایک بلد شخص کے ذریعے افغانستان کے علاقے میں پہنچا دے ۔ کیونکہ وہ خود اس ریگستانی علاقہ میں ناواقف اور نابلد ہے ۔ سردار جیب اللہ خان نے اسے تسلی دی اور تین دن تک اپنا مہمان رکھا ۔ نورا نے بحیثیت بلوچ کے اس کی زبان پر اعتبار کیا ۔ اور مطمئن ہو کر رہنے لگا ۔ چوتھے دن دوپہر کے وقت جب کہ نورا نوشیروانی سردار کے مہمان خانہ میں چادر لئے سویا ہوا تھا ۔ اسے ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں ۔ نورا کی آنکھ کھلی تو اس نے خارانی سپاہیوں کو مسلح اپنے چاروں طرف کھڑا پایا ۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا ۔ اس طرح غازی نورا گرفتار ہوا ۔ جسے سخت پہرہ میں خاران سے کوئٹہ پہنچا دیا گیا ۔

نورا کا جیل میں انتقال

ڈیڑھ سال تک نورا کے خلاف کیس چلتا رہا - اور آخر کار ۹ اگست ۱۹۱۹ء کو سرداری جرگہ نے اسے انگریزی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت پھیلانے اور اس میں حصہ لینے کے جرم کا مجرم ثابت کر کے - اس کے لئے عمر قید کی سزا تجویز کی جسے گورنر جنرل کے ایجنٹ اور امیر قلات نے منظور کر لیا - لیکن نورا کی زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے - اس آزاد منش جنگ جو اور دلیر جوان کے لئے جیل میں زندگی گزارنی مقدر نہ تھی - چنانچہ ۳۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو جیل میں ہی اس کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو کر پرواز کر گئی -

سردار رحیم خان مینگل کا سردار مقرر ہونا

سردار نورالدین کی گرفتاری اور سزایابی کے بعد انگریزی حکومت نے مارچ ۱۹۱۷ء میں میر ولی محمد خان شاہی زئی مینگل کے بیٹے - میر رحیم خان کو قبیلہ مینگل کا سردار مقرر کیا -

انگریزی حکومت بلوچستان کا جنگ عظیم میں بھرتی کا مطالبہ

تقریباً ایک سال بعد فروری ۱۹۱۸ء میں سبی دربار کے موقع پر بلوچستان کی انگریزی حکومت نے ریاستی بلوچستان کے سرداروں سے فوجی بھرتی کا مطالبہ کیا - سردار رحیم خان مینگل اور میر برام خان گرگناڑی سربراہ سردار گرگناڑی اپنے علاقوں سے بھرتی کرانے کے لئے سبی سے

براستہ کراچی روانہ ہو کر سارونہ پہنچے۔ مینگل اور گرگناڑی قبائل جن کے زخم اب تک تازہ تھے اور لہو ٹپکا رہے تھے۔ جن کے گاؤں سے انگریزی سپاہ کی لگائی ہوئی۔ آگ کا دھواں ابھی تک اٹھ رہا تھا۔ جن کی بستیاں اجاڑ آبادیاں ویران، گھر بار ماتم کدہ بنے ہوئے تھے۔ اور جن کے دلوں سے اپنے ہر دلعزیز سرداران نورالدین اور شہباز خان کیلئے اب تک ہوک سی اٹھتی تھی۔ بوکھلا اٹھے چنانچہ ۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو میر حاجی کے کیمپ پر حملے کر کے اسے اور میر علم خان کو کئی اور معتبرین کے ساتھ تہ تیغ کیا۔

انگریزی حکومت بلوچستان کی بوکھلاہٹ

سردار رحیم خان اور میر علم خان کے قتل کے واقع سے انگریزی حکومت بلوچستان بوکھلاہٹ میں اس فتنہ کو دوبارہ سختی سے دبا کر کچل دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ سردار مینگل اور سربراہ گرگناڑی کے قتل کی خبر پاتے ہی پولیٹیکل ایجنٹ قلات ایک بہت بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ سارونہ پہنچا۔ میر حاجی مینگلوں اور باران زئی گرگناڑیوں کی عام گرفتاری، لوٹ مار اور قتل عام کے لئے علاقہ میں جدا جدا فوجی دستے روانہ کئے۔ نامبردہ طائفوں کا فوجی شکار کھیلتے رہے۔ اور ایسی لوٹ مچا دی جس کی نظیر پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ کافی لوگ زخمی ہوئے۔ سینکڑوں لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ گاؤں گاؤں کو لوٹا اور آگ لگا دی۔

جرگہ کا انعقاد

اکتوبر ۱۹۱۸ء میں میر حاجی مینگلوں اور باران زئی گرگناڑی طائیفوں کے قتل عام کیے سے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے سرداروں کے قتل کے معاملہ کو ایک جرگہ کے سامنے رکھا۔ جرگہ نے سردار رحیم خان مینگل اور اس کے مقتول معتبرین کے لئے میر حاجی طائیفہ پر ترتالیس ہزار سات سو پچاس روپے عوضانہ و جرمانہ رکھا اور اسی طرح میر برام خان سربراہ سردار گرگناڑی اور اسکے مقتول معتبرین کے لئے باران زئی گرگناڑی طائیفہ پر ستائیس ہزار پانچ سو روپے جرمانہ و عوضانہ مقرر کیا۔

جرگہ نے طائفہ جات میر حاجی۔ باران زئی پر عوضانہ و جرمانہ کا جو سنگیں بوجھ ڈالا اس کی وصولی بھی لوٹ مار کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ باقاعدہ لشکر لے جاکر ان طائیفوں کے مال و مویشی اسلحہ اور آثاثہ کو لوٹ لیا گیا۔ اور پھر انکو نیلام کر کے تمام رقم عوضانہ و جرمانہ پائی پائی وصول کی گئی۔

سردار نورالدین، سردار شہباز خان کی ہر دلعزیزی

سردار نورالدین اور سردار شہباز خان کی اپنے قبائل میں ہر دلعزیزی کا صحیح اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ اس قدر قتل و غارت گری، لوٹ مار کے باوجود اسی سرداری جرگہ کے سامنے قبیلہ مینگل کے معتبرین نے سردار نورالدین کو رہا کر کے پھر سردار مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور قبیلہ گرگناڑی

کے معتبرین نے سردار شہباز خان کے بیٹے میر شفیع محمد کو میر یوسف خان کی بجائے قبیلہ کا سردار مقرر کرنے پر زور دیا۔

انگریزی حکومت بلوچستان کا سرداروں سے جنگ میں بھرتی دینے کا مطالبہ

اکتوبر ۱۹۱۶ء میں سر جیمز ریمزے گورنر جنرل کے ایجنٹ نے بلوچستان کے سرداروں سے جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کی امداد کے لئے فوجی بھرتی دینے کا مطالبہ کیا۔ اس سلسلہ میں کوئٹہ میں ایک جرگہ طلب کیا۔ ریمزے نے سرداروں سے سختی کے ساتھ فوج میں بھرتی دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن سرداروں نے واضح جواب دینے کی بجائے ایک دن مہلت طلب کی چنانچہ بلوچستان صوبہ کے تمام سرداروں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرکے بعد پابندی حلف کے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا۔ کہ انگریزی حکومت کو ہرگز بھرتی نہیں دیں گے۔ البتہ مالی امداد جتنا ممکن ہو سکے پیش کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ دوسرے دن جب مسٹر بیٹی پولیس کمشنر بلوچستان کے زیر صدارت سرداروں کے جرگہ کا اجلاس ہوا۔ تو صوبہ بلوچستان کے تمام سرداروں نے اپنے متفقہ فیصلہ سے انگریزی حکومت کے نمائندہ کو مطلع کیا اور پھر بسر خود منتشر ہو کر۔ اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ لیکن سرداروں کا یہ اتحاد زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا ضلع کے پولیٹیکل ایجنٹوں کی جدا جدا ترغیب اور تادیب سے تمام سردار

انگریزی حکومت کے سامنے جھک گئے - ماسوا کے نواب خیر بخش مری کے بعد میں تمام سرداروں نے یہ ذمہ داری نواب خیر بخش پر ڈال دی کہ اگر سردار مری فوج میں بھرتی دے تو وہ بھی بخوشی اپنے قبائل سے بھرتی دے دینگے -

ایجنٹ کا خیر بخش مری کو سمجھانا

جنوری ۱۹۱۷ء کو ایچ - آر - سی - ڈابس نے جو گورنر جنرل کا بلوچستان میں نمائندہ تھا - نواب خیر بخش کو سمجھایا - اور اس کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر - پھسلانے کی کوشش کی اس نے واضح طور پر بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ کو بتایا - اس مسئلہ پر زیادہ سوچنے اور گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہم نے حلفیہ فیصلہ کیا ہے - کہ فوجی بھرتی ہرگز نہیں دیں گے - اس فیصلہ پر میں آخری دم تک قائم ہوں -

پولیٹیکل ایجنٹ سبی کی کوشش برائے بھرتی

جب نواب خیر بخش مری انگریزوں کے نمائندوں کے قابو میں نہیں آیا - تو انگریزی افسروں نے براہ راست قبیلہ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش شروع کردی - مسٹر میکانگی پولیٹیکل ایجنٹ سبی، دکی چلا گیا - وہاں سات دن قیام کیا - کسی مری معتبر نے اسے منہ نہیں لگایا - آخر مجبور ہو کر نواب خیر بخش کے پاس کاہان چلا گیا - تین دن تک نواب خیر بخش پر ڈورے ڈالتا رہا - لیکن کچھ حاصل نہ کرسکا -

مریوں کی بغاوت کی ابتداء

فوج میں بھرتی کی افواہ تیزی سے مری علاقہ میں پھیل چکی تھی ۔ جس سے متاثر ہو کر بجارانی مری طائیفہ نے سب سے پہلے انگریزی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ۔ جن کے ساتھ کھیتران قبیلہ سے میر مصری خان مزارانی بھی اپنے طائیفہ کے ساتھ مل گیا ۔ مجاہدوں نے تھانہ کوہلو کو لوٹا ۔ اور گمبند کی لیوی چوکی کو تباہ کر کے مسمار کر دیا برقی تار کا سلسلہ کاٹ دیا ۔ اور کوہلو کی طرف جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ۔ مریوں کی بغاوت کی اطلاع پا کر ۔ مسٹر میکانگی پولیٹیکل ایجنٹ سبی فوراً علاقہ مری کی طرف روانہ ہوا ۔ سخت دشواریوں کے بعد دکی سے ہوتا ہوا گمبز پہنچا وہاں پر مری حملہ آوروں کی خلاف قلعہ میں بند ہو کر پڑا رہا ۔

میکانگی کی گمبز کو روانگی

مسٹر میکانگی گمبز پہنچا ۔ اس نے خان بہادر سردار نواب خان کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر خیر بخش کے پاس کاہان بھیجا اور اس کے ذریعہ نواب مری کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ۔ کہ اگر وہ اطاعت قبول کر کے آئندہ کے لئے پر امن رہنے کا یقین دلائے ۔

۱ ۔ قبیلہ مری سے فوجی بھرتی نہیں لی جائیگی ۔

۲ ۔ علاقہ مری سے کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا ۔

۳ ۔ قبیلہ مری کی اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی ۔

۴ ۔ مری مقدمین و معتبرین کے لئے خان نشینی الاؤنس مقرر کئے جائیں

گے۔

سردار نواب خان لونی کا زخمی ہونا

سردار نواب خان لونی کلان کار شخص تھا۔ وہ میکانگی سے بھی زیادہ اپنے کو حکومت برطانیہ کا وفادار ثابت کرنا چاہتا تھا۔ جس نے مری سردار کے دیوان میں تلخ اور ناخوشگوار باتیں کیں۔ جن سے مری مشتعل ہوئے۔ ہودان مری نے اس پر تلوار سے حملے کر کے اسے زخمی کر دیا۔

گمبند کے قلعہ پر حملہ

اسی دوران میر خداداد خان اور میر شربت خان بجارانی مری نے جو زیادہ مشتعل اور سرگرم تھے۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء کو میر خداداد خان کی سر کردگی میں پانچ ہزار مریوں کا ایک لشکر گبند کے قلعہ پر جس میں انگریزی فوج رہتی تھی۔ حملہ کیا۔ مری حملہ آور دستوں کو اس طرح ترتیب دی گئی مشرق سے طائفہ بجارانی۔ شمال سے طائفہ لوہارانی جنوب سے طائفہ گزینی گمبز کے قلعہ پر بیک وقت ہلہ بول دیا گیا۔ مری مجاہدین قلعہ کی فصیلوں تک پہنچ گئے۔ بلکہ ان میں کئی جانباز قلعہ کے اندر بھی داخل ہو گئے۔ لیکن وہاں قدم جما نہ سکے۔ یا شہید ہوئے۔ یا واپس پلٹنے پر مجبور ہوئے۔ دوپہر سے لڑائی شروع ہوئی جو شام تک برابر جاری رہی۔ لیکن انگریزی فوج کی شدید شلک اور گولہ باری سے وہ قلعہ کے اندر جانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر شدید جانی نقصان برداشت کرنے کے بعد مری لشکر پسپا ہوا

اس لڑائی میں قبیلہ مری کے سات سو افراد شہید اور پانچ سو کے قریب مجاہد زخمی ہوئے ۔

مریوں کا لوٹ مار مچا دینا

قلعہ گمبز پر حملہ میں سخت نقصان اٹھانے پر مری منتشر ہو گئے اور غیر منظم حالت میں چھپاؤ کی لڑائی لڑنے لگے ۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ۔ ان کے ایک لشکر نے کوچیالی ریلوے اسٹیشن پر حملہ کر کے اس کے تمام عملہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ ہرنائی ریلوے لائن کو اکھاڑ دیا ۔ تمام علاقہ میں چن چن کر انگریزی حکومت کے ملازموں کو قتل کرنے لگے سرکاری عمارتوں کو آگ لگا دی ۔ سرکاری خزانہ کانوائیوں اور راشن کے گوداموں کو لوٹا اور تاراج کیا ۔ بولان میں کاروانوں کی آمدورفت اور فوجی نقل و حرکت کو مشکل بنا دیا ۔ غرض یہ کہ تمام علاقہ میں ایک ایسی آگ لگا دی گئی ۔ جس کا بجھانا ۔ مری قبیلہ کے خلاف باقاعدہ فوج کشی کے بغیر انگریزی سرکار کے لئے ممکن نہیں تھا ۔

انگریزی فوج کو گمبز میں مدد پہنچانا

چنانچہ گمبند میں مقیم انگریزی فوج کو مزید کمک پہنچا دی گئی ۔ جس نے مری قبیلہ کے خلاف اپنی جارہانہ کاروائیاں جاری رکھیں ۔ اس فوج کی رہنمائی بادرہ کے لانگھانی طائفہ کا مقدم اور اس کے غدار افراد کر رہے تھے

لانگھانی مریوں کی غداری

وڈیرہ میر ولانگھانی جو لانگھانی طائیفہ مری کا مقدم تھا۔ اس کے سوا جس نے مری مجاہدین کے ساتھ دیا۔ اس طائیفہ کے تقریباً دوسرے تمام افراد انگریزوں کے لئے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کو ان کے ان غداریوں کے عوض انگریزی حکومت نے بڑی بڑی جاگیریں دیں۔

کاہان پر ڈیرہ غازی خان سے حملہ

دوسری طرف میجر جنرل ہارڈی کی زیر کمان ایک بریگیڈ ڈیرہ غازی خان سے براستہ فورٹ منرو کاہان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس فوج کے ساتھ پنجاب کے بلوچوں اور بگٹی قبیلہ کا قبائلی لشکر بھی تھا۔ کیونکہ ان قبائل کی مریوں سے قدیم دشمنی چلی آرہی تھی۔

میر مصری خان مزارانی کھیتران کے حملے

مری بغاوت میں میر مصری خان مزارانی کھیتران نے مریوں کے ساتھ دیا۔ جب ڈیرہ غازی سے انگریزی فوج روانہ ہوئی۔ تو میر مصری خان مزارانی کھیتران اس فوج کے مقابلہ کو نکلا اس کے ساتھ مری قبیلہ کے بھی کئی لڑاکے دستے شامل ہوئے۔ جنہوں نے فورٹ منرو اور سلیمان پوان کے پہاڑوں میں چھپ کر انگریزی فوج کی پیش قدمی کرنے والی فوج پر کئی بیباکانہ حملے کئے۔ اور قدم قدم پر اسے پریشان کر کے نقصان پہنچاتے رہے۔

انگریزوں کا کوہلو پر دھاوا بولنا

گمبذ میں مقیم انگریزی فوج نے مریوں کی توجہ جنرل ہارڈی کی بریگیڈ سے ہٹانے کے لئے براستہ زرن کوہلو پر دھاوا بول دیا۔ مگر مری قبل از وقت کوہلو خالی کر چکے تھے۔ انگریزی فوج نے کوہلو میں داخل ہو کر۔ آگ اور دھوئیں کی نمائش شروع کر دی تمام فصلوں کو جلادیا۔ مال و

مویشی جو سامنے آیا لوٹ لیا۔ میر خداداد خان اور میر شربت کے شہر مزرہاں کے مکانوں کو بارود سے اڑا کر مسمار کر دیا گیا۔ لیکن مریوں نے اس فوج کو کوئی مزاحمت پیش نہیں کی۔ تاآنکہ کوہلو سے آگے بڑھ کر (بوڑ) کے مقام پر یہ فوج جنرل ہارڈی کے بریگیڈ سے مل گئی اور پھر دونوں فوجیں دریائے منجھرا کے کنارے خیمہ زن ہو کر شب باش ہوئیں۔

مریوں کی سادہ لوحی

گمبز کے مقام پر شکست کھا کر مری غصہ سے پیچ و تاب کھا رہے تھے اور جیسے کہ بلوچوں کی عادت ہے۔ ایک دوسرے پر بزدلی کا الزام دھرنے اور طعنہ دینے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ گمبند میں جب لڑائی ہوئی۔ تو سستی دکھانے والوں کی زندگی طعنوں سے دو بھر کر دی گئی۔ چونکہ اس لڑائی میں طائیفہ گزینی پیچھے رہ گیا تھا۔ زیادہ ہدف ملامت بنا رہا۔ چنانچہ اس خفت کو مٹانے کے لئے اس طائیفہ نے اب کے بار سردھڑ کی بازی لگانے کی ٹھانی تھی۔ اسی طرح میر خداداد خان اور میر شربت خان بھی انگریزوں کے فوج سے آمنے سامنے لڑائی لڑنے کے حق میں نہ تھے۔ اور چھپا کی لڑائی کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس طریق جنگ کو اپنے لئے مفید سمجھتے تھے۔ وہ بھی مریوں کے طعنہ بازی سے محفوظ نہ تھے۔ معترض مری، مریوں کو مشتعل کر کے انگریزوں کی فوج سے دو بدو لڑنے کو اکسا رہے تھے۔ در حقیقت انگریز بھی مریوں کے اس سادہ لوحی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

کہ مری اپنی محفوظ کمین گاؤں جو پہاڑوں میں واقع تھے۔ نکل کر میدان جنگ میں آجائیں۔ تاکہ انہیں ایک ایسی شکست دی جائے جس کے بعد ان میں انگریزی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ رہ سکے۔ چنانچہ سادہ لوح مری سرکردگان نے فضول طعنہ زنی سے مشتعل ہو کر انگریزی فوج کو میدان میں للکارنے اپنے لشکر کو محفوظ پہاڑی قدرتی قلعہ بندیوں سے سمیٹ کر میدان میں اتار دیا۔ اور سب کا خانہ خراب کردیا۔

ہڑب کی لڑائی

ہڑب کے مقام پر مری لشکر نے انگریزی فوج کا جو منجھرا دریا سے آگے بڑھ رہی تھی۔ راستہ روک کر اسے مبازرت کی دعوت دی۔ صبح کے وقت میدان کارزار گرم ہوا۔ اور شام تک مری بہادری سے سر ہتھیلی پر رکھ کر انگریزی فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ جو زیادہ تر تلواروں اور توڑے دار بندوقوں سے مسلح تھے۔ اس لڑائی میں گو کہ جانباز مریوں نے بے نظیر شجاعت اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ لیکن سینکڑوں لاشیں میدان میں چھوڑ کر مری پسپا ہوئے میر خداداد خان اپنے دو بھائیوں میر بیبرک خان اور میر ہنال خان کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا اس کے علاوہ تین سو مری شہید اور سات سو مری زخمی ہوئے۔

نواب خیر بخش مری کا ہتھیار ڈالنا

ہڑب کی فتح کے بعد جنرل ہارڈی کی فاتح فوج تیزی سے کاہان کی

طرف بڑھنے لگی راستے میں مریوں کے جو گاؤں پڑتے رہے۔ اور فصلات آئیں، انہیں جلادیا گیا۔ مال و مویشی لوٹ لئے گئے۔ اور آبادیاں برباد کردی گئیں۔ اس شکست سے مری قبیلہ کی کمرہمت ٹوٹ گئی۔ اس میں پھر انگریزی فوج کے سامنے آنے کا حوصلہ نہیں رہا۔ جنرل ہارڈی کے کاہان پہنچنے سے پہلے نواب خیر بخش مری نے اس کے سامنے جاکر ہتھیار ڈال دیئے

نواب خیر بخش مری کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد انگریزی حکومت کے نمائندوں نے مری جنگی مجرموں کی ایک فہرست تیار کی۔ اور اس کے مطابق میر شربت خان بجارانی، میر مزرہاں بجارانی، میر بلوچ خان بھاولانزئی اور دوسرے سرکردہ مری مجاہدین کی گرفتاری عمل میں لائی گئی

۱۔ بعد آزاں میر مزرہاں بجارانی، اور میر بلوچ خان بھاولانزئی کو کئی اور بہادروں کے ساتھ رہا کردیا گیا۔

۲۔ میر شربت خان کو کورٹ مارشل میں پیش کر کے بغاوت کا بانی اور مجرم قرار دیا گیا۔ میر شربت خان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ لیکن بعد آزان اس کی سزا عمر قید بعبور دریائے شور میں تبدیل کر دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اسے کالا پانی سے واپس لاکر پونا اور پھر حیدر آباد سندھ کے جیل میں رکھا گیا۔ پھر اسے جیل سے نکال کر دو سال ڈھاڈر میں نظر بند رکھنے کے بعد رہا کردیا گیا۔ مری قبیلہ کا یہ بہادر اور جانباز مجاہد، ۳۱ اپریل 1918ء کو بمقام بجارانی گوٹ کھیر تر نصیر آباد میں فوت ہوا۔ اس کی لاش کو کوہلوے جا

کر دفنائی گئی -

مری بغاوت کے فیصلہ کے لئے جرگہ کا تشکیل

جون ۱۹۱۸ء کو حکومت ہند کی منظوری سے نواب خیر بخش اور مری قبیلہ کے معاملہ کو ایک اسپیشل جرگہ کے سامنے پیش کیا گیا - جرگہ نے نواب خیر بخش اور اس کے قبیلہ کے خلاف رائے دیتے ہوئے سفارش کی -

۱ - سردار مری اور اس کے معتبرین کو انگریز سرکار کی طرف سے جو خطابات دیئے گئے ہیں - ان سے واپس لئے جائیں -

۲ - مری قبیلہ سے مال چرائی ٹیکس وصول کیا جائے -

۳ - بغاوت کے دوران قبیلہ مری سے جو اسلحہ اور گولہ بارود انگریزی سرکار کے ہاتھ آیا ہے - اسے بحق سرکار ضبط کیا جائے -

۴ - کوہلو اور کٹ منڈائی کی ارضیات پر مالیہ کی شرح بڑھا دی جائے -

۵ - مری قبیلہ سے ایک لاکھ چھتیس ہزار روپے انگریزی سرکار کے نقصان کا عوضانہ وصول کیا جائے -

٦ - دو لاکھ اکتیس ہزار روپے دوسرے عام نقصانات اور لوٹ مار کے عوض میں قبیلہ مری سے وصول کیا جائے -

چنانچہ جرگہ کی سفارشات کو منظور کر کے بلوچستان کی انگریزی حکومت نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا - لیکن ایک سال بعد ۱۹۱۹ء میں

نواب خیر بخش اور اس کے قبیلے کو عام معافی دے کر ان کے ضبط شدہ تمام اختیارات اور خطابات وغیرہ واپس کردیئے گئے۔

امیر محمود خان ثانی کی ایک اہم تاریخی کارنامہ

محمود خان ثانی کے دور حکمرانی میں انگریزی سلطنت برطانیہ کا بادشاہ ایڈورڈ ہفتم فوت ہوگیا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا فوت ہوا تھا۔ تو دوسرا بیٹا جارج پنجم اپنے بھائی کی فوتیدگی کے بعد سلطنت برطانیہ کا ولی عہد بنا تھا۔ اس نے ۱۸۹۳ء میں شادی کی۔ جب ۱۹۱۱ء میں اس کا باپ فوت ہوا۔ تو وہ برطانیہ کا بادشاہ بنا۔ ہندوستان میں ان کی آمد کے سلسلے میں ایک بہت بڑا شاندار دربار دہلی میں منعقد ہوا۔ اسی دربار میں شمولیت کے لئے امیر محمود خان ثانی کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اور حکومت برطانیہ نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ ہندوستان کے تمام دیسی ریاستوں کے حکمران جب دربار کے موقع پر بادشاہ برطانیہ کے تخت کے چبوترے کے سامنے سے گزرینگے۔ تو بادشاہ کو ایک خاص انداز میں کورنش کرتے ہوئے اس کے سامنے سے گزرینگے۔ چنانچہ ان تمام ریاستوں کے پولیٹیکل ایجنٹ حکومت برطانیہ کی خاص ہدایت پر ریاستوں کے حکمرانوں کو اس کورنش کے بارے میں سکھاتے رہے۔ اور ان کے سامنے کورنش کے مختلف انداز کا مشق بھی کرواتے رہے۔ لہذا اسی سلسلے میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات، قلات پہنچا اور امیر محمود خان ثانی حکمران ریاستی بلوچستان کے سامنے اس خاص قسم کی

کورنش کی مشق کرتا رہا۔ کہ جب وہ دربار میں شمولیت کے لئے دہلی جائیں گے ۔ تو برطانیہ کے بادشاہ جارج پنجم کے تخت کے چبوترے کے سامنے سے گزرتے وقت اس خاص قسم کے کورنش کرتے ہوئے گزریں گے ۔ امیر موصوف نے انہیں بالکل تسلی دی کہ وہ کورنش کے تمام مراحل کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں ۔ اور دہلی دربار میں انگریز بادشاہ کے تخت کے چبوترے کے سامنے سے گزرتے وقت ایسا ہی کورنش کرتے ہوئے گزرینگے ۔

امیر محمود خان ثانی دہلی میں

جب امیر محمود خان ثانی حکمران ریاستی بلوچستان دہلی دربار میں شمولیت کے لئے دہلی پہنچے ۔ اور دربار کے دن جب دربار حال پہنچے ۔ تو ان کی کرسی سلطان مسقط عمان کے ساتھ رکھی ہوئی تھی ۔ پہلے سلطان مسقط و عمان کو پیش ہونے کا اعلان ہوا ۔ وہ اٹھ کر برطانیہ کے بادشاہ کے تخت کے چبوترے کے سامنے کھڑے ہو کر ۔ اپنی تلوار نکالی لی ۔ اور بادشاہ کی سلامی لی ۔ اور واپس آکر اپنے نشست پر بیٹھ گیا ۔ اسکے بعد امیر ریاستی بلوچستان امیر محمود خان ثانی کو پیش ہونے کا اعلان ہوا امیر موصوف اٹھ کر چبوترے کے سامنے کھڑے ہو کر بجائے کورنش کرنے کے سلطان مسقط کی طرح تلوار نکال کر بادشاہ برطانیہ کی سلامی لے لی ۔ اور واپس آکر نشست پر بیٹھ گیا ۔ امیر قلات کے اس حرکت سے دربار میں انگریزی حکومت کے منتظمین کو بہت پریشانی لاحق ہوگئی ۔ مگر وہاں وہ نہ کچھ کہہ سکتے

تھے ۔ نہ کر سکتے تھے ۔ جب رات ہوئی تو ریاستی بلوچستان کا وزیر اعظم اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات امیر محمود خان کے پاس آئے ۔ ان سے کہا ۔ کہ آپ نے کورنش نہیں کی ۔ امیر محمود خان برجستہ جواب دیا ۔ کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمان کا ایک انسان کے سامنے کورنش یا جھک کر سلام کرنا ۔ کفر کے مترادف ہے ۔ لہذا اس لئے انہوں نے کورنش نہیں کی ۔ بلوچی دستور کے مطابق تلوار نکال کر بادشاہ سلامت کی سلامی لی ۔ جیسے کہ سلطان مسقط و عمان نے سلامی لی ۔ لہذا اس جواب کے سننے کے بعد وزیر اعظم ریاستی بلوچستان اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات خاموش ہو گئے ۔ اور مزید کچھ نہیں کیا ۔

بلوچستان کی انگریزی حکومت کی رد عمل

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کا سلطنت برطانیہ کے بادشاہ کو کورنش یعنی جھک کر سلام نہ کرنے کا ان پر ضرور رد عمل ہوا ۔ مگر ظاہری طور پر حکومت انگریزی بلوچستان نے اس کا زیادہ چرچا نہیں کیا ۔ ریاستی بلوچستان کے حکمران کے سلامی کے اکیس توپیں تھیں ۔ انہوں نے دو توپ سلامی کم کر کے اسے انیس توپ سلامی کر دی ۔ جس پر امیر ریاستی بلوچستان امیر محمود خان ثانی نے بھی کوئی احتجاج نہیں کیا ۔ اور خاموشی اختیار کی ۔

بلوچستان میں ایجنٹ گورنر جنرل کی جواب طلبی

ہندوستان کی انگریزی حکومت نے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سے ضرور جواب طلبی کی ۔ کہ امیر ریاستی بلوچستان نے برطانیہ کے بادشاہ کو کیوں کورنش نہیں کی ۔ ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان نے حکومت انگریزی ہند کو جواب دیا ۔ کہ بلوچستان اور اس کے باشندے اب تک ذہنی طور پر اس قدر مہذب اور ترقی یافتہ نہیں جو کورنش یا جھک کر سلام کرنے کے آداب کو صحیح طور پر سمجھ سکیں ۔ ہم نے اپنی طرف سے ان کو کورنش کرنے کی از حد زیادہ ترغیب دی ۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی چونکہ امیر ریاستی بلوچستان بھی تو علاقہ کا باشندہ ہے ۔ لہذا ہند کی انگریزی حکومت کو ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان نے یہ جواب دے کر ۔ چھٹکارا حاصل کر لیا ۔

امیر محمود خان ثانی کی حکومتی معاملات میں عدم دلچسپی

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان بہت زیرک اور ہوشیار حکمران تھا ۔ مگر نہ معلوم حکمران بنتے ہی اس نے حکومتی معاملات مین دلچسپی لینا قطعی طور پر ترک کیوں کردیا ۔ گو کہ اس نے ریاستی بلوچستان پر ۳۴ سال حکمرانی کی ۔ مگر اس طویل عرصے میں اس نے حکومتی معاملات میں بہت کم دلچسپی لی ۔ جس کی وجہ سے بلوچ ملت کو سیاسی حیثیت سے کافی نقصان پہنچا اور ریاستی بلوچستان کی سیاسی اقتدار پر برٹش بلوچستانی چھا گئے جو نسلا بلوچ نہیں تھے اور بلوچستان کے حکام کو منتقل ہو گیا ۔ بلوچوں کی بجائے سیاسی اور ملکی معاملات پر عرف عام میں بلوچستان میں بھی سیاسی

فضا آج تک دائم و قائم ہے ۔ اور حاوی بھی ہے ۔ اس لئے کہ غالباً یہ طبقہ بلوچوں کی طرح بے لچک رویوں کا حامل نہیں ۔

ریاستی بلوچستان کی مرکزی انتظامیہ کا دفتر کوئٹہ میں

یہاں تک حالات عجیب رخ اختیار کر گئے ۔ کہ ریاستی بلوچستان کا دارالخلافہ قلات تھا ۔ اور برٹش بلوچستان کا صدر مقام کوئٹہ تھا ۔ تو حکومتی اصول کے مطابق ریاستی بلوچستان کی مرکزی انتظامیہ کو قلات میں دفتر اور سکریٹریٹ قائم کرنا چاہئیے تھا ۔ مگر ریاستی بلوچستان کا مرکزی انتظامیہ کا دفتر کوئٹہ میں چمن ریلوے پھاٹک قریب قائم کیا گیا تھا ۔ یہ اس دور کی عجیب ایک سیاسی بوالعجبی تھی ۔ بادشاہت اور حکمران کہاں ۔ اور اسکا دارالخلافہ حکومت کی مرکزی انتظامیہ کا سکریٹریٹ کہاں ۔ اس لئے ہم اسے بوالعجبی کہتے ہیں ۔

جب ۱۹۱۱ء کو ان کی اسپیشل ٹرین دہلی سے روانہ ہو کر لاہور کے اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر کچھ اخباری نمائندوں نے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ ان کے وزیر اعظم نے آکر ان کو اطلاع دی کہ کچھ اخباروں کے نمائندے ان سے ملنا چاہتے ہیں ۔ انہوں نے وزیر اعظم سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا دھندا کیا ہے ۔ وزیر اعظم نے کہا ۔ یہ لوگ اخبارات میں مختلف قسم کی خبریں شائع کرتے ہیں ۔ اگر ان کی امداد کی جائے تو تعریف کرتے ہیں ۔ اگر ان سے بے اعتنائی برتی جائے تو خفت کرتے ہیں ۔ وہ

اپنے وزیر اعظم سے فارسی زبان میں بات کرتے تھے ۔ امیر نے بے ساختہ کہا ۔ "کہ این ہارادر ملک مالوڑی میگونید" ان کو ہمارے ملک میں میراثی کہتے ہیں ۔

ایک اور بذلہ سنجی کی مثال

ایک دن امیر محمود خان ثانی قلات کے قدیم شہر کے دلدار دروازہ کے قریب اپنے دیوان خانہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک راہ گیر سامنے سے گزر رہا تھا ۔ امیر نے اسے بلا کر پوچھا تمہارا نام کیا ہے ۔ اس نے کہا کہ میرا نام ہزار خان ہے ۔ انہوں نے کہا کہ جب تمہارا نام ہزار خان ہے ۔ تو میں کس کا خان ہوں ۔ راہ گزار سمجھدار آدمی تھا ۔ وہ بھانپ گیا ۔ اور فوراً جواب دیا ۔ کہ جناب میرا نام (ہزارو) ہے امیر موصوف بہت خوش ہوئے ۔ اور کہا اب تم نے ٹھیک جواب دیا ۔ لہذا اسے انعام و اکرام دے کر ۔ اسے رخصت کر دیا ۔

بذلہ سنجی کی دوسری مثال

قلات کے شہر میں ایک مسجد کے ملا اور ایک سید کے درمیاں اوکھلی پر جھگڑا ہوا ۔ ملا نے کہا کہ مردے کے وارثوں نے اوکھلی مجھے دی ہے ۔ مگر سید اس پر اپنا حق جتا رہا تھا ۔ کہ وارثوں نے یہ اوکھلی مجھے دی ہے ۔ دونوں نے امیر محمود خان ثانی کو اپنا کیس برائے فیصلہ پیش کیا ۔ اتفاقاً اس دن مہینے کی پہلی تاریخ تھی ۔ کوئی چھ سو فوجی سپاہی دربار کے دفتر

میں تنخواہ کی وصولی کے لئے آئے تھے - امیر محمود خان ثانی نے فوج کے کمانڈر کو حکم دیا کہ دفتر کے سامنے ملا اور سید کو کھڑا کر دیا جائے - ہر فوجی سپاہی تنخواہ لینے کے بعد باری باری ان دونوں سے معانقہ کرے - اور دوران بغل گیری ذرا زور سے ہر ایک کو بھینچ کر اپنی فوجی ہیڈ کوارٹر جائے چنانچہ صبح سے شام تک سید صاحب اور ملا صاحب سے فوجی سپاہی معانقہ کرتے رہے - جس کی وجہ سے دونوں ہنایت تھک کر چور ہو گئے تھے - شام کو اسی حالت میں امیر محمود خان نے ان دونوں کو اپنے سامنے طلب کیا اور اپنا فیصلہ سنا دیا - فیصلہ میں کہا - کہ او کھلی ملا کا ہے - کیونکہ سید اہل رسول ہے - اس پر زکوۃ مردوں کی طرف سے خیرات کئے آشیا لینا جائز ہنیں یہ سیدوں کی توہین ہو گی - اس فیصلے کے بعد ملا صاحب اور سید صاحب کو رخصت کر دیا گیا -

بذلہ سنجی کی چوتھی مثال

ایک دفعہ امیر محمود خان ثانی حسب دستور قلات شہر کے قدیم دروازہ دلدار کے قریب اپنے مہمان خانہ خاص میں بیٹھا ہوا تھا - کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے دفتر کا ایک چپڑاسی ان کے خدمت میں پیش ہوا اور امیر سے درخواست کی کہ ان کے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے - امیر موصوف انہیں بجار (امدادی چندہ) دیں - امیر نے برجستہ جواب دیا - کہ بلوچ سوسائیٹی میں ہم پلہ لوگ ایک دوسرے کو بجار دیتے ہیں - لہذا میں

نے لڈو منگوائے ہیں - آپ کو لڈو کھلا دونگا - اور آپ کا منہ میٹھا کرونگا - چنانچہ انہوں نے افسر حاضر باش کو کہا کہ چپڑاسی کے منہ میں لڈو ٹھونسے چپڑاسی کا منہ لڈو سے بھر دیا گیا - اور اسے رخصت کر دیا گیا - راستے میں جاتے ہوئے چپڑاسی نے لڈو انگلی مار مار کر اپنے منہ سے نکالا کسی راہ گیر کو اشارے کر کے کہا - کہ اس کے سر اور جبڑے کو بھینچ دے تاکہ منہ بند ہو جائے - لہذا راہ گیر نے اسی طرح کیا - اور چپڑاسی کی باچھیں آپس میں مل گئیں - اور اس نے اپنے گھر کی راہ لی -

ریاستی بلوچستان میں انتظامی تبدیلیاں

مکران کی نظامت سے مہر اللہ خان رئیسانی کی علحیدگی

میر مہر اللہ خان رئیسانی نے ۱۹ سال تک مکران میں بحثیت ناظم الحکومت مکران حکومت کی - اگرچہ بلوچستان کی انگریزی حکومت اس کی سخت گیر پالیسی کو پسند نہیں کرتی تھی - مگر امیر ریاستی بلوچستان - المعروف بہ خان قلات اس کے طرف دار تھے - علاوہ ازیں اس نے اندرونی طور پر مکران کے علاقہ میں امن بھی قائم کر رکھا تھا - اس لئے جنگ عظیم اول (۱۸ - ۱۹۱۴ء) اور جھالاوان میں بغاوتوں کے پیش نظر اسے مکران سے واپس طلب کرنے کو بھی مناسب خیال نہیں کیا جاتا تھا - سردار فقیر محمد بزنجو کے بعد مکران میں قلات کا ایک کامیاب ترین افسر ناظم مہر اللہ خان رئیسانی تھا -

پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی ناظم مہراللہ خان کی مخالف کرنا

۱۹۱۷ء کو کرنل کیز پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی رائے یہ تھی ۔ کہ مکران میں میر مہراللہ خان میر مہراب خان گچکی کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا ۔ اور اس کی تشدد اور سخت گیری سے مکران کی ایرانی سرحد پر شورش بپا تھی ۔ اور اس وجہ سے مکران کے سیاسی معاملات میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہورہی تھیں ۔ اور اس کا برا اثر ریاستی بلوچستان کے بجٹ پر پڑ رہا تھا ۔ لہذا ان وجوہات کے بنا پر ناظم مہراللہ خان رئیسانی کو مکران کی نظامت کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا ۔

میر شکر خان جمالدینی کی فراری

میر شکر خان جمالدینی ساکن نوشکے جنگ عظیم کے دوران ایرانی بلوچ مجاہدین ، سردار جنید خان ، اور دوسرے مجاہدین کے خلاف انگریزی حکومت کے لئے خدمات سرانجام دیں ۔ اس امداد کے صلے میں انگریزوں نے اسے خان بہادر کا خطاب دیا ۔ انگریزوں نے اس کے بھائی میر طاوس خان کو گرفتار کیا ۔ وہ اس سلسلہ میں ناراض ہو کر افغانستان چلا گیا ۔ عبدالقدوس خان پر حاکم قندھار نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی ۔ اور عزت و احترام سے رکھا ۔ انگریزی حکومت نے بلوچستان میں اس کی تمام جائیداد کو بحق سرکار ضبط کر لیا ۔

شیر محمد کی نوکنڈی کو لوٹنا

میر شیر محمد سنجرانی نے جو میر شکر خان کا بھانجا تھا ۔ نوک کنڈی پر حملہ کر کے شہر اور ریلوے اسٹیشن کو لوٹ لیا ۔ اور ایک انگریز کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ سرحد پار لے گیا ۔

انگریزی مشن کابل میں

انگریز حاکم ڈابس کی سرکردگی میں ایک انگریزی مشن افغانستان کے دارالخلافہ کابل گیا ۔ یہ دور افغانستان میں امیر امان اللہ خان کا تھا ۔ وہ بادشاہ تھا ۔ امیر افغانستان نے اس مشن کے ساتھ میر شکر خان کے معاملے کا بھی ذکر کیا ۔ اس وجہ سے انگریزی حکومت کو اس معاملے کی طرف خاص توجہ دینی پڑی ۔

میر شکر خان اور طاوس خان کی واپسی بلوچستان

جب امیر افغانستان نے میر شکر خان کے بارے میں ڈابس نمائندہ انگریز سے بات کی تو انگریزی حکومت نے میر طاوس خان کو رہا کر دیا ۔ میر شکر خان کو واپس بلوچستان بلایا ۔ اس کی تمام جائیداد اور خطابات بھی واپس دے دیئے گئے ۔

جام لسبیلہ میر کمال خان کی فوتیدگی

جام میر کمال خان جام لسبیلہ ۲ مارچ ۱۹۲۱ء میں نظر بندی کی حالت میں بمقام کوئٹہ فوت ہوا ۔ اس کی بجائے اس کے بیٹے اور ولی عہد میر غلام محمد کو لسبیلہ کا جام مقرر کیا گیا ۔ جام غلام محمد مرنجان مرنج شخص تھا ۔ بیلہ

کی حکومت میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا ۔ شکار کا بہت زیادہ شوقین تھا ۔ تمام وقت سیر و شکار میں بسر کیا کرتا تھا ۔ وزیر لسبیلہ علاقہ کے سیاہ و سفید کا مالک تھا ۔

سردار ابراہیم خان باران زئی کا تمپ پر حملہ

۱۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو سردار ابراہیم خان باران زئی نے ارفشان سے مکران کے علاقہ تمپ پر حملہ کر کے سردار نادر شاہ گچکی سردار تمپ اور اس کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا ۔ اور تمپ کے علاقہ کو لوٹا ۔

انگریزوں سے میر مہراب خان گچکی کی انتقامی کاروائی کا مطالبہ

اس واقعہ قتل سے مکران کے طول و عرض میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ۔ میر محراب خان گچکی نے انگریزی حکومت سے انتقامی کاروائی کرنے کا شدید مطالبہ کیا ۔ اور انگریزوں کو للکارا ۔ کہ حکومت برطانیہ اپنی پر امن رعایا کی حفاظت کے قابل نہیں رہی ہے ۔

پولیٹیکل ایجنٹ قلات سرداران سراوان کا ایک کمیشن لے کر تحقیقات کرنے کے لئے مکران پہنچا ۔ جہاں پر اس نے ایرانی بلوچ سرداروں کے ساتھ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک مشترکہ جرگہ بٹھانے کی تجویز کی ۔ لیکن سردار ابراہیم خان کو جرگہ کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکا ۔ اس لئے سردار نادر شاہ اور اس کے دو بے گناہ بیٹوں کے قتل کے معاملہ تصفیہ طلب رہ گیا ۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی ۔ کہ مقامی معتبرین

کا ہاتھ اس حملہ اور قتل کے واردات میں شامل تھا ۔ کرنل کیز پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے ایجنٹ کو لکھا کہ یہ ہماری حکومت پر ایک بدنما داغ ہے

شہزادہ اعظم جان احمدزئی کا حاکم مکران ہونا

میر مہراللہ خان رئیسانی کو مکران کی نظامت سے ہٹا کر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے ۱۹۲۲ء میں امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کے دوسرے بھائی شہزادہ میر اعظم جان کو حاکم مکران مقرر کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔

امیر محمود خان ثانی کی سیاسی چال

امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان اس تقرری کی بخوشی منظوری دی ۔ کیونکہ ان کو یقین تھا ۔ کہ شہزادہ میر محمد اعظم جان نہ صرف بری طرح ناکام ہوگا ۔ بلکہ وہ مکران میں ایسے خطرناک حالات بھی پیدا کردے گا ۔ جس سے انگریزی حکومت کے نمائندے جو اس کی زبردست طرف دار ہیں ۔ اس سے ناراض اور بدظن ہو جائیں گے ۔ اور اس کا یہ عمل اس کی جانشینی کے حق پر بھی برا اثر ڈال دے گا ۔

شہزادہ اعظم جان کی ناکام پالیسی مکران میں

جب شہزادہ اعظم جان مکران پہنچا اور نظامت مکران کی چارج سنبھال لی ۔ چونکہ میر محراب خان گچکی کو در پردہ امیر محمود ثانی امیر ریاستی

بلوچستان کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اور انہیں یہ سکھا دیا گیا۔ کہ شہزادہ اعظم کی ہر پالیسی کو ناکامی سے دوچار کیا جائے۔ چنانچہ ان کے مکران پہنچتے ہی میر مہراب خان گچکی اور اس کے ہمنوا اس کے خلاف اس کے پالیسیوں کو ناکام بنانے کی درپے ہو گئے۔

شہزادہ اعظم کی انگریزی حکومت سے مطالبات

شہزادہ اعظم کو اب تک مکران میں ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا۔ کہ اس نے بلوچستان کی انگریزی حکومت سے مکران میں امن قائم رکھنے کے لئے پانچ سو سپاہی پلٹن اور پانچ سو سپاہی لیویز کے طلب کئے۔ علاوہ ازیں مکران میں ایک اور لیویز قائم کرنے کے لئے پانچ سو مزید سپاہیوں کی بھرتی کی منظوری اور دو لاکھ روپے کی امداد طلب کی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنی ذاتی استعمال کے لئے ان سرکاری اراضیات کو بھی ضبط کرنا شروع کیا۔ جو زمینداروں کو اجارہ پر دی گئی تھیں۔ ایجنٹ نے اعظم خان کے ان مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ جس پر وہ خود کوئٹہ چلا آیا۔ اور یہاں پر اس نے صورت حال دیکھ کر استعفیٰ دے دیا۔ اور اپنے کسی فرد خاندان کی بیماری کے بہانے شہزادہ اعظم جان حاکم مکران کے عہدہ سے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔

سردار بختیار خان رستم زئی کی فراری

۱۹۲۲ء میں سردار بختیار خان رستم زئی جس کا سردار رئیسانی کے ساتھ تنازعہ چلا آرہا تھا۔ فرار ہو کر افغانستان چلا گیا۔ حکومت افغانستان نے اس کی بڑی خاطر مدارت کی اور قندھار میں آباد ہونے کے لئے اسے جاگیر بھی دے دی۔

رستم زئی قبیلہ کی تاریخی پس منظر

کہتے ہیں ۔ قبائلی حساب سے روستم زئی قبیلہ رئیسانی قبیلہ کا ایک طائیفہ ہے ۔ مگر امیر خداداد خان، امیر بلوچستان کے دور حکمرانی (۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء) میں انہوں نے سردار ملا محمد رئیسانی کے مسلسل مخالفت کی وجہ سے روستم زئی طائیفہ کی جدا سرداری قائم کردی تاکہ ملا محمد رئیسانی، سردار رئیسانی کے گھر میں ہی اس کا حریف موجود ہو ۔

بعد کے سیاسی حالات

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی معزولی اور نظر بندی کے بعد جب امیر محمود خان ثانی حکمران بلوچستان منتخب ہوگئے ۔ تو سردار اسد اللہ خان رئیسانی اور ان کا بیٹا سردار غوث بخش رئیسانی طائیفہ روستم زئی کی اس نئی سرداری کو برداشت نہیں کرسکتے تھے ۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان خانہ جنگی کی دائمی صورت پیدا ہوچکی تھی ۔ انگریزی حکومت کو حالات سے مجبور ہوکر ۔ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنی پڑی جس کی وجہ سے سردار بختیار خان ناراض ہوکر افغانستان چلاگیا ۔

امیر محمود خان کی نابینائی

۱۹۲۵ء میں امیر محمود خان ثانی ۔ اپنی بصارت کھو بیٹھے اور قلات کی میری سے باہر نکلنا قطعاً بند کردیا ۔ اگرچہ اس سے قبل وہ حکومتی معاملات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتے تھے ۔ لیکن اہتمام حجت کے لئے سر میر شمس شاہ جو ان دنوں ریاست قلات کے وزیر اعظم تھے بعض ضروری کاغذات اور

احکامات پر ان سے دستخط کرا لیتا تھا ۔ مگر اب اپنی بینائی کھو کر میر محمود خان ۔نے وزیر اعظم سے ملنا بھی ترک کردیا ۔ وزیر اعظم سر شمس شاہ اب ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا ۔ اور خان کے نام سے اس نے ریاستی بلوچستان کے مظلوم عوام اور کم ہمت سرداروں پر من مانی حکومت کرنا شروع کردی ۔

برصغیر میں مسلمان تحریکیں

اٹھارویں صدی کے اختتام تک برصغیر سے مسلمانوں کی سیاسی برتری ختم ہو گئی ۔ اور ان کی حکمرانی کا آخری نشان برطانوی پنشن خوار مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر رہ گیا ۔ جو اصل اختیارات سے قطعی طور پر محروم تھا ۔ چند دیسی ریاستوں کے مسلمان فرماں رواں ضرور موجود تھے ۔ لیکن وہ انگریزی اقتدار کے سامنے بے بس تھے ۔

مسلمانوں کی بچی کچی ریاستوں سندھ ، اودھ ، بلوچستان پر انگریزوں نے انیسویں صدی کے وسط تک قبضہ کر لیا ۔ انیسویں صدی میں ہر لحاظ سے مسلمانوں کا بچا کچا سیاسی اقتدار بھی ختم ہو گیا تھا ۔ لیکن اس صدی میں اہم تحریکوں کی بدولت مسلمانوں نے احیائے مذہب اور سیاسی اقتدار کی بحالی کے لئے زوردار کوششیں کیں ۔ انیس صدی میں مسلمانوں کے اہم تحریکوں کی تفصیل اس طرح ہے ۔

۱ ۔ تحریک ولی اللہ (۱۷۵۷ء) ۲ ۔ تحریک ٹیپو سلطان (۱۷۸۴ء) ۳ ۔ تحریک

فرائض (۱۸۰۲ء) ۴ - تحریک مجاہدین (۱۸۱۰ء) ۵ - تحریک جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) ۶ - تحریک سر سید (۱۸۷۵ء) ۷ - تحریک مولانا شرر (۱۸۹۰ء ۸ - تحریک ریشمی رومال (۱۹۱۰ء) ۹ - تحریک کامریڈ (۱۹۱۱ء) ۱۰ - تحریک ضرب اللہ (۱۹۱۲ء) ۱۱ - تحریک خلافت (۱۹۱۹ء)

بلوچستان میں تحریک ریشمی رومال

چونکہ مندرجہ بالا تحاریک میں سے ایک تحریک کا اثر بلوچستان میں نمودار ہوا - جسے تحریک ریشمی رومال کہتے ہیں - لہذا ہم اس باب میں اس کا تفصیلات بیان کریں گے - بلوچستان میں سیاسی بیداری، مذہبی بیداری اور جدید تعلیم کے حصول کا جذبہ کا آغاز، انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہوا - انگریزوں کے خلاف مسلمانوں نے کئی ایک تحاریک چلائیں جن کی میں نے تفصیل اوپر بیان کر دی ہے - ان میں ایک تحریک جو ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی - اور بعد میں اپنی ہی اہل وطن کی سازشوں سے ختم ہوئی - اور اس کے کارندوں نے جو تکالیف اٹھائیں وہ ایک الگ قصہ ہے -

بلوچستان میں تحریک ریشمی رومال کا بانی

اس تحریک کے ایک خاموش اور پوشیدہ رکن مولوی ممتاز علی جن کا اصل نام ممتاز احمد تھا - وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ایک تھے - اپنے مرشد کے حکم پر ۱۸۸۰ء میں اپنے خفیہ

مشن پر شالکوٹ (کوئٹہ) آئے۔

بلوچستان کی سیاسی صورت حال

جب مولوی ممتاز علی ۱۸۸۰ء میں کوئٹہ آئے تو اس دور میں بلوچستان پر امیر خداداد خان احمد زئی بلوچ حکمرانی کر رہے تھے۔ اور اسی دور میں ۱۸۸۳ء میں انگریزی حکومت ہند نے امیر بلوچستان امیر خداداد خان سے شالکوٹ (کوئٹہ) اور درہ بولان اجارے پر لے لیا۔ جہاں روسی سلطنت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے انگریز ایک فوجی چھاؤنی کوئٹہ میں قائم کر چکے تھے۔ اور بلوچستان میں انگریز اپنے قدم جمانے میں مصروف تھے۔

مولوی ممتاز علی کے پٹھان عالموں سے رابطہ کرنا

اسی دور میں خانوزئی اور برشور حال ضلع پشین کے پٹھان علاقے انگریزوں کو افغانستان کی دوسری جنگ میں ۲۱ فروری ۱۸۷۹ء میں معاہدہ گندمک کی رو سے تاوان جنگ میں مل چکے تھے۔ اور یہ علاقے بھی انگریزی عملداری میں شامل تھے۔ لہذا مولوی ممتاز علی نے خانوزئی اور برشور کے مشہور علماء آخوند زادہ عبدالعلی اور مولوی بدرالدین سے رابطہ کیا۔ اپنے ریشمی رومال کے مشن کو آگے بڑھایا اور اس طرح مولوی ممتاز علی نے اس علاقے میں سیاسی بیداری اور عوام میں مذہبی تعلیم کو فروغ دینے کے کام کی ابتدا کی اسی سلسلے میں کوئٹہ کے کاسی قبیلہ کے سربراہ سے زمین حاصل کرکے پہلی مرتبہ نجی شعبہ میں دینی مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک

مدرسہ قائم کیا ۔ اس مدرسہ کی عمارت تعمیر کر کے اور ایک پتھر (مدرسۃ القرآن) کے نام کا بھی عمارت میں نصیب کیا ۔ یہی مدرسہ بعد میں اسلامیہ مڈل اسکول اور پھر اسلامیہ ہائی اسکول کے درجے تک پہنچا ۔ اس مقصد کے لئے ایک انجمن (انجمن اسلامیہ) کے نام سے قائم بھی کیا ۔ جو آج تک موجود ہے ۔ مگر افسوس ہے ۔ کہ یہ عمارت ۱۹۳۵ء کے کوئٹہ کے زلزلہ میں منہدم ہو گئی ۔

مولوی ممتاز علی کی تحریک کو زندہ رکھنے کا جتن

مولوی ممتاز علی کی شروع کردہ سیاسی تحریک اندر ہی اندر پھیلتی چلی گئی ۔ انگریزوں کے خلاف نفرت دن بدن بڑھتی گئی ۔ حکومت انگریزی اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھی ۔ مولوی ممتاز علی نے مدرسۃ القرآن کے علاوہ ایک جامع مسجد جو مسجد روڈ اور سورج گنج بازار کے چوک پر واقع ہے تعمیر کرائی ---- طوغی روڈ پر ایک عید گاہ بھی تعمیر کی ۔ عید گاہ کے انتظام کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی تشکیل دی ۔ انگریزی حکومت کو مولوی ممتاز علی کی یہ سرگرمیاں بالکل پسند نہیں تھیں ۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد جب وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف تھے ۔ ان کو ایک پارسل پہنچایا گیا ۔ جب انہوں نے پارسل کو کھولا تو اس میں ایک ضبط شدہ کتاب (کفر توڑ) کی کچھ جلدیں بند کی گئی تھیں ۔ مولوی صاحب نے پارسل کھول کر یہ کتابیں اپنے ساتھیوں میں

تقسیم کر دیں ۔ دوسرے دن اسی جرم میں انکو گرفتار کر کے کوئٹہ شہر سے بدر کر دیا گیا ۔ اور جیکب آباد اسٹیشن پر بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ دیا گیا ۔ جہاں سے وہ اپنے چند بہی خواہوں کی مدد سے سہارن پور پہنچے ۔ اور وہاں مولانا خلیل رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پانچ روپے ماہوار تنخواہ پر ملازمت اختیار کر لی ۔ تقریباً دو تین سال بعد ۱۹۲۸ء میں داعی اجل کو لبیک کہا ۔

حضرت مولانا ممتاز علی کا شجرہ

چونکہ مولانا ممتاز علی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ۱۸۸۰ء میں بلوچستان میں وارد ہوئے ۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں ۔ کہ ان کے شجرہ کو بھی بیان کیا جائے ۔ مولوی ممتاز علی کا شجرہ نسب حضرت ایوب انصاری خزرجی مدنی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے ۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے ۔

شجرہ ممتاز علی مولانا

(۱) حضرت ایوب خالد انصاری خزرجی مدنی (۲) منصور (۳) جعفر (۴) علی (۵) احمد (۶) محمد (۷) علی (۸) ابو منصور محمد (۹) شیخ الاسلام حضرت خواجہ اسماعیل عبداللہ انصاری میر ہرات رحمتہ اللہ علیہ (۱۰) شیخ محمد (۱۱) شیخ نصر (۱۲) شیخ محمد (۱۳) امام ناصر الدین جالندھری رحمتہ اللہ علیہ (۱۴) خواجہ عبدالمالک (۱۵) خواجہ صادق (۱۶) خواجہ میران (۱۷) خواجہ جنید (۱۸) قاضی شمس الدین (۱۹) قاضی محمد عادل (۲۰) قاضی عثمان (۲۱) قاضی میران (۲۲) شیخ فضل اللہ (۲۳) عبدالغنی (۲۴) نظام الدین (۲۵) مولوی ممتاز علی

مولوی منیر احمد برٹش بلوچستان میں انگریزوں کے دور حکومت میں آکسٹرا اسٹنٹ کمشنر رہے ہیں - بعد میں ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے کابینہ میں وزیر داخلہ اور پھر وزیر اعظم کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ہیں - اپنے دور وزارت عظمیٰ میں لوگوں کے لئے جانفشانی سے رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی لے کر ان کی ابتدا کی ہے -

مولوی محمود احمد بھی برٹش بلوچستان کی حکومت میں بطور ڈپٹی کمشنر کے خدمات سرانجام دی ہیں - اور ریاستی بلوچستان میں امیر احمد یار خان کے وزیر دربار بھی رہ چکے ہیں - اور ریاست خاران کے وزیر بھی رہے ہیں -

مولوی منیر احمد خان مرحوم مولوی ممتاز علی کے بڑے بیٹے تھے - اور مولوی محمود احمد، مولوی ممتاز علی کے پوتے ہیں - ان کے دوسرے بیٹے مولوی بشیر احمد کے صاحب زادے ہیں -

باب ششم

بلوچستان پر انگریزوں کا عملی طور پر کامیاب ہو کر حکومت حاصل کرنا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ 1876 ۔ کے معاہدہ کی رو سے حکومت برطانیہ نے اصولی طور پر بلوچستان پر اپنے قبضہ اور تسلط کی راہ ہموار کر لی۔ 1893 ۔ میں امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کو معزول کر کے انگریزی حکومت عملی طور پر تمام بلوچستان پر قابض ہو گئی۔ امیر محمود خان۔ جیسا کہ ظاہر ہے برائے نام ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے حکمران تھے۔ کیونکہ ان کے دور میں انگریزی حکومت ہند نے اپنی ہندوستانی پالیسی کے مطابق ایک بلوچستان سے دو بلوچستان بنائے۔ ریاستی بلوچستان اصل بلوچستان کو نام دیا گیا اور بناوٹی بلوچستان۔ جو بلوچ مستجار علاقوں کو ملا کر جو امیر قلات سے اجارے پر لئے گئے تھے ان کے ساتھ افغانستان کے تمام افغان علاقے جو افغانستان کی دوسری جنگ میں انگریزوں کو تاوان جنگ میں ملے تھے۔ مدغم کر کے۔ اس کا نام برٹش بلوچستان رکھا گیا۔ لہٰذا انگریزی پالیسی کے مطابق، بلوچستان کا ملک بھی دو حصوں میں بٹ گیا ایک برٹش بلوچستان بنا۔ دوسرا ریاستی بلوچستان کے نام سے موسوم ہوا یعنی بہ الفاظ دیگر۔ انگریزی دستور کے مطابق، بہ مصداق۔ برٹش انڈیا اور پرنسز انڈیا بلوچستان بھی برٹش بلوچستان اور پرنسز بلوچستان میں بٹ گیا امیر محمود خان کا بحیثیت امیر ریاستی بلوچستان اقتدار نیابت قلات کی حدود تک محدود تھا۔ ریاستی

بلوچستان کے صحیح حکمران انگریز ہی تھے۔ جن کا نمائندہ وزیر اعظم کے نام سے سیاہ و سفید کا ملک اور ریاستی بلوچستان کا مطلق العنان حاکم تھا۔

بلوچستان بطور انگریزی فوجی مستقر:۔ ایشیا کی سیاسی تاریخ میں اس وقت زبردست تبدیلی آئی۔ جب کہ زار روس کی حکومت ہندوستان کی سرحدات تک پہنچنے کی پالیسی کے تحت افغانستان اور ایران کے داخلی و خارجی معاملات میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ بلوچستان کی سرزمین مغربی استعمار پرستوں کی نظروں میں جن میں دولت برطانیہ پیش پیش تھی۔ بہت زیادہ اہمیت حاصل کر گئی تھی۔ چنانچہ امیر خدا داد خان کو معزول کر کے نظر بند کرنے کے بعد انگریز استعمار پرستوں نے جب اس سرزمین پر مکمل تسلط حاصل کر لیا تو اسے ہندوستان میں اپنے فوجی مفادات کے تحفظ کیلئے فوجی مستقر کے طور پر استعمال کرنے لگے۔

بلوچستان کی سرحدات پر فوجی کاروائیاں:۔ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کے دور حکومت میں افغانستان اور ایرانی سرحدات پر جو فوجی کار روائیاں ہوئیں اور ان سرحدات پر بود و باش رکھنے والے بلوچ قبائل کو لالچ دے کر زیر کرنے کے اقدامات کئے گئے۔ ان کی بنیادی وجہ اس سرزمین کو ہندوستان میں اپنے استعماری مفادات کے تحفظ اور افغانستان اور ایران میں روسی پیشقدمی کو روکنے کیلئے استعمال کرنا تھی۔

انگریزوں کی تمام بلوچ علاقوں کو زبوں حال رکھنے کی پالیسی:۔

برطانوی سامراجی مفادات کے تحفظ کیلئے یہ ضروری تھا کہ اس سرزمین بلوچستان کو جس کی حدیں امیر بلوچستان۔ حضرت امیر نصیر خان نوری کے عہد حکومت میں

مشرق میں بشمول ڈیرہ غازی خان پنجاب تک شمال میں افغانستان کے دریائے ہلمند کی جنوب مغربی سمت تک مغرب میں ایران کے سیستان اور کرمان کی مشرقی سمت اور بند عباس تک ، پھیلی ہوئی تھی اس حد تک منتشر اور ہر گونہ پست و زبون رکھا جائے تاکہ یہاں کی قومی حکومت اور عوام میں اپنے انگریز آقاؤں کے خلاف سر اٹھانے کی کبھی بھی ہمت اور حوصلہ نہ ہو۔ چنانچہ بلوچستان پر مکمل سیاسی اور فوجی تسلط حاصل کر لینے کے بعد انگریزی حکومت نے اپنے اس ارادے کو عملی صورت دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

انگریزی حکومت کی بلوچ مملکت کے حصے بخرے کرنا :۔

افغانستان اور ہندوستان کے درمیان ڈیورنڈ لائین کو سرحد قائم کرنے کے وقت بعض افغان قبائی علاقوں کو بلوچستان اور دریائے ہلمند کے طاس میں اور گرم سیل کے قرب وجوار میں آباد بلوچ قبائل اور ان کے خالص بلوچی علاقوں کو جان بوجھ کر اپنے آئندہ مقاصد کی تکمیل کیلئے افغانستان میں شامل کیا گیا۔ دوسری طرف ایران میں روسی اثرو اقتدار کو روکنے کیلئے شاہ ایران کی دوستی حاصل کرنے کی غرض سے یا بوقت ضرورت آن آزاد منش بلوچ قبائل کو حکومت ایران کے خلاف استعمال کرنے کی بری نیت سے 1896 ء میں ایران بلوچ سرحدات متعین کر کے سیستان سے بندر عباس تک کا تمام بلوچی علاقہ مملکت ایران کو دے دیا گیا۔ علاوہ اس کے بلوچستان کے اندر بھی بلوچون کی قطع برید میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ چنانچہ اندرونی بلوچستان کو اندرونی طور جس بے دردی سے تقسیم در تقسیم کیا گیا اس کی اجمال ذیل ہیں۔

۱۔ پژند ۔ و ۔ داجل کے خالص بلوچی علاقوں کو پنجاب کے ساتھ شامل کیا گیا۔

۲۔ خان گڑھ اور اس کے گرد و نواح کے بلوچی علاقوں کو جیکب آباد کا نام دیکر سندھ کے ساتھ ملا لیا گیا۔

۳۔ مری ، بگٹی کھیتران کے قبائلی علاقوں کو قبائلی علاقے قرار دیکر ۔ براہ راست بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے ماتحت رکھا گیا۔

۴۔ نصیر اباد ، بولان ، شالکوٹ (کوئٹہ) اور نوشکی کے بلوچی علاقوں کو امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات سے اجارہ پرے کر اور ان کے ساتھ افغانستان کی حکومت سے معاہدہ گندمک کے تحت افغانستان سے حاصل کئے ہوئے افغان علاقوں کو مستجار علاقے اور مری ، بگٹی ، کھیتران کے قبائلی علاقوں کو ملاکر برٹش بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے ماتحت رکھا گیا۔

۵۔ لس بیلہ اور خاران کے بلوچی علاقوں کو جداگانہ ریاستی حیثیت دیکر ایک علیحدہ نظام کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

۶۔ اس شدید قطع و برید اور تقسیم در تقسیم کے بعد اصل بلوچستان کے جو اجزا یعنی سراوان ، جھالاوان کچھی اور مکران جو ضلع بچ گئے ۔ ان کے مجموعے کو ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کا نام دیکر ۔ امیر محمود خان ثانی کو امیر ریاستی بلوچستان برائے نام مقرر کیا گیا۔

بلوچوں پر غنودگی اور بے خبری کی کیفیت طاری ہونا:۔ اس تمام

دوران میں جبکہ انگریزی حکومت ہند، مادر وطن بلوچستان بلوچ زعما اور قبائلی امیر خدا داد خان امیر بلوچستان اور سرداروں کے درمیان اکیس سالہ خانہ جنگی سے تھک کر چکنا چور ہوگئے تھے۔ایک غنودگی اور بے خبری کی سی کیفیت طاری رہی۔

پہلی جنگ عظیم کی اثرات بلوچستان پر:۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران (1914ء تا 1918ء) اس کی ہولناکیوں نے بلوچستان پر بھی لازمی اثر کیا انگریزی حکومت کے خلاف قبائل کے غیر منظم بغاوتوں کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہوا۔ جن کو انگریزی حکومت نے۔ کچل دیا۔ زندہ اور آزادی خواہ قبائل اور ان کے سرداروں کو تہس نہس کر دیا گیا۔

امیر محمود خان ثانی حکمران ریاسی بلوچستان کا رویہ:۔ اس دوران امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان۔ قلات کے میری میں۔ دنیا ومافیہا سے بے نیاز۔ آرام کرتا رہا کہتے ہیں کہ امیر محمود خان نے قصداً اپنے آپ کو ایک گوشہ کیا کیونکہ وہ انگریزوں کی حکومت کو در حقیقت پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر بلوچستان کے سیاسی حالات سے مجبور تھا۔ اس لئے قبائلی سرداروں کی اکثریت انگریزوں کی طرفدار تھی۔ اسی طرفداری کے نتیجے میں امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کو اپنے تخت سے ہاتھ دھونا پڑے اور بلوچستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔ در پردہ امیر محمود خان زندہ اور آزادی خواہ قبائل اور ان کے سرداروں کو انگریزوں حکومت کے خلاف مسلسل امداد دیتا رہا۔ مگر ظاہراً حکومتی معاملات سے کنارہ کش ہوکر۔ دلچسپی لینا چھوڑ دیا کہ انگریز سرکار اور اس کے طرف دار سردار، آپس میں جو جو تم بیزار کرتے ہیں تاکہ ان سرداروں کو یہ احساس ہوجائے کہ انگریزی استبداد کے ہاتھوں

میں بلوچستان کے ملک کو دینے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے اور انھیں اپنی غلطی محسوس کرنی چاہیئے ۔ لہذا امیر موصوف خاموش تماشائی کی حیثیت سے یہ تمام نظارے دیکھتا رہا

انگریز کے طرفدار سرداروں کا رویہ:۔ وہ کم ہمت اور ہوس پرست سردار جو چند مدت سے گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کرنے پر مجبور تھے ۔ ان کا عیش ہوگیا ۔ گورنر جنرل حکومت ہند نے 1912 میں بلوچستان میں اپنے ایجنٹ کو حکم نامہ بھیجا ۔ کہ آئندہ ہر قبیلے کی دیکھبال ۔ اس قبیلے کے سردار کی ذمہ داری ہے ۔ یہ ہوس اقتدار اور جلب زر کے شکاری سردار اپنے قبائل پر ٹوٹ پڑے ان پر ظلم و جبر کو اپنا شیوہ بنا لیا ۔ بلکہ اس میں بڑائی محسوس کرنے لگے ۔ جہاں کہیں کوئی غیور بلوچ سر اٹھاتا ۔ انگریزی حکومت سے پہلے سردار کی لاٹھی بلائے ناگہانی کی طرح اس کے سر پر آپڑتی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بلوچستان کی مردم خیز سرزمین اپنے فرزندوں سے ۔ خالی اجاڑ اور ویران ہونے لگی ۔

بلوچ ملت کی مشاہیر پرستی:۔ بلوچ قوم طبعاً خاموش اور مشاہیر پرست واقع ہوئی ہے ۔ لہذا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ بلوچ تاریخ میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی بلوچ قبیلے نے اپنے سردار کے خلاف بغاوت کی ہو یا قبائل اور سرداروں نے ملکر امیر بلوچستان کے اقتدار اعلیٰ کو للکارا ہو صرف بلوچوں کی تاریخ میں امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کے خلاف ایک ایسی بغاوت ہوئی ۔ لیکن اس کی وجہ در پردہ انگریز تھے ۔ جنہوں نے فتنہ کھڑا کر دیا تھا ۔ کیونکہ ایسا کرائے کے بغیر انگریز بلوچستان پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنا مشکل سمجھتا تھا ۔ ورنہ بلوچ قبائل ۔ امیر خدا داد خان کو در حقیقت حکومت سے ہٹانا نہیں چاہتے تھے ۔

وہ اپنے حقوق کی بازیافت اور تحفظ چاہتے تھے۔

بلوچوں کی مشاہیر پرستی سے انگریزوں نے فائدہ اٹھایا:۔

انگریزوں نے جب بلوچستان پر قبضہ کیا تو انہوں نے بلوچوں کی اس طبعی کمزوری یعنی مشاہیر پرستی سے حسب منشا فائدہ اٹھایا۔ انگریزوں نے قبائل پر سرداروں کو آمرانہ اختیارات دیکر۔ بلوچستان میں اپنی حکومت کی بنیادیں استوار کرلیں۔ سرداروں نے قبائل کو۔ رشوتوں، جرمانوں، بیگار، مالی، بجار اور پرس کے گوناگوں ناجائز وصولیوں سے نڈھال اور کمزور کر دیا اور اس طرح ان پر انگریزوں کے کارندوں کیلئے حکومت کرنا آسان ہوگیا۔ انگریزی حکومت نے سرداروں کو قبائل پر مکمل اختیارات دے دیئے۔ مگر حکومت کے ساتھ سلوک میں ان کو ذرہ بھر خود سر نہیں چھوڑا اور ان میں اس قدر جان رہنے نہیں دی کہ کسی وقت طاقت کے نشہ میں آکر اپنے انگریز آقاؤں کو آنکھیں دکھانے کی جرات کرسکیں۔ سرداروں کو گوشمالی اور سرزنش کیلئے ریاستی بلوچستان میں۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور وزیراعظم مامور تھے۔ جو انگریزی حکومت کے کارندوں کے خلاف معمولی معمولی باتوں اور خفیف سے خفیف حرکت پر بڑے سے بڑے سردار کو سرزنش کرکے عجز وانکساری پر مجبور کر دیتے تھے۔

بلوچستان کا سیاسی طور پر تاریک ترین دور:۔ بلوچستان کا سیاسی طور پر تاریک دور اس وقت شروع ہوا۔ جبکہ ہندوستان کا انگریزی حکومت نے 1893 ء میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو تخت سے معزول کرکے نظر بند کر دیا اور سارے بلوچستان پر قابض ہوگئے اور بعد میں ایک بلوچستان سے دو

بلوچستانوں کو جنم دیا۔ برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان برٹش بلوچستان میں کوئٹہ کو صدر مقام قرار دیکر انگریز خود برائے راست حکمرانی کرنے لگے اور ریاستی بلوچستان پر امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے ولی عہد امیر محمود خان ثانی کو برائے نام حکمران مقرر کیا اور امیر موصوف کے نام سے قلات کا انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نظام حکومت کو چلاتا رہا۔ ریاسی بلوچستان کا دار الخلافہ قلات تھا۔ مگر دار الخلافہ کا سیکریٹریٹ کوئٹہ میں تھا۔ اس لحاظ سے قلات سیکریٹریٹ عجیب نوعیت کا تھا۔ جس کی دنیا میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔

ریاستی بلوچستان کی بدترین سیاسی تاریک دور:۔ 1915ء سے لیکر 1931ء تک کا زمانہ بلوچستان اور بالخصوص ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کا تاریک ترین سیاسی دور تھا۔ نا معلوم وجوہات کے بناء پر امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان نے اپنے شروع حکمرانی سے لیکر۔ اپنے آخری دور تک حکومتی معاملات میں دلچسپی نہیں لی۔ اپنے رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ آخر میں وہ اپنے بینائی کھو چکے تھے۔ سر شمس شاہ صوبہ سرحد کا ایک سید۔ ریاستی بلوچستان کا وزیراعظم تھا۔ ریاستی بلوچستان کا سیاہ و سفید کا مالک بن کر نادری حکم چلاتا تھا۔ اس کے خلاف ریاستی بلوچستان کے کسی شخص کو لب کشائی کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ سرداروں کے مظالم اور جرگہ کی ستم رانیاں عروج پر تھیں۔ بلوچستان کے شاہی خاندان احمدزئی کے باقی تمام افراد جلاوطنی کے عالم میں کوئٹہ میں نظر بند تھے اور حسرت ویاس کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بلوچ قوم جہالت میں ہمتلا۔ افلاس و نکبت کا شکار۔ عمالان انگریزی حکومت کی دستبرد سے نالاں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا تھی۔

بلوچستان میں سیاسی بیداری کا آغاز:۔ اسی دور میں بلوچستان میں سیاسی بیداری کا آغاز ہوا اور خاص کر ریاستی بلوچستان میں اس سلسلے کا آغاز میر یوسف علی خان مگسی نے کیا۔ اگرچہ ایک طرف بلوچستان پر انگریزی حکومت کی گرفت مضبوط پڑ رہی تھی۔ مگر دوسری طرف ہمسایہ مملکت ہند میں کانگریس کے مجاہدین کی پیہم یلغاروں سے برطانوی سامراج شاہی کی چولیں ڈھیلی پڑ رہی تھیں۔ جس کا بلوچستان پر بھی اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ گو کہ بلوچستان کی انگریزی حکومت نے ہر چند کوشش کی کہ کانگریس کی مسموم ہوا بلوچستان تک نہ پہنچ سکے لیکن اس کی کوششیں رائیگاں گئیں۔ انگریز شاہی کے خلاف کانگریس کی مجاہدانہ سرگرمیوں۔ کارناموں اور فلک شگاف نعروں کی گونج ان لٹے پٹے سرداروں کے شکنجے میں کسے اور قبائلی تنازعوں میں مبتلا بلوچوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ جس پر بلوچستان میں سب سے پہلے میر یوسف علی خان مگسی نے لبیک کہا اور اپنی خوابیدہ اور بے خبر قوم کو جگانے اور خبردار کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

برصغیر ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کی جدوجہد:۔ میر یوسف علی خان عزیز مگسی کی بلوچستان میں تحریک آزادی سے پہلے ہم برصغیر ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کی جدوجہد کا تذکرہ کرینگے جن کے اثرات بلوچستان پر پڑے اور اس کے نتیجہ میں میر یوسف علی خان عزیز مگسی نے اپنی تحریک کی ابتداء کی۔ برصغیر کے عوام میں صحیح سیاسی بیداری پہلی جنگ عظیم کے بعد پیدا ہوئی۔ 1919ء کی اصلاحات کے نفاذ سے لیکر 1935ء کا ایکٹ پاس ہونے تک ملک میں کئی سیاسی تحریکیں نمودار ہوئیں۔ مختلف سیاسی خیالات کے گروہ آئینی اصلاحات کی خامیوں کے خلاف یک زبان رہے اور لوگوں کے سیاسی افکار بدلتے رہے۔ آخر کار سیاسی

شعور اس قدر بلند ہو گیا کہ ہندوستانیوں نے آئینی ذرائع سے حصول آزادی کو اپنا مقصد بنالیا ۔ گئے بگایے تشدد پسند گروہ کی بدولت اور انگریزوں کی تنگ نظری اور بد تدبیری کی بناء پر شورش اور ہنگامے بھی برپا ہوئے ۔ انگریزوں کی پالیسی ہندوستان کے بارے میں ہمیشہ قدامت پسندانہ رہی ۔ برطانیہ کی لبرل پارٹی نے بھی اپنے زمانہ اقتدار میں ہندوستان کو موثر اصلاحات عطا نہ کیں ۔ گو کہ 1935 ء کی اصلاحات عطا کرتے وقت ہندوستان کے صوبوں کو ذمہ دارانہ حکومت ملی ۔ لیکن مرکز میں دو عملی قائم رہی ۔ 1937 ء سے لیکر 1947 ء تک دس سال کا عرصہ برصغیر کی تحریک آزادی کا اہم دور گنا جا سکتا ہے ۔

انڈین نیشنل کانگریس کا تاریخی پس منظر: ۔ ہندوستان کی سب سے پرانی اور اہم سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس تھی ۔ جس کی بنیاد 28 دسمبر 1885 ء میں ایک آزاد خیال انگریز (ایلن آکٹیو ہیوم) نے بمبئی میں رکھی ۔ ہیوم سول سروس کے اعلیٰ عہدوں پر فائیز رہے تھے ۔ اور وہ رنگ یا نسل کی قیود سے بالاتر تھے ۔ ہیوم کا خیال تھا کہ انگریزی دان آزاد خیال افراد کی ایک جماعت بناکر ہندوستان کے عوام کی سماجی اور معاشی بہتری کیلئے سرگرمی سے کام کیا جائے چنانچہ اس نے پچاس سرکردہ افراد کو دعوت نامے بھیج کر کانگریس کی تشکیل کیلئے آمادہ کیا ۔ ان دنوں میں لارڈ ڈفرن ہندوستان کا والسرائے تھا ۔ اس نے اپنا اثرو رسوخ استعمال کرکے کانگریس کو سیاسی جماعت بنا دیا ۔ وائسرائے کو یقین تھا کہ ہندوستان کے انگریزی خواں ۔ آزاد خیال لوگوں کی سیاسی جماعت انگریزوں کی وفادار رہیگی اور عوام میں صحیح سیاسی شعور پیدا کرکے انہیں بد راہ ہونے سے بچائیگی ۔

بمبئی میں کانگریس کا پہلی اجلاس:۔ بمبئی میں کانگریس کے پہلے اجلاس کی صدارت 28 دسمبر 1885 ۔ کو ایک دیسی عیسائی ۔ ڈبلیو سی بینرجی نے کی ۔ اس نے اپنے خطبہ صدارت میں انگریزی راج کی برکتیں ۔ گنوائیں اس نے انگریزی تعلیم کے فروغ اور عمدہ حکمرانی پر انگریزوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا اور یہ یقین دلایا کہ کانگریس کے ممبران انگریزوں کے وفادار رہینگے ۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ بیداری اور آزادی کا شعور پیدا ہوتے ہی کانگریس کے اغراض و مقاصد میں اہم تبدیلیاں رونما ہونگی اور حکومت کا رویہ بھی اس کے ساتھ ساتھ بدلتا رہے گا ۔

کانگریس کا ابتدائی دور:۔ ابتدائی دور میں کانگریس کا مقصد یہ تھا کہ ملکی حکومت میں زیادہ سے زیادہ حقوق اور اختیارات حاصل کئے جائیں ۔ کانگریس کو وائسرائے لارڈ ڈفرن کی سرپرستی حاصل تھی ۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ تعلیم یافتہ کانگریسی طبقے کی بدولت انگریزوں کو ہندوستانیوں کے خیالات اور جذبات کا پتہ چلتا رہے گا ۔ 1886 ۔ میں لارڈ ڈفرن نے کانگریس کے مندوبین کو کلکتہ میں گارڈن پارٹی بھی دی ۔ ابتدائی دور میں جارج یول اور سر ڈبلیو ۔ ڈبلیو ۔ ویڈر برن کانگریس کے صدر منتخب ہوئے ۔ انگریزوں کا انتہا پسند سیاسی کارکن ۔ بریڈلا ۔ بھی انڈین نیشنل کانگریس کا سرگرم رکن تھا ۔

1905 ۔ تک کانگریس اس بات پر زور دیتی رہی کہ قانون ساز مجلس میں منتخب شدہ اراکین جانے چاہئیں ۔ نیز سول سروس اور اعلیٰ عہدوں پر بھی ہندوستانیوں کو فائز کرکے سفید فام لوگوں کی اجارہ داری ختم ہونی چاہئیے ۔ پہلے

بیس سالوں میں کانگریس آئینی ذرائع کی حامی تھی اور یاد ۔ داشتوں اور تنقید کے ذریعے حکومت کو آگاہ کر کے ہندوستان کے باشندوں کی بہبود میں کوشاں رہتی تھی کانگریسوں کو یقین تھا کہ آزاد خیال انگریز طبقہ ان کا ہم خیال ہے چنانچہ کانگریس گاہے بگاہے جلسے کرتی تھی ۔ جہاں عمدہ تقریروں کے بعد قرار دادیں پاس ہوتی تھیں اور انکے نقول برطانوی ایوان عام کے ممبران کو بھیجوا دی جاتی تھیں ۔ کانگریس عرض داشتوں کے ذریعے اصلاحات کی طالب تھی ۔

کانگریس کا دوسرا دور: رفتہ رفتہ کانگریس کے اراکین میں ہندوؤں کے گروہ نے شمولیت کی ۔ ہندوؤں کا ایک شخص بال گنگا دھر تلک جو کانگریس کا مقتدر رکن تھا ۔ وہ مسلمانوں کو ہندوؤں کا روایتی دشمن شمار کرتا تھا اور برملا کہتا تھا کہ ہندوستان محض ہندوؤں کیلئے ہے ۔ آریہ سماج کا بانی دیانند سرسوتی نے مجلس اصلاحات اور تعلیم پر بے شک زور دیا ۔ لیکن وہ بھی مسلمانوں کو غیر ملکی سمجھتا تھا اور ہندوستان سے انکے اخراج کا حامی تھا ۔ اسی طرح ایک اور کانگریسی ممبر لالا لاجپت رائے اور ۔ بی سی ۔ پال بھی مسلمانوں کے خلاف تعصب رکھتے تھے ۔ ان ہندو ممبران کانگریس کے رویہ کے بناء پر مسلمان کانگریس میں شامل ہونے کے بجائے الگ کھڑے تماشا دیکھتے رہے ۔ نیز سر سید احمد خان نے محض احتیاط کی بناء پر اپنے ہم قوموں کو سیاست سے دور رہنے کی تلقین کی ۔ لہذا ہندوؤں کے اس رویہ کو دیکھ کر برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی سیاسی بقاء کیلئے ۔ ایک علیحدہ سیاسی تنظیم بنانے پر غور شروع کیا ۔ جس کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں ۔

مسلم لیگ کا قیام: ۔ ہندوؤں کے سیاسی حالات کے پیش نظر چند مقتدر

مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی جماعت 30 دسمبر 1906 ء کو ڈھاکہ میں قائم کی ۔ اس جماعت کا پہلا جلسہ سلیم اللہ ہال میں ہوا ۔ اس میں سلیم اللہ ، محسن الملک ، مہدی علی اور وقار الملک شامل تھے ۔ وقار الملک کا اصلی نام مشتاق حسین تھا ۔ مگر وہ اپنے خطاب وقار الملک کے نام سے مشہور ہے ۔ علی گڑھ اس نئی سیاسی جماعت کا صدر مقام قرار پایا ۔ محسن الملک اور وقار الملک مسلم لیگ کی جائینٹ سیکریٹری بنے اپنے ابتدائی دور میں مسلم لیگ بھی انگریزوں کی وفاداری کی حامی تھی ۔

مسلم لیگ کے وفد کی وائسرائے ہند سے ملاقات:۔ مسلم لیگ کے قیام کے تین ماہ بعد اکتوبر 1906 ء میں مسلمانوں کا ایک وفد ۔ سر آغاخان کی سرکردگی میں شملہ گیا اور لارڈ منٹو وائسرائے ہند کی خدمت میں حاضر ہو کر ۔ ایک عرض داشت پیش کی ۔ جس میں ، متوقع اصلاحات میں مسلمانوں کیلئے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا گیا تھا ۔ گورنر جنرل نے مسلمانوں کے مطالبے پر ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ کیا ۔ چنانچہ بعد میں 1909 ء کے اصلاحات میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ تسلیم کیا گیا ۔

ہندوؤں کی طرف سے اردو کی مخالفت:۔ ہندوستان کے ہندوؤں نے 1867ء سے اردو کی مخالفت شروع کر دی تھی اور وہ ہندی کو عدالتی زبان بنوانے کیلئے سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔

شدھی تحریک:۔ ہندوستان میں بعد میں ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو دوبارہ ہندومت میں شامل کرلیا جائے اور ساتھ ساتھ ہندو لیڈر تلک کھلم کھلا یہ کہنے لگا کہ مسلمان ہندوؤں کے روائتی دشمن ہیں۔

سید آمیر علی کی رائے:۔ ان حالات کے بعد سید امیر علی نے مسلمانوں کو یہ رائے دی کہ مسلمانوں کے سیاسی مفادات کی حفاظت کیلئے ان کی علیحدہ تنظیم کی ضرورت ہے جس کی بنیاد قوم پرستی کے بجائے مذہب پر ہو۔ لہذا اس تجویز سے یہ ثابت ہوا کہ برصغیر میں کم از کم دو قومیں بستی ہیں اور مسلمانوں کے حقوق ہندو کانگریسی پامال ہونے سے نہیں بچاسکتے۔

مسلم لیگ کا دوسرا دور:۔ مسلم لیگ کا دوسرا دور 1910ء سے شروع ہوا جبکہ مسلم لیگ کا صدر مقام لکھنؤ منتقل ہوا۔ اب مسلم لیگ میں نڈر نوجوانوں کا غلبہ ہوگیا اور انہوں نے حکومت کی پالیسی پر دلیرانہ نکتہ چینی شروع کردی۔ اس دور میں مسلم لیگ نے بھی ذمہ دارانہ حکومت کے حصول پر زور دینا شروع کر دیا آخرکار 1912ء سے مسلم لیگ نے واضح طور پر اپنے نصب العین کا اعلان کردیا اور اپنے عزائم و مقاصد میں مندرجہ ذیل چیزوں کو شامل کیا۔

۱ ۔ ہندوستان کیلئے ذمہ دارانہ حکومت کا حصول اور مسلمانوں کیلئے ضروری تحفظات ۔

۲ ۔ برصغیر ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہبی ، سیاسی اور معاشرتی مفادات کی حفاظت ۔

۳ ۔ ملک میں مسلمانوں اور دوسری اقوام کے درمیان محبت اور تعاون کا احساس پیدا کرنا ۔

۴ ۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کے درمیان اخوت اور محبت کا رشتہ مضبوط کرنا ۔

لکھنؤ پیکٹ : ۔ 1912 ء میں مسلم لیگ اور کانگریس ایک دوسرے سے قریب تر ہو گئیں ۔ کیونکہ اب دونوں جماعتو کا سیاسی نصب العین (ذمہ دارانہ حکومت کا حصول) ایک ہی تھا ۔ چنانچہ دونوں جماعتوں کے راہ نما ایک دوسرے سے ملکر اشتراک عمل کی کوشش کرنے لگے ۔ دونوں جماعتوں کے لیڈروں نے باہمی گفتگو کے بعد 1916 ء میں اشتراک اور تعاون کا نیا فارمولا تیار کرلیا ۔ جسے لکھنؤ پیکٹ یا میثاق لکھنؤ کہتے ہیں ۔ لکھنؤ میں دونوں سیاسی جماعتوں کے جلسے ہوئے اور یکساں قرار دادیں پاس کرکے ان جماعتوں نے دوش بدوش کھڑے ہوکر ۔ آزادی وطن کا عزم کیا ۔ اس طرح ہندو مسلم اتحاد اور یک جہتی کی راہ ہموار ہو گئی ۔

مفاہمت کا فارمولا : ۔ مفاہمت کے فارمولے شرائط یہ تھیں ۔

۱۔ کانگریس نے جداگانہ نیابت کے اصولوں کو تسلیم کرلیا کہ مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کیلئے مخصوص حلقے ہونگے۔

۲۔ نیز اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کو قانون ساز مجالس میں آبادی کے تناسب سے کچھ زیادہ نشتیں ملینگی اسے فالتو نیابت (Weightage) کہتے ہیں۔

۳۔ بنگال اور پنجاب میں جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت تھی مجلس قانون ساز کی چند نشستیں غیر مسلم اقلیت کو ملینگی۔

۴۔ مستقبل میں نافذ ہونے والی اصلاحات کو اگر مسلم لیگ یا کانگریس کے نمائندے تین چوتھائی اکثریت سے رد کردیں تو دونوں سیاسی جماعتیں ان اصلاحات کو مسترد قرار دینگی۔

۵۔ اس سمجھوتہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کانگرسی ہندوؤں نے مسلمانوں کو برصغیر کی علیحدہ قوم تسلیم کرلیا۔

ہوم رول لیگ:۔ میثاق لکھنؤ کے بعد کانگریس اور مسلم لیگ نے انگریزوں پر زور دیا کہ ہندوستان کو موثر اصلاحات دی جائیں۔چنانچہ 1917ء میں بال گنگا دھر تلک اور مسز بسنٹ نے ہوم رول تحریک شروع کی۔۔یہ تحریک کامیاب ہوگئی بہت سی جماعتوں کے لیڈر بھی اس تحریک میں شامل ہوگئے۔پہلی جنگ عظیم ان دنوں میں نازک مرحلے میں تھی۔انگریزوں نے ہندوستان کے سیاسی جوش خروش کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اگست 1917ء کا ایک اعلان جاری کیا۔جس کی

روسے یہ وعدہ کیا گیا۔ ہندوستان میں بہت جلد اصلاحات نافذ ہوں گی۔ ہندوستان کے باشندوں کو ذمہ دارانہ حکومت عطا کرنا۔ انگریزوں کا اعلیٰ مقصد ہے انہوں نے یہ وعدہ حسین الفاظ میں کیا۔ مگر اس اعلان میں یہ بالکل نہیں بتایا گیا تھا کہ کتنی مدت کے بعد ہندوستان کو ذمہ دارانہ حکومت ملیگی۔

رولٹ ایکٹ :۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد 1919 ء میں انگریزوں نے ہندوستان کے شورش پسندوں کا خاتمہ کرنے کیلئے ایک سخت گیر قانون پاس کیا جسے رولٹ ایکٹ کہتے تھے۔ اس قانون کا مسودہ ایک انگریز جج رولٹ نے تیار کیا تھا۔ ہندوستانی رہنماؤں نے اس مسودہ قانون پر کڑی نکتہ چینی کی لیکن انگریزوں نے اسے مجلس قانون ساز سے پاس کرالیا۔ اس ایکٹ کی کانگریس کے مشہور لیڈر مہاتما گاندھی نے شدت سے مخالفت کی اور 6 اپریل 1919 ء کو ستیہ گرہ کی تحریک شروع کردی یہ تحریک عدم تشدد کی تھی۔ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر ہڑتالیں کرکے حکومت کی مشیری کو ناکارہ کردی گئی۔

مہاتما گاندھی کا تاریخی پس منظر:۔ مہاتما گاندھی کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے وہ 5 اکتوبر 1869 کو پور بندر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں ان کی شادی ہوئی۔ بہاول نگر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان چلے گئے۔ بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے کے بعد گاندھی نے بمبئی آکر وکالت شروع کردی کچھ عرصہ کے بعد وہ افریقہ چلے گئے۔ جہاں بیس سال کے قیام میں انہوں نے افریقہ میں مقیم ہندوستانیوں کو مقامی باشندوں کے برابر یکساں حقوق دلانے کی تحریک میں ناموری حاصل کی وہاں بھی

انہوں نے پرامن ہڑتال یا ستیہ گرہ کرکے حکومت کو جھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ 1914ء میں ہندوستان واپس آگئے ان کے حقیقی اقتدار کا زمانہ 1919ء میں رولٹ ایکٹ کے خلاف ستیہ گرہ کی تحریک سے شروع ہوا اور 1932ء تک وہ کانگریس کی سیاست پر چھائے رہے۔ ہندو انھیں مذہبی رہنما اور مہا تما گنتے ہیں۔

ہریجن سدھار تحریک:۔ بعد میں مہا تما گاندھی نے ہریجنوں کی حالت سدھارنے کیلئے خوب محنت کی اور واردھا تعلیمی سکیم مرتب کرکے اپنی قوم کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی موثر کوششیں کی۔

ملکی زبان کی تبلیغ:۔ مہاتما گاندھی ملکی زبان کو ذریعہ تلیم بنانے پر روز دیتے تھے۔ ہندی اور اردوہ کا جھگڑا مٹانے کیلئے انہوں نے دونوں زبانوں کے امتزاج پر زور دیا۔ اردو ہندی ملی جلی زبان کو وہ ہندوستانی زبان کہتے تھے۔

مسلم لیگ کا دوبارہ متحرک ہونا:۔ تحریک خلافت کے دوران مسلم لیگ پر سیاسی جمود طاری رہا۔ مئی 1924ء میں مسلم لیگ نے محمد علی جناح کی صدارت میں لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ کیا اور یہ جماعت ملکی سیاسیات میں پھر نمایاں حصہ لینے لگی۔

مسلمانوں کے مطالبے:۔ 1924ء میں مسلم لیگ کے جلسے میں مسلمانوں نے ایک قرار داد پیش کی۔ جس میں واضح الفاظ میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ نئی اصلاحات نافذ کرتے وقت مسلمانوں کے چند مطالبات پیش نظر رکھے جائیں۔ یہ مطالبات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان میں وفاقی حکومت قائم کی جائے۔ صوبوں کو خود مختارانہ حکومت حاصل ہو۔ مرکز کم از کم اختیارات کا حامل ہو۔ مرکز صوبائی آزادی میں دخل اندازی نہ کرلے۔

۲۔ مجلس قانون ساز اور دیگر جمہوری اداروں میں مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی ملنی چاہیے۔ قلیل ترین اقلیتوں کو خاص حالات میں کچھ زیادہ حصہ دینا چاہیے۔ بشرطیکہ اکثریت والی قوم کی حیثیت دگرگوں نہ ہو جائے۔

۳۔ برصغیر کی تمام قوموں کو کامل بنیادی حقوق ملیں اور مذہبی آزادی حاصل ہو۔

۴۔ اگر کسی وقت صوبوں کی از سر نو تقسیم و تشکیل کی ضرورت پیش آئے تو بنگال پنجاب، اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت کو برقرار رکھا جائے۔

۵۔ مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب کے بغیر ان کی پوری نمائندگی کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا موجودہ اصلاحات کی مانند مختلف مذاہب کے لوگوں کیلئے الگ الگ نشستیں مخصوص ہونی چاہیئے۔

۶۔ اگر کوئی قرار داد یا قانون مسلمانوں پر اثر انداز ہوتا ہو اور اس مجلس کے مسلمان اراکین میں سے تین چوتھائی اس کی مخالفت کریں تو وہ قانون پاس نہ کیا جائے۔

محمد علی جناح کے چودہ نکات:۔ جب نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق کو

پامال ہوتے دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے مارچ 1929 ء میں ایک منشور تیار کر کے مسلم لیگ سے منظور کرایا۔ کوشش کی گئی کہ کانگریس بھی ان نکات کو تسلیم کرے تاکہ ہندوستان کی اہم سیاسی جماعتوں میں اتفاق رائے ہونے کے بعد انگریزوں سے ملکی آزادی کا مطالبہ کیا جائے کانگریسیوں کو امید تھی کہ برطانوی حکمران نہرو رپورٹ کو بطور آئین ہندوستان میں نافذ کرینگے۔ مگر انگریزوں نے نہرو رپورٹ کو مسترد کر کے۔ گول میز کانفرنس منعقد کرالیا۔ محمد علی جناح کے تیار کردہ یہ مطالبے بعد آزاں چودہ نکات کہلانے لگے۔ یہ مطالبے مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان کا نیا آئین وفاقی ہونا چاہیئے۔ صوبوں اور مرکز میں اختیارات کی تقسیم کے بعد بقایا ہنگامی اختیارات صوبوں کو ملنے چاہئیں۔

۲۔ تمام صوبوں کو یکساں خود مختارانہ حکومت ملنی چاہیئے۔

۳۔ مجالس قانون ساز اور دیگر نیابتی اداروں میں اقلیتوں کو خاطر خواہ اور موثر نمائندگی ملنی چاہیئے۔ کسی صوبے میں اکثریت کو اقلیت کے برابر کرنے کی کوشش برداشت نہ ہوگی۔

۴۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کے نمائندوں کی تعداد کم از کم ایک تہائی ضرور ہوگی۔

۵۔ فرقہ وارانہ نیابت فی الحال جداگانہ انتخابات کے ذریعے ہوگی۔ لیکن ہر اقلیت کو اختیار ہوگا کہ اپنی مرضی سے جداگانہ انتخابات کے اصول کو ترک کرے۔ اکثریت میں شامل ہو کر۔ مخلوط انتخاب منظور کرے۔

۶۔ اگر کسی وقت موجودہ صوبوں کی از سر نو تشکیل ہو تو بنگال، پنجاب اور صوبہ سرحد صوبے کے مسلمانوں کی اکثریت کو بحال رکھا جائیگا۔

۷۔ مذہبی امور میں سب کو آزادی حاصل ہوگی یعنی اقلیتیں اپنے طریق عبادت، عقائد، تبلیغ، تعلیم وغیرہ میں آزاد ہونگے اور اکثریت ان امور میں دخل اندازی نہ کریگی۔

۸۔ مجالس قانون سازیا دیگر نیابتی اداروں میں اگر مسلمانوں میں سے تین چوتھائی اراکین کسی بل یا قرارداد کو رد کردیں تو اسے پاس نہ کیا جائیگا۔

۹۔ صوبہ سندھ کو بمبئی پریزیڈنسی سے علیحدہ کیا جائے۔

۱۰۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کو بھی دیگر صوبوں کے برابر آئینی اصلاحات عطا ہونی چاہئیں۔

۱۱۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب قائم رکھنے کیلئے آئینی تحفظات ہونے چاہئیں۔

۱۲۔ اسلامی ثقافت اور کلچر کی حفاظت کیلئے آئین میں تحفظات ہوں اور مسلمانوں کی زبان مذہبی قوانین تعلیم اور روایات کے تحفظ اور فروغ کا پورا پورا بندوبست ہونا چاہیئے ان امور کے بارے میں آئین میں شقیں شامل ہونا چاہئیں۔

۱۳۔ مرکزی حکومت اور صوبائی وزارتوں میں مسلمان وزیروں کی تعداد کم

ازکم ایک تہائی ہوگی۔اس کے بغیر کسی وزارت کی تشکیل نہ ہوگی۔

۱۴۔ مرکزی مجلس قانون سازنے آئین میں وفاقی وحدتوں کی منظوری کے بغیر تبدیلی کرنے کی مجاز نہ ہوگی۔

یہ تھے۔قائداعظم محمد علی جناح کے چودہ نکات

میر یوسف علی عزیز مگسی کا پہلی بار مضمون رقم کرنا:۔

اب ہم دوبارہ بلوچستان کی سیاست کی طرف لوٹتے ہیں۔جس کی ابتداء میر یوسف علی عزیز مگسی نے کی۔میر یوسف علی نے اپنے عزائم کا اعلان یوں کیا۔کہ "فریاد بلوچستان کے عنوان سے پہلی بار ایک مضمون سپرد قلم کیا جو 17 نومبر 1929ء کو لاہور کے ایک ہفتہ وار اخبار، "ہمدرد" میں شائع ہوا اپنے اس تاریخی مضمون میں بلوچستان کے باشندوں سے خطاب کرتے ہوئے میر یوسف علی خان نے لکھا۔

"آج ساری دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔مگر بلوچستانی کچھ ایسے سوئے ہوئے ہیں کہ جاگنا حشر کو معلوم ہوتا ہے۔بلوچستانیوں سے ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ خدا کیلئے ساری دنیا کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے یہی وقت ہے اگر اسلاف کا خون آپ میں اب تک موجود ہے۔تو اٹھیئے اور اس طرح اٹھیئے جس طرح آپ کے اسلاف اٹھا کرتے تھے۔سیاسی غلامی کی زنجیریں ایک نعرہ حریت لگا کر۔توڑ ڈالیئے اور قوموں کیلئے مشعل راہ بن جایئے باہمی رقابت اور ان لغویات کی بیخ کنی کیجئے اور صرف اس آتش رقابت سے اپنے سینہ کو مشتعل کیجئے کہ جنگ آزادی میں تم سے زیادہ کوئی بہادر نہ نکلے اور تم سے پہلے وہ جام شہادت نوش نہ کرے خدا کیلئے بزدلانہ اور رجعت پسندانہ ذہنیت کو مٹائیے اور دیکھئے تاریخ کیا کہتی

ہے مادرِ وطن کی قربانیوں سے سبق لیجئے۔

وزیر اعظم ریاستی بلوچستان حرکت میں آ گئے:۔ جب میر یوسف علی خان کے اس مضمون کو ہفتہ وار اخبار ہمدرد نے چھاپا اور اخبار بلوچستان پہنچ گیا۔ تو ریاستی بلوچستان کے ایوان حکومت میں ہل چل مچ گئی۔ ان دنوں ریاستی بلوچستان کا وزیر اعظم نواب سر شمس شاہ تھے، وہ بھاگے بھاگے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سے ملے اور اسی دن میر یوسف علی خان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کروائے۔ چنانچہ اسی مضمون کے سلسلہ میں میر یوسف علی پر ریاستی بلوچستان میں بغاوت پھیلانے کا جرم لگا کر۔ جون 1930 میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور مقدمہ چلانے کی غرض سے اسے مستونگ کے جیل خانہ میں رکھا گیا۔

جرگہ کی تشکیل:۔ ریاستی بلوچستان کی حکومت نے ایک جرگہ تشکیل دیا جس کے ممبر درج ذیل سردار صاحبان تھے۔ سردار محمد خان شاوانی، سردار سمندر خان محمد شہی، سردار بہرام خان لہڑی، سردار رسول بخش زرک زئی، سردار رسول بخش ینگل۔ اس خاص جرگہ نے میر یوسف علی خان کے مقدمہ کی سماعت کی۔

ریاستی بلوچستان کے جرگہ نے میر یوسف علی خان کو سزا دی:

جب میر یوسف علی خان کا مقدمہ جرگہ میں پیش ہوا۔ تو۔ جرگہ نے رسمی طور پر بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے رائے دی "میر یوسف علی خان کا مضمون نادرست اور غلط ہے اور اس قسم کے مضمون کا اخبار میں چھپوانا ریاستی بلوچستان کے لوگوں میں سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ جرگہ نے میر یوسف علی خان پر یہ الزام

بھی عائد کیا ۔ کہ وہ ریاستی بلوچستان کے انتظام میں خلل اندازی اور بدامنی پھیلانے کی کوشش کرتا رہا ہے ۔اس کو باپ کی میراث کثیر سے روپیہ مل گیا تھا اور اس نے کانگریسی خیالات اور بلوچستان کے بعض غلط خیال اشخاص کی سازش سے متاثر ہو کر اس جرم کا ارتکاب کیا ہے ۔جرگہ ان وجوہات کے بناء پر میر یوسف علی خان کو سردار رسول بخش زرک زئی کی زیر نگرانی جو اس کا ماموں تھا ۔ ایک سال کیلئے بہ مقام زہری نظر بند کرتا ہے ۔ بارہ ہزار نو سو روپے جرمانہ کرتا ہے اور دس ہزار روپے ضمانت نیک چلنی داخل کرنے کی سزا دی جاتی ہے ۔لہذا یہ تھا جرگہ کا فیصلہ ۔

انجمن اتحاد بلوچستان کی تشکیل ریاستی بلوچستان میں : ۔ میر عبدالعزیز کرد نے اپنی زیر سرکردگی میں ریاستی بلوچستان میں انجمن اتحاد بلوچان کے نام سے مستونگ میں ایک خفیہ انجمن یا جماعت قائم کی ہوئی تھی ۔اس انجمن کے ممبروں نے مستونگ جیل میں میر یوسف علی خان سے رابطے قائم کئے اور ایک سال دوران نظر بندی میں بھی اسے ہر ممکن لٹریچر بہم پہنچاتے رہے ۔

انجمن اتحاد بلوچان کا باضابطہ اعلان : ۔ جب جولائی 1931 ء میں ایک سال کی نظر بندی کا عرصہ گزارنے کے بعد میر یوسف علی خان رہا ہوئے ۔ انجمن اتحاد بلوچان کے ممبروں اور وطن کے دوسرے آزادی خواہ نوجوانوں نے اس کا پر تپاک خیر مقدم کیا اور اس کے گرد جمع ہو کر ۔آزادی کی تحریک چلانے کیلئے ایک جماعت اعلانیہ بنانے کی تجویز کی ۔ بلاآخر انجمن اتحاد بلوچان کے نام سے مستونگ میں جو خفیہ جماعت موجود تھی اس کا اعلان کر کے بلوچستان میں سیاسی تحریک کی

ابتداء کر دی گئی۔

شہزادہ اعظم خان کا انجمن اتحاد بلوچان سے رابطہ: ۔ ان دنوں میں قلات میں ۔ امیر محمود خان ثانی حکمران ریاستی بلوچستان بستر علالت پر دراز تھے اور زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے ۔ ان کا چھوٹا اور جلاوطن بھائی ، شہزادہ میر اعظم خان جو شمس شاہ وزیر اعظم ریاستی بلوچستان کے مخالفین میں سے تھا ۔ امیر محمود خان ثانی کا جانشین بننے کی تگ و دو میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے ایک خاص معتمد ڈاکٹر میر فیض محمد خان شاوانی کے ذریعے انجمن اتحاد بلوچان کے ساتھ اپنا خفیہ رابطہ قائم کر رکھا تھا۔

بلوچستان میں بلوچ حکمرانوں کی ذاتی ملکیت کی تاریخی پس منظر

:۔ بلوچستان میں ، جب امیر میرو میروانی بلوچ نے 1410 ء میں بلوچوں کی جو تھی حکومت کی بنیاد رکھی ۔ تو وہ اپنی اور اپنے خاندان کی ذاتی موروثی ملکیت کی خود نگرانی کرتے تھے ۔ اسی طرح ان کے جانشین بھی اس دستور پر عمل کرتے رہے اور یہ سلسلہ امیر خدا داد خان امیر بلوچستان کے دور 1857 ء تک قائم رہا ۔ جو امیر میرو کے چوتیسویں جانشین تھے ۔ مگر جب امیر محمود خان ثانی 1893 ء میں حکمران بلوچستان بنے ۔ تو وہ انگریزی حکومت ہند کے توسط سے اس منصب حکمرانی پر آئے اور ان دنوں بلوچستان میں انگریزی حکومت ہند کا کافی عمل دخل تھا ۔ لہذا انہوں نے امیر محمود خان کو یہ مشورہ دیا ۔ کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے موروثی جائیداد کو ریاستی بلوچستان کے انتظامیہ کے سپرد کر دے اور اس کے عوض میں اپنے لئے اور اپنے خاندان کیلئے ایک خاص رقم ۔ صرف خاص کیلئے مقرر کرے ۔ چنانچہ

1897ء کے اجناس کے نرخوں کے مطابق ۔ امیر محمود خان نے اپنے اور اپنے خاندان کیلئے سالانہ تین لاکھ پچاس ہزار روپے کا صرف خاص مقرر کیا ۔ جو بعد میں ان کو اور ان کے خاندان کو اپنے ذاتی اخراجات کیلئے ملا کرتا تھا ۔

امیر ریاستی بلوچستان کی جائیداد موروثی کی تفصیل :۔ انگریزی حکومت ہند کے مشورے سے جب امیر محمود خان ثانی نے اپنے لئے ساڑھے تین لاکھ روپے کا صرف خاص مقرر کیا ۔ تو ۔ اس رقم کے عوض میں ماسوائے تحصیل قلات دار الخلافہ ریاستی بلوچستان کی موروثی اراضیات کے ۔ دیگران تمام ریاستی بلوچستان کے تحصیلوں ۔ کی خاندانی موروثی جائیدادیں حکومت ریاستی بلوچستان کے انتظامیہ کے حوالے کر دیئے گئے ۔ تحصیلوں کے نام یہ ہیں ۔ مستونگ ، سوراب ، خضدار ، مشکے کرخ ، ڈھاڈر ، بھاگ ، گنداوہ ، ہڑی ، میرپور خاص پٹ فیڈر ، تربت ، پنجگور ، کولواہ ۔

امیر ریاستی بلوچستان کی پریوی پرس کی تقسیم :۔ چنانچہ جب 1897ء میں امیر محمود خان ثانی نے اپنے اور اپنے خاندان کیلئے سالانے مبلغ ساڑھے تین لاکھ روپے پریوی پرس کے منظور کئے تو اس کے بعد ان کو اور ان کے تمام خاندان کو اسی پریوی پرس سے ذاتی اخراجات کیلئے تنخواہ ماہوار ملنے لگی اور حکمران اور اس کے خاندان کیلئے یہ نیا طریقہ اخراجات کی ادائیگی ، کا سلسلہ شروع کیا گیا ۔

امیر محمود خان ثانی کی علالت :۔ 1924ء میں امیر محمود خان ، امیر ریاستی بلوچستان بصارت سے محروم ہوگئے اور ان کی طبیعت اکثر علیل رہتی تھی ۔

بلوچستان کی انگریزی حکومت نے یہ محسوس کرلیا کہ عنقریب ہی ان کو ایک نئے خان یا امیر سے واسطہ پڑے گا۔

انگریزی حکومت بلوچستان کے خدشات:۔ انگریزوں نے قیاس کرلیا کہ نیا امیر انگریزی حکومت کے گذشتہ پچیس سال سے ریاستی بلوچستان میں اختیارات کے اس غیر آئینی استعمال کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ تب سے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سر جانٹسن نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کرنل کیز کی امداد سے ریاستی بلوچستان کے آئین کا جدید مطالعہ شروع کیا اور بالاخر۔ اس نتیجہ پر پہنچا کہ 1876 ء کا معاہدہ (ماسوائے دفعات 6 ۔ 3) ریاستی بلوچستان کو اس حد تک ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے تسلیم کراتا ہے۔ جس حد تک گزشتہ زمانہ میں اس کے تعلقات ایران اور افغانستان کے ساتھ قائم رہے ہیں۔ سر جانسٹن نے حکومت ہند کو لکھا کہ اصولی طور پر یہی معاہدہ ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے ساتھ ہمارے تعلقات کی بنیاد ہے۔ لیکن اب عملی طور پر ان تعلقات نے بالکل مختلف شکل اختیار کرلی ہے

ایجنٹ گورنر جنرل سر جانٹسن کا حکومت ہند کو متنبہ کرنا:۔ سر جانٹسن نے نئے امیر کے بر سر اقتدار آنے پر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت ہند کو متنبہ کیا کہ نیا امیر موجودہ امیر سے نسبتاً ایک مضبوط شخص ہوگا۔ اسے اپنا حق سمجھے گا۔ کہ 1876 ۔ کے معاہدہ کے مطابق عمل کرے اور ہم سے ان تمام اختیارات اور آزادی کا مطالبہ کرے۔ جو یہ معاہدہ انہیں دیتا ہے اور ممکن ہے نیا امیر اپنے اندرونی معاملات میں ہماری مداخلت کو بند کرنے کا بھی مطالبہ

کرے اور ہماری مداخلت کو اس حد تک محدود کردے ۔ جس حد تک کہ معاہدہ میں محدود ہیں یعنی جب تک کہ فریقین ہمیں مداخلت کیلئے درخواست نہ کریں ۔

سرجانٹسن ایجنٹ گورنر جنرل کی تجویز:۔ اس خدشہ کے پیش نظر سرجانٹسن نے حکومت ہند کے سامنے تجویز پیش کی کہ برطانوی حکومت کو سندھ اور فارس کی سرحدات پر ایک ایسی پسماندہ ریاست جیسی کہ ریاستی بلوچستان اس وقت ہے اس قدر آزادی جو 1876 ء کا معاہدہ اسے دیتا ہے اور جس کے مطالبہ کرنے کا امیر کو حق حاصل ہے ۔ دینے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے ۔ ہم کو نئے امیر کے ساتھ ان خدشات کا سدباب کرتے ہوئے ۔ ایک نیا معاہدہ کرنا چاہیئے ۔ بہرحال اس معاہدہ کی نوبت تو نہیں آئی ۔ لیکن سرجانٹسن نے نئے امیر کے انتخاب کے موقع کیلئے سرداروں کے نام قبل از وقت حکومت ہند سے ایک ایسے حکم نامہ کی منظوری حاصل کرلی ۔ جس میں امیر خدا داد خان کی معزولی کے موقع پر 1893 ء کے جرگہ کی سفارشات اور قلات کے انتظامیہ میں کی ہوئی تبدیلیوں کو قبول کرنے کا سرداران قبائل اور ہونے والے امیر کو پابند کیا گیا ۔

امیر محمود خان ثانی کی وفات:۔ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان المعروف بہ خان قلات، اٹھتیس سال برائے نام ریاستی بلوچستان پر حکومت کرنے کے بعد 2 نومبر 1931 ء کی درمیانی شب اپنی ولی عہد اور جانشین مقرر کئے بغیر فوت ہوئے ۔ انا اللہ وانا علیہ راجعون ط ۔

امیر محمود خان ثانی کا کردار:۔ امیر محمود خان زمانہ جوانی میں ایک البیلے اور الھڑ جوان تھے ۔ دوسروں پر فقرے کسنا اور مذاق اڑانا ۔ ان کی عادت تھی اور اس کا

چسکا انہیں بچپن سے لگا ہوا تھا۔ رنگین لباس کے بہت شوقین تھے۔ عادات اور خصلت میں بھی رنگین طبع اور بے نیاز واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ خوش رہتے تھے اور خوشی حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ یہ خوشی کسی کا تمسخر اڑانے اور سر بازار شرمسار کرانے کی صورت میں بھی ہوتی تھی۔ اس لے سردار اور معززین وطن ان سے دور رہنے میں ہی اپنی سلامتی اور عزت خیال کرتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ امیر محمود خان ثانی بلاشبہ ذہین اور بہادر تھا۔ ہاتھ کا سخی اور مرنجاں مرنج شخص تھے۔ دوران شہزادگی میں وہ اپنے والد امیر خدا داد خان کی سخت گیری اور تشدد کو پسند نہیں کرتے تھے اور خاموش بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ اس وجہ سے امیر خدا داد خان کے ساتھ ان کی کشیدگی پیدا ہوئی جو روز افزوں بڑھتی گئی اور بالآخر سرداروں اور انگریزی حکومت کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم کا باعث ہوئی۔

اگرچہ امیر محمود خان ثانی انگریزی حکومت کے دست نہاد تھے۔ مگر انگریزوں کی خوشامد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں انگریزوں سے نفرت تھی اور نہ ہی سرداروں کو پسند کرتے تھے۔ اسی غلط خوداری کی وجہ سے انہوں نے اپنی حکومت تو انگریزوں کے حوالہ کر دی۔ لیکن ذاتی طور پر ان سے ملنے کبھی نہیں گئے اور نہ کبھی کسی انگریز آفسر کے سامنے استقبال کو اٹھے۔ نہ ہی سرداروں کو اپنے پاس آنے کی کبھی دعوت دی۔ بلوچستان میں انگریزی حکومت کے خلاف ہر تحریک اور بغاوت میں جو شخصی یا اجتماعی رنگ میں پھیلی درپردہ امیر محمود خان ثانی کا ہاتھ شامل رہا۔ مہراللہ خان رئیسانی اور نواب خان محمد زرک زئی کے ساتھ تو ان کا

باقاعدہ نامہ و پیام جاری رہا۔ لیکن جب امیر محمود خان کو یقین ہو گیا۔ کہ اب قوم میں انگریزوں کا جوا اتارنے کی سکت باقی نہیں رہی ہے۔ تو قلات کی میری میں اپنے کو بند کر کے عیاشیوں میں غم غلط کرنے لگا۔ امیر محمود خان ثانی۔ بلندی و پستی۔ ظلمت و نور۔ کا ایک ایسا نادر الوجود مرکب تھے۔ جس کی تشریح بلکل محال ہے اور ہو نہیں سکتی۔

محمود خانی دور کی چیدہ شخصیتیں سردار گوہر خان زرک زئی :۔

سردار گوہر خان زرک زئی، سردار میر تاج محمد زرک زئی، سر سرداران جھالاوان کا بھتیجا تھا۔ بہادر اور جنگجو شخص تھا۔ اپنے قبیلے میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ سردار تاج محمد زرک زئی کی وفات کے بعد امیر خدا داد خان کی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے میر مصطفیٰ خان کو جو سردار تاج محمد کی بیٹی۔ بی بی جان بی بی کے بطن سے تھے۔ قبیلہ زہری کا سردار اور جھالاوان کا سر سردار مقرر کرے۔ میر گوہر خان نے امیر کی اس خواہش کی سخت مخالفت کی۔ چنانچہ 1871 ء میں قبیلہ زہری پر اپنی سرداری کا اعلان کر کے۔ اس نے امیر خدا داد خان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

میر گوہر خان نے 1876 ء تک امیر خدا داد خان کے خلاف پیہم لڑائیاں لڑیں تا ان کے 13 جولائی 1876 ء کے سمجھوتہ مستونگ کی رو سے جو انگریزی حکومت کے نمائندہ سنڈیمن کی کوششوں سے امیر خدا داد خان اور سرداران بلوچستان کے درمیان عمل میں آیا۔ امیر خدا داد خان نے اسے قبیلہ زہری کا سردار اور جھالاوان کا سر سردار تسلیم کیا۔

سردار گوہر خان زرک زئی ایک بہادر بلوچ اور آزادی خواہ شخص تھا۔

اگرچہ اپنے حق کیلئے اس نے امیر خداداد خان کے خلاف لڑتا رہا۔ لیکن اس کے باوجود ایک بہادر بلوچ کی طرح اس کے دل میں امیر کیلئے عزت و احترام کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ چنانچہ جب انگریزی حکومت نے امیر خداداد خان کو گرفتار کر کے معزول کیا تو بلوچستان بھر میں سردار گوہر خان زرک زئی ہی پہلا شخص تھا۔ جس نے انگریزی حکومت کے اس اقدام کو اپنی قومی توہین خیال کر کے۔ اس کے خلاف نہ صرف صدائے احتجاج بلند کی۔ بلکہ شمشیر بکف ہو کر میدان جہاد میں کود پڑا۔

انگریزی حکومت کے نمائندوں نے سردار گوہر خان کو طرح طرح کے لالچ دیکر۔ اپنے ساتھ ملانے کیلئے ہزاروں جتن کئے لیکن وہ انگریزوں کے دام تزویر میں نہیں آئے۔ جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا۔ تو انگریزوں نے اس کے ساتھیوں اور طرفداروں کو اس سے کاٹنے اور جدا کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ اس میں انگریزی حکومت کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ سردار گوہر خان کو سرداری سے معزول کر کے۔ اس کے بیٹے میر یوسف خان کو قبیلہ کا سردار مقرر کیا۔ جو علی گڑھ میں زیر تعلیم تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سردار گوہر خان کے اپنے خاندان اور قبیلہ کے معتبر اور لالچی افراد اس سے کٹ گئے یہاں تک کہ اس کا سگا بھائی میر پسند خان بھی اس سرداری کی لالچ میں آکر اس کے خلاف انگریزوں کے ساتھ مل گیا سردار گوہر خان انگریزی حکومت کے مقابلہ میں تقریباً اکیلا رہ گیا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے پائے ثبات میں لغزش تک نہیں آئی۔

انگریزوں کے پاس اب میر پسند خان ایک آخری ہتھیار تھا جسے وہ کامیابی کے ساتھ سردار گوہر خان کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ چنانچہ جولائی 1895

میں میر پسند خان کو سردار مقرر کرے۔ انگریزی فوج کی معیت میں زہری روانہ کیا۔ میر پسند خان نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے مشورے اور انگریزی فوج کی امداد سے اپنے بھائی اور مجاہد سردار کے خلاف وسیع پیمانے پر اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں اور متعدد لڑائیاں لڑیں۔

1895 میں بہ مقام گرماپ، سردار گوہر خان زرک زئی انگریزی فوج کے لشکر کے گھیرے میں آیا۔ شدید لڑائی ہوئی جس میں سردار گوہر خان اور اس کا نوجوان بیٹا میر یوسف خان مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

میر مہراللہ خان رئیسانی: ۔ میر مہر اللہ خان رئیسانی، سردار میر اسد خان رئیسانی کا بھائی تھا۔ بڑا باتدبیر، دلیر اور معاملہ فہم شخص تھا۔ سراوان میں سب سے زیادہ مضبوط اور بااثر شخص خیال کیا جاتا تھا۔ امیر خدا داد خان کی معزولی پر 1897 میں سراوان کے بعض دوسرے سرداروں اور قبائل معتبرین کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی ایک اسکیم بنائی۔ لیکن جعفر خان سرپرہ کی جلد بازی اور غیر ذمہ دارانہ حرکتوں سے اس کی متوقع بغاوت کا راز قبل از وقت طشت از بام ہو گیا۔ جس پر میر مہر اللہ خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن کچھ مہینے بعد امیر محمود خان کی مداخلت پر جو اس کے طرفدار تھے۔ اسے ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ انگریزی حکومت سراوان میں میر مہر اللہ خان کی موجودگی کو اس کے وسیع اثر و رسوخ کے پیش نظر خطرناک خیال کرتی تھی۔ چنانچہ اسے سراوان سے دور رکھنے کیلئے 1898 میں مکران کا ناظم الحکومت مقرر کر کے کیچ روانہ کیا گیا۔

میر مہر اللہ خان نے 19 سال تک مکران پر وسیع اختیارات کے ساتھ حکومت کی اور مکران کے ان معززین کی حوصلہ افزائی کی جنہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی ۔ یا اس میں حصہ لیا تھا ۔ جنگ عظیم 1914 ء کے دوران انگریزی حکومت کو ناظم مہر اللہ خان کے خلاف بعض ایسی شکائیتیں پہنچیں جن کے پیش نظر ان کو مزید عرصہ کیلئے مکران میں رکھنا ۔ انگریزی حکومت کے مفادات کے خلاف تھا ۔ چنانچہ 1917 میں میر مہر اللہ خان کو ناظم الحکومت مکران کے عہدہ سے سبکدوش کیا گیا ۔

میر محراب خان گچکی:۔ سردار بائی خان گچکی ، سردار کیچ کا دوسرا بیٹا تھا ۔ بہت ہوشیار معملہ فہم اور زیرک شخص تھا ۔

میر محراب خان گچکی نے 6 جنوری 1998 ء کو انگریزی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے ۔ کیچ میں انگریزوں کے مقرر کردہ ناظم ، دیوان اودھو داس کو گرفتار کیا اور پھر 27 جنوری کو 1898 ء میں انگریزی فوج کے خلاف گوک پروش کی مشہور لڑائی لڑی ۔

گوک پروش کی لڑائی میں شکست کھا کر ، میر محراب خان بلوچستان کے ایرانی مقبوضہ کو فرار ہوا ۔ ایک سال تک مفرور حالت میں انگریزوں کی حکومت سے برسر پیکار رہا بالآخر جنوری 1899 ء میں عام معافی کا اعلان کر کے انگریزی حکومت نے میر محراب خان اور اس کے بہادر ساتھیوں کو واپس کیچ آنے کی دعوت دی ۔ جسے قبول کیا گیا ۔ میر محراب خان نے اپنی بقیہ زندگی ۔ کیچ میں بسر کی ۔ انگریزی حکومت اسے اخیر دم تک اپنی حکومت کا مخالف اور ناقابل اعتبار شخص

خیال کرتی رہی اور میر محراب خان نے بھی جہاں تک اس کا بس چلا ۔ انگریزی حکومت کے خلاف اپنی خفیہ سرگرمیاں جاری رکھیں ۔ 8 اگست 1948 ء میں بہ مقام شہرک فوت ہوئے ۔

نواب خان محمد زرک زئی : ۔ سردار پسند خان زرک زئی کا بیٹا اور سردار گوہر خان زرک زئی شہید کا بھتیجا تھا ۔ سردار پسند خان کی زندگی میں انگریزی حکومت نے ۔ اس دلیر ۔ آزادی خواہ اور خود دار نوجوان کو خاموش اور مطمئن رکھنے کیلئے نومبر 1911 ء میں اسے قبیلہ زہری کا سردار اور جھالاوان کا سر سردار مقرر کیا ۔ اس پر بھی جب سردار خان محمد مطمئن نہ ہوا ۔ تو ایک سال بعد انگریزی حکومت کی طرف سے اسے نواب کا خطاب بھی دے دیا گیا ۔ نواب خان محمد زرک زئی ۔ ایک بہادر نڈر اور بلند حوصلہ نوجوان تھا ۔ ہاتھ کا سچا ارادے کا پکا ، انگریزوں سے اسے انتہائی نفرت تھی ۔ وہ ہر وقت انگریزوں کے خلاف لڑنے اور ان کی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کی کوششوں میں معروف رہتا تھا ۔ انتہائی جذباتی اور مشتعل مزاج شخص تھا ۔ خان محمد نے جھالاوان کا سر سردار مقرر ہونے سے قبل بھی اپنی جوان ہمتی بہادری اور سخاوت سے قبائل میں نام پیدا کیا تھا اور شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل کرلی تھی ۔ جس کی نظیر جھالاوان کے علاقہ میں نہیں تھی ۔ سردار مقرر ہوتے ہی جھالاوان کے دوسرے تمام سردار اور قبائل جوق درجوق اس کے گرد جمع ہونا شروع ہوئے ۔ جس سے اس کے حوصلے اور زیادہ بلند ہوئے اور بالآخر اس نے لڑکر انگریزوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کرنے کیلئے علم جہاد بلند کیا ۔ انگریزی حکومت نے ہرچند اسے لالچ دے کر مطیع رکھنے کی کوشش کی ۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔ جس سے انگریزی حکومت حواس باختہ اور

پریشان تھی۔

24 اگست 1915 ء کو رات جب کہ نواب خان محمد اپنے ہزاروں مجاہدین کے ساتھ زہری کے علاقہ میں ڈیرہ ڈالے پڑا تھا۔ اس کے سگے بھائی نوروز خان نے جو انگریزی حکومت کے ایجنٹوں کا آلہ کار بن چکا تھا اس رات کو نواب خان محمد کے پاس اس کے خیمہ میں سویا ہوا تھا۔ اسے شہید کر دیا۔

سردار نور الدین مینگل:۔ سردار نور الدین مینگل، سردار شکر خان کا بیٹا تھا اور بڑے سردار نور الدین کا پوتا تھا۔ جسے امیر خداداد خان 9 جنوری 1876 ء کو قلات میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ 1912 ء میں جب کہ سردار شکر خان بقید حیات موجود تھا۔ قبیلہ مینگل نے انگریزی حکومت کی مرضی اور منشا کے خلاف میر نور الدین کو اپنا سردار مقرر کر کے بہ مقام وڈھ اس کی رسم دستار بندی ادا کی۔

سردار نورالدین ایک خاموش طبع، بہادر اور سخی نوجوان تھا اسے اپنی کوئی چیز یہاں تک کہ اپنی ذات بھی مینگلوں سے عزیز نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مینگل پروانوں کی طرح اس کے ارد گرد جمع تھے۔ نواب خان محمد زرک زئی کی جنگ آزادی کے موقع پر قلعہ خضدار کی حفاظت و نگرانی انگریزی حکومت کی طرف سے سردار نور الدین کے سپرد کی گئی۔ لیکن خضدار پہنچ کر سردار نور الدین نے نواب خان محمد کے ساتھ تعلقات استوار کر لئے اور دونوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا حلف اٹھایا۔ چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق سردار نور الدین کے آدمیوں نے خضدار کے قلعہ کو لوٹ لیا اور جنگ آزادی کی ابتداء کی۔ نواب خان محمد زرک زئی کے اپنے بھائی کے ہاتھوں شہید ہونے پر سردار نور الدین نے لڑائی

جاری رکھی ۔ اس کے بہادر قبیلہ نے انگریزی فوج کے خلاف کئی لڑائیاں لڑیں ۔ انگریزی حکومت کے تھانوں اور چوکیوں کو لوٹا اور سندھ کے علاقے میں ڈاکے ڈالتا رہا ۔

8 مارچ 1816 ء کو سردار نورالدین ، سردار شہباز خان گر کناڑی اور تیس اور مجاہدوں کے ساتھ ہتھیار اور امداد حاصل کرنے کی غرض سے پنجگور کے راستے بلوچستان کے ان علاقوں میں داخل ہوئے ۔ جن پر ایرانی حکومت نے قبضہ کیا تھا ۔ سردار بہرام خان کے پاس بھمپور گئے ۔ لیکن سردار بہرام خان نے ان کی کوئی امداد نہیں کی اور نہ ہی انہیں اپنے علاقے میں پناہ دینے پر رضامند ہوا ۔

سردار نور الدین اور اس کے ساتھی خاران گئے ۔ لیکن سردار حبیب اللہ خان نوشیروانی نے بھی ان کی امداد سے اپنی معذوری ظاہر کی ۔ بالآخر بہ امر مجبوری وہ پھر جھالاوان کے کوہستان میں پہنچے ۔ جہاں انگریزی فوج انکے مقابلے کیلئے تیار کھڑی تھی ۔ چنانچہ انہوں نے اگست 1916 ء کو انگریزی فوج کے محاصرہ میں آکر ۔ ہتھیار ڈال دیئے ، سردار نورالدین کو گرفتار کرکے قلات لایا گیا ۔ جہاں پر ایک خاص جرگہ نے انگریزی حکومت کے خلاف مسلح مخاوت کرنے کے جرم میں اس کیلئے پھانسی یا بصورت دیگر تیس سال قید سخت کی تجویز کی ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے قید کی سزا گھٹا کر بارہ سال چھ ماہ کردی پونا ۔ رانچی اور ہندوستان کے بعض دوسرے جیل خانوں میں قید کی مدت بسر کرنے کے بعد سردار نور الدین کو رہا کردینے کی بجائے ۔ چند سال لورالائی میں نظر بند رکھا گیا ۔ 1935 ء میں امیر احمد یار خان سردار نورالدین پر تمام پابندیاں اٹھا دیں اور اسے حدود ریاستی بلوچستان

میں آنے جانے کی آزادی دے دی لیکن نورالدین بلوچستان میں بودوباش اختیار کرنے کی بجائے کراچی میں منگھوپیر اور دیگر مقامات پر عرصہ تک حکومت اختیار کی ۔ سردار رسول بخش ینگل کی سرداری سے معزولی پر 1947 ء میں امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان نے میر نورالدین کو ینگل کا سردار مقرر کر کے وڈھ بھیج دیا ۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی ۔ 30 جون 1952 ء کو قلات سے کوئٹہ آتے ہوئے لک پاس پر موٹر الٹنے کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے ۔

سردار یعقوب خان نوشیروانی :۔ 2 جون 1909 ء کو سر میر نوروز خان نوشیروانی ، سردار خاران میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا میر محمد یعقوب خان سردار مقرر ہوا ، میر محمد یعقوب خان اپنے باپ کے برعکس انگریزی حکومت اور اس کے نمائندوں سے بہت زیادہ متنفر تھا ۔ بلوچستان کی انگریزی حکومت کے افسروں کو اگرچہ ابتداء سے ہی اس کا احساس تھا ۔ مگر بلوچستان کے مخدوش حالات اور اس خیال کے پیش نظر کہ شاید سرداری کی طمع ، تنخواہ ، خطابات اور دولت کے لالچ میں آکر اس کا رویہ بدل جائے ۔ اس کی سرداری تسلیم کی گئی ۔ چنانچہ کوئٹہ دربار میں جو اسی سال دسمبر میں منعقد ہوا ۔ انگریزی حکومت کی طرف سرداری میر محمد یعقوب خان کو گراں بہا خلعت سے نوازا گیا ۔ ازاں بعد انڈویورپین ٹیلیگراف لائن کی حفاظت کیلئے جو اس کے علاقے میں سے گزرتی تھی ۔ اس سے ایک سمجھوتہ کیا گیا جس کے عوض میں حکومت ہند کی طرف سے اس کیلئے چار ہزار روپے سالانہ الاؤنس مقرر کیا گیا ۔ علاوہ ازیں ایک اور اقرار نامہ کے ذریعے اس حکومت برطانیہ کا وفادار رہنے کا بھی پابند کیا گیا اور اس سلسلہ میں اسے مزید چھ ہزار روپے سالانہ الاؤنس دینے کا فیصلہ کیا گیا ۔ غرضیکہ بلوچستان کی انگریزی حکومت نے اسے

بہت زیادہ مراعات اور الاؤنس دیکر خوش اور اپنی حکومت کی مخالفت سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن سردار میر محمد یعقوب خان پر انگریز کی اس زرفشانی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ خاران پہنچتے ہی اس کی انگریز دشمنی اور زیادہ تیز ہو گئی۔

سردار یعقوب خان کا عہدنامے کو پھاڑنا:۔ ایک دفعہ ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان نے سردار محمد یعقوب خان کو بہلا پھسلا کر خاران کی سرزمین پر سے سڑک نکالنے کیلئے راسکوہ کے قریب ایک قطعہ زمین دینے پر رضامند کر لیا اس اقرار نامے پر دستخط کرنے کیلئے سردار محمد یعقوب خان کوئٹہ آیا اور بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے سامنے اس نے اقرار نامہ پر دستخط بھی کر دیئے۔ مگر جوں ہی ریزیڈنسی سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہونے کیلئے پاؤں رکاب میں ڈالا تھا کہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ سردار کیا فیصلہ ہوا کہتے ہیں کہ سردار میر محمد یعقوب خان نے اپنے ساتھی کو کوئی جواب دیئے بغیر اپنا پاؤں رکاب سے کھینچ لیا اور واپس ریذیڈنسی میں داخل ہوا بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات اب تک کھڑے تھے اور اقرار نامہ میز پر پڑا ہوا تھا۔ میر محمد یعقوب نے ان سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر اقرار نامہ اٹھالیا اور ردی کاغذ کی طرح اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ گورنر جنرل کے نمائندہ کے سامنے پھینک کر باہر نکل آیا۔

میر محمد یعقوب خان کی رائے:۔ اس زمانہ میں ریلوے لائن احمد وال تک نہیں بنی تھی۔ اور نہ ہی موٹروں میں سفر کا دستور عام تھا۔ گھوڑوں پر سفر ہوتا تھا۔ چنانچہ ریذیڈنسی سے سردار میر محمد یعقوب خان نے سیدھا خاران کا راستہ لیا

کہتے ہیں کہ راستے میں اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ اس شخص کے سوال نے میری آنکھیں کھول دیں ۔ کوئٹہ سے خاران تک ہر بلوچ مجھ سے ضرور یہی سوال کرے گا کہ سردار صاحب کیا فیصلہ کر آئے ۔ میں اتنے بلوچوں کو یہ جواب دے کر کہ میں نے خود لکھ کر اپنا وطن دے دیا ۔ شرمندہ ہونا برداشت نہیں کیا ۔ میں خاران کی ایک انچ زمین بھی فرنگی کو نہیں دونگا ۔

سردار محمد یعقوب خان کا وائسرائے کے دربار میں نہ جانا :۔

چنانچہ سردار محمد یعقوب خان خاران جاکر ۔ پھر انگریزی حکومت کے سامنے نہیں آیا حالانکہ 1911 ء کے اوائل میں انگریزی حکومت کی طرف سے کئی بار سراوان ، جھالاوان کے سرداروں کے وفود بھیج کر انگریز نے اسے راضی کرنے کی کوشش کی جب وائسرائے ہند کوئٹہ آرہے تھے تو اس موقع پر پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے خود جاکر ماشکیل کے مقام پر اس سے ملاقات کی اور وائسرائے کے دربار میں شامل ہونے کی دعوت دی ۔ مگر اس مرد مجاہد نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا ۔

سردار میر محمد یعقوب خان کو راستے سے ہٹانے کی تدابیر :۔

انگریزی حکومت کو اب مکمل یقین ہوگیا کہ سردار محمد یعقوب خان نوشیروانی ان کی مخالفت سے باز نہیں آیگا ۔ چنانچہ اب اسے راستے سے ہٹانے کی تدابیر سوچی گئیں ۔ میر امیر خان نوشیروانی جو سردار میر محمد یعقوب خان کا چچا تھا ۔ بہت جلد سرداری کے لالچ میں آگیا ۔ انگریزی حکومت کا آلہ کار بن گیا اور اس کی سازش سے 19 اپریل 1911 ء کو سردار محمد یعقوب خان کو اس کے ایک ملازم نے گولی مار کر شہید کر دیا ۔ اس طرح اس سنگ گران کو انگریزوں نے اپنے راستے سے ہٹا دیا ۔

سردار امیر خان کا سردار خاران ہونا:۔ سردار میر محمد یعقوب خان کی شہادت کے بعد میر امیر خان خاران کا سردار بن بیٹھا۔ کیونکہ اسے انگریزی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ میر محمد یعقوب خان کا بڑا بیٹا میر حبیب اللہ خان خاران سے فرار ہو کر۔ نواب پسند خان زرک زئی کی پناہ میں زہری چلاگیا۔ نواب موصوف کے دلیر اور مجاہد بیٹے میر خان محمد بلوچی ننگ داری میں میر حبیب اللہ کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیکر۔ انگریزی حکومت سے ٹکرلینے کو تیار ہو گیا۔

میر حبیب اللہ خان نوشیروانی کو سردار خاران مقرر کرنا:۔ سردار میر محمد یعقوب خان کو موت کے گھاٹ اتار کر انگریزی حکومت کا مدعا حاصل ہو چکا تھا۔ لہذا آپ ان کے سامنے میر امیر خان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ چنانچہ نواب پسند خان اور اس کے بیٹے میر خان محمد کو خوش رکھنے کیلئے انگریزی حکومت نے میر امیر خان اور میر حبیب اللہ خان کو کوئٹہ طلب کرلیا۔ نواب پسند خان زرک زئی اور میر خان محمد، میر حبیب اللہ خان کو ساتھ لیکر کوئٹہ آئے۔ لیکن میر امیر خان جسے اب انگریزوں کی نیت پر شبہ ہوچکا تھا۔ کوئٹہ نہیں آیا۔ معاملہ کوئٹہ میں ایک سرداری جرگہ کے سامنے پیش ہوا جرگہ نے جیسے کہ ہوتا رہا ہے۔ پولیٹیکل ایجنٹ کا اشارہ پاکر میر حبیب اللہ خان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جسے بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ نے منظور کرکے۔ میر حبیب اللہ خان کو خاران کا سردار تسلیم کرلیا۔ میر امیر خان اور اس کے بیٹے میر یوسف خان کو پولیٹیکل ایجنٹ چاغی کے ذریعے گرفتار کرکے کوئٹہ لایا گیا۔

سردار خیر بخش مری:۔ سردار خیر بخش مری، نواب مہر اللہ خان مری کا بیٹا

تھا ۔ مارچ 1902 ء میں اپنے والد کی وفات پر قبیلہ مری کا سردار مقرر ہوا ۔ سردار خیر بخش مری ایک سادہ ، آزاد منش اور بہادر بلوچ تھا ۔ مری قبیلہ اس کی بہت زیادہ عزت و احترام کرتا تھا ۔ اس کے پسینے پر اپنا خون بہانا قبیلہ مری اپنی سرفرازی سمجھتا تھا اور سرادر خیر بخش بھی اپنی دھن دولت یہاں تک کہ اپنا سر بھی اپنے قبیلہ کے مفادات پر نثار کرنے سے دریغ نہیں کرتا تھا ۔ سردار خیر بخش نے اپنی راست بازی اور مردانگی سے نہ صرف اپنے قبیلہ مری میں بلکہ بلوچستان بھر میں عزت و ناموری کا ایک ایسا مقام حاصل کیا تھا ۔ جس کی نظیر بلوچستان میں بہت کم ملتی ہے سردار خیر بخش مری انگریزی حکومت کا سخت مخالف تھا ۔ انگریزی حکومت کے نمائندوں نے اسے اپنے قابو میں رکھنے کیلئے انتہائی کوششیں کیں ۔ لیکن کامیاب نہیں ہوئے ۔ یکم جنوری 1903 ء میں شہنشاہ برطانیہ کی تاجپوشی کے موقع پر سردار خیر بخش کو نواب کے خطاب سے نوازا گیا اور جون 1915 ء میں اسے سی ۔ آئی ۔ ای بنا دیا گیا ۔ مگر سردار خیر بخش پر ان پر شکوہ خطابات اور نوازشات کا کوئی اثر نہیں ہوا ۔ چنانچہ اکتوبر 1916 ء میں جب بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ سرجے ۔ ریمزے نے بلوچستان کے سرداروں سے جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کی امداد کیلئے فوجی بھرتی دینے کا مطالبہ کیا تو سردار خیر بخش مری ہی واحد سردار تھا ۔ جس نے حکومت برطانیہ کے اس مطالبے کو ٹھکرا کر ۔ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور گمبند اور ہڑب کی مشہور لڑائیاں لڑیں سبی دربار کا وہ مشہور تاریخی واقعہ جس میں بلوچستان کے تمام قبائلی سردار بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ کی بگھی کو ریذیڈنسی سے سبی ریلوے اسٹیشن تک کھینچ کر لائے تھے ۔ سردار خیر بخش نے جرات رندانہ کا ثبوت دیا اور ذلت آمیز حرکت سے انکار

کیا۔ بلکہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ کو سختی سے ڈانٹ بھی دیا تھا۔ سردار خیر بخش کے اس دلیرانہ انکار کا بلوچ قبائل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ ہر بلوچ اس کا مداح بن گیا۔ چنانچہ ملا مزار بنگل زئی نے اپنی مشہور بلوچی نظم میں اس واقعہ کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بلوچستان کا یہ مرد مجاہد اور راست باز سردار نواب خیر بخش مری 28 جنوری 1925 ء کو بہ مقام سبی فوت ہوا۔ اس کی لاش کو کاہان لے جا کر دفنایا گیا۔

سردار جیند خان یار محمد زئی:۔ بلوچستان کا وہ حصہ جو آجکل ایرانی حکومت کے قبضے میں ہے اور ایرانی بلوچستان کہلاتا ہے اس پر میر سردار جیند خان یار محمد زئی بلوچ قبیلہ کا سردار تھا۔ اپنی بہادری اور قبائلی طاقت کیلئے بہت مشہور تھا۔ 1916 میں جب کہ جنرل ڈائر نے اس علاقہ میں جرمن اور ترک جاسوسوں کے خلاف اپنی مہم شروع کی سردار جیند خان اگرچہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی بلوچ قبائل پر اس کا اثر و رسوخ قائم تھا۔ گمشاد زئی اور اسماعیل زئی قبائل کے علاوہ دوسرے بلوچ قبائل بھی اسے اپنا قائد اور سردار خیال کرتے تھے۔

سردار جنید خان نے جرمن اور ترک جاسوسوں کے ساتھ رابطہ کر کے انگریزوں کی حکومت کے خلاف جارحانہ اقدامات کئے۔ بالآخر گشت کی لڑائی میں انگریزوں سے شکست کھا کر۔ اس نے جنرل ڈائر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسے کوئٹہ لایا گیا۔ جہاں پر انگریزی حکومت کی طرف سے اسے معافی دے دی گئی اور اس کے گزارہ کیلئے معقول وظیفہ بھی مقرر کیا گیا۔

نورا مینگل:۔ نور محمد عرف نورا جھالاوان علاقہ وڈھ کا باشندہ تھا اور میر حمزہ

میر شمس شاہ

وزیر اعظم ریاستی بلوچستان دور امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان

پہلوان زئی مینگل کا بیٹا تھا ۔ لڑاکا، بہادر اور خاموش الطبع نوجوان تھا ۔ بائیس سال کی عمر میں میر نوارالدین مینگل نے اسے لیوز تھانہ وڈھ کا دفعدار مقرر کیا ۔ لیکن اسی سال جب سردار شکر خان اور میر نورالدین کو انگریزی حکومت نے گرفتار کرلیا ۔ تو نورا بھی وڈھ کو خالی چھوڑ کر میر جنگی خان اور میر علم خان کے باغی لشکر میں جا ملا اور پھر زندگی بھر انگریزی حکومت کے خلاف لڑتا رہا ۔ وہ ساٹھ ساٹھ میل ایک دن میں آسانی سے طے کرسکتا تھا ۔ دشمن کے ساتھ چھپ کر لڑنے یعنی گوریلا جنگ کا قدرتی ماہر تھا ۔ اس کی گولی بہت کم خطا ہوتی تھی ۔ لڑائی کے دوران ہشاش اور خوش رہتا تھا ۔ ساتھیوں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرتا تھا ۔ بہت کم گولیاں چلاتا اور جو چلاتا وہ خالی نہیں جاتی تھیں ۔ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا تھا 1908ء سے لیکر 1917ء تک پورے 9 سال انگریزی حکومت کے خلاف لڑتے رہے ۔ بالآخر دسمبر 1917ء میں سردار میر حبیب اللہ خان نوشیروانی نے اسے خاران میں اپنے مہمان خانہ سے گرفتار کر کے انگریزی حکومت کے حوالے کیا ۔ اس خدمت کے صلے میں انگریزی حکومت کی طرف سے سردار میر حبیب اللہ خان نوشیروانی کو نواب کا خطاب ملا ۔ 9 اگست 1919ء کو قلات کے سرداری جرگہ نے نورا کیلئے عمر قید کی سفارش کی ۔ تین سال جیل میں رہنے کے بعد 30 نومبر 1921ء میں نورا مینگل حیدرآباد سندھ کے جیل میں فوت ہوا ۔

لاٹ صاحب کی بگھی کے کھینچنے کا تاریخی اور سیاسی پس منظر:

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں امیر محمود خان ثانی کے دور حکمرانی میں برطانیہ کا بادشاہ ایڈورڈ ہفتم فوت ہوگیا ۔ اس کا دوسرا بیٹا جارج پنجم 1911ء میں برطانیہ کا بادشاہ بنا وہ اپنی تاجپوشی کے بعد ہندوستان کے دورے پر آیا ۔ ہندوستان میں اس

کی آمد کے سلسلے میں ایک بہت بڑا دربار دہلی میں منعقد ہوا اس دربار میں شمولیت کیلئے امیر محمود خان ثانی ، امیر ریاستی بلوچستان کو بھی دعوت دی گئی ۔ حکومت برطانیہ نے اس دربار کے سلسلے میں ایک اہم فیصلہ کیا کہ ہندوستان کے تمام دیسی ریاستیں جب دربار کے موقع پر بادشاہ کے تخت کے چبوترے کے سامنے سے گزرینگے تو ایک خاص انداز میں کورنش کرتے ہوئے گزرینگے ۔ چنانچہ ان تمام ریاستوں کے پولیٹیکل ایجنٹوں کو حکومت برطانیہ کی طرف سے ہدایات دی گئیں کہ ان تمام دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کو اس کورنش کی مشق کرائی جائے ۔ چنانچہ جب امیر محمود خان ثانی دہلی دربار گئے تو انہوں نے انگریز بادشاہ کے چبوترے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ۔ کھڑے ہو کر اپنی تلوار سے سلامی لی کورنش نہیں کیا جسے انگریزی حکومت ہند نے بہت محسوس کیا اور اسے اپنی بادشاہ کی ہتک عزت خیال کی اور اسی کے پیش نظر ریاستی بلوچستان کے اکیس توپوں کی سلامی کو کاٹ کر اُنیس توپوں کی سلامی کر دی اور گورنر جنرل کے ایجنٹ سے جسے عرف عام میں بلوچستان میں لاٹ صاحب کہتے تھے ۔ جواب طلبی کی ایجنٹ نے بلوچستان کے لوگوں کی پس ماندگی اور جہالت کو جواز بنا کر اپنی جان چھڑالی اور یہ کہہ دیا کہ یہاں لوگ اس وقت تک اسقدر مہذب اور متمدن نہیں ہوئے ہیں جو کورنشی سلامی کے انداز کو سمجھ سکیں چونکہ اس واقعہ کا غم و غصہ انگریزوں کے دلوں میں تھا ۔ انہوں نے امیر محمود خان ثانی سے بدلہ لینے کیلئے سرداروں کو آمادہ کیا کہ لاٹ صاحب چونکہ ملازمت سے رخصت ہو کر جارہا ہے ۔ اور وہ بلوچستان کے لوگوں میں اسقدر ہر دلعزیز ہے کہ سردار صاحبان ان کی بگھی کو ریزیڈنسی سے کھینچ کر ۔ سبی ریلوے اسٹیشن تک لے جائینگے ۔ چنانچہ تمام سردار صاحبان ماسوائے سردار خیر

بخش مری کے اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ وہ لاٹ صاحب کی بگھی کو کھینچ کرلے جائینگے ۔ سردار خیر بخش مری کے اس انکار نے اسے آج تک بحیثیت ایک آزادی خواہ ، مرد مجاہد کے شہرت دوام بخشی ۔ لہذا انگریزوں نے امیر محمود خان ثانی پر یہ بات واضح کردی کہ اس نے انگریزوں کے بادشاہ کو کورنش کرنے کو اپنی توہین تصور کیا تو ہم انگریز اس کی قوم کے سرداروں سے انگریزوں کے بادشاہ کے نمائندہ کی بگھی کھینچوائینگے یہی اصل میں لاٹ صاحب کی بگھی کے کھینچنے کا تاریخی اور سیاسی پس منظر ہے ۔

ملا مزار بنگل زئی بلوچ شاعر: ۔ اسی دور میں بلوچ قبیلہ بنگل زئی میں ایک عالم باعمل بنام ملا مزار بقید حیات تھے ۔ انہوں نے ایک ذمہ دار شاعر اور باغیرت بلوچ کی حیثیت سے اس چشم دید واقعہ کو نظم کیا ۔ بلوچ تاریخ میں ملا مزار بہت بڑا آزادی خواہ بلوچ اور قابل احترام انسان ہے ۔ جس نے جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلکہ بلا کسی خوف و خطر کے واقعات کو نظم کا جامہ پہنایا اور اپنی جرات مندی کا ثبوت دیا ۔ اس کی قبر کی خاک کو اگر ہم آنکھوں کا سرمہ بنالیں تو ہمارے لئے باعث فخر ہوگا ۔ لہذا میں ملا مزار کی نظم کو مع اردو ترجمہ تفصیل سے بیان کرونگا ۔ چونکہ یہ ایک صحیح تاریخی واقعہ ہے ۔ اس واقع کو تاریخ سے حذف کرنا ۔ ایک گناہ کبیرہ کے مترادف ہوگا ۔

بلوچی نظم ملا مزار بنگل زئی مع اردو ترجمہ

	بلوچی	اردو
۱۔	گشان شکر الحمد وقت نگار	صبح دم شکرانہ حمد بجا لاتا ہوں۔
۲۔	خداوند قادر کریم کردگار	خداوند قادر کریم و کردگار کا۔
۳۔	خدا خلقتہ خلق چندی ہزار	خدا نے ہزاروں مخلوقات پیدا کیں۔
۴۔	زمین ، آسمان و ماہ شمس و ستار	زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج اور ستارے بنائے۔
۵۔	کتئی بے ستوں آسمان استوار	آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کیا۔
۶۔	اوا جہل ءَ کتئی ہفت مسکین وتار	اور اس کے نیچے سات طبق زمین بچھائی
۷۔	دنیائے دورنگی کتہ رب ستار	رب ستار نے یہ دو ایوان دنیا بنائی۔
۸۔	کریم ءِ اے قدرت ءَ بی انت شمار	خدائے کریم کی قدرت کے کرشمے بے شمار ہیں۔
۹۔	گئے روچ روشن ءِ اے روزگار	کبھی جہاں میں دن کی روشنی ہوتی ہے تاکہ لوگ اپنا کاروبار کریں۔
۱۰	گئے شپ کہ دیبی جہاں برقرار	کبھی رات آجاتی ہے تاکہ لوگ آرام کریں۔
۱۱	گئے سیل و شادی گون دوستان اوار	انسان کبھی تفریحات اور مسرتوں سے ہمکنار رہتا ہے
۱۲	گئے روت وپسی من قبر تہار	اور کبھی اندھیری قبر میں جاکر سوجاتا ہے۔
۱۳	گئے گوہر و پھل زمستان اوار	کبھی تو موسم سرما کی شدت پھولوں کو ختم کردیتی ہے
۱۴	گئے سبز گلزار عجب خوش بہار	اور کبھی تو موسم بہار میں سبزہ زاروں کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔
۱۵	کتئی پیدا درچکان پہ میوہ ' دار	خدا نے طرح طرح کے پھل دار درخت اگائے۔
۱۶	یک ءِ میوہ شیریں یک ءِ زہردار	کسی کا پھل شیریں ہے اور کسی کا تلخ
۱۷	زمین یک نمونہ او میوہ ہزار	زمین ایک ہی طرح ہے۔ لیکن میوے ہزاروں قسم کے ہیں۔
۱۸	نزان تئی صفتان ءَ عاجز نگار	یہ ناچیز بندہ تیری تعریف بجالانے سے قاصر ہے۔
۱۹	سوا لکھ نبی آنت ، اندر شمار	دنیا میں سوا لاکھ نبی آئے۔
۲۰	محمد نبی انت ہم ءِ تاجدار	محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب کے تاجدار ہیں
۲۱	صفت وثنائے گشن چار یار	اس کے چاروں یار توصیف کے لائق ہیں
۲۲	ابو بکرؓ ، صدیقؓ و عمرؓ درہ دار	ابو بکر صدیقؓ اور عمر درہ دار
۲۳	غنی عثمانؓ و علیؓ شہسوار	عثمانؓ غنی اور علیؓ شہسوار

	بلوچی	اردو
۲۴	محی الدین بغداد ءِ غوث ءُ مزار	بغداد کے شیر نر غوث محی الدین
۲۵	محی لعل شہباز و ملتان ءِ یار	محی لعل شہباز قلندر اور ان کے ملتان والے یار
۲۶	ولی این فتح خان کامل بچار	فتح خان ولی جو کامل اور بچار پیر ہے
۲۷	اے پشت و پناہ بنت ننگوں شاہریار	یہ سب شاعر کے حامی و مددگار ہیں
۲۸	نگوشت منی دفتران بسیل و یار	دوستو اور ساتھیو، اب میرا بیان غور سے سنو۔
۲۹	بلوچی سراواں دانا ھشیار	سراوان کے دانا اور باہوش بلوچو
۳۰	یکے شیر و رونق زبان چہار	ایک ہی نظم کو میں نے چار زبانوں میں رونق بخشی ہے
۳۱	براھوئی، بلوچی، ہند و سندھی ہوار	براہوئی، بلوچی، ہندی اور سندھی کو میں نے اس طرح یکجا کیا ہے۔
۳۲	دل ءِ بند پیوند و کوجی قطار	یہ دل میں پیوست ہوتی ہے، اس کی ترتیب کو مجھوں کی قرار معلوم ہوتی ہے۔
۳۳	لوک اشکو نوکیں بی انت خوش بسار	سخن فہم حضرات اس سے بہت محظوظ ہونگے۔
۳۴	بلوچانی ملک ءَ خداوند قہار	خداوند قہار نے بلوچوں کے ملک پر
۳۵	کلتی قہر ہماں روچ کہ آرتی کفار	اس دن قہر ڈھایا جب وہ کفار کو یہاں لایا۔
۳۶	بلوچی سراوان کلتی تا بغداد	سراوان کے بلوچ اس کے مطیع بن گئے۔
۳۷	کہ ایماں شوتک کلتی کلدار	نقوں کے عوض اپنا ایمان بیچ ڈالا
۳۸	اجنٹ احت روچے من سیوی دیار	ایجنٹ گورنر جنرل جب سبی میں آیا
۳۹	حکم دات ہر کنڈ ءَ کافر قہار	اس کافر قہار نے ہر طرف احکام بھجوائے
۴۰	امیر کل بیایت جرگہ تیار	سب امرا جرگہ کیلئے تیار ہوکر آئیں
۴۱	سلام ءَ منی ءَ کنت بندہ وار	اور میرے حضور آداب بندگی بجا لائیں
۴۲	چہ کلان سر ءَ شیر بخش تیغ دار	سب سے پہلے شیر بخش تیغ دار کو
۴۳	امیرانی سر تاج و سر بخت یار	جو امیروں کا سر تاج ہے اور بلند اقبال ہے۔
۴۴	بدات دیم پروانہ پے کافر ءَ	کافر نے پروانہ طلبی بھیجا۔
۴۵	نواب جرگہ ءَ بیا کہ کارے ترا	نواب جرگہ کیلئے آؤ مجھے تم سے ضروری کام ہے۔
۴۶	حکم دات سردار شیریں نر ءَ	شیر نر جیسے بہادر سردار نے حکم دیا
۴۷	بہ سیگار نقیب بیار منی گو بر ءَ	اے نقیب میری گھوڑی کو سجا کر لا۔
۴۸	آن پہ زور و شہزور باز یگر ءَ	جو نہایت طاقتور، شہزور اور کرتب دکھانے والی ہے۔

	بلوچی	اردو
۴۹۔	بہ شکار زیب دار آہو پہ ءِ	اس خوبصورت سبک رفتار کو خوب سجاؤ
۵۰۔	دم مور پری ، گوشہ خنجر ءِ	جس کی دم مور کے پروں کی طرح ہے کان خنجر جیسے
۵۱۔	آن شہباز شینیں مزار حملہ را	یہ دشمن پر شہباز کی برق رفتاری اور شیر جیسی قوت سے جھپٹتی ہے۔
۵۲۔	تج کُرت و آرتہ تحفہ و در ءِ	چنانچہ یہ قیمتی سوغات کو ساز کر کے پیش کی گئی۔
۵۳۔	تھہ نوکر حضوری ، بیار ہتھیار	اے ملازم خاص تو ہتھیار لا۔
۵۴۔	امیر میان بندی لڑی مردوار	امیرانہ کمربند مع تیغ خون آشام کے
۵۵۔	زرہ سند ، زرمشت سوزیں سگار	نقرئی دستے والی اور زرہ کاٹنے والی شمشیر جو ہر وار
۵۶۔	طماچہ ایرانی گور ءِ تو بدار	ایرانی تفنگچہ تو اٹھا۔
۵۷۔	دل ءِ و ہم بیتی پہ سیل شکار	جب تو شکار کا ارادہ کرتا ہے۔
۵۸۔	تئی چُک و براتاں برازاتک آوار	تو تیرے بیٹے۔ بھائی اور بھتیجے مل کر
۵۹۔	بہ زیرنت و بندنت وتی ہتھیار	ہتھیاروں سے لیس ہو کر۔
۶۰۔	سلام ءِ تئی گرد کا نیت ہزار	ہزاروں کی تعداد میں تیرے سلام کیلئے آتے ہیں۔
۶۱۔	بہ بندنت پکڑی ءِ بہ نندنت ہوار	اور تیری محفل میں اکٹھے بیٹھتے ہیں
۶۲۔	مری تئی نگہواں پروردگار	اے مری پروردگار تیرا نگہبان ہو
۶۳۔	سہری واہر انت تئی ہر تکار	پیر سہری کی دعائیں ہر صبح تیرے ساتھ ہوں
۶۴۔	روان بیت لشکری کوری کنار	لشکری ندی کے کنارے کنارے روانہ ہو کر
۶۵۔	چہ کاہاں و بادرہ و یسود یار	کاہاں، بادرہ اور یسو کی وادیاں عبور کر کے آپہنچا۔
۶۶۔	امیر گوں اجنٹ ءِ کہ جنیت آوار	جب سب امیر ایجنٹ گورنر جنرل سے دو چار ہوئے۔

اردو

۶۷۔	فرنگی کہا تم سنو دوست و یار	انگریز نے کہا۔ دوستو یارو سنو۔
۶۸۔	میں اپنے وطن کی طرف ہوں تیار	میں وطن جانے کو تیار ہوں
۶۹۔	ممکن بلت یہ ہے امیر لوگ چنگ	میری دلی خواہش ہے کہ تم امیر لوگ جلدی سے
۷۰۔	کہ کھینچو بگھی میری کو ریل تک	میرے بگھی کو ریلوے اسٹیشن تک کھینچ کر لے جاؤ۔

بلوچی

۷۱۔	ہزار آفریں بلت خیر بخش مری	خیر بخش مری تجھ پر ہزار آفریں ہو
۷۲۔	تئی چماں است انت حیا ءِ ذری	تیری آنکھوں میں حمیت و غیرت بھری ہے

	بلوچی	اردو
	سندھی	ا
۹۷۔	بروھمن ، پروچن کے سھرم و نہ شک	براہوئی بلوچوں میں حیا و شرم نہ رہی۔
۹۸۔	نہ عزت حیا ءِ نہ ڈاڑھی نہ نک	انہیں اپنی عزت و ناموس کا خیال نہ داڑھی اور ناک کی۔
۹۹۔	ڈنداں سان و داؤں پھنجر چپ چک	انہوں نے اپنے ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لئے
۱۰۰۔	اسیران بگھیی سان و ھو ویڑ بک	اسیروں نے بگھی کو گھیرے میں لے لیا
۱۰۱۔	و ڈیرو آدم خان ، جان محمد شٹو	وڈیرہ آدم خان کھیم شخیم جان محمد نے
۱۰۲۔	عجب خوش بگھی سان ڈناؤں کھو	عجیب طرح سے بگھی کو کاندھا دیا
۱۰۳۔	ڈا ڈا جوان کو سہ آھن خان یار	کھو سے سردار بڑے شہ زور جوان ہیں
۱۰۴۔	پنگو تن کیچی ھہ بہ جتی کیاؤں گار	پگڑی ان کی گردن میں الجھی ہوئی اور جوتیاں غائب ہیں
	بلوچی	
۱۰۵۔	جمالی ءِ سردار میر لشکر خان	جمالی قبیلہ کا سردار لشکر خان
۱۰۶۔	وڈیرہ شیر محمد خان در گیان	اور نامدار وڈیرہ شیر محمد خان ہے
۱۰۷۔	تھہ گوش داد سردار میر لشکر خان	سنیئے ، سردار میر لشکر خان
۱۰۸۔	آسعان گوتھہ گرمن آش انگو گران	آپ اس طرف سے پکڑلیں میں اس طرف سے پکڑتا ہوں۔
۱۰۹۔	تھہ گون بی فقط بگھی ءَ من بران	آپ صرف میرے ہمراہ رہیں ، بگھی کو میں خود کھینچ لونگا۔
۱۱۰۔	تو کل کتہ بستہ ہر دو میان	دونوں توکل کرکے کمر بستہ ہوگئے
۱۱۱۔	کلتی گاروتی نام و ناموس وشان	اور اس طرح انہوں نے اپنا نام وناموس خاک میں ملا دیا۔
	سندھی	
۱۱۲۔	محبت خان بہادر انھیں ڈینھن ھیو	اس دن خان بہادر محبت خان بھی موجود تھا۔
۱۱۳۔	اجنٹ سال عقلمند اننی عذر کیو	اس نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے ایجنٹ کے سامنے عذر پیش کیا۔

	بلوچی	اردو
۷۳۔	اجنٹ ء جواب دا تئی پیداوری	اس نے ایجنٹ گورنر جنرل کو برملا جواب دیا
۷۴۔	کمن ہچیش ظلم و زور آوری	تو اتنا ظلم اور زیادتی نہ کر
۷۵۔	نہ من ڈھگوے ڈ ڈوے آن کھری	میں نہ بیل اور گھوڑا ہوں نہ گدھا
۷۶۔	کہ تئی بگی ء چھکاں من قاہری	کہ تیری بگھی کو کھینچوں
۷۷۔	اگر بیئہ جنگے جنان جتری	میں تو میدان جنگ میں دو دستی تلوار چلانے والا ہوں
۷۸۔	ہمودا بیا گند مئی مرد گری	ادھر اگر میری مردانگی دیکھ لے
۷۹۔	جنان زخم و ڈالان تئی کھوپری	تاکہ میں تیری کھوپری کو چیر کر
۸۰۔	کنان قصو ء نوک دودا مری	دودا خان مری کی داستان کو تازہ کر دکھاؤں
۸۱۔	مری انت مدامان ء زہم ء جھری	مری ہمیشہ سے تلوار کا دھنی ہے
۸۲۔	بلوچی ئیں نام ء پہ ہر وخت میری	جو بلوچی نام و ناموس پر ہر وقت کٹ مرتا ہے۔
۸۳۔	نوابی ترا لائق انت اکبری	اے نواب، تو بے شک نوابی کے لائق ہے
۸۴۔	عمر تئی دراج بات کو ہی سری	تیری عمر پہاڑوں کی مانند طویل ہو۔
۸۵۔	تو باتے سلامت غریب پروری	اے غریب پرور تو سدا سلامت رہے
۸۶۔	ترا بات ہر جا فتح حیدری	حیدر کرار کی طرح فتح و نصرت ہمیشہ تیرے قدم چومے

اردو

۸۷۔	فرنگی کہا تم نواب خوش رہو	انگریز نے کہا، نواب تم خوش رہو۔
۸۸۔	کسی سے نہ اس بات کو تم کہو	اور یہ بات کسی دوسرے سردار کو نہ بتاؤ
۸۹۔	امیر لوگ کا میں کروں امتحان	میں امیر لوگوں کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔
۹۰۔	کہ مجھ کو وہ کیسے دیوینگے بیان	کہ وہ لوگ مجھے کیا جواب دیتے ہیں
۹۱۔	ابھی جو نہ آئے میرے دام میں	اگر اس موقع پر وہ میرے دام فریب میں نہ آئے۔
۹۲۔	کبھی وہ نہ آئینگے فرمان میں	تو پھر کبھی بھی تابع فرمان نہیں ہونگے
۹۳۔	جب حاکم نے اس وقت فرما دیا	جب انگریز حاکم نے اپنا فرمان سنایا
۹۴۔	تو کرسی نشین جملہ حاضر ہوا	تو سب کرسی نشین حاضر ہوگئے
۹۵۔	فرنگی نے کہا مجھ کو ٹیشن تلک	انگریز نے کہا مجھے اسٹیشن تک پہنچانا
۹۶۔	امیر لوگ لے جانا ہے تم کو حق	تم امیر لوگوں کا فرض ہے

	بلوچی	اردو
اردو		۱
۱۱۴۔	جو صاحب میرا پیر رنجور ہے	کہ صاحب میرا پاؤں زخمی ہے
۱۱۵۔	اسی کام سے بہت معذور ہے	اس لئے اس فرض کی انجام دہی سے معذور ہوں۔
۱۱۶۔	اگر مجھ سے یہ کام لینگے ضرور	اگر مجھ سے یہ خدمت لینا بر ہر حال مطلوب ہے۔
۱۱۷۔	تو کرتا ہوں حاضر ابھی دو مزدور	تو میں اپنی بجائے ابھی دو مزدور حاضر کرتا ہوں۔
۱۱۸۔	فرنگی کہا ، تیرا انصاف ہے	انگریز نے کہا از روئے انصاف
۱۱۹۔	یہ کام تیرے اوپر معاف ہے	یہ کام تم پر معاف ہے
سندھی		
۱۲۰۔	امیر چاکر خان ، محراب خان بگٹی	امیر چاکر خان اور محراب خان بگٹی
۱۲۱۔	بڈ چیلھ وار بگھی جاڑ لیئی	کمر باندھ کر بگھی میں جت گئے
۱۲۲۔	بگھی جی چِکن کان نہ کیاؤں گھٹی	انہوں نے بگھی کو کھینچنے میں کوئی کمی نہیں کی۔
۱۲۳۔	عقل کان حیا سب انھیں ڈیھن پھٹی	گویا اس دن سب کی عقل ماری گئی
بلوچی		
۱۲۴۔	سردار خان رند و قیصر خان نواب	سردار خان رند اور نواب قیصر خان مگسی نے
۱۲۵۔	دوانش انت اعلیٰ و عالی جناب	یہ دونوں عالی نسب اور بلند مرتبہ ہیں
۱۲۶۔	نہ داتہ یکے کافر ءِ را جواب	دونوں میں سے ایک بھی کافر کے سامنے انکار کی جرات نہ کرسکا۔
۱۲۷۔	حرام انت شمارا پلاؤ کباب	حرام ہے تم پر پلاؤ اور کباب۔
سندھی		
۱۲۸۔	سردار خان رند قیصر خان مگسی	سردار خان رند ، نواب قیصر خان مگسی
۱۲۹۔	بگھی کی حقن کان پین جیی کسی	دوسروں کے ہاتھوں سے بگھی کو چھپٹ لیا۔
۱۳۰۔	مٹھوں بوند برسات دے پئی لسی	اس وقت اوپر سے بوندا باندی ہو رہی تھی۔
۱۳۱۔	کرن جوان گو ڈاھن جا گسی	پھسل کر گرنے سے ان کے گھٹنے چھل گئے
۱۳۲۔	وڈیرہ نور محمد ویو حج تے	وڈیرہ نور محمد حج کیلئے گئے تھے۔
۱۳۳۔	انھی سال زیارت کیائیں حج تے	انہوں نے اسی سال حج کی زیارت کی
۱۳۴۔	سلامت گزار یو دریا جو سفر	ان کی سمندری سفر امن و سلامتی سے طے ہوا
۱۳۵۔	خوشی سان گزاری سفر آیو گھر	اور وہ خوش و خرم گھر لوٹ آئے

	بلوچی	اردو
۱۳۷۔	انھن جو یقین ہو خدا سان سچو	چونکہ ان کا خدا پر صحیح معنوں میں یقین تھا۔
۱۳۸۔	نڈمن ڈھوں بگی چی چٹن کان بچو	اس لئے وہ بگی کھینچنے کی رسوائی سے محفوظ رہے۔
	براھوئی	
۱۳۹۔	امیر غوث بخش رئیسانی نر ہزار	شیر جیسے امیر غوث بخش رئیسانی
۱۴۰۔	شاہوانی رشید خان امیر نامدار	اور شاہوانی قبیلے کے نامور امیر رشید خان نے
۱۴۱۔	براھوئی کریتو ، ہو جٹ پٹ	براھوئی زبان میں ایک دوسرے سے کہا جلدی آؤ۔
۱۴۲۔	اریں ای وئی تمین پہ تمین سیال و مٹ	میں اور تم باہم دگر ہم رتبہ اور برابر ہیں
۱۴۳۔	ہمو کانے بلبوتہ ترا ایتن دہ سٹ	تم ادھر اس کو پکڑو، ایک ہی جھٹکے سے لے جائیں۔
۱۴۴۔	نواں کہ شرفے ننا کیر گھٹ	کہیں ایسا نہ ہو ہمارے رتبہ کو بٹہ لگے۔
۱۴۵۔	ہمو دے عقل تا مس اس چٹ	اس دن سب کی عقل چوپٹ ہوگئی
۱۴۶۔	کہ چھکار بگھی ئے پچ ویٹ	جو انھوں نے یوں بگھی کو بے تحاشا کھینچا۔
۱۴۷۔	میاں خان ہرام خان اریر سیار	میاں خان اور ہرام خان بھی پیچھے رہنے والے نہیں تھے
۱۴۸۔	سمندر تفینے ئے مس تیار	سمندر بھی کمر باندھ کر تیار ہوگیا
۱۴۹۔	علہ کریر ہر مسٹ اسے وار	تینوں ایک ساتھ لپکے
۱۵۰۔	کہ بلبو گھاڑئے ننا بس وار	اور کہا بگی کو پکڑو اب ہماری باری ہے
۱۵۱۔	سیاہ ریش و رنگ عجب زور دار	سیاہ داڑھیوں والے شہزور جوانوں نے
۱۵۲۔	بگھی نا چنگ توں کریر دھندوقار	بگھی کھینچنے میں سب کو مات کر کے غضب کردیا۔
۱۵۳۔	بگھی ٹی اجنٹ میم توں اس سوار	ایجنٹ اپنی بیگم کے ساتھ بگھی پر بیٹھا تھا۔
۱۵۴۔	عجب بس شر ٹیشن ءِ بے توار	اس طرح وہ خیریت سے اسٹیشن تک پہنچ گئے۔
۱۵۵۔	بے بے ، حیا چے ملکان ہنا	افسوس حیا ملک سے اڑ کر رخصت ہوگئی
۱۵۶۔	امیک تتوس مینا شان و پنا	امیروں نے اپنی شان اور اپنے نام کا کوئی پاس نہ رکھا
۱۵۷۔	گھاڑئے چھکار اولئے خلقت تخنا	تمام لوگوں نے انہیں بگی کھینچتے ہوئے دیکھا۔
۱۵۸۔	کریر سوان سونے مینا قوم نا	انھوں نے اپنی قوم کے سر پر کلنک مل دی کاش وہ
۱۵۹۔	ہمیسے کرو سر صلاح جنگ نا	اس دن جنگ لڑنے کا مشورہ کرتے۔
۱۶۰۔	حیلٹ کمو شر مرو شر فنا	اپنی آن پر فنا ہوکر سرخرو ہوجاتے۔
۱۶۱۔	غزا ہن بلیکہ عجب رنج و درد	غزا اور جہاد کے نام سے وہ دور بھاگتے ہیں۔
۱۶۲۔	غریبا پھلنگ کن اریر شیر مرد	غریبوں کو لوٹنے میں بڑے شیر ہیں۔

	بلوچی	اردو
۱۶۲۔	ہرادے حشر نا عدالت مرو	جس دن میدان حشر میں عدالت برپا ہوگی۔
۱۶۳۔	امیراتے کلے خدا مُر درو	تو خدا تمام امیروں کو اپنے سے دور رکھے گا۔
۱۶۴۔	نصاریٰ تے توں اوفتے سنگت کرو	نصاریٰ کے ساتھ ان کو شامل کر دیگا۔
۱۶۵۔	دناٹے ءَ لعنتیٰ سقر نا کرو	اور ان کا ٹھکانہ دوزخ میں بنائیگا۔
۱۶۶۔	جہاں جرگہ ءِ ہچ بی صد ہزار	جرگہ پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔
۱۶۷۔	شرع است زمین وسیہ خون کار	زمین، سیاکاری اور قتل کے مقدمے پیش ہوتے ہیں۔
۱۶۸۔	دعوئے جنگ۔ تحمیذہ گون برامن آوار	بھائی کا بھائی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہے۔
۱۶۹۔	حرام خور لی ءَ بنت شرم سار	ایسے حرام خور لاج و شرم سے عاری ہیں شرمسار نہیں ہوتے۔
۱۷۰۔	گمئی عام و ناقص مسکین مزار	عام و ناقص اور بیچارہ مزار کیسا ہے۔
۱۷۱۔	خدا یا گناہ است منی صد ہزار	خدایا، گو میں حد سے زیادہ گنہگار ہوں۔
۱۷۲۔	من آن تئی در ءِ خواجہ امید دار	اے مالک میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔
۱۷۳۔	انی کہ رحمان توے برد بار	تو رحمان ہے اور برد بار ہے۔
۱۷۴۔	گناہاں منی بخش پرور دگار	پرور دگار میرے گناہ معاف کر دے۔
۱۷۵۔	پہ حرمت محمد نبیؐ چار یار	محمد نبیؐ اور اس کے چار یاروں کے طفیل۔

بگی کھینچے والے امیروں کے پس ماندگان سے معذرت:۔ چونکہ بلوچستان کی تاریخ میں لاٹ صاحب کی بگی کھینچنے کا واقعہ ایک اہم سیاسی واقع ہے جس کی ہم نے تاریخی اور سیاسی پس منظر بھی وضاحت سے بیان کی ہے۔ بلوچستان کے ان امرانے جو اس سلسلے میں رویہ اختیار کیا۔ ان کا رویہ غلط تھا۔ ان کو اپنے اسلاف کے ننگ و ناموس کو دیکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن تاریخ میں اس واقع کو حذف نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان سب امیروں کو سردار خیر بخش مری کے نقش قدم پر چلکر قومی سرخ روئی حاصل کرنا چاہیئے تھا۔ افسوس ہے۔ ان امرانے سمجھدار ہوتے ہوئے بھی۔ ایسا نہیں کیا۔ حقیقت حقیقت ہوتی ہے۔ اچھی ہو۔ یا برا ہو۔ اسے کہنا چاہیئے۔

ملا مزار بنگل زئی کی شخصیت:۔ ملا مزار اسی دور کا ایک عظیم قوم پرست شاعر تھا۔ وہ ایک ذمہ دار شاعر ہونے کے علاوہ ایک باغیرت بلوچ بھی تھا۔ ہمارے موجودہ دور کے شعرا گرامی کو ملا مزار کے جرات مندانہ شاعری سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر ہم ملا مزار کی قبر کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنالیں۔ تب بھی کم ہے۔ ملا مزار کے اس شعر نے اسے زندہ جاوید کر دیا اور شہرت دوام بخشا۔

ملا مزار کا انجام:۔ کہتے ہیں۔ جب ملا مزار کا شعر منظر عام پر آیا تو وہ تمام امرا جو انگریزی حکومت کے ایجنٹ عرف لاٹ صاحب کی بگھی کے کھینچے میں ملوث تھے۔ حکومت انگریزی بلوچستان کو درخواست دی کہ ملا مزار نے ان کا سب کی توہین کی ہے۔ لہذا اسے سزادی جائے۔ چنانچہ بلوچستان کے انگریز کی سامراجی حکومت نے

ملا مزار بنگل زئی کے خلاف کاروائی کرے۔ اسے بلوچستان سے ملک بدر کر کے سندھ بھیجا اور ملا موصوف نے بقایا زندگی سندھ میں گزاری۔ بہرحال امرا نے پھر بھی اپنی غلطی کو محسوس نہیں کیا جو ان کو کرنا چاہیئے تھا۔

باب ہفتم

امیر محمود خان ثانی کی جانشینی کا مسئلہ:۔ جب امیر محمود خان ثانی فوت ہوئے تو ان کے جانشین مقرر کرنے کا مسئلہ تیزی سے زیر بحث آیا۔ کیونکہ امیر محمود خان اپنی زندگی میں کوئی ولی عہد مقرر نہیں کر گئے تھے۔ اگرچہ ان کی اولاد نرینہ بہت تھی۔ لیکن ان کے سب اولادین بچے اور بچیاں۔ کنیز ماؤں سے تھیں۔ بلوچ رواج کے مطابق کنیز ماؤں سے ہونے کی بناء پر وہ تخت قلات کے وارث نہیں ہوسکتے تھے۔ میر محمود خان ذاتی طور پر لپنے بھائی میر اعظم خان کو
جوان دنوں جلاوطنی میں ایام زندگی بسر کر رہے تھے۔ اپنی جانشین مقرر کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے لپنے جانشین مقرر کرنے کے قضیہ کو انگریزی حکومت اور سرداران ریاستی بلوچستان کیلئے فیصلہ کرنے کو چھوڑے رکھا

امیر اعظم خان کا انتخاب بطور امیر ریاستی بلوچستان:۔ اگرچہ امیر محمود خان کے بعد امیر اعظم خان ہی امیر خداداد خان کے دوسرے بڑے بیٹے اور ریاستی بلوچستان کے تخت کے جائز وارث تھے۔ لیکن اس کے باوجود بلوچستان کی انگریزی حکومت ان کو غیر مشروط طور پر امیر ریاستی بلوچستان مقرر کرنے سے ہچکچاتی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ میر محمود خان کے دور حکومت کے واقعات میں بیان ہوا ہے۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کا ایجنٹ سرجانسٹن قبل ازوقت حکومت ہند کی منظوری سے سرداران قلات کی طرف سے ایک محضر نامہ مرتب کرچکا تھا۔ امیر محمود خان کی وفات پر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سر نارمن کیونے اس

محضر نامہ پر سرداران ریاستی بلوچستان کے دستخط ثبت کرائے جس کا مدعا نئے امیر ریاستی بلوچستان کو سرداروں کی طرف سے مندرجہ ذیل شرائط کے پابند کرانا تھا۔

۱۔ 1876ء کا معاہدہ مستونگ مابین سرداران بلوچستان اور امیر ریاستی بلوچستان بحال و قائم رکھا جائے گا۔

۲۔ ریاستی بلوچستان میں نظام حکومت چلانے کا موجودہ طریقہ کار جاری رہے۔اس کے مالی انتظامات کو بحال رکھا جائے۔

۳۔ اسٹیٹ کونسل میں توسیع کر دی جائے۔اس کے اجلاس سال میں دو دفعہ ضرور منعقد کرائے جائیں۔جن میں ریاستی بلوچستان کے تمام ضروری معاملات اس کے سامنے پیش ہوں۔

۴۔ امیر اور ان کے وزیراعظم بسر خود کوئی ایسا حکم جاری نہ کریں۔جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کانفیڈریسی کے سرداروں پر اثرانداز ہوتا ہو۔تاوقتیکہ اس کے متعلق اسٹیٹ کونسل سے مشورہ نہ کیا جائے۔

۵۔ سردار چاہتے ہیں کہ وہ صحیح معنوں میں امیر کے دست و بازو بن کر رہیں۔امیر کو چاہیئے کہ وہ بھی ان کو ایسا ہی خیال کرے۔

امیر اعظم خان نے سرداروں کی طرف سے انگریزی حکومت کے ایما پر پیش کردہ محضر نامہ کی تمام شرائط کو قبول کریں۔چنانچہ 10 دسمبر 1931ء کے دن سرداران قلات، جام لس بیلہ، سردار خاران اور سردار مری نے شہزادہ امیر محمد

اعظم خان کو بہ مقام مستونگ امیر ریاستی بلوچستان منتخب کیا۔

امیر اعظم خان کے ایام بچپن و جوانی کے حالت:۔ شہزادہ میر اعظم خان 1870 ۔ کو کھڈ مستونگ کی مشہور لڑائی کے دن بہ مقام قلات تولد ہوئے آپ امیر خدا داد خان کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ بی بی سنگین، سردار اعظم خان ۔ پنجگور کے گچکی سردار کی بیٹی تھیں ۔ شہزادہ اعظم خان ایام نوجوانی میں کاروبار ملکی و سیاسی سے لاپرواہ اور بے نیاز رہا کرتے تھے ۔ اس کے باوجود اپنے والد بزرگوار امیر خدا داد خان کے انتہائی فرمانبردار اور خدمت گزار بیٹے تھے۔ ان کی اس خدمت گزاری میں آخر دم تک کمی نہیں آئی ۔ قید و بند فرنگ کے دوران، تنگی و پریشانی کا سامنا ہوا۔ آپ ذرہ بھر نہیں گھبرائے اور والد کی خدمت گزاری میں ہم تن مصروف رہے۔ لالچ و تحریص کے باوجود قدم پیچھے نہیں ہٹائے۔

1893 ۔ میں آپ نے اپنے والد امیر خدا داد خان کے حکم سے مستوفی فقیر محمد، نائب عبدالعزیز، غلام فاروق، حوالدار شیرداد کا بھاگ کے مقام پر سر قلم کیا۔ چنانچہ امیر خدا داد خان کی معزولی پر جب بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سر جیمز براؤن نے آپ سے مصافحہ کرنے سے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا کہ اس ہاتھ نے ہمارے ایک دوست کا ناحق خون کیا ہے۔ تو آپ نے نہایت دلیری سے اپنے ہاتھ پر بوسہ دے کر یہ کہا۔ میں اس ہاتھ پر فخر کرتا ہوں۔ جس نے ایک نمک حرام غدار کو جہنم میں پہنچا دیا اور جب براؤن نے آپ کو یہ سکھانے کی کوشش کی کہ آپ جاکر امیر خدا داد خان کو مشورہ دیں کہ حکومت سے استعفیٰ

اعلیٰحضرت میر محمد اعظم خان
امیر ریاستی بلوچستان
1932ء تا 1933ء

دے کر اپنے ولی عہد شہزادہ میر محمود خان کو امیر بلوچستان مقرر کرنے پر رضا مند ہوں تو آپ نے انکار کرتے ہوئے ۔ کہا ۔ کہ حکومت کی مثال بیوی کی ہے ۔" میں امیر کو کبھی مشورہ نہیں دونگا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے "۔

شہزادہ میر محمد اعظم خان ابتدائی جوانی سے ایک متقی پرہیزگار اور پارسا شخص تھے ۔ ان میں احمد زئی شہزادوں کی طرح بلند حوصلگی اور سرفروشی کا جذبہ نہ تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ جب امیر خداداد خان نے ان کو بھاگ میں اپنی جانشین مقرر کرکے اپنی تمام مال و دولت اپنی فوج اور اپنی حکومت ان کے سپرد کی خود بیل پٹ کے مقام پر جو بھاگ سے سولہ میل کے فاصلہ پر ہے نظر بند کر لئے گئے تو شہزادہ میر محمد اعظم خان ان کی کوئی خاطر خواہ امداد نہیں کر سکے ۔ حالانکہ ان کے پاس کثیر تعداد میں قبائلی لشکر ۔ اس کے علاوہ پلٹن اور رسالہ کے ہزاروں جنگ جو جوان موجود تھے ۔ ازاں بعد کوئٹہ میں امیر خداداد خان کے ساتھ جو واقعات رونما ہوئے ان کی اطلاعات برابر بھاگ پہنچتی رہیں ۔ لیکن اس کے باوجود شہزادہ اعظم خان پر امن اور خاموش رہا ۔

جس وقت امیر خداداد خان کا وہ خط جس پر شہزادہ محمود خان نے جبراً ان کی مہر لگوائی تھی ۔ میر اعظم خان کے پاس پہنچا تو اس وقت بھاگ کے مقام پر تقریباً بیس ہزار افراد کا ایک قبائلی لشکر ان کے گرد جمع ہو چکا تھا ۔ تمام سردار ان قبائل معتبرین اور افراد لشکر نے شہزادہ اعظم خان سے درخواست کی کہ وہ کوئٹہ نہ جائیں بلکہ جھالاوان کی طرف نکل کر انگریزی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کریں ۔ لیکن یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کوئٹہ پہنچے جہاں انہیں بھی نظر بند کیا جانا تھا ۔ ان کے گرفتار ہونے کے بعد امیر خداداد خان کے ساتھ بھی زیادہ سخت سلوک

کیا جائے گا مگر شہزادہ اعظم خان نے مردانہ وار مبارزت پیش کرنے کی ہمت نہ کی اور کوئٹہ پہنچ کر اپنے والد کے ساتھ قید وبند کی زندگی کو مردانگی کی موت بلکہ ابدی زندگی پر ترجیح دی۔

سردار نورالدین مینگل کی روایت:۔ سردار نورالدین مینگل مرحوم میر مٹھا خان مینگل کے حوالہ سے بیان کیا کرتے تھے کہ امیر خداداد خان کی وفات کے بعد جب امیر اعظم خان پشین سے آکر شیخ ماندہ کوئٹہ میں مقیم ہوئے تو ان کے دل میں افغانستان کو فرار ہونے اور قلات کے تخت پر بزور بازو قبضہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس غرض کیلئے بہت جلد سراوان کے بہت سے افراد مثلاً سردار امام بخش سرپرہ، میر مٹھا خان مینگل سکنہ مستونگ اسی قسم کے کئی دوسرے سرفروشوں سے انہوں نے تعلقات قائم کئے۔

عین وقت پر اعظم خان کا جانے سے انکار: مقررہ تاریخ پر میر مٹھا خان مینگل دو اور ساتھیوں کے ساتھ چار گھوڑے لیکر شہزادہ اعظم خان کے گھر کے سامنے پہنچا۔ لیکن میر مٹھا خان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ عین وقت پر شہزادہ، میر محمد اعظم خان نے افغانستان جانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس طے شدہ پروگرام کے مطابق ان کی تحریک میں شامل بہت سے افراد اس وقت تک اپنے اہل و عیال سمیت افغانستان کی طرف نکل چکے تھے۔ بعد میں ان فرار شدہ حضرات کو مصیبتوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ سردار امام بخش جو ہجرت کر چکا تھا۔ حکومت انگریزی بلوچستان نے اس کی تمام جائیداد ضبط کرلی۔ اس کے گاؤں کو اجاڑ دیا۔ تباہی کے بعد وہ افغانستان سے واپس آیا کہتے ہیں۔ یہ شہزادہ اعظم خان کی حکومت

بزور حاصل کرنے کی پہلی اور آخری کوشش تھی ۔ جو ایک تصور بن کر فنا ہو گئی ۔

امیر اعظم خان کے قید و بند میں نرمی :۔ شہزادہ میر محمد اعظم خان 1893 ۔ سے لیکر 1898 ۔ تک اپنے والد کے ساتھ لورالائی میں نظر بند رہے ۔ 1898 ۔ میں ان کو کوئٹہ اور سبی آنے جانے کی اجازت انگریزی حکومت نے دے دی ۔ انہوں نے اپنی اس آمدورفت کو خاموشی سے جاری رکھا ۔ ملکی معاملات میں غیر جانب دار اور لاتعلق رہے ۔ اس وجہ سے انگریزی حکومت کے نمائندوں پر اس کا اچھا اثر پڑا ۔

ان کا تقرر بطور اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ژوب :۔ بعد میں انگریزی حکومت بلوچستان نے امیر اعظم خان کو اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ژوب کے عہدے پر فائز کیا ۔ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان نے اس تقرری پر بہت سخت احتجاج کیا ۔ جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے ان کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا ۔

شہزادہ اعظم کا دورہ برما :۔ 1902 ۔ میں سرہیوز بارنس ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان ترقی کر کے ۔ گورنر برما ہوئے ۔ ان کی دعوت پر شہزادہ اعظم برما چلے گئے انہوں نے تین ماہ برما میں قیام کیا ۔ چونکہ بارنس ان کے ذاتی دوست تھے ۔ انہوں نے امیر اعظم کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ برما میں ربڑ کے باغ لیکر کاروبار شروع کریں اور یہاں سکونت اختیار کرے ۔ مگر انہوں نے گورنر موصوف کے نیک جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۔ ربڑ کے کاروبار کرنے سے معذرت کی اور تین ماہ قیام کے بعد واپس بلوچستان آئے ۔

شہزادہ کا قیام پشین: ۔ 1902ء سے لیکر 1907ء تک وہ اپنے اسیر والد امیر خدا داد خان کے ساتھ پشین میں رہے اور امیر خدا داد خان کی 1907ء میں وفات کے بعد ان کو اور دیگر تمام افراد خاندان احمدزئی کو کوئٹہ میں رہنے کی اجازت دی گئی۔

شہزادہ اعظم کا قیام شیخ ماندہ کوئٹہ میں: ۔ چنانچہ شہزادہ اعظم خان 1907ء میں کوئٹہ کے نواحی بستی، شیخ ماندہ میں سکونت اختیار کی بعد میں ہدہ کے گاؤں میں رہائش منتقل کی اور 10 دسمبر 1931ء تک امیر ریاستی بلوچستان مقرر ہونے تک ۔اسی گاؤں میں سکونت پذیر رہے۔

شہزادہ اعظم خان کا بطور ناظم الحکومت مکران تقرر: ۔ 1922ء میں میر مہر اللہ خان رئیسانی ناظم مکران کے بجائے ۔ بلوچستان کی انگریزی حکومت نے شہزادہ میر اعظم خان کو ناظم مکران کے عہدہ پر بھیج روانہ کر دیا ۔ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان نے بھی ۔ اس تقرری کی اجازت دی ۔ نیک نیتی سے نہیں۔ بلکہ بدنیتی سے ۔ کیونکہ امیر موصوف شہزادہ اعظم خان کی طبعیت کو جانتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ وہ بری طرح ناکام ہونگے اور مکران میں ایسے حالات پیدا کر دینگے جن سے انگریزی حکومت کے نمائندے جواب اس کی طرفداری کر رہے ہیں ۔ ان سے بدظن ہو کر ان کے خلاف ہو جائینگے اور اس مخالفت کا اثر اس کی جانشینی پر بھی پڑیگا ۔ جیسا کہ امیر محمود خان کا خیال تھا ۔ ویسا ہی ہوا ۔ مکران پہنچتے ہی امیر اعظم نے مطلق العنان حاکم کی حیثیت سے حکومت کرنی شروع کر دی ۔ آتے ہی میر محراب گچکی جو ان دنوں مکران کا مضبوط ترین اور با اثر شخص خیال کیا جاتا تھا ۔ ان

کی جھڑپ ہوئی ۔ شہزادہ اعظم نے بلوچستان کی انگریزی حکومت سے علاقہ میں امن قائم رکھنے کیلئے پانچ سو افراد پلٹن مکران بھیجوانے اور پانچ سو افراد لیویز مکران میں بھرتی کرنے کیلئے دولاکھ روپے نقد امداد دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر انگریزی حکومت نے ان مطالبات کو پورا کرنے کے بجائے شہزادہ اعظم کو واپس بلالیا۔

اتحاد بلوچاں کی تحریک: ۔ جولائی 1931ء میں بلوچستان میں انجمن اتحاد بلوچاں کی داغ بیل ڈالدی گئی ۔ اس دوران میں امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان ۔ بیماری کی وجہ سے موت زیست کی کش مکش میں مبتلا تھے ۔ ریاستی بلوچستان کے وزیراعظم سر میر شمس شاہ جو شہزادہ محمد اعظم خان کے خلاف تھا ۔ امیر محمود خان کے بڑے صاحب زادے میر محمد انور خان کو ولی عہد مقرر کرنے کیلئے قانونی و اسلامی جواز مہیا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا ۔ ساتھ ہی ساتھ ریاستی بلوچستان کے سرداران کو بھی اپنی ہمنوا بنانے کیلئے ہموار کر رہا تھا ۔ انجمن اتحاد بلوچاں کے نوجوان اراکین جو سر شمس شاہ وزیراعظم کی مستبدانہ حکومت کے بدترین مخالفوں میں سے تھے ۔ ہر میدان میں اس کا مقابلہ کرنے اور اسے شکست دینے پر تلے ہوئے تھے ۔ چنانچہ امیر محمود خان کی بیماری کی وجہ سے ان کے جانشین مقرر کرنے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور میر محمد انور خان کے حق میں سر شمس شاہ کی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں ۔ تو انجمن اتحاد بلوچاں کے نوجوان اراکین نے میر یوسف علی خان مگسی کے ذریعہ جو انجمن کے صدر بھی تھے ۔ شہزادہ میر محمد اعظم کے ساتھ تعلقات قائم کر گئے اور آخر کار ان کے ساتھ ریاستی بلوچستان میں ذمہ دار حکومت قائم کرنے کی شرط پر سمجھوتہ کر کے انجمن اتحاد بلوچستان نے امیر محمود خان کی جانشینی کیلئے شہزادہ میر محمد اعظم خان کی حمایت کا اعلان کر دیا ۔

مگسی ایجی ٹیشن: ۔ میر محمد اعظم خان کی راہ میں سر شمس شاہ وزیراعظم ریاستی بلوچستان سب سے بڑی رکاوٹ تھی ۔ اسے راستے سے ہٹانے کے لیے انجمن اتحاد بلوچاں کے اراکین نے ایک سخت اور بااثر ایجی ٹیشن کرنے کا فیصلہ کیا چونکہ میر یوسف علی خان کی وجہ سے علاقہ جھل مگسی میں انجمن کا اثر زیادہ تھا ۔ لہذا وہاں سے ایجی ٹیشن کی ابتدا کا پروگام بنایا گیا ۔ ایک مختصر عرصہ میں شمس شاہ کے خلاف تحریک شروع کردی گئی جو مگسی ایجی ٹیشن کے نام سے مشہور ہوئی ۔ مگسی قبیلہ کے ہزاروں افراد نے ریاستی بلوچستان کی حدود سے ہجرت کی اور سندھ کے علاقے میں داخل ہوئے ۔ جہاں سے انکے ایک سو معتبرین و معززین کا ایک وفد سر شمس شاہ کے جور و استبداد کے خلاف شکایت کرنے وائسرائے ہند کے پاس دہلی چلا گیا ۔

کتابچہ شمس گردی کی اشاعت: ۔ مگسی ایجی ٹیشن کے سلسلے میں انجمن اتحاد بلوچاں کی طرف سے 20 نومبر 1931ء کو (شمس گردی) کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا گیا ۔ جس کے دیباچے میں میر یوسف علی خان مگسی نے لکھا ۔ کہ یہ قوم کی داستان بربادی ہے اور اسکا احساس بیداری بھی ہے بیسویں صدی کے ایک فرعون (شمس شاہ) کے لیے عصائے موسیٰ ہے ۔ برادران وطن کی بے حسی اور تن آسانی کے لیے ایک تازیانہ بیداری ہے ۔ اسمیں ریاستی بلوچستان کے وزیراعظم کی شخصی بے اعتدالیاں، مظالم اور بد عنوانیاں گنوائی گئی تھیں ۔ ریاستی بلوچستان کی سیاسی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی پستی اور بربادی کا "شمس گردی" میں تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد انجمن اتحاد بلوچاں نے نئے آمیر ریاستی بلوچستان کے آزادانہ انتخاب کا ان الفاظ میں مطالبہ کیا ۔

" قدیم رواج ملک کی رو سے یہ عام جمہوری رعایا کا مسلمہ حق ہے کہ اپنا فرمانروا خود منتخب کرے ۔ ہم بلوچ اپنے اس حق سے دستبردار نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے برٹش حکومت کی توجہ اس طرف خاص طور پر مبذول کراتے ہوئے ، اپیل کی جاتی ہے کہ براہ مہربانی رعایا کے اس رواجی حق کو میر شمس شاہ کی ذاتی خواہشات پر قربان نہ کیا جائے ۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انتخاب جانشینی تخت بلوچستان کا مسئلہ حل کرنے کے واسطے چند سرداروں کے سامنے پیش کیا جائیگا ۔ لیکن یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک سر شمس شاہ بر سر اقتدار ہے اس وقت تک سردار اس سے ڈرتے رہیں گے اور اس سے بیزار اور تنگ ہونے کے باوجود اسکی مخالفت نہیں کر سکیں گے ۔ لیکن ہم واضح کئے دیتے ہیں کہ سرداروں کا کوئی ایسا انتخاب صحیح تسلیم نہیں کیا جائیگا جو اپنے ملک کی قدیمی روایات کو پس پشت ڈالکر اپنے ان قبائل کے صلاح و مشورے کے بغیر کریں گے جنکی وہ نمائندگی کر رہے ہیں ۔ واضح رہے کہ عام رعایائے ریاستی بلوچستان کوئی ایسا حکمران نہیں چاہتی جو وزیر اعظم کا دست نگر بن کر تخت کو صرف برائے نام پر کرے اور جس کو رعایا اور ملک کی بہبودی سے سروکار نہ ہو ، بلکہ ہم ایسا حکمران چاہتے ہیں جو تخت پر بیٹھتے ہی پہلے دستوری اور ذمہ دار حکومت کا اعلان کرے ، جمہوری رعایا کے منتخب نمائندگان کی ایک اسمبلی قائم کرے جس کی ایک باضابطہ کابینہ وزارت ہو " بلوچستان کی تاریخ میں انگریزوں کی آمد کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ عوام کی طرف سے اس قسم کا ایک ترقی پسندانہ اور جمہوری قدروں کے مطابق مطالبہ کیا گیا۔

عملی جدوجہد انجمن اتحاد بلوچان : ۔ انجمن اتحاد بلوچان کے سرگرم اراکین میر یوسف علی خان مگسی ، میر عبدالرحمن بگٹی ، میر عبدالعزیز کرد ملک فیض

محمد یوسف زئی ، محمد حسین عنقا اور ان کے رفقا کے صرف تحریری پروپیگنڈا پر اکتفا نہیں کی ۔ بلکہ بلوچستان اور بیرون بلوچستان میں انہوں نے عملی اقدامات بھی کئے اور ریاستی بلوچستان کے سرداروں کو شہزادہ محمد اعظم خان کے حق میں ہموار کرنے کیلئے دن رات شدید جدوجہد بھی کی ۔ کیونکہ بعض قبائلی سردار جن میں سردار رسول بخش زرک زئی سر سردار ان جھالاوان پیش پیش تھا ۔ شہزادہ محمد اعظم خان کے خلاف میر محمد انور خان کے علی الاعلان طرفدار تھا انہیں سر شمس شاہ کی پشت پناہی حاصل تھی ۔ سراوان کے سرداروں میں نواب اسد اللہ خان رئیسانی جو سر شمس شاہ سے مخالفت کی وجہ سے میر یوسف علی خان کے ساتھ تھا ۔ باقی سرداروں کی نیت مشتبہ تھی ۔ الغرض شہزادہ میر محمد اعظم خان کی امیدیں بلوچستان کی انگریزی حکومت کے بعد میر یوسف علی خان مگسی اور انجمن اتحاد بلوچان کے نوجوان اراکین سے وابستہ تھیں ۔ جن پر ایک رفیق کی حیثیت سے شہزادہ میر احمد یار خان کا بھی بڑا اثرورسوخ تھا ۔ جھالاوان کے سرداروں میں ۔ سرادر رسول بخش مینگل اور سردار رستم خان محمد حسنی جو شمس شاہ کے خلاف تھے ۔ انجمن اتحاد بلوچان کے ساتھ تھے ۔ کچھی کے سردار متزلزل تھے ۔ البتہ نواب مہر اللہ خان مری اور نواب بائی خان بگٹی سردار کچ شہزادہ محمد اعظم جان کے طرفدار اور حمایتی تھے ۔

انجمن اتحاد بلوچان کو اپنی مقصد میں کامیابی: ۔ ایک سخت جدوجہد اور کش مکش کے بعد شہزادہ میر احمد یار خان اور مقتدر سرداران بلوچستان کی امداد اور تعاون سے انجمن اتحاد بلوچان کے مخلص اراکین کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی ۔ تمام سرداروں نے متفقہ طور پر شہزادہ محمد اعظم خان کو امیر ریاستی بلوچستان منتخب کیا ۔ اسی دن سر شمس شاہ نے بھی وزارت عظمیٰ کے عہدہ سے

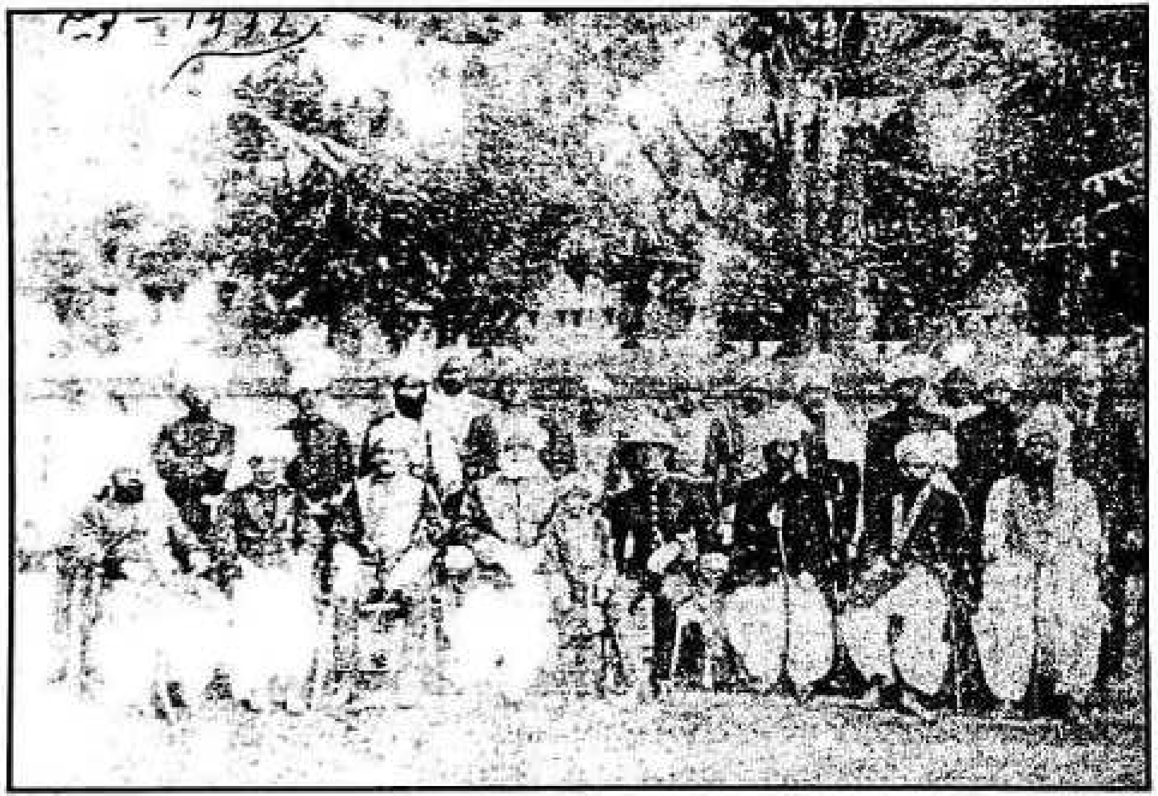

گروپ فوٹو:۔ اعلیٰحضرت میر محمد اعظم خان امیر ریاستی بلوچستان
ہمراہ سرداران بلوچ قبائل، دوران
تاجپوشی 1932ء

اپنا استیفیٰ پیش کر دیا ۔ جسے منظور کر کے ، خان بہادر گل محمد خان کو ریاستی بلوچستان کا وزیراعظم مقرر کیا گیا۔

اتحاد بلوچان کی مایوسی :۔ انجمن اتحاد بلوچان کے لیڈر میر یوسف علی خان مگسی اور دوسرے مخلص کارکنوں نے شہزادہ اعظم خان کے امیر مقرر کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا تھا ۔ شہزادہ اعظم خان نے امیر ریاستی بلوچستان مقرر ہونے پر ، اتحاد بلوچان کے لیڈروں سے وعدہ کیا تھا کہ جب ان کو حکومت ملیگی وہ ذمہ دار حکومت قائم کرینگے ۔ لیکن جب وہ خان یا امیر مقرر ہوئے تو ذمہ دار حکومت کا قیام تو بجائے خود ۔ اب سرے سے انجمن مذکور کے وجود کو بھی ریاستی بلوچستان میں برداشت کرنے کیلئے وہ تیار نہ تھے ۔ اسی طرح قبائلی سرداروں نے بھی ۔ جو سر شمس شاہ کی مخالفت کی وجہ سے انجمن کے ساتھ تھے ۔ سر شمس شاہ کے رخصت ہونے کے بعد انجمن کے اراکین سے قطع تعلق کر لیا اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔

انجمن اتحاد بلوچان کی اراکین کو تنبیہ :۔ میر عبدالعزیز کرد انجمن کا ایک سرگرم اور باعمل رکن تھا ۔ امیر محمد اعظم خان امیر ریاستی بلوچستان سے ملا ۔ امیر نے اس کی حرکتوں کو برائے آئیندہ ناقبال برداشت ٹھہرایا اور اسے متنبہ کیا کہ برائے آئیندہ اپنی سیاسی سرگرمیوں سے باز آئے اور میر یوسف علی خان کو بھی اسی طرح متنبع کیا گیا ۔ امیر اعظم خان چونکہ امیر بلوچستان بنتے وقت انگریزی حکومت سے کچھ ایسے عہدو پیمان کر چکے تھے ۔ جن کے تحت وہ انجمن اتحاد بلوچان کی سردست کچھ امداد نہیں کر سکتے تھے ۔ لہذا ممکن ہے ۔ اسی وجہ سے انہوں نے میر

عبدالعزیز کرد اور میر یوسف علی خان کو دوران ملاقات ۔ صحیح صورت حال سے آگاہ کرکے انہیں ہدایت کی ۔ کہ فی الوقت احتیاط سے کام لیا جائے اور سیاست میں گرم بازاری پیدا ہونے نہ دی جائے ۔

وائسرائے ہند کی بلوچستان میں آمد: ۔ ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ ولنگٹن اپریل 1932 ۔ کو حکومت برطانیہ کی طرف سے رسمی طور پر ریاستی بلوچستان کے تخت پر میر محمد اعظم خان کو بٹھانے اور تاج پوشی کی رسم ادا کرنے بلوچستان آیا ۔ انگریزی دور حکومت میں بلوچستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس غرض کیلئے وائسرائے ہند بلوچستان آیا ۔

امیر اعظم خان کی رسم تاج پوشی: ۔ 26 اپریل 1932 ۔ میں لارڈ ولنگٹن وائسرائے ہند نے بہ مقام کوئٹہ ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا ۔ جس میں بلوچستان میں انگریزی حکومت کے سول اور فوجی افسروں کے علاوہ برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان کے تمام سرداروں ، ملکان و معتبرین نے حصہ لیا ۔ اس دربار میں میر محمد اعظم خان کی رسم تاج پوشی ادا کی گئی ۔

دربار میں وائسرائے کی تقریر: ۔ لارڈ ولنگٹین وائسرائے اور گورنر جرنل ہند نے اپنی تقریر سے دربار کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ۔ " ہمیں آج یہاں موجود ہونے اور صوبہ بلوچستان اور اس کے لوگوں سے براہ راست تعارف کا موقع ملنے سے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے ۔ یہ موقع جس پر آج ہم مل رہے ہیں ۔ بجا طور پر تاریخ بلوچستان میں نادر کہا جاسکتا ہے ۔ کیونکہ یہ پہلا موقع ہے جب کہ ہندوستان کا ایک وائسرائے بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ میں آیا ہے اور ساتھ ہی یہ پہلا موقع ہے ۔

جبکہ وائسرائے نے ایک امیر کو گدی پر بٹھایا ہے"۔

ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات کی بنیادی اور سیاسی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے لارڈ ولنگٹن نے کہا کہ ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست قلات اپنی سیاسی حیثت اور نظام میں ہند کی جملہ دیگر ریاستوں سے بنیادی طور پر مختلف ہے ۔ یہ خانہ بدوش قبائل کا مجموعہ ہے اور اس لحاظ سے وہ ہندوستان کی ٹھوس ریاستوں کی بہ نسبت وسط ایشیاء کی خانیتوں اور عرب کی امارتوں کے زیادہ مشابہ ہے ۔ حکومت برطانیہ نے ابتداہی سے ریاستی بلوچستان کے اس عجیب آئین کو تسلیم کیا ہوا ہے اور وہ اس کے قدیم قومی تنظیم اور رسم ورواج کو جس نے ان کو باہم منسلک کر رکھا ہے اور جس کی حرمت عام ہے ۔ محفوظ رکھنے میں کوشاں رہی ہے ۔ اس لئے یہ امر یقینی اطمینان کا موجب ہے کہ آپ کی مسند نشینی کیلئے سرداران کانفڈریسی نے متفقہ طور پر ایک آئین کے تحت اور قدیمی دستور کے مطابق رائے دی ہے ۔

ارکین اسٹیٹ کونسل کی تعداد میں ایزادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۔ وائسرائے ہند نے میر محمد اعظم خان کو اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا ۔ "اسٹیٹ کونسل کی تعداد میں جو اضافہ حال ہی میں کیا گیا ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست بلوچستان المعروف بہ ریاست قلات زمانہ کی فتار کے ساتھ چل رہی ہے اور ایشیائی لوگوں کی اس عام پیش قدمی میں جو مطلق العنان حکومتوں کو آئینی حکومتیں بنانے کی جانب ہے ۔ شریک ہو رہی ہے ۔ یہ توسیع شدہ اسٹیٹ کونسل آپ کے ہاتھ میں ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے کہ آپ معاملات ریاست میں

بہترین مشورہ حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی رعایا کے ساتھ رابطہ قائم رکھ سکتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس کے متعلق ہم آپ کو مشورہ دینگے ۔ کہ آپ اس سے پورے پورے طور پر فائدہ حاصل کریں " ریاستی عوام کی فلاح و بہبود کی میر محمد اعظم خان کو توجہ دلاتے ہوئے وائسرائے ہند نے کہا " ہمیں پورا بھروسہ ہے کہ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوگی کہ آپ نظام ریاست میں اپنی رعایا کی بہبودی کو متواتر پیش نظر رکھیں گے اور اس کے نظم ونسق کے روایتی طریقوں میں ان تمام چیزوں کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے وہم کو جس میں ظلم کی چاشنی ہو موقوف کر دینگے ۔ اس سلسلہ میں وائسرائے نے مزید کہا کہ ریاستی بلوچستان المعروف یہ ریاست قلات میں ایک وسیع علاقہ شامل ہے اور اس کا رقبہ ان تمام دیگر حصص سے جن سے صوبہ بلوچستان بنا ہوا ہے ، کہیں حصہ زیادہ ہے ۔ اس لئے بحثیت مجموعی بلوچستان کی بہبودی ایک بڑی حد تک ریاست قلات پر دارو مدار رکھتی ہے اگر یہ ریاست اپنی اندرونی ناچاقیوں کی وجہ سے کمزور ہوجائے یا بدنظمی اور ظلم کی وجہ سے ابتری میں پڑجائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بلوچستان کا بقایا حصہ پر اس کے فاسد اثرات وسیع طور پر پڑجائینگے اور کوئی شخص اس بات کو کہنے کے قابل نہیں ہوسکتا کہ یہ فتنہ کہا ختم ہوگا " سرداروں کے ساتھ تعلقات استوار رکھنے کا میر محمد اعظم خان کو مشورہ دیتے ہوئے ۔ لارڈ ولنگٹن نے کہا ۔ " کہ آپ کے مرتبہ کی عجیب وغریب قوت کا راز یہ ہے کہ آپ نہ صرف ریاستی بلوچستان کے والی میں بلکہ ایک قدیمی اور طاقتور کانفیڈریسی کے سرکردہ بھی ہیں ۔ اس لئے آپ کو مناسب ہے کہ اپنے سرداروں کے ساتھ مل جل کر اور ان کے ہم رائے ہو کر کام کریں ۔ ان کے حقوق کا احترام کریں ۔ ان کے منصب بحال رکھیں اور ان کے قدیم رسم

ورواج میں جو کچھ درست اور معقول ہو اس کو برقرار رکھیں ساتھ ہی سرداروں کو اس سلسلہ میں مشورہ دیتے ہوئے ۔ وائسرائے نے کہا کہ " اس کے عوض میں سرداروں کا فرض عین ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بحثیت اپنے امیر کے صدق دل سے وفادار رہیں اور آپ کے منصب وحقوق کا ویسا ہی احترام کریں ۔ جیسا کہ آپ پر ان کے منصب و حقوق کا احترام واجب ہے "

آخر میں میر محمد اعظم خان کو حکومت برطانیہ کی امداد کا یقین دلاتے ہوئے وائسرائے اور گورنر جنرل ہند نے کہا کہ ایک سرحدی ریاست کی عجیب و غریب پیچیدگیاں اور مشکلات ہوا کرتی ہیں اور ہر ایک والی ریاست کو مشکلات اور تشویش کا زمانہ دیکھنا پڑتا ہے ۔ اگر خدا نخواستہ کبھی ایسا وقت آجائے تو آپ کو یقین رکھنا چاہیئے کہ ہمارے آفیسر آپ کو ہر طرح کی امداد اور مشورہ دینگے اور آپ اطمینان رکھیں کہ ہم خود بھی ہمیشہ آپ کی سیاست کے معاملات میں متواتر گہری دلچسپی لیتے رہینگے ۔

ادائیگی رسم تاجپوشی امیر اعظم خان: ۔لارڈ ولنگٹن وائسرائے و گورنر جنرل کی تقریر کے ختم ہونے پر میر محمد اعظم خان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے خلعت پیش کی گئی جن میں مرصع تلوار، نسوار کی طلائی ڈبیہ ، بٹہ دار شال سرپیچ اور جیغہ شامل تھے ۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے جیغہ اٹھا کر وائسرائے ہند کے ہاتھ میں دیا ۔ جسے لارڈ ولنگٹن وائسرائے ہند نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر ۔ میر محمد اعظم خان کے عمامہ پر باندھا ۔ اس وقت فارن سیکریٹری حکومت ہند نے ہزہائی نیس نواب بہادر میر محمد اعظم خان بیگلر بیگی والی قلات کے پورے نام اور

خطابات سے ان کی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

امیر ریاستی بلوچستان کی جوابی کی تقریر: ۔ اعلان حکمرانی کے بعد خان بہادر گل محمد خان وزیر اعظم ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان نے میر محمد اعظم خان، امیر ریاستی بلوچستان کی جوابی تقریر انگریزی میں پڑھی ۔ جس میں حکومت برطانیہ کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے ۔ میر محمد اعظم خان ۔نے کہا۔ گذشتہ زمانے میں ریاست قلات کسی دوسری ریاست سے اپنی صداقت اور وفاداری کے لحاظ سے اپنے شہنشاہ وقت کے حق میں کم نہیں رہی ہے اور کامل اعتماد کے ساتھ جناب والا کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ بھی میری ریاست اور اس کے بہادر ابنائے وطن ہمیشہ قدیمی روایات پر ثابت قدم رہینگے ۔

ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست قلات کے طرز حکومت اور احمدزئی خاندان کی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آمیر قلات نے کہا کہ ریاست قلات کا طرز حکومت آج سے صدہا سال پیشتر قبائل کی ایک متحدہ جماعت کی صورت میں رائج تھا اور ایک موروثی خاندان کے تابع تھا۔آمیر کی شخصیت کو مقدس مانا جاتا رہا اور قبائلی سرداران کے نسلی امتیاز کے لحاظ سے ان کے احکام کی تعمیل اخلاص مندی سے کرتے رہے۔

قبائلی سرداران اپنے اپنے قبائل کا انتظام بذریعہ فرقہ جات وغیرہ کرنے کا حق رکھتے تھے ۔ ہر ایک سردار جس قسم کا انتظام اپنے قبیلے میں رکھتا تھا ۔ اسی نسبت سے وہ امیر کے نزدیک رسوخ حاصل کر سکتا تھا چنانچہ اگر کوئی سردار ناقابل ہوتا تھا ۔ تو وہ اپنے آپ کو آمیر کے سامنے سخت سلوک کا مستوجب ٹھہراتا تھا ۔

اس سلسلے میں اپنے پالیسی کا اظہار کرتے ہوئے آمیر محمد اعظم خان نے کہا " ریاست قلات کی یہ طرز حکومت میرے جد امجد میر نصیر خان اعظم کے زمانے میں انتہائی اوج پر تھا ۔ حکومت کی ذمہ داری کو اپنے دوش پر لینے میں میری دلی آرزو فقط یہی ہے کہ میں اپنے جد امجد ممدوح کے نقش قدم پر چلوں اور باوجود اس کے کہ دنیا میں اس وقت بہت تغیرات واقع ہو چکی ہیں ۔ اپنی ریاست کو نہایت مرفع الحال فارغ البال اور معروف بناؤں ۔ اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے میں آنجناب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں حتی المقدور اپنے سرداروں کی خیر خواہی اور عزت افزائی میں بہترین کوشش کرونگا ۔ کیونکہ اس پر میری اپنی بہبودی اور عظمت کا انحصار ہے "

اسٹیٹ کونسل کے ارکین کی تعداد میں اضافہ کا ذکر کرتے ہوئے ۔ آمیر نے کہا " میں نہ صرف اسٹیٹ کونسل کو بلکہ تمام قومی جمعیت کے جرگہ کو آئین ریاست کا سنگ بنیاد تصور کرتا ہوں اور میں ان تمام معاملات میں جن کا بحثیت مجموعی جمعیت متحدہ کے نیک و بد تعلق ہو ۔ ان کے مشورہ سے کامل فائدہ حاصل کرونگا ۔

آخر میں بیگار کی معافی ، زراعتی پیداوار اور مال تجارت پر بعض نا جائز ٹیکسوں یعنی سنگ کی منسوخی تعلیم ، وحفظان اور ذرائع آب پاشی کی ترقی کے بعض متوقع اقدامات کا اعلان کرتے ہوئے میر محمد اعظم خان ، امیر قلات نے کہا " میں نے اپنی طویل زندگی میں اس تغیر پسند زمانے کے بہت سے سیاسی نشیب وفراز مشاہدہ کئے ہیں اور میں کہ سکتا ہوں کہ میں نے کافی تجربہ حاصل کیا ہے ۔ اس کو

ان قدیم مستحکم ۔ دوستانہ اور وفادارانہ تعلقات کو مضبوط تر بنانے میں صرف کرونگا جو ریاستی بلوچستان اور حکومت برطانیہ کو قدیم شیرازہ دوستی میں مسلک کئے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی میں اپنی رعایا کی بہبودی کو مد نظر رکھونگا"

بیگار اور سنگ کی منسوخی:۔ میر محمد اعظم خان نے اگرچہ اپنی تقریر میں ریاستی بلوچستان میں بیگار سنگ اور زرعی پیداوار پر ناجائز ٹیکسوں کی تنسیخ کا اعلان کر دیا تھا ۔ لیکن اس اعلان کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا ۔ البتہ ان کی وصولی میں پہلے جو سختی برتی جاتی تھی ۔ اب اس میں کسی قدر نرمی اختیار کی جانے لگی ۔ اس سے اگرچہ عوام پر بوجھ ہلکا نہیں ہوا ۔ لیکن اس بوجھ کو ہٹانے کیلئے آئندہ کی جدوجہد میں مالیہ وہ طبقہ کو ایک جواز مل گیا ۔ جس سے میر محمد اعظم خان کے مختصر عہد حکومت کے بعد خاطر خواہ طور پر فائدہ اٹھایا گیا ۔

قبائلی معاملات میں براہ راست تعلق:۔ میر اعظم خان نے آمیر ریاستی بلوچستان مقرر ہوتے ہی ۔ چھوٹے موٹے قبائلی اور ملکی معاملات میں عوام اور سرداروں کے ساتھ براہ راست اپنے تعلقات قائم کرنے شروع کئے ۔ سرداروں سے متعلق معاملات میں پولیٹیکل ایجنٹ کو اطلاع دیئے بغیر اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے رہے اور عموماً ایسے معاملات کا سرداروں کے ساتھ ملکر باہمی رضامندی سے فیصلہ کرتے رہے ۔ اس طریقہ کار سے سرداروں پر پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا اثر گھٹ گیا اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی ۔ انگریزی حکومت کے نمائندے اس ضمن میں اگرچہ بظاہر خاموش اور غیر جانبدار رویہ دکھاتے رہے ۔ لیکن در حقیقت انہیں میر محمد اعظم خان کا یہ طریقہ کار جس سے ان کی بنیادوں پر چوٹ پڑتی تھی ۔ پسندنہ

تھا۔ چنانچہ بہت جلد انہیں ایک ایسا موقع ہاتھ آیا جس سے فائدہ اٹھا کر، آمیر اور سرداروں کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل کی جا سکتی تھی۔

اراضیات کچھی کا مسئلہ:۔ میر محمد اعظم خان کو خان آمیر خداداد خان اور سر رابرٹ سنڈیمن کے درمیان 1891 ۔ کا وہ فیصلہ نہیں بھولا تھا۔ جس کی رو سے کچھی کی اراضیات سے متعلق قدیم تنازعہ کو چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کے ذریعے سرداران سراوان کی سندات کے ملاحظہ کرنے کے بعد حل کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ وائسرائے سے خطاب کرتے وقت کچھی کے بدقسمت باشندگان کا ذکر کرنے سے بھی میر محمد اعظم خان کی مراد اس قدیم غیر منصفانہ تنازعہ کی طرف حکومت برطانیہ کو توجہ دلانا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں جب آمیر اور سرداروں کے درمیان اتحاد و اتفاق کے آثار نمودار ہونے لگے۔ تو۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے انتہائی دانشمندی سے اراضیات کچھی کے مسئلہ کو اٹھایا اور آمیر کے ساتھ اسے طے کرایا کہ برٹش بلوچستان سے کاردان پٹواریوں کا ایک دستہ آکر سرداران سراوان کی سندات کے مطابق اراضیات کچھی کی حد بندی کرے۔ سرداران سراوان جو اراضیات کچھی سے متعلق زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں۔ اس فیصلہ سے سراسیمہ اور بے چین ہوئے اور آمیر کے ساتھ ان کے تعلقات میں کشیدگی اور بدظنی پیدا ہونے لگی۔ جو پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا مطلوبہ مقصد تھا۔

آمیر محمد اعظم خان کی دیگر مصروفیات:۔ آمیر محمود خان ثانی کے بعد جب آمیر محمد اعظم خان ریاستی بلوچستان کے تخت پر بیٹھا۔ تو قلات کے شاہی محل جسے میری کہتے ہیں اسے آمیر محمود خان ثانی نے اپنے 38 سالہ دور حکمرانی میں۔

میری کے تمام کمروں کو قسم قسم کے سامان خانگی سے بھر دیا تھا۔ قلات کے اس چھ منزلہ محل میں تقریباً تین سو کمرے تھے اور ان کمروں کے علاوہ سو کے قریب تہہ خانے بھی تھے۔ یہ سب سامان سے بھر پڑے تھے۔ قسما قسم کے اونی، ریشمی، سوتی کپڑوں کے تھان۔ ہاتھ کی لکڑیاں، نسوار کرنے کی ڈبیاں، قالین و دری بندوقین شارٹ گن اور رائفلیں، بوٹ، کمبل، رضائیاں قسما قسم کے سوٹ کیس تیغ دان ساگوان کی لکڑی کی بنی ہوئی صندوقیں۔ جن پر پیتل کا نقش و نگار کیا ہوا تھا۔ ہر کمرہ میں ایک قسم کا سامان بھرا ہوا تھا۔ مثلاً اگر ایک کمرے میں اونی کپڑے کے تھان تھے تو وہ کمرہ چھت تک اسی تھانوں سے بھرا ہوا تھا۔ میری کے کمروں کی تقریباً لمبائی 60 فٹ اور چوڑائی 30 فٹ کے لگ بھگ تھی اور اونچائی 20 فٹ تھی امیر محمود خان ثانی کے اصطبل میں تقریباً چار سو گھوڑے تھے۔ جو اعلیٰ نسل کے تھے مگر سب کے دم کٹے ہوئے تھے اور نہایت فربہ تھے۔ مگر مدتوں کسی سوار نے ان پر سواری نہیں کی تھی۔ لہذا اکثر گھوڑوں کے ٹانگوں کو بیماری لگی ہوئی تھی۔ لنگڑے تھے۔ لہذا میر محمد اعظم خان جب حکمران ریاستی بلوچستان بنے۔ دن کو جب وہ حکومتی کاروبار سے فارغ ہوتے تھے۔ تو شام کے وقت ان کو میری قلات کی کمروں کی چھان بین کرنا پڑتی تھی۔ اچھے سامان کو جدا کر کے علیحدہ رکھنا پڑتا تھا گلے سڑے سامان کو یا جو قابل استعمال ہوتا تھا۔ غریبوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ گھوڑے تو سب فقرا یا گھوڑوں کے شوقین حضرات پر بخش دیئے گئے۔ لہذا امیر محمد اعظم خان کی حکومتی معروفیات کے علاوہ۔ میری قلات کی کمروں میں سامان کی چھان بین کا کام بھی ہوتا تھا۔ تاکہ اس بے پناہ قسما قسم کے خانگی سامان کو مزید نقصان سے بچایا جاسکے اور استعمال کیلئے متعلقین پر تقسیم کیا جاسکے۔

میری قلات کو بطور آثار قدیمہ محفوظ رکھنا:۔ جب میر محمد اعظم خان ریاستی بلوچستان کے تخت پر بیٹھے تو انہوں نے قلات کی قدیم اور تاریخی محل ۔ جسے میری کہتے تھے ۔ اس میں سکونت اختیار نہیں کی ۔ بلکہ قلات کے شہر میں ایک بہت بڑا بنگلہ بطور مہمان خانہ خاص بنام منزل باغ تعمیر ہوا تھا ۔ اسی میں رہائش پذیر ہوئے اور قلات کی میری میں جو آمیر محمود خان ثانی کے خاندان کے افراد رہتے تھے ۔ ان کو وہاں سے لاکر ، قلات کے شہر میں میر محمود خان ثانی کے اعلیٰ آفسر صندوقدار پیشو کے سرائے میں ٹھہرایا گیا ۔ میری کی عمارت کو بعد از مرمت ۔ درست حالت میں رکھا گیا اور اسے آثار قدیمہ کے محل کی حثیت سے رکھا گیا جسے لوگ اجازت کے بعد دیکھنے آتے تھے ۔

یہ مٹی کی چھ منزلہ عمارت بلوچ ملت کی دور قدیم کے معماران کا ایک شاہکار تھا ۔ جو گھارے ، پتھر اور جو نیپر کے شہتیروں کے استعمال سے تعمیر ہوا تھا یہ محل چھ منزلہ تھا ۔ اس میں تقریباً تین سو کمرے تھے اور سو کے قریب تہ خانے تھے ۔ ہر کمرے کی لمبائی تقریباً 60 فٹ اور چوڑائی 30 فٹ اور اونچائی 20 فٹ تھی ۔ کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں ساگواں کی لکڑی کے بنے تھے ۔ کمروں میں چھ ستون یا آٹھ ستون ہوتے تھے ۔ جس پر کمرے کی چھت قائم تھی ۔ ہر کمرے میں سینماہالوں کی طرح گیلری ہوا کرتا تھا اسے خلوت خانے کہتے تھے ۔ خلوت خانہ اور کمرے میں آنے کیلئے ایک سیڑھی ہوتی تھی ۔ کمروں کے اندر ، شہتیر، دروازہ ، کھڑکی ، گیلری ، سیڑھی کمروں کی ستون سب ساگوال کے لکڑی سے بنے ہوئے تھے اور سب پر نقش و نگار کا کام ہوا تھا ۔ بلوچستان میں بلوچوں کی آمد سے پہلے ۔ یعنی 854 سال قبل از مسیح تورانی سلطنت کے حکمران اسی محل میں رہتے تھے ۔ لیکن جب

کیقباد ماد کرد، بادشاہ مادستان اور فارس نے تورانی سلطنت کے بادشاہ افراسیاب پر 854 سال قبل از مسیح حملہ کیا۔ تو کرد ملت کے براخوئی کرد بلوچوں نے خطہ (توران) پر حملہ کر کے اسے فتح کیا بعد میں امیر کیقباد ماد کرد بادشاہ نے اس خطہ کی حکمرانی اور ملکیت براخوئی کرد بلوچوں کو تفویض کی۔ لہذا اس کے بعد امیر کیکان امیر کبیر براخوئی نے مع اپنے تمام آٹھ طائفوں کے مادستان اور کردستان سے منتقل ہو کر۔ خطہ توران میں سکونت اختیار کی اور 854 سال قبل از مسیح کے بعد اسی محل میں رہنے لگا۔

گویا 854 سال قبل از مسیح سے لیکر 1931ء تک یعنی امیر محمود خان ثانی کے دور تک۔ بلوچستان کے حکمران اسی محل میں قیام پذیر رہے۔ گویا دوہزار سات سو پچاسی سال بعد اس محل کو امیر محمد اعظم خان 1931ء میں تخت نشین ہوتے ہی۔آثار قدیمہ کی ایک عمارت قرار دیا اور اس میں رہائیش نہیں کی۔ بلکہ اسے درست حالت میں رکھا تاکہ لوگ اس کو صرف دیکھیں۔

امیر محمد اعظم خان کا اپنے جانشین کا انتخاب:۔امیر محمد اعظم خان نے کل ایک سال دس ماہ حکومت کی۔جب 1931ء میں وہ تخت نشین ہوئے۔ تو چند ماہ بعد ان کو پتے میں پتھری اور انتڑیوں کی سوزش کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ انگریزی حکومت ھند نے انہیں لندن برائے علاج جانے مشورہ دیا۔ مگر انہوں نے لندن جانے سے انکار کیا۔اس صورت حال کے پیش نظر، گورنر جنرل کے ایجنٹ نے انہیں زیارت میں آنے کی دعوت دی۔جب وہ وہاں پہنچے تو حکومت انگریزی بلوچستان کے ایجنٹ نے ان سے ان کے ولی عھد کے بارے میں دریافت کیا۔

انہوں نے برطانیہ کے حکومت ہند کو تحریراً لکھا کہ ان کا ولی عہد میر احمد یار خان ان کے دوسرے نمبر کے بیٹے ہیں ۔ کیونکہ بڑا بیٹا، شہزادہ اکرم خان دماغی بیماری میں مبتلا ہو کر ۔ اپنے ہوش حواس کھو چکے تھے ۔

امیر محمد اعظم خان کی وفات: ۔ ماہ دسمبر 1932ء میں امیر محمد اعظم خان تخت قلات پر بیٹھے اور ایک سال دس ماہ کی مختصر مدت قلات کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کی اور ایک مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا ۔ اراضیات کچھی اور انعامی علاقہ جات پر سراوان و جھالاوان کے سرداروں کے ساتھ امیر موصوف کا ایک ناخوشگوار اور خطرناک صورت حال پیدا ہو جاتی ۔ مگر فرشتہ اجل نے میر محمد اعظم خان کے دل میں پرورش کی ہوئی اس آرزو اور تمنا کو تکمیل کا موقع نہیں دیا ۔

میر محمد اعظم خان کا کردار: ۔ امیر محمد اعظم خان امیر بلوچستان ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھے لیکن اس کے باوجود ان میں اپنے شاہانہ آبائی طمطراق کو برقرار رکھنے کا سلیقہ بدرجہ اتم موجود تھا ۔ وہ سابقہ احمد زئی امیر اور شہزادوں کی طرح بیباک نڈر اور سرفروش نہ تھے ۔ عموماً بے نیاز اور کشمکش کی زندگی سے لاپرواہ رہا کرتے تھے ۔ ہاتھ کے کھلے اور دل کے غنی نہ تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا حلقہ اثر محدود تھا مجلس زندگی میں انتہائی سنجیدہ رہا کرتے تھے ۔ معمولی سی بدمذاقی برداشت نہیں کرتے تھے ۔ گفتگو بارعب سنجیدہ اور شستہ تھی ۔ بات چھپا کر کہنے کے عادی نہ تھے ۔ صاف گو اور حاضر جواب تھے ۔ سرداروں کی مخالفت اور غریب عوام کی حمایت کا دم بھرتے تھے ۔ قید و بند، جلاوطنی اور غربت کے تلخ تجربوں نے

انہیں بڑی قوت برداشت اور بردباری عطا کی تھی ۔

اپنے خاندان کی نوجوان نسل کے ساتھ سخت گیر واقع ہوئے تھے ۔ تہذیب جدید کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ پرانے رسم و رواج ، لباس اور طرز بود و باش کے مداح تھے ۔ قوم اور وطن سے محبت کرتے تھے اور اپنی خاندانی روایات کو زندہ کرنے کے تمنائی تھے لیکن میدان عمل میں سست گام ثابت ہوئے ۔

امیر محمد اعظم خان کے دور میں احمدزئی خاندان: ۔ جس وقت میر محمد اعظم خان 1931 ء میں امیر ریاستِ بلوچستان بنے تو احمدزئی خاندان کے یہ افراد بقید حیات تھے ۔ امیر موصوف کے پانچ بھائی ایک بہن چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں ۔ ان کے علاوہ میر محمود خان ثانی کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں ۔ ان کے علاوہ میر محمود خان ثانی کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں ۔ جن کے اسما اس طرح ہیں ۔

۱ ۔ میر محمود خان ثانی کے پانچ فرزندان کے نام اس طرح ہیں ۔ میر انور خان ، میر شکر خان ، میر جام عالی خان ، میر نوروز خان ، میر یعقوب خان ۔

۲ ۔ امیر محمد اعظم خان کے چار بیٹوں کے نام اس طرح ہیں ۔ میر محمد اکرم خان ، میر احمد یار خان ، میر محمد رحیم خان ، میر عبدالکریم خان ۔

۳ ۔ میر محمد اعظم خان کے بھائیوں کے نام اس طرح ہیں ۔ میر سلطان سکندر خان ، میر سلطان ابراہیم خان ، میر حاجی محمد خان ، میر دوست محمد خان ، میر حسن خان ۔

ان کے یہ دو بھائی میر بہرام خان و میر شانوازخان ، میر محمود خان ثانی کے دور حکمرانی میں فوت ہوئے۔ لہذا میر محمد اعظم خان کے دور حکمرانی میں احمدزئی خاندان انہیں گھرانوں پر مشتمل تھے۔ جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔

امیر ریاستی بلوچستان کی پریوی پرس کا جاری رہنا:۔ جب امیر محمود خان ثانی کی وفات کے بعد امیر محمد اعظم خان ان کے بھائی ان کے جانشین بنے تو ان کے دور کے مقرر کردہ رقم پریوی پرس دستور سابق کی طرح۔ میر محمد اعظم خان اور اس کے تمام خاندان کو باقاعدگی سے ملتا رہا اور پریوی پرس کا کل رقم مبلغ ساڑھے تین لاکھ روپے اب میر محمد اعظم خان کو بطور امیر ریاستی بلوچستان ملنے لگا جس میں سے کہ اس کے تمام خاندان کے مرد اور خواتین افراد کو اسی رقم سے بطور حصہ گزارہ الاؤنس دیا جاتا تھا۔

باب ہشتم

امیر احمد یار خان کا مسند حکمرانی ریاستی بلوچستان پر بیٹھنا: ۔ امیر محمد اعظم خان امیر ریاستی بلوچستان اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑ کر فوت ہوئے ۔ ان کا بڑا بیٹا شہزادہ محمد اکرم خان ان کے دور اسیری کے آخری ایام میں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ امیر محمد اعظم خان نے اپنی زندگی میں دوسرے بیٹے شہزادہ میر احمد یار خان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ۔ چنانچہ ان کی وفات پر سرداران ریاستی بلوچستان، نواب خاران، جام لس بیلہ، سردار مری نے متفقہ طور پر شہزادہ میر احمد یار خان کو بتیس سال کی عمر میں امیر ریاستی بلوچستان منتخب کیا لارڈ ولنگٹن وائسرائے اور گورنر جنرل ہند کی منظوری سے بلوچستان میں ایجنٹ گورنر جنرل کے ایجنٹ سرنارمن کیرنے 20 ستمبر 1993 ء کو بہ مقام قلات ان کی رسم تاجپوشی ادا کی اور ہز ہائی نیس میر احمد یار خان، جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای بیگلر بیگی غالب جنگ بہادر کے پورے خطابات سے ان کی حکمرانی کا اعلان کیا ۔

امیر احمد یار خان کا بچپن: ۔ شہزادہ میر احمد یار خان 12 ربیع الاول 1320 ء مطابق 1901 ء کے دن اپنے دادا ۔ میر خدا داد خان کے دوران نظر بندی میں بہ مقام لورالائی پیدا ہوئے ۔ آپ کی والدہ مکران کے گچکی خاندان کی مشہور و معروف شخصیت میر شاہداد خان گورنر کیچ کی صاحبزادی تھیں ۔ شہزادہ میر احمد یار خان کے ایام طفلی لورالائی میں بسر ہوئے ۔ بچپن کا زمانہ پشین میں ایک اسیر خاندان کے فرد کی حیثیت سے گزرا اور نوجوانی کا زمانہ شالکوٹ ۔ (کوئٹہ) کے مضافاتی مقام تیخ ماندہ اور ہدہ میں ایک نظر بند گھرانے کے محدود ذرائع بود و ماند

میں کٹا۔

امیر احمد یار خان کی رائے اپنے والد بزرگوار کے بارے میں :۔

امیر احمد یار خان اپنی کتاب قوم بلوچ و خوانین بلوچ کی مختصر تاریخ میں اپنے والد گرامی کے بارے میں ان جذبات کا اظہار فرماتے ہیں۔

" 20 ستمبر 1933ء کا دن میرے ضبط و حوصلے کی کڑی آزمائش کا دن تھا۔ ایک طرف امیر اعظم نوری کی مسند عظمیٰ مجھے عطا کی جا رہی تھی اور دوسری طرف مجھے اپنے عظیم المرتبت والد گرامی کی ناگہانی موت کا صدمہ تھا۔ جس سے دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ مجھے بچپن سے ہی اپنے والد بزرگوار سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ نہ صرف ایک شفیق ترین مہربان باپ تھے۔ بلکہ ایک بہترین دوست بھی تھے۔ ہم ان سے ڈرتے بھی تھے۔ وہ ہماری تربیت میں کسی خامی کو گوارا نہیں کر سکتے تھے ہم سب کو پانچوں وقت نماز کا پابند انہوں نے بنایا۔ شام کو ہم سب مسجد میں ان کے ساتھ با جماعت نماز پڑھتے تھے۔ اگر اتفاق سے کبھی مولوی صاحب موجود نہ ہوتے تو میرے والد بزرگوار ہی امامت فرماتے تھے۔ انہیں ہماری ضروریات اور خواہشات کا ہر لحہ احساس رہتا تھا۔ میں بھی کہیں کوئی بہتر چیز ان کیلئے موزون خیال کرتا۔ خرید اور ڈھونڈ کر ان کو پیش کرتا تھا۔ رات کو کھانے کے بعد میں ان کے پاؤں دابتا تھا اور دلی مسرت کے لحے میرے لئے وہی ہوتے تھے کہ وہ مجھ ہی سے پاؤں دبواتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد میں ایک بہترین دوست راہبر، قائد اور حاکم کی سرپرستی سے محروم ہو گیا" امیر احمد یار خان اپنے والد بزرگوار کیلئے یوں اظہار خیال فرمایا کرتے تھے۔

امیر احمد یار خان کی ابتدائی تعلیم:۔ میر احمد یار خان کے والد میر محمد اعظم خان ایک سخت گیر، قدامت پرست اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ ابتدائی ایام نظر بندی میں اپنے لڑکوں کو جدید سکولوں میں تعلیم دلانے کے خلاف تھے۔ اگرچہ بعد آزاں ان کے خیالات میں کسی قدر تبدیلی پیدا ہوئی اور ان کے سب سے چھوٹے بیٹے شہزادہ عبدالکریم کو اسکول میں داخل کیا گیا۔ باقی دیگر بیٹے سکول میں تعلیم حاصل کرسکنے کی عام عمر سے گزر چکے تھے۔ چنانچہ شہزادہ میر احمد یار خان بھی اسی سخت مذہبی ماحول میں پروان چڑھے۔ مگر چونکہ ان کو بچپن سے تعلیم اور خاص کر انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا اور مغربی طرز معاشرت کو پسند کرتے تھے اس لئے والد کی سخت گیریوں کے باوجود آپ ایک پرائیوٹ استاد سے انگریزی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو انگریزی بول چال اور نوشت و خواند میں کافی مہارت حاصل ہو گئی۔ آپ جب انگریزی بولتے تھے تو سننے والے کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ انہوں نے پرائیوٹ طور پر گھر پر ہی انگریزی استاد سے انگریزی زبان سیکھی ہے۔

امیر احمد یار خان کا ملازمت کرنے کا ارادہ:۔ میر احمد یار خان بچپن ہی سے ایک ذہین اور پر گفتار شخصیت کے مالک تھے۔ جونہی آپ نے ہوش سنبھالا اور گھر میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی۔ گھر میں پڑے رہنے کی بے کیف زندگی۔ آپ کی منچلی طبیعت پر بار محسوس ہونے لگی۔ اس سے آپ میں ان بندھنوں کو توڑ کر نکل جانے اور اس خوابیدہ اور سرد ماحول کو بیدار اور پر حرارت زندگی میں تبدیل کرنے کی والہانہ تڑپ پیدا ہوئی۔ اس ماحول میں جس میں آپ رہتے تھے۔ زندگی کے سمندر میں کودنے کا صرف ایک ہی راستہ آپ کے سامنے

نکل سکتا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ انگریزی حکومت کی ملازمت اختیار کر کے۔ باہر کی دنیا اور دنیا والوں سے تعلق پیدا کیا جائے۔ آپ ذہین ہونے کے علاوہ کسرت کے بھی بہت شوقین تھے۔ مضبوط تن وتوش کے نوجوان تھے۔ فوجی ملازمت کرنے کی یہ ہر لحاظ سے اہلیت رکھتے تھے۔

قدرت کا میر احمد یار خان کیلئے ملازمت کا جواز پیدا کرنا:۔ اسی اثنا میں 1921ء میں امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کی بینائی کھو گئی اور وہ آنکھوں سے معذور ہو گئے۔ چونکہ میر محمود خان ثانی کی تخت قلات کی مستحق کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے ان کی جانشین کا مسئلہ حکومت برطانیہ کے نمائندوں کے زیر بحث آیا۔ بالآخر طویل غور وفکر کے بعد یہ طے پایا کہ تخت قلات کے جائزوارث اور میر محمود خان کے جانشین کی حیثیت سے ان کے بھائی شہزادہ میر محمد اعظم جان کو تیار کیا جائے اور ان کے دونوں بیٹوں، شہزادہ میر محمد اکرم خان اور شہزادہ میر احمد یار خان کو انگریز پولیٹیکل آفیسروں کی زیر نگرانی میں امور مملکت چلانے کی تربیت دی جائے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق شہزادہ محمد اکرم جان کو مسٹر جیکب پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے پرسنل اسسٹنٹ کے عہدہ پر مامور کیا گیا اور شہزادہ میر احمد یار خان کو بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کا پرسنل اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ شہزادہ میر احمد یار خان ایک سال دو مہینے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے پرسنل اسسٹنٹ رہے مگر چونکہ شہزادہ موصوف کو سول ملازمت کی بجائے فوجی خدمت زیادہ پسند تھی۔ جو ان کی رفتار طبیعت کے مطابق بھی تھی۔ اس لئے ان کی اس خواہش کو مد نظر رکھکر ایجنس بلوچستان کی انگریزی حکومت کی طرف سے فوجی تربیت حاصل کرنے ستائیسویں پنجاب رجمنٹ،

شامل کیا گیا۔

میر احمد یار خان کا ژوب ملیشیاء بلوچستان میں تقرری:۔ میر احمد یار خان نے ایک سال ایک ماہ پنجاب میں فوجی تربیت حاصل کی ۔ برطانوی حکومت نے بلوچستان میں اپنے نمائیندوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ جہاں تک ممکن ہوسکے ۔آپ میر احمد یار خان کو ریاستی بلوچستان یا بصورت دیگر برٹش بلوچستان میں کسی ایسی جگہ پر متعین کریں ۔جہاں فوجی ملازمت کے ساتھ ساتھ ان کی ملکی اور سیاسی امور میں بھی تربیت ہوسکے تاکہ ان کو بلوچ قوم کے باشندوں کے ساتھ تعلق پیدا ہوسکے ۔ اس غرض کیلئے اول میر احمد یار خان کو مکران لیبوی کور میں متعین کرنے کی تجویز ہوئی ۔ مگر اس تقرری پر شمس شاہ وزیر اعظم ریاستی بلوچستان نے اعتراض کیا ۔تب میر احمد یار خان کو سیکنڈ لیفٹیننٹ کے عہدہ پر ژوب ملیشیاء میں تبدیل کیا گیا ۔چار سال تک آپ اسی ملیشیاء میں فوجی خدمات انجام دیتے رہے

میر نورز خان زرک زئی کی سرحدوں پر لوٹ مار:۔ اسی دوران میں میر نوروز خان زرک زئی اور میر علی دوست سناڑی حکومت ریاستی بلوچستان سے ناراض ہو کر افغانستان کے علاقہ میں فرار ہوئے ضلع چاغی کے علاقہ میں لوٹ مار اور قتل غارت گری کا بازار گرم کیا ۔ جس سے چاغی کے سرحدی علاقہ میں بہت زیادہ اضطراب اور بے چینی پھیل گئی ۔ اس وقت تک یہاں پر سرحد پار کے ڈاکوؤں اور راہزنوں کی دستبرد سے عوام کے بچاؤ اور تحفظ کا سرکاری طور پر کوئی انتظام نہ تھا ۔ لیکن جب میر نوروز خان اور علی دوست کی دستبرد اور لوٹ مار سے سرحد پر زیادہ بے چینی پھیلی تو بلوچستان کی انگریزی حکومت نے اس علاقہ میں

چاغی لیوی کور کے نام سے ایک حفاظتی دستہ رکھنے کا فیصلہ کیا اور لفٹیننٹ میر احمد یار خان کو اسی لیوی کور کی بھرتی اور انتظام پر مامور کرکے نوشکے بھجوا دیا گیا۔ آپ نے ایک مختصر عرصہ میں چاغی کے علاقے میں سینکڑوں بہترین بلوچ نوجوان بھرتی کرکے ایک چاک وچوبند کور کھڑی کر دی۔

چاغی لیور کور کی نوروزخان زرک زئی سے جھڑپ: ۔ چاغی لیوی کور کے جوانوں نے ایک مختصر فوجی تربیت کے بعد لیفٹیننٹ احمد یار خان کی زیر کمان تمام علاقہ میں بہت جلد امن بحال کر دیا۔ نوروز خان زرک زئی اور علی دوست سناڑی جو سرحد کے تمام ڈاکوؤں کے سرغنہ مانے جاتے تھے۔ چاغی لیور کور کے ساتھ جس کی کمان خود میر احمد یار خان کر رہے تھے۔ ایک جھڑپ میں اپنے چار مشہور ساتھی ڈاکوؤں کے ساتھ مارا گیا اور اس کے باقی 25 ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ علی دوست کے مارے جانے کے بعد میر نوروز خان اور دوسرے شورش پسندوں کی کرہمت ٹوٹ گئی اور انہیں پھر کبھی علاقہ میں ڈاکہ ڈلنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ میر نورزخان نے مجبور ہو کر حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

امیر احمد یار خان کی فوجی ملازمت: ۔ شہزادہ میر احمد یار خان نے چاغی لیوی کور میں چار سال تین مہینہ ملازمت کی اس طرح ان کی فوجی ملازمت کا عرصہ کل ملا کر دس سال چھ مہینے بنتے ہیں۔ گویا انہوں نے حکومت برطانیہ کی ملازمت میں پورے دس سال چھ مہینے گزارے۔ شہزادہ میر احمد یار خان اب تک چاغی لیوی کور کی کمان پر تھے کہ میر محمود خان امیر ریاستی بلوچستان فوت ہوئے۔ شہزادہ میر احمد یار خان کا کردار دوران فوجی ملازت نہایت عمدہ اور بیداغ رہا۔

شہزادہ احمد یار خان کی اپنے والد کی حکمرانی کیلئے جدوجہد : ۔ شہزادہ میر احمد یار خان جیسے کہ ہم نے کہا ۔ جب امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان فوت ہوئے تو وہ چاغی لیوی کور کے کماندار تھے ۔ میر محمود خان کی وفات کے بعد وہ فوراً کوئٹہ آئے ۔ اپنے والد شہزادہ میر محمد اعظم خان کے امیر بلوچستان مقرر کرنے کی جدوجہد میں سب سے زیادہ اور نمایاں حصہ لیا ۔ ان کا سرداروں پر کافی اثرو رسوخ تھا ۔ ملک کا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ جو میر یوسف علی خان مگسی کی زیر قیادت سیاسی جدوجہد کیلئے منظم ہو چکا تھا ۔ آپ کو اپنے میں سے ایک مخلص کارکن اور ساتھی خیال کرتا تھا ۔ سر شمس شاہ وزیر اعظم کے خلاف جو ہمہ گیر تحریک چلی تھی ۔ اس میں آپ نے بھی درپردہ بڑا حصہ لیا تھا ۔ چنانچہ میر محمد اعظم خان کی کامیابی میں آپ کے اثرو رسوخ اور ساز باز کا بہت بڑا دخل تھا ۔

احمد یار خان بحیثیت ولی عہد و کماندار افواج ریاستی بلوچستان :

جب میر محمد اعظم خان ، امیر ریاستی بلوچستان ہوئے تو انہوں نے شہزادہ میر احمد یار خان کو اپنا ولی عہد اور قلات کی فوج کا جرنیل مقرر کیا ۔ ان دنوں میں ریاستی بلوچستان کی فوج میر محمود خان کے عہد میں بھرتی شدہ چار سو غیر تربیت یافتہ افراد پر مشتمل تھی ۔ جو پرانی ساخت کی توڑے دار بندوقوں سے مسلح تھی ۔ جب میر احمد یار خان نے چارج لیا تو انہوں نے اس ناکارہ فوج کی بجائے " قلات اسٹیٹ فورس " کے نام سے ایک جدید فوج بھرتی کی اور پھر اپنے تجربہ اور تدبر کو بروئے کار لاکر انگریزی حکومت سے اس فوج کے لئے جدید ساخت کے ہتھیار حاصل کئے ۔ اسٹیٹ فورس کے جوانوں کو جو تمام جنگجو بلوچ قبائل سے بھرتی کئے گئے تھے ، انڈین آرمی کی سطح پر تربیت دلانے کا انتظام کیا گیا اور سال بسال اسکی تعداد نفری

میں اضافہ کرنے کی سکیم منظور کرائی۔

ریاستی بلوچستان کی سیاسی، معاشی، سماجی اور تعلیمی صورت حال: ۔ جب امیر احمد یار خان نے مسند حکمرانی ریاستی بلوچستان پر 20 ستمبر 1933 ۔ کو جلوس کیا تو ریاستی بلوچستان، اقتصادی تعلیمی اور سیاسی طور پر برصغیر ہندوستان کا پس ماندہ ترین علاقہ تھا۔ زرعی پیداوار برائے نام اور آبپاشی کے ذرائع محدود تھے۔ علاقہ کچھی کی واحد ذریعہ آبپاشی ندی ناڑی تھے۔ جس پر محدود چند قبائلی سرداروں کی اجارہ داری قائم تھی۔ جن کے تصرف بے جا سے کچھی کے کاشت کار اور دوسرے زراعت پیشہ بلوچ جان بلب اور زندہ درگور تھے۔ سرداروں کو اپنے قبائل سے، مالی، بجار، پرس کے نام طوعاً اور کرہاً ناجائز اور دیگر سنگین ٹیکس وصول کرنے کی کھلی اجازت حاصل تھی۔ بلکہ ارباب حکومت ان ٹیکسوں کی وصولی اور استحصال بالجبر میں سرداروں کی ناجائز امداد بھی کیا کرتے تھے۔ بیگار یعنی مفت جبری محنت عام تھی۔ یہاں تک کہ سکول کے طلباء سے بھی بیگار پر کام لیا جاتا تھا۔ آفیسروں کو خوش آمدید کہنے کیلئے بیگار میں، پکڑ کر بیس پچیس میل تک سڑک پر دو رویہ آدمی کھڑے کر دیئے جاتے تھے۔ جن کو صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رکھا جاتا تھا۔ سرکاری عمارتوں اور سرداروں کے رہائش گاہ کی تعمیر عموماً بیگار میں پکڑے ہوئے غریب کاشت کاروں اور مزدوروں سے کرائی جاتی تھی۔ سردار کی کسی ناجائز خواہش کی تکمیل یا سردار کے کسی ظالمانہ حکم کی عدم تعمیل پر۔ سردار کے ایک ادنیٰ اشارے پر قید و بند کی سزادی جاتی تھی۔ اس کی رہائی اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک متعلقہ سردار اسے معافی دیکر۔ اس کی رہائی کی سفارش نہ کرتا۔ جو عموماً ایک کثیر رقم رشوت میں حاصل کرلینے کے بعد ہی دی

جاتی تھی ۔ جب میر محمد اعظم خان امیر ریاستی بلوچستان ہوئے اور سراوان ، جھالاوان ، کچھی مکران کے دورہ پر گئے تو ان علاقوں کے مظلوم باشندوں نے بر سرعام ان کے سامنے سرداروں کے مظالم کے خلاف شدید احتجاج کیا ۔ یہاں تک کہ بسا اوقات آگ کی جلتی ہوئی ٹوکریاں سر پر رکھے سینکڑوں افراد سڑک پر دو رویہ کھڑے ہو کر حکومت ریاستی بلوچستان اور سرداروں کے ناقابل برداشت مظالم کے خلاف فریاد کرتے رہے سرداروں کے اس ظلم و استبداد ، لوٹ اور استحصال بائے بالجبر سے عاجز آکر ہر سال ریاستی بلوچستان کے ہزاروں خاندان سندھ کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے ۔

ریاستی بلوچستان میں ملازمتوں کی صورت حال۔ جب امیر احمد یار خان مسند حکمرانی ریاستی بلوچستان پر 20 ستمبر 1933 ء میں متمکن ہوئے ۔ تو ریاستی بلوچستان کی تمام ملازمتوں پر وزیر سے لیکر ایک ادنیٰ چپڑاسی تک نیم تعلیم یافتہ پست فطرت اور متعصب ترین غیر بلوچ و بلوچستانی افراد کا قبضہ تھا ۔ ریاستی باشندوں کا تناسب ملازمتوں پر ایک فی صد بھی نہ تھا ۔

ریاستی بلوچستان میں تعلیمی صورت حال : ۔ ریاستی بلوچستان میں تعلیمی حالت انتہائی پست بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی ۔ اس طویل و عریض ریاست میں صرف ایک مڈل اسکول اور بارہ پرائمری اسکول تھے ۔ جن کی انتظامی اور تعلیمی حالت ناقص بلکہ ناگفتہ بہ تھی یہ اسکول بھی برائے نام اور دکھاوے کیلئے تھے ۔ مدرس عموماً نا اہل اور ایسے افراد تھے ۔ جو پہلے گلیوں میں بیٹھ کر خطوط نویسی کیا کرتے تھے ۔ ریاست کا واحد مڈل اسکول مستونگ کا مڈل اسکول تھا ۔ جس کے

طالب العلم کو ۔ برٹش بلوچستان کے اسکولوں میں یہ مشکل پرائمری درجے میں داخلہ کی اجازت دی جاتی تھی اور یہ سب کچھ ریاست کے غیر ملکی وزیراعظم اور آفیسروں کی طرف سے دیدہ دانستہ ہو رہا تھا ۔ جو نہیں چاہتے تھے کہ اس خطہ ملک میں تعلیم پھیلے ۔ جس کے نتیجہ میں ان کی نوکریاں خطرہ میں پڑجائیں اور لوٹ مار کے ذرائع ان پر مسدود ہو جائیں ۔

ریاستی بلوچستان میں سیاسی بیداری :۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ملک کے باشندوں میں تعلیم ہی سے سیاسی شعور پیدا ہوتا ہے ۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ملک خداداد ، صلاحیتوں کے مالک چند نوجوان ایسے ضرور تھے ۔ جن کے کانوں میں ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کی جدوجہد آزادی کی بھنک پڑچکی تھی ۔ اور وہ اپنے ملک کے حالات اور ماحول کے مطابق اس جدوجہد آزادی میں سرگرم عمل بھی تھے ۔ لیکن میر یوسف علی خان اور اس کے سیاسی رفقاء کی تحریک اب تک اس قدر پھیلاؤ نہیں رکھتی تھی کہ صحیح معنوں میں اسے ایک ملک گیر سیاسی تحریک کہا جاتا ۔ ان پسماندہ دور افتادہ سیاسی و اقتصادی حالات میں میر احمد یار خان نے ریاستی بلوچستان کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ۔

امیر احمد یار خان بلوچوں کی حالات زار کو یوں بیان کرتا ہے :۔

امیر احمد یار خان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ میں بلوچوں کی حالت زار کو یوں بیان کرتا ہے "میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ۔ ہمیشہ اپنی قوم سے محبت کو جزو ایمان سمجھا ہے ۔ میں ہمیشہ سوچتا رہا ہوں کہ اس دور جدید میں اس دور عروج انسانی میں ہم اس قدر پسماندہ کیوں ہیں ۔ زندگی کی آسودگیاں

ہم سے کیوں روٹھی ہوئی ہیں ۔ میں اپنی قوم کے عزبت و افلاس پر ہمیشہ کبیدہ خاطر رہا ہوں کہ بلوچ میں وہ تمام صفات محاسن اور خصوصیات موجود ہیں جو خالق نے اولاد آدم کو عنایت فرمائی ہیں ۔ پھر کیوں دوسری اقوام کی نسبت صرف یہی قوم محرمیوں کا شکار ہے ۔ یہ قوم عظیم تر ملکوں اور سلطنتوں کی وارث علم و آگہی کی نعمتوں سے بہرور یہ قوم صلاحیت و بصیرت کا خزانہ اس کے پاس ہے ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ منتشر و مضمحل ہے ۔ ایشیائی ممالک میں دو کروڑ کے لگ بھگ آباد ہونے کے باوجود قریب قریب بود و باش رکھنے کے باوجود اور جغرافیائی اتصال کے باوجود ۔ اندرونی طور پر سماجی اعتبار سے یہ قوم بے شمار جزائر میں منقسم ہے ۔ قوم تفریق اور انتشار میں مبتلا ہے ۔ بھائی بھائی کا بیری ہے ۔ بھائی بھائی کے راستے کا روڑا بنا ہوا ہے ۔ ان کی تمام قوتیں اور صلاحتیں آپسمیں لڑنے ۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور انتقام کی آگ سلگانے میں صرف ہو رہی ہیں ۔ انہیں فرصت ہی نہیں کہ شکم و تن کے مسائل پر توجہ دیں ۔ یہی وہ احساسات تھے جنہوں نے مجھے خطرات سے بے نیاز ہو کر قوم کی خدمت کرنے قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے ۔ ان کیلئے اور ان کی اولاد کیلئے خوشگوار اور پائیدار مستقبل کی بنیاد ڈالنے کے عزم سے سرشار کیا ۔

امیر احمد یار خان کے اصلاحی پروگرام کے سامنے مشکلات :۔

اگرچہ میر احمد یار خا سیاسی طور پر ایک بیدار اور ترقی پسند نوجوان تھے ۔ لیکن ان کی راہ میں انگریزی اقتدار کے علاوہ مقامی طور پر بعض رسمی و رواجی مشکلات بھی حائل تھیں ۔ لوگ ان پڑھ اور معاشرتی طور پر پس ماندہ تھے ۔ سیاسی اور اقتصادی پستی انتہا تک پہنچ ہوئے تھے ۔ نظام حکومت انگریزوں کے ماتحت تقریباً آمرانہ اور

جابرانہ تھا۔ حکومت برطانیہ نے اپنے ایک صد سالہ دور حکومت میں عوام کی سیاسی بیداری معاشرتی اور تعلیمی ترقی کی قطعاً کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ میر احمد یار خان کے دل میں بلوچوں کیلئے من حیث القوم خلوص اور ایثار کا جذبہ ایام جوانی سے موجود تھا۔ اب برسر اقتدار آکر ان کو اپنے جذبات کو عملی صورت دینے کا جو موقع نصیب ہوا تھا۔ اس سے انہوں نے خاطر خواہ طور فائدہ اٹھانے کی کوشش شروع کی حالانکہ اب بھی وہ اپنی مرضی، خواہش اور پسند کے مطابق آزادانہ طور پر اور بسر خود بلوچ قوم کیلئے کوئی خاص خدمت نہیں کر سکتے تھے۔ انگریزی حکومت کا بٹھایا ہوا۔ وزیراعظم ان کی ہر حرکت اور ہر لفظ پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ قبائلی سردار لوٹ کی کمائی میں مگن پولیٹیکل ایجنٹ کے گرد طواف کرتے تھے۔ عوام، جاہل، قلاش اور اس قدر پس ماندہ ہو چکے تھے کہ ان کا قومی جذبہ اور قومیت کا احساس تک مٹ چکا تھا۔ انہیں از سر نو جگانے، بھانے اور قومی غیرت اور احساس دلا کر کھڑا کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ ظاہر بات تھے کہ یہ کام انگریزی حکومت کی بالادستی کے تحت امیر ریاستی بلوچستان خود براہ راست عوام میں جاکر نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے بھی تو انہیں انگریزی حکومت کی طرف سے سختی کے ساتھ روک دیا جاتا۔

اس بارے میں امیر احمد یار خان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ میں یوں بیان کرتے ہیں۔ "میں جب امیر بنا تو میرے پیش نظر مندرجہ ذیل مسائل تھے"۔

۱۔ قوم کو ترقی یافتہ بنانا، قدیم طرز زندگی کو رفتہ رفتہ جدید طرز حیات میں

ڈھالنا۔

۲۔ حکومت برطانیہ کو موثر رابطہ کے ذریعے ہم خیال بنانا تاکہ وہ مخالفت کا رویہ ترک کر کے آمادہ تعاون ہو۔

۳۔ سرداران قبائل کو برطانیہ کے براہ راست اثرو نفوذ سے نکال کر حکومت ریاستی بلوچستان کے ساتھ وابستہ کرنا۔

۴۔ سیاسی تحریکات سے وابستہ نوجوان قوم پرستوں کو تعمیری کاموں میں شریک کرنا ان کے اور سرداران قبائل کے درمیان کشمکش اور فکر بعُد کو حکمت عملی سے ختم کر کے۔ باہم متحد کرنا یہ کام اگرچہ خاصا مشکل تھا کہ جدید انداز فکر رکھنے والے نوجوان پرانے خیال کے لوگوں کے شانہ بشانہ چلیں۔ مگر میں پر امید تھا کہ دونوں میں کوئی مفاہمت کا راستہ ضرور نکلے گا۔

۵۔ علمائے دین لکیر کے فقیر تھے۔ میں چاہتا تھا کہ انہیں دور جدید کے سانچے میں ڈھالا جائے اور انہیں علمائے دیو بند کی تربیت اور فیضان سے راہنمائی حاصل ہو۔ کیونکہ اس وقت اسلامی دنیا میں مصر کے جامع ازہر کے بعد دیو بند دارالعلوم نے دین و سیاست کے عبور و شعور کا اہتمام کر رکھا تھا۔ حجرے کے جاہل و تنگ نظر ملا کی بجائے ہمیں روشن خیال متجر علماء کی ضرورت تھی۔

۶۔ ریاستی بلوچستان کے جو تھوڑے بہت باخبر عالم تھے وہ ہمارے نوجوان قوم پرستوں کی طرح سخت جذباتی اور عجلت پسند تھے۔ ان کی تمام تر ہمدردیاں انگریز کے مقابلے میں کانگریس کے ساتھ تھیں۔ جبکہ میرے سرداران قبائل، قبائلی عوام اور پرانی طرز کے علماء کی سوچ سمجھ ان کے برعکس تھی۔ ان دو متضاد طبقوں کو یکجا کر کے تعمیر مقاصد کا حصول بھی کافی دشوار مرحلہ تھا۔

۷۔ میری خواہش تھی کہ میں ایک بلوچ پارلیمنٹ قائم کروں اور جمہوری اور آئینی حکومت تشکیل دوں تاکہ مختلف طبقات کے نمائندے یکجا ہو کر ایک دوسرے کے قریب آسکیں اور تعمیری اصلاحات کیلئے باہمی اشتراک تعاون پر آمادہ ہو جائیں ۔

میں نے ان مسائل سے نمٹنے کیلئے وسیع تر رابطے کی ابتداء کی ہر طبقے کے رہنماؤں سے طویل مذاکرات کئے طبقات کے درمیان گوناگون تلخیوں اور فکری تضاد کو تعمیر کے دائرے میں لانے کی جدوجہد میں مجھے غیر معمولی کامیابی ہوئی ۔ میں نے قوم پرست نوجوان انتہا پسند علماء اور قدیم خیالات و افکار کے نمائندوں کا یکساں طور پر تعاون حاصل کیا ۔ ہر شعبے میں اور ہر مرحلے پر ۔

امیر احمد یار خان کا سیاسی تحریکوں کی درپردہ سرپرستی کرنا: ۔ میر احمد یار خان نے بہت جلد یہ حقیقت بھی محسوس کرلی کہ جب تک ملک میں ٹھوس بنیادوں پر تعمیری کام کرنے والی کوئی جماعت میدان میں نہیں آئیگی اور قومی بنیادوں پر کوئی سیاسی تحریک نہیں چلائی جائیگی ۔ ریاستی بلوچستان کے اس صد سالہ جمود کو توڑا نہیں جاسکیگا ۔ چنانچہ میر احمد یار خان نے جہاں تعلیم یافتہ ملکی نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ملازمتوں میں لینے کے اقدامات کرائے وہاں درپردہ انہوں نے میر یوسف علی مگسی اور میر عبدالعزیز کرد کی قائم کردہ سیاسی "انجمن اتحاد بلوچان" کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بھی جاری رکھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام سیاسی کارکن جو شمس شاہی دور سے خفیہ طور پر سیاسی کام کر رہے تھے اب سیاست کے میدان میں ظاہر ہونا شروع ہوگئے اور نہ صرف ریاستی بلوچستان کے طول و عرض میں بلکہ ان کی وجہ سے برٹش بلوچستان میں بھی ایک نئی زندگی

کروٹ لینگے لگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانوی اقتدار اعلیٰ کے نمائندے جن کی امیر ریاستی بلوچستان کی ہر حرکت پر نظر تھی۔ حالات کے اس موڑ سے غافل نہ تھے اور جیسا کہ ہمیشہ کلی کو کھلنے سے پہلے ہی مسل دینا ان کی پالیسی رہی تھی وہ میر احمد یار خان کے اس اقدام کو بھی جلد ختم کرنے اور کچل دینے کیلئے ایک مناسب وقت اور موقع کے منتظر تھے۔

میر عبدالعزیز کرد کی گرفتاری:۔ ان دنوں میر یوسف علی خان اور اس کے سیاسی رفقاء جو انجمن اتحاد بلوچان کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بنا ڈال چکے تھے۔ ملک کی سیاسی فضا میں ارتعاش پیدا کرنے کیلئے انجمن کے سیکرٹری جنرل میر عبدالعزیز کرد نے لاہور کے ایک روز نامہ آزاد میں سیاسی مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ جن میں ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کے عوام کو انگریزی اقتدار اور سرداری نظام کے خلاف آئینی طریقوں پر جدوجہد کرنے کیلئے ابھارتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ

۱۔ ریاستی بلوچستان میں عوام کے منتخب نمائندوں کی اسمبلی قائم کی جائے۔

۲۔ بولان، کوئٹہ، نوشکی اور نصیر آباد کے مستجار علاقے پر برطانوی اجارہ داری منسوخ کر کے ان علاقوں کو ریاستی بلوچستان میں شامل کر دیا جائے۔

۳۔ لسبیلہ، خاران، مری، بگٹی کے بلوچ قبائلی علاقوں کو جو ریاستی بلوچستان کے حصے ہیں۔ ریاست کی قومی حکومت سے پھر وابستہ کیا جائے۔

میر عبدالعزیز کرد کے ان مضامین کی اشاعت سے جن میں زور دار الفاظ میں مستجار علاقوں کی واپسی متحدہ بلوچستان کا قیام ذمہ دار حکومت کا مطالبہ

اور آزادی وطن کیلئے منظم جدوجہد کرنے کو ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کے باشندوں کو ابھارا جا رہا تھا۔ بلوچستان میں انگریزی حکومت کے نمائندوں کا آتش زیر پا ہونا قدرتی بات تھی۔ آخر کا بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی طرف سے امیر ریاستی بلوچستان کو میر عبدالعزیز کرد کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا گیا لیکن امیر ریاستی بلوچستان نے میر عبدالعزیز کرد کی گرفتاری پر اپنی نارضامندی کا اظہار کرتے ہوئے برٹش بلوچستان کی حکومت کو لکھا کہ میر عبدالعزیز قبائلی علاقہ کا باشندہ ہے اور قبائلی علاقے چونکہ براہ راست ان کے کنٹرول میں نہیں لہذا وہ اسے گرفتار کرانے سے معذور ہے۔ امیر کی اس رائے سے ان کے انگریز وزیراعظم ویکفیلڈ نے بھی اتفاق کیا۔ لیکن اس کے باوجود بلوچستان میں گورنر جنرل کا ایجنٹ میر عبدالعزیز کی گرفتاری پر مصر رہا اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو براہ راست حکم دے کر 2 جنوری 1934 میں میر عبدالعزیز کرد کو گرفتار کرلیا گیا اور پھر اسے سبی کے مقام پر شاہی جرگہ کے سامنے مواخذہ کیلئے پیش کرکے تین سال قید بامشقت کی سزا دیکر۔ مچھ جیل بھیج دیا گیا۔

خان عبدالصمد اچکزئی کی گرفتاری:

۔ میر عبدالعزیز کرد کے بعد 26 جنوری 1934 ۔ کو خان عبدالصمد خان اچکزئی کو بھی برٹش بلوچستان سے باہر کے اخبارات میں مضامین شائع کرانے اور کراچی کے ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار کرکے سزا دیکر پانچ سال کیلئے مچ جیل بھیج دیا گیا۔

برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان میں سلسلہ دار و گیر:۔ میر

عبدالعزیز کرد اور خان عبدالصمد خان اچکزئی کی گرفتاری کے بعد دونوں بلوچستانوں میں دار و گیر کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا ہر ایک تعلیم یافتہ بلوچ یا بلوچستانی نوجوان چاہے وہ سرکاری ملازم ہی کیوں نہ تھا خفیہ پولیس کی شب و روز کھڑی نگرانی میں تھا۔ ہر جگہ اور ہر وقت خفیہ پولیس کے سپاہی سائے کی طرح ان کا تعاقب کیا کرتے تھے۔ جن نوجوانوں کو مشکوک خیال کیا جاتا۔ ان کو ذاتی طور پریشان کرنے کے علاوہ ان کے رشتہ داروں اور والدین تک کو پولیٹیکل ایجنٹوں کے عتاب کا شکار ہونا پڑ رہا تھا۔ بعض ملکی نوجوان آفیسروں کو ملازمتوں سے جواب دے دیا گیا اور بعض خود ملازمتوں سے دستکش ہو کر بلوچستان کی نورستہ سیاسی تحریک میں شامل ہوگئے۔ ان ہی نوجوانوں میں میر محمد حسین عنقا، میر محمد حسن نظامی، محمد نسیم تلوی شامل تھے۔ جنہوں نے اپنی ملازمتوں کو خیرباد کہا اور عین ممکن تھا کہ وہ بھی میر عبدالعزیز کرد اور عبدالصمد خان کی طرح گرفتار کر لئے جاتے مگر وہ قبل از وقت اطلاع پا کر بلوچستان کی سرحد پار کر کے سندھ کی حدود میں داخل ہوگئے اور پھر کراچی جا کر پہلے ہفتہ وار اخبار (البلوچ) کی ادارت سنبھالی اور بعدازاں شب و روز کی محنت سے "بلوچستان جدید" کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار جاری کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس اخبار نے بلوچستان کی بہت بڑی خدمت کی اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بلوچستان کی سیاسی بیداری میں میر محمد حسین عنقا اور محمد نسیم تلوی کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ جن کا ہر بلوچ کو شکر گزار ہونا چاہیئے۔

میر یوسف علی خان کی ریاستی بلوچستان کی اسٹیٹ کونسل میں شمولیت: ۔ جب کہ بلوچستان میں انگریزی، استبداد پولیٹیکل ایجنٹوں کی

نواب میر یوسف علی خان مگسی بلوچ
بانی سیاسی تحریک ریاستی بلوچستان

قہرمانیت کے روپ میں سر اٹھا چکا تھا میر یوسف علی خان جیکب آباد کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر، سیاسی جدوجہد میں مصروف تھا کہ اسی اثنا میں امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کی طرف میر یوسف مگسی کو جو کہ بحیثیت سردار قبیلہ مگسی اسٹیٹ کونسل کے رکن بھی تھے ۔ کونسل کے اجلاس میں بہ مقام ڈھاڈر شمولیت کرنے کا بلاوا آیا ۔ عام طور پر یہ خیال کیا گیا کہ بلوچستان کی حدود میں داخل ہوتے ہی یوسف مگسی کو گرفتار کر لیا جائیگا ۔ ان کے دوستوں نے کونسل میں شامل ہونے کا مشورہ نہیں دیا ۔ مگر انہوں نے اپنے رفیقوں کی رائے ٹھکرادی اسٹیٹ کونسل میں شمولیت کیلئے ڈھاڈر پہنچ گئے ۔ میر یوسف علی خان مگسی میر احمد یار خان کو محض امیر اور اپنی حکمران خیال نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ ان کو اپنی سیاسی راہنما اور رفیق کار بھی سمجھتے تھے ۔

میر یوسف علی خان اور میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کی خفیہ ملاقاتیں : ۔ میر یوسف علی خان مگسی نے ڈھاڈر میں کونسل کے اجلاس میں شمولیت کرنے کے علاوہ امیر احمد یار خان کے ساتھ کئی خفیہ ملاقاتیں بھی کیں ۔ جن میں 1876 ء کے معاہدہ کی روشنی میں بلوچستان کی حیثیت اور امیر قلات کے حقوق حکمرانی کا مسئلہ تمام پہلوؤں سے زیر بحث آیا ۔ میر احمد یار خان نے میر یوسف علی خان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ امیر قلات کے نمائندہ کی حیثیت سے انگلستان جاکر حکومت برطانیہ کے اعلیٰ حکام سے 1876 ء کے معاہدہ کے مطابق امیر قلات کے حقوق حکمرانی اور کوئٹہ کے ماسوائے باقی مستجار علاقوں کی قلات کو واپسی کے متعلق گفت و شنید کرے ۔

میر یوسف علی خان کی انگلستان روانگی: ۔ چنانچہ ان ملاقاتوں کے بعد میر یوسف علی خان نے ایک دن مسٹر سکرین پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی معیت میں بلوچستان کے گورنر جنرل کے ایجنٹ سے بہ مقام سبی ملاقات کی ۔ انہیں سیر و سیاحت کیلئے اپنے انگلستان جانے کے ارادہ سے باخبر کر کے پاسپورٹ کا مطالبہ کیا اس تجویز سے ایجنٹ بہت خوش ہوا اور میر یوسف علی خان کیلئے مطلوبہ انتظامات کرنے پر رضامند ہو گیا۔

میر یوسف علی خان اسٹیٹ کونسل کے اجلاس کے بعد جھل مگسی کی اپنی تمام جاگیر کا انتظام پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے سپرد کر کے انگلستان روانہ ہو گئے۔

میر یوسف علی خان کی لندن روانگی کا رد عمل: ۔ چونکہ میر یوسف علی خان ، میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کے مشورہ سے وطن کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دینے کے ارادہ سے خفیہ مشن پر انگلستان کا سفر اختیار کیا چونکہ اس خفیہ مشن کا راز معدودے چند افراد کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہ تھا ۔ عام طور پر ایسے موقع پر جب مجاہدین وطن جیلوں میں تھے ۔ یا جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ انہوں نے میر یوسف علی خان کے اس غیر متوقع سفر کو کش مکش حق و باطل اور جدوجہد آزادی سے فرار پر محمول کیا ۔ ان کا کہنا یہ تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان حالات میں جب کہ وطن میں آزادی کی تحریک اپنی ابتدائی دور میں تھی اور جب کہ سیاسی کارکن ناتجربہ کار اور نوآموز تھے ۔ میر یوسف علی خان کسی قیمت پر وطن سے باہر جانے کا خیال نہ کرتے بلکہ سینہ سپر ہو کر مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے اپنے رفیقوں اور ہم وطنوں کا حوصلہ بڑھاتے اور ان کی راہنمائی کرتے

لیکن بلوچستان کی بدقسمتی سے ایک ایسے اہم موقع پر امیر ریاستی بلوچستان اور میر یوسف علی خان دھوکہ کھا گئے۔ بلاشبہ ان کو دھوکہ دینے میں بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اور اس کے ماتحت پولیٹیکل آفیسروں کا بڑا ہاتھ تھا۔ صحیح صورت حال سے معلوم نہ ہونیکی وجہ سے سیاسی کارکن اس طرح رائے زنی کر رہے تھے۔

سیاسی تحریک کا مدھم پڑ جانا:۔ میر یوسف علی خان جب ڈرامائی انداز میں وطن چھوڑ کر۔ انگلستان چلا گیا اور جانے سے پیشتر اس نے جماعت کا کوئی قائد اور تحریک کا کوئی منتظم رہنما مقرر نہیں کیا لہذا ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کے سیاسی کارکنوں کی صفوں میں بد دلی اور انتشار پھیل گیا۔ اس وقت میر عبدالعزیز کرد جیل میں تھے اسی طرح عبدالصمد خان اچکزئی بھی جیل میں تھے۔ محمد حسین عنقا اور محمد نسیم تلوی کراچی میں جلاوطن تھے۔ ملک میں کوئی ایسا سیاسی رہنما نہیں تھا۔ جو آگے بڑھ کر نوجوانوں کی قیادت کی ذمہ داری اٹھاسکتا اور عملی سیاست میں ان کی صحیح رہنمائی کرتا۔ چنانچہ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح جوش جذبات سے اچانک ابل کر یہ تحریک ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کے طول و عرض تک جا پہنچی تھی۔ اسی رفتار سے سرد پڑ گئی میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کے گرد پایہ تخت قلات اور مستونگ تک محدود ہو کر رہ گئی۔ البتہ " بلوچستان جدید " کراچی کی ہی صرف ایک ایسی آواز باقی تھی جس سے اس دور میں بلوچستانی سیاست کا دیا ٹمٹاتا رہا۔ جسے میر محمد حسین عنقا اور محمد نسیم تلوی محنت کر کے اسے روشن رکھنے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف تھے۔ آخر کار بلوچستان کی انگریزی حکومت کے لمبے ہاتھوں نے " بلوچستان جدید " کا گلا بھی

گھونٹ کر خاموش کر دیا۔

ریاستی بلوچستان میں ترقی کی ابتداء:۔ ریاستی بلوچستان کی سیاسی تاریخ کے اس موڑ پر ریاستی بلوچستان میں میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کی واحد شخصیت ایسی تھی۔ جن کی طرف ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کا نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ رہنمائی کیلئے دیکھ رہا تھا۔ وہ ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان کی بلوچ نوجوان پود کے لیڈر بھی تھے اور حکمران بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ تخت نشینی کے ابتدائی سالوں میں ان کے کندھوں پر قوم اور وطن کی طرف سے جو دوہری ذمہ داری کا بوجھ آپڑا تھا اسے انہوں نے مردانگی سے برداشت کیا۔ بلوچستان میں حکومت برطانیہ کے نمائیندوں کی کڑی نگرانی اور سخت گیری کے باوجود ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ انہوں نے اگر ایک طرف نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو اس وقت کے پیش آمدہ حالات و واقعات کے مطابق مطمئین کیا تو دوسری طرف انگریزی پولیٹیکل ایجنٹوں کے ابرو کے اشارہ پر کھیلنے والے قبائلی سرداروں کو بھی خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ لیکن ان سب سے زیادہ انہوں نے باشندگان ریاستی بلوچستان کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ جس میں تعلیم یافتہ ملکی ملازم اور غیر ملازم نوجوانوں کی امداد و تعاون سے ان کو اس وقت کے حالات کے مطابق خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔

ریاستی بلوچستان میں تعلیمی ترقی:۔ امیر محمود خان ثانی، امیر ریاستی بلوچستان کے دور حکومت میں تعلیمی بجٹ صرف تیرہ ہزار روپے سالانہ تھا۔ جب

امیر احمد یار خان مسند حکمرانی پر آئے تو انہوں نے تعلیمی بجٹ کو چالیس ہزار روپے سالانہ تک بڑھا دیا بعد میں یہ بجٹ چار لاکھ روپے سالانہ تک پہنچ گیا۔ محکمہ تعلیم کا وزیر میر محمد فاضل خان محمد شہی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی جیسے ایک تعلیم یافتہ بلوچ نوجوان کو بنایا گیا۔ جنہوں نے اپنی رات دن کی محنت شاقہ سے ایک مختصر مدت میں ریاستی بلوچستان کے تعلیمی معیار کو ایک قابل قدر مقام تک بلند کیا۔ پرائمری اور مڈل اسکولوں کی تعداد چار گنی بڑھا دی گئی۔ قلات، مستونگ، بھاگ اور تربت میں ہائی اسکول کھولے گئے۔ اسی طرح اسپتالوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا گیا۔

ملازمانہ حقوق کا تعین: ۔ ملازمتوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تمام ملکی نوجوانوں کو جگہ دی گئی جو قومی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے اور اس طرح عوام پر انگریزوں کے قائم کردہ نظام حکومت کی آمرانہ گرفت، ممبران جرگہ و سرداران قبائل کی بے انصافیوں اور مظالم کا کسی حد تک سدباب کیا گیا۔ البتہ ان اقدامات سے سردار ان قبائل اور قوم پرست نوجوان ملازموں کے درمیان بدظنیاں اور کشیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ جن سے بعدازاں پولیٹیکل آفیسروں نے حسب منشا فائدہ اٹھایا۔

قلات میں دہوار قبیلہ کے اوپر نجی بیگار کی منسوخی: ۔ امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان نے قلات کے قبیلہ دہوار پر جو زمانہ قدیم سے بیگار لینے کا سلسلہ قائم تھا۔ اس مفت جبری بیگار کو معاف کر دیا موسم سرما میں زمانہ قدیم میں قبیلہ دہوار امیر ریاستی بلوچستان کو مفت ہیزم سوختنی بہم پہنچاتے تھے۔ امیر

احمد یار خان نے اس غیر پسندیدہ بیگار کو بھی معاف کر دیا۔

محکمہ دربار قلات کا قیام:۔ ریاستی بلوچستان میں فوجداری اور دیوانی مقدمات میں اپیلوں کی سماعت میں آسانیاں پیدا کرنے کیلئے اور وزیراعظم کے کام کی نگرانی رکھنے اور ملکی انتظامی و سیاسی معاملات میں عوام کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کرنے کی غرض سے چیف سیکریٹری دربار قلات کا ایک نیا عہدہ اور دربار قلات کا کارآمد محکمہ قائم کیا گیا۔ بعد میں چیف سیکریٹری کے عہدے کا نام وزیر دربار رکھا گیا۔

ریاستی بلوچستان کے سیکریٹریٹ کی قلات منتقلی:۔ امیر محمود خان ثانی امیر ریاستی بلوچستان کے 38 سالہ دور حکمرانی میں بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی بالواسطہ نگرانی میں ریاستی بلوچستان کا سیکریٹریٹ کوئٹہ اور سبی میں رہا کرتا تھا۔ امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان نے اس سیکریٹریٹ کو قلات منتقل کرا دیا اور اس کے کام پر چیف سیکریٹری دربار کے ذریعے نگرانی رکھی جانے لگی۔

بندرگاہوں کو تجارت کیلئے کھولنا:۔ ریاستی بلوچستان کے ساحل مکران پر کئی اہم بندرگاہیں تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم بندرگاہ پسنی تھی۔ جو دنیا کے دوسرے ملکوں کے ساتھ تجارت کیلئے کھول دی گئی۔ اشیائے درآمد و برآمد پر کسٹم کی ایک معمولی شرح ڈیوٹی رکھی گئی۔ جس کی وجہ سے سندھ اور بلوچستان کے بڑے بڑے تاجر پسنی میں آکر کاروبار کرنے لگے۔ اس سے اگر ایک طرف ریاستی بلوچستان کو لاکھوں روپے سالانہ کی آمدنی ہوئی تو دوسری طرف جاپان اور چین

وغیرہ خارجہ ممالک سے درآمد کی ہوئی ضرورت کی عام چیزیں سوتی ، ریشمی اور مصنوعی ریشمی کپڑے و دیگر ضروریات کا سامان کوڑیوں کے دام ریاستی بلوچستان کو ملنے لگا۔

مچھلی کی تجارت میں روز افزوں ترقی :۔ بلوچستان کا ساحل مچھلی کی پیداوار کیلئے دنیا کے زرخیز ساحلوں میں شمار ہوتا ہے اور سالانہ لاکھوں روپے کی مچھلی کی تجارت ہونے لگی ۔ پسنی بندر پر دخانی جہازوں کی آمدورفت سے اس کی تجارتی اہمیت بڑھ گئی بلوچستان کے سمندر کی مچھلی دنیا کے دور و دراز گوشوں تک پہنچ کر اچھے نرخوں پر فروخت ہونے لگی جس سے بلوچ ماہی گیروں کی مالی حالت سدھر گئی اور پسنی کی بندرگاہ ایک جدید شہر کی صورت اختیار کرنے لگی ریاستی بلوچستان کے لوگ بہت آسودہ حال ہوگئے۔

ذرائع رسل و رسائل میں توسیع :۔ ریاستی بلوچستان کے دارالخلافہ قلات سے ریاست کے دیگر دور و دراز گوشوں تک سڑکیں نکالی گئیں ۔ پسنی کی بندرگاہ کو سڑکوں کے ذریعے اندرون ملک کے بڑے بڑے شہروں سے ملایا گیا ۔ قلات سے خضدار اور قلات سے کیچ مکران کے شہر تربت کے درمیان جہاں پہلے ڈاک کی آمدورفت سانڈنی سواروں کے ذریعے جاری تھی ۔ باقاعدہ ڈاک لاریاں چلائی جانے لگی جن سے مسافروں کی آمدورفت اور رسل و رسائل میں سہولت اور تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا ہوئی ان ترقیاتی اقدامات سے جہاں عوام کی اقتصادی حالت میں نمایاں تبدیلی آگئی ۔ وہاں ریاست کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔

میر یوسف علی خان کی لندن سے واپسی :۔ انگلستان میں تقریباً دس ماہ بسر کرنے کے بعد 31 جنوری 1935 ۔ کو میر یوسف علی خان مگسی واپس کراچی

پہنچے۔ ان کے سکھر پہنچنے پر میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان نے ایک خاص نمائندہ کے ذریعے انہیں ڈھاڈر طلب کیا۔ ڈھاڈر میں ایک ہفتہ تک امیر قلات کے درمیان خفیہ بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ میر یوسف علی خان حکومت برطانیہ کے ذمہ دار افراد کے طرز عمل سے جو لندن میں 1876 کے معاہدے کے مطابق ریاستی بلوچستان کی آزادی اور کوئٹہ کے علاوہ باقی مستجار علاقوں کی واپسی کے مطالبہ پر اس سے روا رکھا گیا تھا۔ مایوس نہ تھے۔ البتہ اس سلسلہ میں جو طویل طریقہ کار تجویز کیا گیا تھا۔ اس سے میر یوسف علی خان متفق نہ تھے۔ اس لئے میر احمد یار خان کے ساتھ اپنی طویل خفیہ ملاقاتوں میں انہوں نے بلوچستان میں آزادی کی تحریک کو پھر زندہ اور منظم کرنے کی ممکنات پر غور کیا اور غالباً ایک ایسی اسکیم بھی مرتب کی گئی۔ جس سے بلوچستان کے اندر اور بلوچستان سے باہر ایک خارجی ملک کی امداد سے بیک وقت آزادی کی جنگ لڑی جائے یہ تجاویز تھیں میر یوسف خان مگسی کی بلوچستان کی سیاست کے بارے میں۔

میر یوسف علی خان کی بے وقت موت:۔ مگر بہت افسوس ہے کہ میر یوسف علی خان مگسی کے ساتھ زندگی نے وفا نہ کی وہ ان دنوں کوئٹہ میں قیام پذیر تھے اور ڈاک بنگلہ میں فروکش تھے کہ کوئٹہ کا قیامت خیز زلزلہ 31 - 30 مئی 1935 کے درمیانی شب وقوع پذیر ہوا اور میر موصوف ڈاک بنگلہ کے ملبہ کے نیچے دب کر راہی ملک عدم ہوئے۔

میر عبدالعزیز کرد کی رہائی:۔ سردار میر یوسف علی خان کی وفات سے میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کو سخت صدمہ ہوا۔ ان کی ریاست کا نہ صرف ایک بڑا بارسوخ ترقی پسند اور بیدار مغز سردار ان سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگیا۔ بلکہ ان کا ایک رفیق کار، راز دار اور مشیر ان سے بچھڑ گیا۔ میر یوسف علیٰ خان کی

موت سے میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کی سکیموں میں رکاوٹ پڑنے کے علاوہ بلوچوں کی قومی تحریک کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور قومی تحریک میں جو خلا پیدا ہوا ۔ اسے پر کرنے کیلئے میر عبدالعزیز کرد کی رہائی ناگزیر خیال کی گئی ۔ بالآخر ڈیڑھ سال قید بسر کرنے کے بعد میر عبدالعزیز کرد کو رہائی دلائی گئی ۔ میر عبدالعزیز کرد امیر ریاستی بلوچستان سے ملاقات کی اور قومی تحریک کو ایک اور رخ سے آگے بڑھانے کی تجویز پر غور و خوص کیا جانے لگا۔

انجمن اسلامیہ کا قیام : ۔ اس دوران میں جب میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان اپنی ترقیاتی اسکیموں کو رفتہ رفتہ بروے کار لا رہے تھے ریاستی بلوچستان کا تعلیم یافتہ ملازم طبقہ جن کو براہ راست امیر ریاستی بلوچستان کی سرپرستی حاصل تھی ۔ ایک بظاہر بے ضرر اور غیر سیاسی جماعت کی تشکیل دینے میں کوشان تھا۔ چنانچہ مئی 1936 ء میں میر محمد فاضل محمد شی سیکریٹری تعلیم ریاستی بلوچستان کے زیر صدارت مستونگ کے مقام پر سربرآور وہ ملازم اور غیر ملازم بلوچ نوجوانون کا ایک اجلاس ہوا ۔ جس میں یہ طے پایا کہ چونکہ انجمن اتحاد بلوچان جیسے آل انڈیا بلوچ کانفرنس جیکب آباد کے بعد بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس کا نام دیا گیا تھا ۔ اب مردہ ہو چکی ہے اور خان عبدالصمد خان اچکزئی جو برٹش بلوچستان میں اپنی ایک علیحدہ سیاسی تنظیم قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ لیکن اس کے جیل جانے سے جس کی تشکیل نہ ہو سکی ۔ مگر اس سے اتنا ضرور ظاہر ہوا کہ برٹش بلوچستان کے سیاسی کارکن اپنی جداگانہ تنظیم کرنے کے حق میں ہیں اور یہ کہ انگریزی حکومت فی الوقت بلوچستان میں کوئی سیاسی تحریک برداشت نہیں کر سکتی اس لئے وقتی طور پر مناسب طریقہ کار یہی ہو سکتا ہے کہ بظاہر کسی غیر سیاسی نام

سے کوئی اسلامی جماعت قائم کی جائے ۔ جس کے فرائض میں نادار طلباء کیلئے تعلیمی وظائف کا انتظام غریب کاشت کاروں کی امداد باہمی کے طریقوں پر امداد اور دیہات سدھار کا کام شامل ہو ۔ لیکن در حقیقت پس پردہ اس سے نوجوانوں کی سیاسی تعلیم و تربیت اور آئیندہ جدوجہد کیلئے کارکنوں کی تنظیم مقصود ہو ۔ چنانچہ انجمن اسلامیہ قلات کے نام سے اس جماعت کی بنیاد ڈال دی گئی میر گل خان کو اس جماعت کا صدر اور ملک عبدالرحیم خواجہ خیل کو اس کا جنرل سیکریٹری منتخب کیا گیا ۔

انجمن اسلامیہ قلات کی ہر دلعزیزی: ۔ اس زمانہ میں ریاستی بلوچستان کے نوجوانوں میں ایثار و قربانی کا ایک ایسا بے پناہ جذبہ موجود تھا ۔ جس کی نظیر پھر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ۔ نوجوانوں کی اس پیش رفت میں ان کی پشت پر ایک مشفق ہاتھ میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان کا تھا ۔ جن کے دل میں آزادی وطن اور بلوچ قوم کی سربلندی و سرفرازی کا پر خلوص جذبہ موجزن تھا ۔ چنانچہ نوجوانان وطن کی انتھک کوشش سے انجمن اسلامیہ کو ریاستی بلوچستان میں بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل ہوئی ۔ اور چند ماہ کی مختصر مدت میں ہزاروں آدمی اس کے ممبر بن گئے ۔

انگریزی حکومت برٹش بلوچستان کی رد عمل: ۔ انجمن اسلامیہ قلات کے اس قدر جلد ہردلعزیز بن جانے نے قلات کے پولیٹیکل ایجنٹ کو بڑی سخت تشویش لاحق ہوئی ۔ قبائلی سردار جو پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ایک معمولی اشارے کے منتظر تھے ۔ جھٹ انجمن کے خلاف صف آرا ہوئے ۔ ریاست کے اندر ملازمتوں پر متعین غیر ملکی عنصر اور ملکی چاپلوسوں نے انجمن کے خلاف خود ساختہ

اور بے بنیاد الزامات کا انبار لگانا شروع کیا اور آخر کار ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق انجمن اسلامیہ قلات کو بلا ثبوت اور دلیل سرکاری طور پر ایک دہشت پسند جماعت قرار دے دیا گیا اور امیر ریاستی بلوچستان پر انجمن کے اراکین کو منتشر کرنے کیلئے دباؤ ڈالا گیا ۔ چنانچہ اس سلسلے میں میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان مستونگ آئے اور وزیراعظم اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملکر انجمن مذکورہ کے تمام سربر آوردہ اراکین کو زیادہ تر ملازمتوں پر مستونگ میں تھے ۔ ریاست کے دور و دراز گوشوں میں تبدیل کرا دیا گیا اور ایک عرصہ تک ان کی باہمی خط و کتابت اور میل ملاپ پر پابندی لگا دی گئی ۔ انجمن اسلامیہ قلات اس طرح دم گھٹ کر ختم ہوئی ۔

انجمن وطن کا قیام: ۔ 1936ء کے دوران میں خان عبدالصمد خان اچکزئی جیل سے رہا ہوئے ۔ عبدالصمد خان برٹش بلوچستان میں ایک ہفتہ وار اخبار جاری کرنے کیلئے قومی سرمایہ سے ایک پریس قائم کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان نے اس سلسلہ میں اسے قلات آنے کی دعوت دی ۔ امیر نے اس کی ذاتی طور پر مالی امداد کی اور ان دنوں میں قلات میں قبائلی سرداروں کا جرگہ ہو رہا تھا ۔ امیر نے ان سے بھی چندہ وصول کر کے خان عبدالصمد کی کمک کی عبدالصمد خان کو صرف قلات سے اس قدر رقم ہاتھ آئی کہ اس نے کوئٹہ میں عزیز پریس کے نام سے ایک قومی پریس قائم کر کے "استقلال" کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا اور اس کے بعد "انجمن وطن" کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی جو اگرچہ انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ تو نہ تھی ۔ البتہ کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل رکھ کر ۔ آزادی وطن کی جدوجہد میں شریک ہوئی ۔

ریاستی بلوچستان میں سیاسی صورت حال:۔ میر احمد یار خان ۔ امیر ریاستی بلوچستان اپنے ابتدائی دور حکومت سے اپنے کو طبعاً جذباتی اور جلد باز ثابت کر چکے تھے ۔ ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان میں تحریک آزادی کی رفتار سے مطمئن نہ تھے ۔ وہ بہت کم مدت میں بہت آگے بڑھنے کی تمنا رکھتے تھے ۔ ان کی تیز قدمی اور شتاب کاری سے مشکوک ہو کر بلوچستان کی انگریزی حکومت کے نمائندے ان پر اپنی گرفت سخت کر دیئے وہ و جھنجلا اٹھتے اور جھٹ راستہ بدل کر دوسرا قدم ۔ اس پہلے قدم سے بھی آگے بڑھاتے لیکن وہاں پر بھی انہیں پھر ویسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ۔ کیونکہ دونوں بلوچستانوں میں یعنی ریاستی بلوچستان اور برٹش بلوچستان میں انگریزی حکومت کی سیاست حاوی تھی ۔ ریاستی بلوچستان میں اس وقت ترقی کی جو تھوڑی بہت صورت پیدا ہو رہی تھی ۔ بلوچ قبائلی سردار اسے پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے ۔ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اور قبائلی سرداروں کے آپس میں تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے اور یہ کشیدگی بڑھ رہی تھی اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات اپنی حکمت عملی سے ان کے درمیان اختلافات کی اس خلیج کو اور زیادہ وسیع کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے ۔ اس دور میں ریاستی بلوچستان دو متحارب کیمپوں میں منقسم تھا امیر ریاستی بلوچستان کیمپ جس میں ملک کا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اور غریب قبائلی عوام اور کاشت کار شامل تھے ۔ دوسرا کیمپ انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کا کیمپ تھا ۔ جس میں قبائلی سردار، جاگیردار، غیر ملکی ملازم اور دوسرے تمام قوم وطن دشمن عناصر شامل تھے ۔ اگرچہ ریاستی بلوچستان کا عوام اپنے اعتقادات کی وجہ سے قطعی طور پر امیر کے ساتھ تھا ۔ اس کے باوجود میر احمد یار خان میں عوام سے مایوسی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے ۔

اسی لئے اپنی تحریک کو وطن میں ٹھوس بنیادوں پر مضبوط اور قائم کرنے کی غرض سے ان کے دل میں ہندوستان کی کسی سیاسی تحریک سے وابستہ ہونے کا خیال پیدا ہو چکا تھا ۔ چنانچہ میر احمد یار خان نے محسوس کیا کہ جب تک ان کی سیاست ہندوستان کی کسی تحریک سے وابستہ نہ ہو جائے ۔ اپنے ملک میں موجودہ سیاسی رجحانات میں تغیر پیدا کرنا ممکن نہیں ۔

امیر احمد یار خان کی سیاسی تاثرات اس دور میں :- امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ اور خواتین بلوچ میں اس دور کے بارے میں اور سیاسی صورت حال کے متعلق اپنے تاثرات یوں بیان کرتا ہے ۔ جب 1933 ۔ میں میں نے اپنی قوم کی سربراہی کی ذمہ داریاں سنبھالیں ۔ تو دونوں بلوچستانوں میں سیاسی و سماجی حالات یہ تھے ۔

۱۔ بلوچستان کی بلوچی حکومت اور برطانیہ کے درمیاں معاہدات عملی نفاذ سے محروم تھے ۔ حکومت برطانیہ ڈھٹائی کے ساتھ معاہدات کی خلاف ورزی کرتی تھی ۔

۲۔ ریاستی بلوچستان کے نظم و نسق کی باگ ڈور انگریزی ایجنٹ گورنر جنرل کے ہاتھ میں تھی ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات اے جی جی کا نمائندہ اور وزیر اعظم ریاستی بلوچستان پولیٹیکل ایجنٹ کا نمائندہ تھا ۔

۳۔ بلوچوں کے امیر کی حیثیت برائے نام بلکہ کڑی نگرانی میں محض ایک نظر بند کی سی تھی ۔ ضابطہ کا رنگ دینے کیلئے اے جی جی کے احکام پر امیر کے دستخط کرائے جاتے تھے ۔ چونکہ خان کے نام سے حکومتی کاروبار چلتا تھا ۔ اس لئے قومی روایات کے احترام کے پیش نظر کسی بلوچ کو حکم عدولی کا یارانہ تھا ۔

۴۔ ریاستی بلوچستان کا طریقہ کار امور مملکت کچھ اس طرح تھا۔

(i) اے جی جی نگران اعلیٰ تھا۔

(ii) پولیٹیکل ایجنٹ قلات تمام سرداران اور ان کے قبائلی علاقے، مع لسبیلہ و خاران کا انچارج تھا۔

(iii) وزیراعظم ریاستی بلوچستان، ریاستی بلوچستان کی نیابتوں یعنی تحصیلوں کا انچارج تھا۔ اس کا ایک نائب وزیر لسبیلہ کا وزیر تھا۔ دوسرا خاران اور مستونگ میں رہتا تھا۔ امیر کا دائرہ صرف قلات کی نیابت تک محدود تھا۔

۵۔ نصیرآباد، مری بگٹی علاقوں اور چاغی کے علیحدہ پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔

۶۔ ڈیرہ غازی خان کو پنجاب کے ساتھ اور جیکب آباد (خان گڑھ) کو سندھ میں ملا دیا گیا تھا۔

۷۔ بلوچوں کے وطن کے ایک بہت بڑے حصہ کو ایران کی حدود میں شامل کر دیا گیا تھا۔ جو اب ایرانی بلوچستان کہلاتا ہے۔

۸۔ دونوں بلوچستانوں کے طول و عرض میں بلوچوں کو تمام سرکاری عہدوں اور اہم ملازمتوں سے محروم کرکے۔ غیر بلوچ اور باہر کے خوشامدی قسم کے پنشن خواروں کو مامور کر دیا گیا تھا۔

۹۔ ریاستی بلوچستان کا تعلیمی بجٹ بہ شمول لسبیلہ اور خاران صرف تیرہ ہزار روپیہ سالانہ تھا۔

۱۰۔ شرعی نظام اور بلوچی روایات کو یک قلم منسوخ کر دیا تھا۔ انگریزوں نے اس کی بجائے اپنی مرضی کو عدل انصاف کا مرکز بنا رکھا تھا۔ جرگہ سسٹم قائم کیا گیا تھا۔ جس کے ہر رکن کو پولیٹیکل ایجنٹ نامزد کرتا تھا۔ جرگہ کے فیصلہ کے خلاف

اپیل اے جی جی کو جاتی تھی جو آخری فیصلے کی عدالت تھی ۔ انگریز اس دعویٰ کے ساتھ احکام جاری کرتے تھے کہ امیر ریاستی بلوچستان امیر اعظم کی منظوری کے بعد یہ آخری حکم ہے ۔ نام امیر کا استعمال ہوتا تھا ۔ دراصل حکومت برطانیہ کی چلتی تھی چونکہ امیر کا نام لیا جاتا تھا ہر بلوچ کو یہ کہہ کر مجبور کرتے تھے کہ امیر بلوچ کا آخری حکم ہے ۔ اس کے خلاف امیر کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا ۔

۱۱ ۔ انگریزی حاکم اپنی بدنام زمانہ پالیسی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے عمل سے بلوچوں کو من حیث القوم تباہی کے کنارے پہنچا چکے تھے ۔ ہر بلوچ دوسرے بلوچ کا دشمن تھا ۔ ریاستی جیل خانے بے کس ۔ بے وسیلہ ۔ بے گناہ ۔ قیدیوں سے بھرے پڑے تھے ۔ ان پر فرد جرم بھی نہیں لگائی گئی تھی وہ اس لئے قید تھے کہ انہوں نے جبری بیگار دینے سے انکار کر دیا ہے یا مالیہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ۔ بعض لوگ با اثر افراد کے اشارے پر جیل میں بند تھے ۔ یہ قیدی پی اے قلات وزیر اعظم ریاستی بلوچستان اور حکام بالا کے گھروں میں خدمت داری کیا کرتے تھے ۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دور میں میں نے دو ہزار افراد کو جیلوں سے نجات دلائی تھی ۔

۱۲ ۔ صنعت و حرفت کا نام نہ تھا ۔ تجارت ختم ہو کر رہ گئی تھی ۔ اخبارات کا داخلہ بند تھا ۔ کوئی شخص انگریز حاکم کی اجازت کے بغیر بلوچوں کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا ۔

۱۳ ۔ ظلم و بربریت کے سبب بلوچ عوام اپنی وطن چھوڑ کر دوسرے ملحقہ علاقوں سندھ ، پنجاب ، ایران حتیٰ روس تک ہجرت کر کے جا چکے تھے ۔ ریاستی بلوچستان کا دارالخلافہ قلات کہ جس کی آبادی 1890 ء میں نوے ہزار نفوس پر مشتمل تھی ۔

1933ء میں صرف تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

۱۴۔ انگریزوں نے بلوچ قبائل میں تفریق پیدا کرنے کیلئے عوام کے بعض طبقوں کے افراد کا خون بہا تین ہزار فی کس اور بعض کا صرف پانچ سو روپے مقرر کر رکھا تھا۔

۱۵۔ میرے زمام حکومت سنبھالنے تک قلات سے مستونگ جانے کیلئے امیر بلوچستان کو انگریزی حکومت بلوچستان سے اجازت کا پروانہ لینا پڑتا تھا۔ ان رسوا کن اہانت آمیز اور نا مساعد حالات میں میں نے بلوچوں کی سربراہی کا منصب جلیلہ سنبھالا میں نے اللہ پر بھروسہ کر کے انگریزوں کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے اور قوم کی بھرپور خدمت بجالانے کا فیصلہ کر لیا۔

امیر ریاستی بلوچستان اس دور کے سیاسی صورت حال کو اس طرح اور ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ جس کی تفصیل میں نے اوپر نمبروار بیان کیا ہے۔

امیر احمد یار خان کی حج بیت اللہ کو روانگی:۔ 1936ء میں میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان پہلی بار حج بیت اللہ کی زیارت کیلئے مکہ معظمہ گئے۔ مگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں فرائض حج سے فارغ ہو کر عراق، فلسطین اور مصر کی سیاحت کی۔ امیر موصوف خاندانی طور پر حضرت غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر گیلانی کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ لہٰذا حج بیت اللہ کے دیدار سے مشرف ہونے کے بعد پہلے وہ عراق کے دارالخلافہ بغداد گئے۔ جہاں انہوں نے غوث پاک کی مبارک روضہ پر حاضری دی۔ پھر فلسطین اور مصر کی سیاحت کی۔

اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان ہمراہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود، سعودی عرب بادشاہ
دوران حج 1936ء

باب نہم

ریاستی بلوچستان میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی بنیاد گزاری

:۔ جب " انجمن اسلامی " قلات کے سرگرم اراکین کو ریاستی بلوچستان کے دور دراز گوشوں میں منتشر کر لیا گیا تو اس کے نتیجے میں انجمن کی سرگرمیاں ختم ہو گئیں ۔ کیونکہ کارکنوں میں حکومتی مداخلت کی وجہ سے باہمی ربط اور مرکزی اتحاد قائم نہ رہ سکا ۔ لیکن نوجوانان وطن کے دلوں میں آزادی کی آگ سلگتی رہی ۔ برٹش بلوچستان میں " انجمن وطن " کے قیام کی خبر کے بعد ۔ ریاستی بلوچستان کے نوجوانوں نے بھی یہ طے کر لیا کہ جب تک انگریزی سامراج اور اس کے ایجنٹوں کی غلامی سے ملک کو آزاد نہیں کرالیا جائیگا ۔ اس وقت ملک میں کسی اصلاحی اور ترقیاتی پروگرام کو کامیابی کے ساتھ چلایا نہیں جاسکیگا ۔

چنانچہ 5 فروری 1937 ء میں سبی کے مقام پر قلات کے نوجوان کارکنوں کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے نام سے ریاستی بلوچستان میں ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی گئی میر عبدالعزیز کرد ۔ پارٹی کے صدر میر گل خان نصیر نائب صدر اور ملک فیض محمد یوسف زئی جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے ۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا منشور:۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی بنیاد رکھنے کے بعد پارٹی نے اپنے منشور کا اعلان بھی کر دیا ۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے ۔

۱۔ ریاستی بلوچستان میں ذمہ دار حکومت کا قیام۔
۲۔ جرگہ سسٹم کی اصلاح و تنظیم۔
۳۔ مستجار بلوچ علاقوں کی ریاستی بلوچستان میں دوبارہ شمولیت۔
۴۔ ملک کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کیلئے آئینی جدوجہد کرنا پارٹی کے بنیادی مقاصد قرار دیئے گئے۔

قلات اسٹیٹ پارٹی اعلانیہ سرگرمیوں کی آغاز:۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ بلوچستان میں ریاستی اور برٹش دونوں بلوچستانوں میں قوم پرستی اور سیاست کا نام لینا ایک جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ صدر جماعت میر عبدالعزیز کرد نے پارٹی کا اعلان کرتے ہوئے اظہار کیا کہ آج سے اٹھارہ سال پہلے 1920ء میں مستونگ کے چند قوم پرستوں نے ایک قومی جماعت قائم کی تھی کہ جس کے مقاصد ریاستی بلوچستان میں استبداد کا خاتمہ کرنا اور ریاست کی حکومت میں ملکی عناصر کو برسراقتدار لانا تھا لہذا جماعت کا وجود خفیہ رکھا گیا۔

1930ء میں مگسی قبیلہ کی ہجرت کے موقع پر میر یوسف علی خان کی زیر صدارت ہماری جماعت نے اپنی اعلانیہ سرگرمیوں کا پہلی دفعہ آغاز کیا۔ آج یہی جماعت قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے نام سے ریاستی بلوچستان کے قوم پرستوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جماعت کی سیاسی کارگردگیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس اعلامیہ میں میر عبدالعزیز نے بیان کیا" کہ ہماری جماعت نے ہمیشہ نمود و نمائش کی سیاست نہیں کی ہے جب کبھی ضرورت پڑی ہے اس جماعت کے اراکین نے اپنے راویتی جرگہ کے سادہ اصولوں پر مل بیٹھ کر پیش آمدہ مسائل کو باہمی صلاح و

مشورہ سے عصری ضروریات کے تحت اپنی صوابدید پر حل کیا اس تحریک سے متاثر ہو کر ریاستی بلوچستان کے سرکاری اور غیر سرکاری تمام حلقوں میں اصلاح و ترقی کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو روز افزوں ترقی پر ہے"۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے منشور کی اشاعت:۔ یکم اپریل 1937 ء میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی نے قوم کے نام اپنی منشور شائع کیا۔ جس میں پارٹی کے اغراض و مقاصد اور پروگرام پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے بلوچ قوم سے بالعموم اور ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست قلات کے باشندوں سے بالخصوص پارٹی میں شامل ہو کر اس کی صفوں کو مضبوط اور حصول مقصد کو قریب تر لانے کی اپیل کی گئی تھی پارٹی کے گرد و پیش کے حالات

کا جائزہ لیتے ہوئے۔ اظہار افسوس کیا گیا کہ آج جب بلوچستان اور خصوصاً ریاست قلات کے گرد و پیش پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو شمال میں ہم کو افغانستان کی سرزمین نظر آتی ہے جو روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ مشرق میں ہندوستان کا کشور عظیم آج یکم اپریل 1937 ء کو صوبہ جاتی۔ خود مختاری سے بہرہ مند ہو گیا ہے اور مغرب میں دولت ایران اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ زندہ کر رہی ہے ہر ملک میں ترقی و آزادی کا ایک روشن و تابان آفتاب ضیا باری کر رہا ہے لیکن بیچ میں ہم بلوچ ایسے بدنصیب واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے لئے دنیا کی تمام ایسی مسرتوں کے دروازے بند ہیں۔ جو کسی قوم کی اجتماعی سربلندی سے وابستہ کیجا سکتی ہیں۔

بلوچ قوم کی تاریخی عظمت:۔ بلوچ قوم کی تاریخی عظمت کا ذکر کرتے

ہوئے ۔ اظہار کیا گیا کہ کسی قوم کا اجتماعی سرمایہ افتخار تین باتوں پر منحصر ہے ۔ پہلی یہ کہ قوم کی نسلی عظمت اور تاریخی روایات شاندار ہوں دوسری یہ کہ اس کی حکومت منظم ، مہذب اور شائستہ ہو اور تیسری یہ کہ وہ آزاد اور خود مختار ہو ۔ جہاں تک قوم کی نسلی عظمت اور تاریخی روایات کا تعلق ہے ۔ بلوچ قوم دنیا کی ایک مشہور اور باعزت قوم ہے ۔ ہماری رگوں میں کلدانیوں کا تاریخی اور شریف خون موج زن ہے ۔ بابل کی شان و شوکت کی تباہی ، اور کلدانی تہذیب کے زوال کے بعد زمانے کے بے رحم تھپیڑوں نے ہمارے قومی سفینے کو غرق کرنے کی انتہائی کوشش کیں لیکن ہمارے بہادر اور حوصلہ مند اسلاف نے پوری مردانگی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا ۔ دجلہ و فرات کی دلکش وادیاں اگرچہ ہم سے چھوٹ گئیں لیکن ہم نے اپنی نام ونشان مٹنے نہیں دیا ۔ اپنی قومی ہستی کو آج تک قائم رکھتے آرہے ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رکھیں گے۔

بلوچ قوم کی سکونت بلوچستان میں : ۔ بلوچستان میں ہماری قوم ہزاروں سال سے آباد چلی آئی ہے ۔یہاں کے کوہ صحرا کا ایک ایک ذرہ ہمارے قومی شرف پر شاہد ہے بلوچستان کے گمنام اور غیر اباد خطہ کو ہماری قوم نے سب سے پہلے آباد کیا اور ایشیاء کے نقشے میں اپنے نام پر ایک علیحدہ اور مستقل ملک مشہور کرنے کا باعث بنی ۔

نمبر ۱ :- اکثر بلوچ مورخین بلوچ نسل کو میسوپوٹیمیا (وادی دجلہ و فرات) کے کلدانی نسل سے منسلک کرتے چلے آرہے ہیں ۔ مجھے ان مورخین کی رائے کے ساتھ اتفاق نہیں تاریخ مردوخ اور تاریخ شرفنامہ ، بلوچ نسل کو کرد نسل کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں جو صحیح تجزیہ ہے ۔

وطن کی عزت پر خون بہانا:۔ ہماری شریف اور بہادر قوم نے وطن کی عزت اور ناموس بچانے کیلئے اپنا خون بہانے سے کبھی دریغ نہیں کیا ہم نے ہر موقع پر اپنا خون پانی کی طرح بہایا اور وطن کی حفاظت کرکے اسکو سرسبزو شاداب رکھا ۔ جس پر ہمارے قومی پرچم کا سرخ و سبز رنگ صدیوں سے فضائے عالم میں گواہی دے رہا ہے ۔ ہماری قوم نے اپنی شجاعت اور مردانگی کو صرف مادر وطن کی حفاظت تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہمسایہ اقوام خصوصاً افغانستان کی امداد و حمایت کیلئے ہماری قومی تلوار ہمیشہ برہنہ رہا ہے اور اس طرح ہمارے بہادر اور غیور اسلاف نے ہمسائیگی کا حق ادا کرنے میں اپنی شریفانہ روایات قائم رکھی ہیں ۔

قومی روایات کی عظمت کا سوال:۔ جہاں تک ہماری قومی روایات کی عظمت کا سوال ہے ۔ ہم اس پر صحیح معنوں میں فخر کرسکتے ہیں ۔ لیکن اس روایتی عظمت کو جہاں ایک طرف آزادی سے محرومی نے مجروح کر رکھا ہے ۔ وہاں دوسری طرف اپنی مرکزی حکومت قلات کی ۔ بدنظمیوں نے بھی اس کو داغدار کیا ہے ۔ ذمہ دار حکومت کے مطالبہ کی وضاحت کرتے ہوئے منشور میں توجہ دلائی گئی کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم کا مرکز مدار اس کی مرکزی حکومت ہی ہوتی ہے ۔ مرکزی حکومت کے ساتھ قوم کی سیاسی عظمت اور وقار اجتماعی طور پر وابستہ ہوتا ہے اس لئے ہر قوم کی یہ قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی مرکزی حکومت ہر لحاظ سے وقت کے مطابق منظم ، شائستہ اور ذمہ دار ہوتا کہ اپنی قومی عظمت اور احترام کی قدروں کو دنیا کے سامنے صحیح معنوں میں قائم رکھ سکے ۔ ایک باعظمت قوم کی حیثیت میں اس قدرتی خواہش اور جذبہ سے ہم بھی مستثنیٰ نہیں ہیں ۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی جو قلات کے نوجوانوں کی نمائندہ قومی جماعت ہے ملک کو ہر لحاظ سے اپنی تاریخی عظمت کے معراج پر لانا چاہتی ہے ۔ موجودہ طرز

حکومت سے کسی طرح بھی مطمئن نہیں اور چاہتی ہے کہ بلوچوں کی اس مرکزی حکومت کو ایک شائستہ اور تاریخی حکومت کی صورت میں منظم کرے جو اس کی تاریخی روایات کے شایاں شان ہو۔ خان قلات سے خطاب کرتے ہوئے غیر مبہم الفاظ میں کہا گیا کہ قلات کی حکومت خان قلات کی شخصی حکومت نہیں ہے بلکہ یہ ایک قومی حکومت ہے اور خان قلات کو قوم کے نمائندوں نے (جو اگرچہ اب نمائندہ نہیں رہے) یعنی سرداروں نے بلوچوں کی۔ اس نیم جمہوری حکومت کا صدر مقرر کیا ہے اس لئے خان قلات کا یہ فرض ہے کہ وہ قوم اور وطن کی سیاسی عظمت اور تاریخی وقار کو مد نظر رکھیں اور بلوچ قوم کی اس مرکزی حکومت کو قوم ہی کے نام پر مضبوط اور مستحکم کریں اور ہماری شان کے شایاں اس کی اصلاح و ترقی کا اقدام عمل میں لائیں۔

ذمہ دار حکومت کا مطالبہ:۔ آخر میں ذمہ دار حکومت کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے۔ خان قلات کو متنبہ کیا گیا کہ جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے ریاست قلات کو جو سیاسی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے پیش نظر یہاں کا نظام حکومت ہر پہلو سے مکمل اور مضبوط ہو۔ آج اگرچہ ریاست قلات قلمروئے ہندوستان کی ایک سرحدی ریاست سمجھی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک ایسی ریاست ہے جو کسی وقت افغانستان، ایران، ہندوستان کے درمیان بفر اسٹیٹ کا کام دیگی۔ اس نوعیت کو حکومت کو کسی صورت میں بھی شخصی نظام کے تحت نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہاں پر ایک ایسی ذمہ دار حکومت ہونی چاہیئے جو آنے والے زمانے میں بین الاقوامی ذمہ داریوں کی متحمل ہوسکے۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا نظریہ:۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے

اراکین اگرچہ ہندوستان کی تحاریک آزادی، بالخصوص، انڈین نیشنل کانگریس سے متاثر تھے۔ لیکن بلوچستان کو وسیع معنوں میں۔ ایران، افغانستان کی طرح ہندوستان سے ایک علیحدہ وطن خیال کرتے تھے۔ قلات کی حکومت کو بلوچستان اور بلوچ قوم کی مرکزی حکومت سمجھتے تھے۔ اور قومی بنیادوں پر اس کی تنظیم و ترقی کے خواہاں تھے۔ اس لئے ابتداء میں اپنی تحریک کو ہندوستان کی سیاسی تحریکوں سے علیحدہ رکھ کر قومی روایتی اور لسانی بنیادوں پر اپنی جداگانہ تنظیم کرنا چاہتے تھے پارٹی کے اس نقطہ نظر کی وضاحت میر عبدالعزیز کرد نے جیل جاتے وقت رفیقوں کے نام اپنے پیغام میں ان الفاظ میں کی تھی۔

میر عبدالعزیز کرد کا پیغام:۔ "میں آپ سے اتنا عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ برطانیہ کی پوزیشن کو بلوچستان میں اچھی طرح پہچان لیں۔ آپ کو اس کا جائزہ ہندوستانی سیاست کے نقطہ نگاہ سے نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ سرزمین ایشیاء میں اپنے وطن کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر۔ آپ کو اپنی سیاسی نظریہ ہنگامی ضرورت کے تحت۔ اپنے مقامی حالات کے مطابق قائم کرنا چاہیئے ہندوستان یا کسی خارجی سیاست کی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہیئے" آپ کو یہ امر بخوبی ذہین نشین کرنا چاہیئے کہ برطانیہ نے آپ کا ملک فتح نہیں کیا اور وہ آپ کا آقا نہیں بلکہ برطانیہ نے آپ کے وطن میں اجارہ اور مراعات خصوصی لیکر دوستانہ اور مساویانہ عہدناموں کی رو سے عارضی کیمپ لگایا ہے۔ آپ کو اپنی اس حقیقی سیاسی حیثیت کا احساس ہونا چاہیئے۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا نظریہ:۔ مختصر الفاظ میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا نظریہ یہ تھا کہ بلوچستان جو ریاست قلات کا اصل نام ہے ایران اور

افغانستان کی طرح ہندوستان سے علیحدہ ایک مملکت اور ایک خالص اور مربوط قوم بلوچ کا آبائی وطن ہے۔ انگریزوں کا مفتوحہ ملک نہیں۔ بلکہ دوستانہ اور مساویانہ حیثیت کے معاہدات کے ذریعے حکومت برطانیہ کے اقتدار اعلیٰ سے وابستہ ہے۔ اس لئے ہماری جدوجہد آزادی کی بنیادیں اپنی مرکزی اور قومی حکومت (قلات) اور اپنے قومی حکمران (خان قلات) سے مکمل تعاون پر رکھی جانی چاہئیں۔ یہ نظریہ صرف قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے موجودہ اراکین کا نہ تھا بلکہ میر یوسف علی خان مرحوم بھی اسی نظریہ پر کاربند تھے اور میر احمد یار خان، خان قلات بھی اس نظریہ سے متفق تھے۔ نظریہ جس کی نمائندگی قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کر رہی تھی۔ بلوچوں کا من حیث القوم متفقہ نظریہ تھا اور ہے۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کا طریقہ کار:۔ پارٹی منشور کے اشاعت پذیر ہونے کے بعد پارٹی کے انتھک اور بے لوث کارکنوں نے ریاست قلات کے طول و عرض میں اپنا کام شروع کر دیا جس سے بہت جلد ریاست بھر میں نئی امنگوں اور نئے تقاضوں سے بھرپور زندگی کی لہر دوڑنے لگی۔ پارٹی دو گروہوں میں تقسیم تھی۔ پہلا گروہ ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کا تھا جو ملازمتوں پر تھے یہ گروہ پارٹی کے مالی استحکام کا ذمہ دار اور زیادہ بااثر تھا۔ دوسرا گروہ عوام اور ان سنجیدہ افراد اور سیاسی کارکنوں پر مشتمل تھا۔ جو اعلانیہ جماعت کے نظریات کی تبلیغ کرتے تھے۔ پارٹی کے ملازم ممبر اس گروہ کی درپردہ امداد کیا کرتے تھے اور قبائل کے بااثر و بارسوخ افراد کو ان کے ساتھ تعاون کرنے اور پارٹی کا ممبر بننے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس طریقہ کار سے ایک مختصر عرصہ میں پارٹی کے نظریات ریاست کے کونے کونے میں عوام تک پہنچ اور پارٹی ممبروں کی تعداد میں زور افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

عبدالعزیز کرد بلوچ
سرگرم ساتھی۔ سیاسی لیڈر
نواب یوسف علی مگسی

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے بارے میں انگریزی حکومت کا رد عمل :۔ نیشنل پارٹی کی سرگرمیاں بہت جلد انگریزوں کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی نظروں میں کھٹکنے لگیں ۔ ریاست قلات کا غیر ملکی ملازم طبقہ زیادہ پریشان اور حواس باختہ نظر آنے لگا ۔ اس حواس باختگی کے عالم میں وہ ریاست قلات کیلئے نوجوان کو خواہ وہ ملازم تھا یا طالب العلم زمیندار یا مزدور تاجر تھا یا مالدار نیشنل پارٹی کا ممبر خیال کرنے لگے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا ۔ ان کی یہ غیر دانشمندانہ حرکتیں پارٹی کے حق میں مفید ثابت ہوئیں ۔ جن سے متاثر ہو کر نوجوانوں کے ساتھ ان کے والدین کی ہمدردیاں بھی نیشنل پارٹی کو حاصل ہوئیں اور ہر طبقہ کے لوگ نیشنل پارٹی کے بہی خواہ ہوگئے اور عام طور پر ریاست کے باشندے نیشنل پارٹی کا ممبر کہلانے پر فخر محسوس کرنے لگے ۔

قلات نیشنل پارٹی کے بارے میں سرداروں کا رائے :۔ چونکہ تمام بلوچ قبائلی سردار پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے زیر اثر تھے ۔ لہذا ان کا قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹ کے ساتھ رویہ ہمدردانہ نہ تھا ۔ سرداروں کو سمجھایا گیا تھا کہ یہ پارٹی جو کچھ کر رہی ہے در پردہ خود خان قلات کرا رہے ہیں ۔ پارٹی محض خان کا آلہ کار ہے اور ان کے پروگراموں کو آگے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے ۔ سرداروں کے دل میں یہ خوف بھی بٹھا دیا گیا تھا کہ یہ پارٹی امیر کے اشارہ پر ملک سے سرداروں کا اقتدار ختم کردیگی ۔ انعامی اور قبائلی علاقوں پر مالیہ لگا دیگی ۔ اس پروپیگنڈے کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ایماء پر ریاستی بلوچستان کے غیر ملکی ملازمین ہوا دے رہے تھے ۔ جن کے اشاروں پر سردار کھیل رہے تھے جو اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ امیر اور سرداروں میں اتفاق کی کوئی صورت نکل آئے ۔

امیر ریاستی بلوچستان کا رویہ: ۔ امیر ریاستی بلوچستان، قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی آئینی سرگرمیوں کے خلاف نہ تھا ان کو پارٹی کے پروگرام کا علم تھا درحقیقت امیر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان درپردہ پارٹی کی سرپرستی کر رہے تھے اور پارٹی کے ساتھ ان کا مکمل ربط و ضبط تھا۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی پالیسی پارٹی کی پالیسی کے بارے میں، پارٹی میں ایک ایسا گروہ موجود تھا کہ امیر قلات کے ساتھ اپنے تعاون کو ایک پائدار اور دائمی عمل نہیں سمجھتا تھا البتہ اس بات کے حق میں تھا کہ جب تک امیر کی طرف سے پارٹی کی بنیادی پالیسی یعنی ذمہ دار حکومت کے قیام یا پارٹی کے وجود کی مخالفت نہ ہو۔ ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ حالانکہ میر احمد یار خان اور پارٹی کے درمیان مکمل تعاون اور رازداری قائم تھی۔ امیر ریاستی بلوچستان متعدد بار اس امر کا اظہار کر چکے تھے کہ ان کی حمایت اور ان کا تعاون ملک کے مضبوط اور طاقت ور گروہ کے ساتھ ہو گا۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی ملک میں بغاوت اور فساد نہیں پھیلانا چاہتی تھی۔ اس کی پالیسی پرامن طریقوں سے امیر اور سرداروں کے تعاون سے ملک میں بتدریج اور مکمل اور ذمہ دار حکومت قائم کرنا تھی۔ چونکہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے، امیر ریاستی بلوچستان اور سرداروں پر اثر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا لہٰذا بعض افراد اس تعاون کو ایک عارضی سمجھوتہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ نبھائے رکھنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار سردست ناقابل عمل تھی البتہ پارٹی عوام میں اپنی جڑوں کو پھیلانے اور زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کے لئے اپنے تعلیمی، اقتصادی اور سماجی پروگراموں پر تیزی سے عمل کر رہی تھی۔

ریاستی بلوچستان میں اصلاحات کی ابتداء: ۔ ریاستی بلوچستان میں سیاسی، معاشی اور سماجی اصلاحات کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جس وقت آمیر احمد یار خان احمد زئی بلوچ اپنے والد بزرگوار کی جگہ مورخہ 20 ستمبر1933 ۔ کو مسند حکمرانی پر بیٹھے ۔ ریاستی بلوچستان میں سب سے پہلے سیاسی حیثیت سے جو اصلاح کی گئی وہ بلوچ سرداروں کے اختیارات کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے آمیر ریاستی بلوچستان کو منتقل کرنے کا کام تھا ۔ جس کی تفصیلات اس طرح ہیں ۔

جب آمیر محمود خان ثانی آمیر ریاستی بلوچستان بنے تو انہوں نے قومی اور ملکی معاملات میں بالکل دلچسپی لینا چھوڑ دیا ۔ انکی اس بے نیازی اور نظام مملکت سے عدم توجہی کی بناء پر ریاستی بلوچستان کے قبائلی سرداروں پر حق حکمرانی رفتہ رفتہ مکمل طور پر پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ہاتھوں میں آگیا جو 1876 ۔ کے معاہدے کے مطابق درست نہ تھا ۔ اس معاہدہ کی رو سے برطانیہ کی حیثیت آمیر ریاستی بلوچستان اور انکے سرداروں کے درمیان صرف متنازعہ امور میں ایک واحد ثالث کی تھی ۔ سرداروں پر حق حکمرانی صرف آمیر قلات کا آئینی حق تھا ۔ یہ حق پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو حاصل نہ تھا ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ساتھ براہ راست متعلق ہونے کی وجہ سے

قبائلی سردار، اس وقت آمیر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان اور قلات نیشنل پارٹی کے ترقیاتی اور اصلاحی پروگراموں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہورہے تھے ۔ موجودہ انتظامی ڈھانچہ کا براہ راست پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے متعلق ہونے سے سرداروں کو راہ راست پر لانا ایک بہت مشکل اور ٹیڑھا سوال تھا ۔ یہ بات ظاہر تھی جب تک پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے سرداروں کے براہ راست

تعلقات کو منقطع نہیں کیا جائیگا سرداروں سے قوم اور وطن کے حق میں کوئی مفید کام نہیں لیا جاسکے گا۔

سرداروں کے اختیارات کی منتقلی کے لئے جدوجہد:۔

چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک طرف آمیر ریاستی بلوچستان نے حکومت برطانیہ کے نمائندوں سے رسمی طور پر گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا اور دوسری طرف سے نیشنل پارٹی کے بااثرورسوخ کارکنوں نے سرداروں سے براہ راست تعلقات قائم کرکے ان کو بدستور سابق آمیر ریاستی بلوچستان کی ماتحتی قبول کرنے کی ترغیب دی۔ جس میں انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

سرداروں کا مشترکہ درخواست دینا امیر ریاستی بلوچستان کو:۔

چنانچہ 27 جنوری 1935ء کو ریاستی بلوچستان کے سراوان جھالاوان، کچھی اور مکران کے سرداروں نے متفقہ طور پر امیر ریاستی بلوچستان کو درخواست پیش کرتے ہوئے بطریق ذیل مطالبہ کیا۔

ا۔ اعلیٰ حضرت ان حالات سے با خبر ہیں۔ جو گزشتہ ایام میں میر نصیر خان اعظم کے عہد حکومت سے میر محمود خان ثانی کے عہد حکومت تک بلوچستان کو پیش آئے میر نصیر خان اعظم کے عہد حکومت بلکہ ان کے عہد سے قبل بھی اور میر نصیر خان دوئم کے عہد حکومت تک ہم سردار اور ہمارے قبائل پر امن طور پر امیر کے ماتحت رہے۔ اچھے اور برے وقتوں میں ہمارے تعلقات غیر متزلزل طور پر امیر سے وابستہ اور ان کی زیر ہدایات قائم رہے۔ اس دوران میں ہم امیر سے جس عزت و احترام کے مستحق رہے۔ اس سے بھی اعلیٰ حضرت بے خبر نہیں۔

۲ ۔ جب خان میر خدا داد خان کے عہد حکومت میں ہم سرداران اور امیر کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے ۔ جس کی وجہ سے گزشتہ ساٹھ سال سے حکومت برطانیہ کو ہمارے اور امیر کے درمیان واحد ثالث کی حیثیت سے مداخلت کرنی پڑی اور ہمارے تمام معاملات پولیٹیکل ایجنٹ قلات یعنی نمائندہ حکومت برطانیہ کے توسط سے امیر کی خدمت میں پیش ہوتے رہے اور انتشار انگیز اثرات سے ہمارے رسم و رواج کی حفاظت کی جاتی رہی ۔

۳ ۔ امیر خدا داد خان کی معزولی کے بعد میر محمود خان ثانی کی غفلت نے ان کی چالیس سالہ طویل حکمرانی کے دوران میں سرداروں اور امیر کو ایک دوسرے سے اجنبی بنا دیا جس کے نتیجہ میں ہم اور ہمارے قبائل پس ماندہ رہ کر کوئی ترقی نہ کر سکے ۔ علاوہ ازیں ایسی مشکلات بھی پیدا ہوئیں ۔ جنہوں نے ہمارے قدیم قبائلی بندھنوں کو کمزور کر دیا ۔

۴ ۔ اس کے بعد حضور کے بزگوار والد کا عہد حکومت آیا ۔ ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان سے درخواست کریں ۔ وہ نصیر خان اول کے قدیم طریقہ کو پھر بحال کریں لیکن ریاستی بلوچستان کی بد قسمتی سے ان کا عہد مختصر رہا ان کے آخری ایام علالت میں گزرے اور ہم اپنی مدعا حاصل نہ کر سکے ۔

۵ ۔ یہ ہمارے وطن اور اس کے باشندوں کی خوش قسمتی ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے آپ تخت نشین ہوئے ۔ آپ کے عہد حکومت میں جو کچھ ہم نے دیکھا ہے ان سے ثابت ہوتا ہے ۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں ۔ جسے ہم اپنے لئے بطور حکمران چاہتے تھے ۔

(i) اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ تربیت پانے سے آپ اپنے آباو اجداد کی تاریخ اور ہمارے آباو اجداد کے ساتھ تعلقات سے بخوبی واقف ہیں ۔

(ii) آپ حکومت عالیہ برطانیہ کے وفادار دوست ہیں ۔

(iii) آپ دل سے اپنی رعیت کی بھلائی بھی چاہتے ہیں اور آپ ہم پر اور ہمارے قبائل پر پدرانہ شفقت رکھتے ہیں ۔

(iv) آپ ہماری اور ہمارے قبائل کی اور بحیثیت مجموعی تمام ملک کی فلاح و بہبود کیلئے امکان بھر کوشش کرتے ہیں ۔

۶ ۔ آپ کی بے شمار قابل تعریف صلاحیتوں پر غور کرنے اور اپنے بوڑھے ، تجربہ کار اور معتبر قبائلیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ہم نے اسے اپنے بہترین راہ عمل خیال کیا ہے کہ آپ سے گزارش کریں کہ آپ اپنے جدا مجد میر نصیر خان اعظم کی طرح ہمارے تمام معاملات کا براہ راست داخلی وخارجی کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیں اور ہماری اور ہمارے قبائل کی ترقی و بھلائی کیلئے اقدامات کریں ۔

۷ ۔ اپنی طرف سے ہم مخلصانہ قول کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ ، رسول صلی اللہ علیہ و سلم ۔ قرآن مقدس غوث اعظم کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم اعلیٰ حضرت کے احکام کی اطاعت کرینگے اور قوم و ملک کی فلاح و بہبود کیلئے ہر ممکن خدمت سرانجام دینگے ۔ اعلیٰ حضرت اور حکومت عالیہ برطانیہ کے درمیان تعلقات میں ہم قدیم معاہدات کے دفعات کی وفاداری کے ساتھ تعمیل کرینگے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بھی اپنے جدامجد میر نصیر خان اعظم کی طرح ہمارے معاملات میں سچائی ، عدل ، انصاف اور ہمدردی سے کام لینگے ۔

سرداروں نے صرف اس درخواست کو امیر کے پیش کرنے پر اکتفانہ کیا ۔

بلکہ بڑی گرم جوشی سے اپنے اپنے متعلقہ قبائل کے ٹکریوں اور معتبرین کے وفود کو لیکر پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملے اور متذکرہ درخواست میں مندرجہ اپنے مطالبہ کی تصدیق کی۔

امیر ریاستی بلوچستان کی اس درخواست پر کاروائی: ۔ امیر ریاستی بلوچستان سرداروں کی اس درخواست کو بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کو بھجواتے ہوئے اپنے مشمولہ مراسلہ میں لکھا۔ " میں اپنی حکومت سے اس معاملہ پر غور کرنے کیلئے کہتا ہوں کہ آیا اب تک وہی خدا داد خانی ۔ دور کے حالات بدستور ہیں یا اس کے برعکس میں جانتا ہوں اور اپنی ذات پر یقین رکھتا ہوں کہ میں امیر بلوچستان کے منصب اور کانفیڈریسی کے سربراہ کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے قابل ہوں اور ان سے عہدہ براہونے کی صلاحیت رکھتا ہوں ۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ عمل حکومت برطانیہ اور ریاستی بلوچستان دونوں کے مفاد میں ہوگا ۔ میں سرداروں کی اس خاص حیثیت سے بھی جو ان کو میری ریاست میں حاصل ہے ۔ بخوبی واقف ہوں اور اس لئے زیادہ محتاط رہ کر اسٹیٹ کونسل سے مشورہ کرنے کے بعد یہ مراسلہ آپ کو بھیج رہا ہوں ۔ جو میری رائے سے متفق ہے "

گورنر جنرل کے ایجنٹ کی رپورٹ: ۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سر نارمن کیر نے سردار ان قلات کی درخواست پر مشتمل امیر ریاستی بلوچستان کے مراسلہ کو حکومت ہند کو بھجواتے ہوئے بلوچستان اور حکومت برطانیہ کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ " ریاستی بلوچستان اندرون ہند کی ریاستوں سے بنیادی طور پر اس قدر مختلف ہے کہ ان درمیان متوازی خطوط تلاش

کرنے کی کوشش کرنا یا قلات میں عام سیاسی اصول کو اختیار کرنا بے سود ہے۔ قلات ہی ایک ایسی ریاست ہے جہاں تضاد بہ افراط موجود ہے اور یہاں پر ہماری پالیسی صرف ایک امر کے تعلق سے یکساں رہی ہے کہ اس کے تخلیقی اجزاء کو جہاں تک ممکن ہو مطمئن رکھا جائے اور ساتھ ہی اس کی ریاستی آزاد شکل صورت بھی قائم رہے۔ ہم ہمیشہ اور کلی طور پر کامیاب نہیں رہے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی ایک خاصا اچھا انتظام قائم رکھنے کا بجا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ہم نے ایسا کرنے میں ہمیشہ اور سب سے پیشتر مختلف شخصیتوں کو نگاہ میں رکھا اور یہی چیز ہماری پالیسی میں بعض تبدیلیوں، کم سے کم مداخلت اور ساتھ ہی ریاست کے آئینی ڈھانچہ کو واضح الفاظ میں متعین نہ کرنے کی کوشش یا کسی متعین توضیح کو عملی شکل وصورت دینے میں آمادگی اختیار نہ کرنے کا باعث بن گئی"

اس بحث میں سر میر شمس شاہ کے دور وزارت کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر کیر نے لکھا کہ یعنی شمس شاہ کا علم اور تجربہ اس قدر وسیع اور اس کا سیاسی شعور اس قدر بلند تھا کہ قلات کے معاملات پر اس کا نقطہ نظر غیر متغیر طور پر چھایا رہا۔ خان قلات اس وقت محض ایک علامت تھے۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے سر شمس شاہ پر غیر متزلزل اور مکمل اعتماد کرنے سے سر شمس شاہ قلات میں میر نصیر خان اول کے بعد ہر خان سے زیادہ مطلق العنان رہا"

ا۔ میر محمود خان ثانی اور موجودہ میر احمد یار خان کا باہمی مقابلہ کرتے ہوئے سرنارمن کیر نے اسی رپورٹ میں حکومت ہند کو لکھا۔

"میر محمود خان ثانی اپنے عہد حکومت کے پچھلے دس سال یا کچھ زیادہ عرصہ جب تک وہ زندہ رہے۔ ہر خیال وہر مقصد کیلئے مردہ تھے۔ لیکن موجودہ خان، میر احمد یار نوجوان ہیں اور حکومتی ذمہ داروں کا احساس رکھتے ہیں۔ مضبوط اور ہوشیار ہیں۔ لہٰذا یہ قدرتی امر ہے کہ وہ اپنے جذبات اور خواہشات کے لحاظ سے صحیح معنوں میں قلات کا حکمران بننا چاہتے ہیں اور اپنی ریاست کا برائے نام آئینی حکمران رہنا پسند نہیں کرتے ان کی یہ ایک جائز خواہش ہے اور میری رائے میں ان کی یہ خواہش نہ صرف غلط نہیں۔ بلکہ اس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے"۔ میر احمد یار خان کے اس خواہش کو پورا نہ کرنے اور دبا دینے پر ریاستی بلوچستان میں جو بے چینی پیدا ہوگی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسٹر کیرنے حکومت ہند کو خبردار کیا کہ "آپ خیال کرتے ہونگے کہ میں نے قلات میں ممکنہ بے چینی پر اس صورت میں زیادہ زور دیا کہ اس کا اثر ہمارے سرحدی دفاع پر پڑے گا لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ قلات کے قبائل جس بری طرح بھی مسلح کیوں نہ ہوں اسے تسلیم کرنا پڑیگا کہ انہوں نے اپنی جنگ جویانہ خاصتیں نہیں کھوئی ہیں اور یہ حقیقت بدستور باقی ہے کہ ایک دشمن اور غیر مطمئن قلات زمانہ جنگ میں ہمارے رسل و رسائل کی راہ میں ہمارے لئے ایک خطرناک مسئلہ ہوگا"

۲۔ حکومت برطانیہ کے ساتھ میر احمد یار خان کے رویہ کا ذکر کرتے ہوئے، مسٹر کیو نے لکھا "موجودہ خان یا امیر، میر احمد یار خان نے اپنے والد سے زیادہ محتاط رویہ اختیار کیا ہے وہ سرداروں کے متعلق پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ انہیں اس پابندی پر مجبور کیا گیا ہے اسلئے وہ بے چین ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے لئے وہ تمام مکمل

اختیارات حاصل کریں جو حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ 1876 ء میں ان کو حاصل ہیں البتہ ان کو ان مشکلات کا بھی احساس ہے جو اس سلسلہ میں انہیں درپیش ہونگی ۔ اس لئے وہ کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتے جس سے حکومت برطانیہ کے ساتھ ان کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو وہ آئینی طریقوں سے اپنے حقوق اور اپنا اقتدار حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہیں "

۳ ۔ چنانچہ سر نارمن کیرو نے حکومت ہند سے سفارش کی کہ مندرجہ ذیل شرائط پر سرداروں کا کنٹرول خان قلات یا امیر ریاستی بلوچستان کو منتقل کر دیا جائے ۔

ا ۔ یہ کہ پچھلے نظام میں بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی طرف سے جو احکامات جاری ہوچکے ہیں ان میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے توسط سے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی منظوری حاصل کئے بغیر کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کی جائیگی ۔

۲ ۔ سرداروں کو صرف سرداری جرگہ کی سفارش پر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے مشورہ اور وائسرائے ہند کی منظوری سے معزول کیا جا سکیگا ۔

۳ ۔ سرداروں کو پولیٹیکل ایجنٹ قلات تک آزادانہ رسائی حاصل کرنے کا حق حاصل ہوگا ۔

۴ ۔ خان قلات ہر اس معاملہ میں جو سرداروں پر اثر انداز ہوتا ہو ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے مشورہ کرینگے ۔

۵ ۔ ریاست قلات کا وزیراعظم بدستور بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی منظوری سے مقرر ہوا کریگا۔

۶ ۔ ریاست قلات کے مالیات اور بجٹ پر بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کو ٹریژری کوڈ کے مطابق نگرانی رکھنے کا حق حاصل رہے گا۔

سرداروں کا براہ راست کنٹرول خان قلات کو منتقل کرنا :۔

الغرض متذکرہ بالا شرائط پر دسمبر 1935ء کے پہلے ہفتے میں ریاست قلات کے سرداروں کا براہ راست کنٹرول خان قلات کی حکومت کو منتقل کیا گیا ۔ اس مناسبت سے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے ایک دربار منعقد کیا جس میں سرداروں سے خطاب کرتے ہوئے ۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ نے کہا کہ " میں آپ سرداروں کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ صحیح معنوں میں امیر کے دست و بازو بن کر رہیں ۔ ہرگز ۔ اپنے ذاتی اغراض کو بروئے کار لاکر ۔ ریاست کے مجموعی مفادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں اور قومی مفادات کو اپنے ذاتی مفادات پر قربان نہ کریں "

ایجنٹ گورنر جنرل نے سرداروں کو متنبہ کیا کہ حکومت برطانیہ نے اپنادست تحفظ ریاست قلات سے نہیں ہٹایا۔ بلکہ ان عنصر کے خلاف جو ریاست کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی سازش کرتے ہوں ۔ اس کی مضبوطی سے حفاظت کریگی "

سرداروں کو باشندگان ریاستی بلوچستان کی ہجرت اور نقل مکانی کا ذمہ دار

گردانتے ہوئے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے انہیں ٹوکتے ہوئے کہا "کہ اس کی وجہ تماتر اور قطعی طور پر سرداروں کی وہ غفلت بد انتظامی اور بد عملی ہے جو انہوں نے اپنے قبائل کے حق میں اختیار کی اور ان کی بھلائی کیلئے کچھ نہیں کیا۔ جس سے ریاست کی آبادی گھٹ گئی اور لوگ سندھ اور دوسرے اطراف کو نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے"۔

سرداروں کی متذکرہ درخواست میں قبائلی بندھنوں کی کمزوری کے ذکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گورنر جنرل کے ایجنٹ نے کہا" میں آپ سرداروں سے کہتا ہوں کہ آپ سوچ لیں کہ اس کی ذمہ داری کس حد تک آپ کی اپنی غفلت اور بے توجہی پر پڑتی ہے اگر آپ اپنے دلوں کو صحیح جواب کیلئے ٹٹول کر دیکھ لیں تو اس کی ذمہ داری صرف آپ پر ہے"۔

اپنی تقریر کے آخر میں ایک بار پھر سرداروں کو متنبہ کرتے ہوئے۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے کہا" یہ یقین کر لو ریاست قلات ایک جسم ہے اس کے ایک حصہ کی خرابی کا اثر تمام جسم پر پڑتا ہے۔ پس اس خراب حصہ کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس طرح ان (عنصر) کے خلاف اقدام کرنے میں بھی کوئی پس پیش نہیں کی جائیگی۔ جو امیر کے ساتھ اپنے قبائل کے ساتھ اور اپنے ملک کے ساتھ اپنے فرائض کی بجاآوری میں کوتاہی کرینگے"۔

امیر ریاستی بلوچستان کی بڑی جیت:۔ اگرچہ سرداروں کا کنٹرول براہ راست اپنے ہاتھ میں لیکر میر احمد یار خان امیر قلات اور نیشنل پارٹی کے اراکین نے اپنی دانست میں ایک بہت بڑی جیت حاصل کرلی لیکن بعد کے واقعات نے۔

ان پر یہ ثابت کر دیا کہ اس اقدام سے ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں ۔ جن کا بوجھ اٹھانے کے وہ اب تک قابل نہ تھے ۔ اب سرداروں کو کنٹرول میں رکھنے کی پولیٹیکل ایجنٹ قلات پر کوئی ذمہ داری عائد نہ تھی ۔ لیکن امیر کی حکومت کے خلاف سرداروں کے بھڑکنے کو روکنے والی کوئی طاقت نہ تھی ۔ اس ضمن میں بعدازاں جو مشکلات امیر کو پیش آئیں وہ سرداروں سے متعلق انگریزی حکومت کی بیان کردہ شرائط کو تسلیم کرنے کے جذباتی فیصلہ کے لازمی نتائج تھے ۔

قبائلی افراد کی مساوی حق عوضانہ خون: ۔ قبائلی سرداروں کے کنٹرول کو امیر ریاستی بلوچستان کو منتقل کرنے کے بعد تمام قبائلی افراد کے خون کے عوضانہ کو مساوی کرنا ۔ دوسری اصلاحات تھی جو ریاستی بلوچستان میں کی گئی بلوچستان کے قبائلی رسم و رواج کے مطابق ریاستی بلوچستان میں ۔ جٹ ۔ نقیب درزادہ اور غلام باشندوں کا عوضانہ خون یا خون بہا ۔ بلوچ باشندوں کی بہ نسبت بہت کم تھا ۔ اس دور میں عام طور پر ایک بلوچ کا عوضانہ خون ڈیڑھ ہزار روپے اور قاتل پر سرکاری جرمانہ پانچ سو روپے ہوا کرتا تھا ۔ یعنی ایک بلوچ مقتول کے بلوچ قاتل سے دو ہزار روپے عوضانہ و جرمانہ لیکر ۔ اسے چھوڑ دیا جاتا تھا ۔ البتہ سرداروں کا عوضانہ خون اس کے قبیلے کی مناسبت اور مرتبہ کے لحاظ سے بیس ہزار روپے سے ایک لاکھ روپے تک ہوا کرتا تھا ۔ لیکن جٹ اور دوسرے تمام ان باشندگان ریاستی بلوچستان کا جنھیں بلوچ اپنے سے کم نسل خیال کرتے تھے ۔ عوضانہ خون دو یا تین سو روپے اور جرمانہ سرکار ایک سو روپے سے زیادہ نہ تھا ۔ اگر کسی آپس کی لڑائی میں ایک طرف سے ایک بلوچ مارا جاتا اور دوسری طرف تین کم نسل مارے جاتے تب بھی کم نسب مقتولین کے ورثا کو مزید چار پانچ سو

روپے بلوچ مقتول کے ورثا کو بطور عوضانہ دینے پڑتے تھے ۔ عموماً پانچ کم نسب باشندوں کا عوضانہ خون ایک بلوچ باشندے کے عوضانہ خون کے برابر ہوتا تھا۔

نیشنل پارٹی بنیادی طور پر عوضانہ خون لیکر قاتل کو قید کی سنگین سزا دیئے بغیر رہا کرنے کے خلاف تھی ۔ لیکن ابتدائی حالات میں پارٹی نے ریاستی بلوچستان کے تمام باشندوں کیلئے بلا لحاظ قبائلی و سماجی مرتبہ و نسب مساویانہ عوضانہ و جرمانہ خون مقرر کرنے کا مطالبہ کرنے کو مناسب خیال کیا۔ چنانچہ ایک متفقہ اور پر زور قرار داد کے ذریعہ نیشنل پارٹی نے امیر قلات اور اراکین اسٹیٹ کونسل سے ریاست کے تمام باشندوں کیلئے بلا لحاظ قبائل و سماجی مرتبہ و نسب مساوی خون بہا مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ریاست کے تمام بڑے بڑے شہروں مثلاً بھاگ ، ہڑی ڈھاڈر مستونگ ، خضدار ، پنجگور اور تربت میں پبلک جلسوں کا انتظام کیا گیا ۔ بڑے بڑے جلوس نکلوائے گئے اور مقامی جرگوں کے سامنے مظاہرے کرائے گئے ۔

امیر ریاستی بلوچستان امیر احمد یار خان ۔ خود ۔ ذاتی طور پر خون بہا میں اس مذموم فرق کے سخت خلاف تھے ۔ اس لئے عوام کی طرف سے پر زور مطالبہ اور احتجاج ہونے کے بعد انہوں اسٹیٹ کونسل کا اجلاس طلب کیا اسٹیٹ کونسل نے نیشنل پارٹی کے مطالبہ کو جس کی پشت پر ریاستی بلوچستان کی آدھی آبادی سے زیادہ لوگ کھڑے تھے ۔ متفقہ طور پر منظور کر کے ۔ ریاست کے تمام باشندوں کیلئے مساوی عوضانہ خون مقرر کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

مساوی عوضانہ خون کے فیصلہ سے بعض افراد کی ناراضگی : ۔

اگرچہ ریاستی بلوچستان کے امیر میر احمد یار خان اور نیشنل پارٹی کی مساوی عوضانہ

خون مقرر کروانا سیاسی حیثت سے ایک بہت بڑی جیت تھی ۔ لیکن اس سے ان تمام بلوچ قبائل کے بعض با اثر افراد جو ریاست کے دوسرے تمام باشندوں کو اپنے سے کمتر درجہ کے انسان خیال کرتے تھے ۔ حکومت ریاستی بلوچستان اور نیشنل پارٹی سے ناراض ہوئے اور ان کے دلوں میں امیر ریاستی بلوچستان امیر احمد یار خان اور نیشنل پارٹی کے اراکین کے خلاف کچھ شکوک اور کچھ بدظنیاں بھی پیدا ہوئیں ۔ جن سے بعض مخالفین نے وقتی طور پر فائدہ بھی اٹھایا ۔

تیسری اصلاح زرسر اور زرشاہ کی معافی: ۔ ریاستی بلوچستان کی حکومت صوبہ مکران کے باشندوں سے زرسر اور زرشاہ کے نام سے ایک ٹیکس سالانہ وصول کیا کرتی تھی ۔ یہ ٹیکس جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ۔ ہر مرد، عورت، بچہ، بوڑھا سب سے دو آنے فی کس زرسر اور دو آنے فی کس زرشاہ کے نام سے وصول کیا جاتا تھا ۔ اس طرح وصول کی ہوئی کل رقم کا نصف حصہ امیر ریاستی بلوچستان کی حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتی تھی اور نصف رقم کا حصہ گچکی سردار پنجگور گچکی سردار تربت ۔ گچکی سردار تمپ کو ملتا تھا ۔ جب امیر ریاستی بلوچستان دورہ مکران پر روانہ ہوا تو نیشنل پارٹی نے اس ٹیکس کو ناجائز قرار دیکر اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا تھا ۔ لہٰذا امیر کے دورہ مکران کے موقع پر جب امیر قلات تربت پہنچے تو حاجی عبدالسلام صدر نیشنل پارٹی مکران برانچ کی رہنمائی میں قریباً تین ہزار لوگوں نے ان کی قیام گاہ کے سامنے پر امن مظاہرہ کیا اور پارٹی کے تین نوجوان ممبروں نے دو دن تک بھوک ہڑتال کی ۔ امیر قلات نے اسی مقام پر گچکی سرداروں کی رضامندی سے زرسر اور زرشاہ کے نام سے قدیم زمانہ سے قائم اس ناجائز ٹیکس کی

منسوخی کا فرمان جاری کر دیا۔

چوتھی اصلاح بیگار کی بندش:۔ ریاستی بلوچستان کے حکومتی کارندے غیر قبائلی عوام یعنی ریاست کے مالیہ دہ طبقہ سے مفت جبری محنت۔ جسے بیگار کہتے ہیں۔ لیا کرتے تھے۔ ان کے اونٹ اور بیل جب بیگار میں پکڑے جاتے تھے اور ان کو خستہ حالت یا زخمی حالت میں واپس کر دیئے جاتے تھے۔ دوران بیگار۔ بیگاری جانوروں کو چارہ نہیں دیا جاتا تھا اور نہ ان افراد کو کھانا دیا جاتا تھا۔ جو ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ خاص کر مکران اور کچھی میں بیگار شدید قابل نفرت صورتوں میں رائج تھا۔ نیشنل پارٹی نے اس ظلم کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اس کی منسوخی کا شدت سے مطالبہ کیا۔ امیر قلات نے پارٹی کے مطالبہ کو منظور کر کے ایک خاص فرمان کے ذریعے تمام ریاستی بلوچستان میں ہر قسم کی بیگار لینے کی منسوخی کا اعلان کر دیا۔

پانچویں اصلاح مالی، بجار اور پرس کی منسوخی:۔ بجار اور پرس۔ بلوچی سماج میں دو بہت اچھی رسومات ہیں۔ بجار قبائلی لوگ خوشی کے موقع لڑکے، لڑکی کی شادی یا بچے کے ختنہ کے موقع پر اپنے قبائلی سے متعلق افراد کو دیتے ہیں۔ پرس کی رقم کسی قبائلی عزیز کے موت کے موقع پر دی جاتی ہے۔ یہ دونوں۔ یعنی بجار اور پرس ٹیکس نہیں ہوتے ہیں۔ ہر قبیلہ کے فرد کے مرضی پر ہوتا ہے کہ دوسرے رشتہ دار قبیلہ کو اپنے مرضی کی مطابق دیتا ہے۔ مگر سرداروں نے اپنے قبائل سے بجار اور پرس کو بطور ٹیکس اپنی مرضی کے مطابق لینا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ ہر شادی شدہ فرد قبیلہ سے مالی کے نام پر بھی ایک ٹیکس وصول کرتے

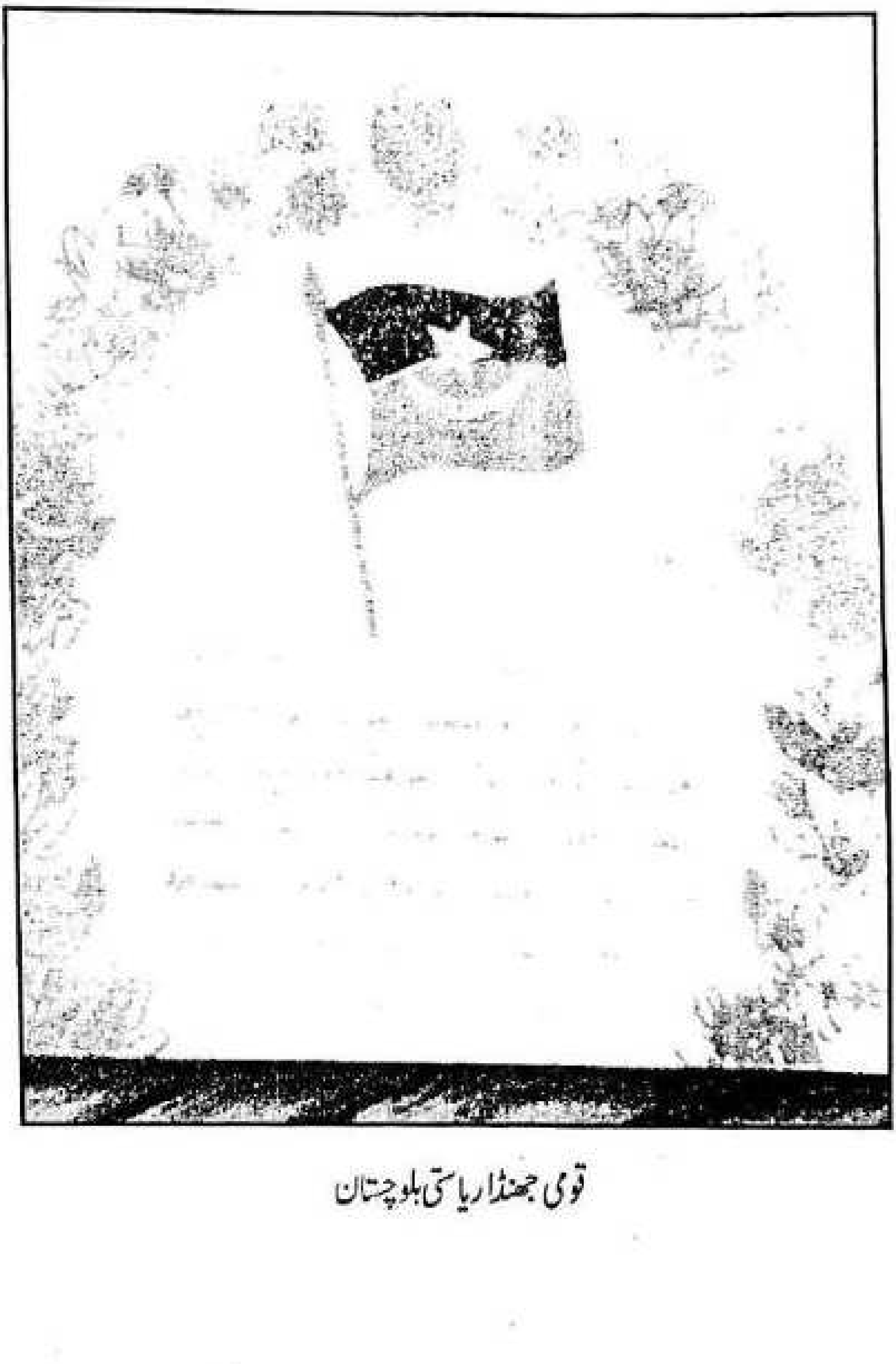

قومی جھنڈا ریاستی بلوچستان

تھے ۔ جب امیر ریاستی بلوچستان میر احمد یار خان نے منسوخ کر دیا کہ کوئی سردار جبراً اپنے قبائل سے بجار، پرس مالی وصول نہیں کریگا۔

مالی، بجار، پرس کی وضاحت

مالی: ۔ مالی ایک سالانہ ٹیکس تھا۔ جو ہر قبائلی سردار اپنے قبیلے کے ہر گھر سے بصورت ایک بھیڑیا اس کی قیمت پانچ روپے نقد وصول کیا کرتا تھا۔

بجار: ۔ بجار ایک اختیاری اور امدادی چندہ ہے جو شادی بیاہ یا کسی دوسری اہم ضرورت کے موقع پر قبائلی لوگ ایک دوسرے کو دیتے ہیں مگر انگریزوں کے دور حکومت میں سردار مروثی حق کے طور پر ۔ اپنے قبائل سے بجار جبراً وصول کرنے لگے تھے ۔ چونکہ بجار کی وصولی کیلئے کوئی میعاد مقرر نہ تھا۔ اس لئے سال میں کئی کئی بار قبیلے کا سردار اور سردار خیل بجار وصول کرنے پر قبیلہ پر چڑھ دوڑتا تھا۔ یہاں تک کہ نئی ماڈل کار خریدنے نیا بنگلہ تعمیر کرنے کیلئے ، اخراجات کو پورا کرنے کیلئے سردار کے کارندے بجار وصول کرنے قبیلہ میں نکل آتے تھے ۔ نہایت سینہ زوری سے قبائل کے افراد سے بجار وصول کرتے تھے ۔ لہذا اس بناء پر امیر قلات نے اس ٹیکس کو منسوخ کر دیا۔

پرس: ۔ پرس، بجار کی طرح امدادی اور اختیاری چندہ ہے ۔ جب قبیلہ کا کوئی فرد مرجاتا ہے تو قبیلہ کے دیگر افراد مال مویشی یا نقدی کی صورت میں امداد ماتمی خاندان کو دیتے ہیں ۔ لیکن بعد آزاں انگریزی دور حکومت میں سرداروں نے پرس بھی اپنے قبیلوں سے جبراً لینا شروع کر دیا لہذا امیر ریاستی

بلوچستان نے اس ٹیکس کے جبراً وصولی کو بھی منسوخ کر دیا۔

ریاستی بلوچستان کی حکومتی تدابیر:۔ ان حالات میں امیر ریاستی بلوچستان اور نیشنل پارٹی سوچ سمجھ کر ایک ایسا مناسب موزوں اور کارگر قدم اٹھانا تھا کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ آخر کار یہ طے ہوا کہ قبائل کو مالی، بجار، پرس دینے سے انکار کر دینے پر اکسایا جائے اور ایسے معاملات میں آفیسران تحصیل جو زیادہ تر نیشنل پارٹی کے ممبر ہی تھے۔ سرداروں کے مقدمات مالی، بجار، پرس کو یا تو نظر انداز کر دیں یا انہیں تصفیہ کرانے میں اس قدر ڈھیل دیں کہ سردار خود اپنے مقدمہ کے پیروی کرنے سے عاجز آجائے۔ بلوچستان کے اخبارات جو ہفت روزہ تھے۔ استقلال کے ماسوائے باقی تمام سندھ کے مختلف شہروں سے شائع ہوا کرتے تھے۔ ان اخبارات نے سرداروں کے خلاف قبائل کو مالی، بجار اور پرس نہ دینے پر اکسانے میں بہت بڑا قابل قدر کام کیا۔ اس سلسلے میں محمد نسیم تلوی مرحوم، میر محمد حسین عنقا مرحوم، محمد اسلم اچکزئی مرحوم نے اپنے اخبارات میں ان ٹیکسوں کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلائی۔ جوں ہی نیشنل پارٹی نے ان ٹیکسوں کے خلاف لوگوں کی رہنمائی کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو لوگ پوری طاقت اور جوش کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے۔

جھالاوان کے لوگوں پر احتجاج کا اثر:۔ سب سے پہلے جھالاوان کے قبائل نے اپنے سرداروں کو مالی، بجار، پرس دینے سے انکار کیا۔ سردار زہری خان موسیانی جیسے ایک زیرک سردار کو اس سلسلہ میں بڑی دقتوں کا سامنا ہوا۔ سردار رسول بخش زرک زئی کو درہ مولہ میں۔ نڑے کے مقام پر اپنے مسلح قبائلیوں کا

مقابلہ کرنا پڑا ۔ سردار رسول بخش ساسولی کے نائب کو قتل کر دیا گیا اور سردار رسول بخش مینگل کو اپنے قبیلہ کے ہاتھوں وڈھ چھوڑ کر لسبیلہ میں پناہ لینا پڑی ۔ قبائل کے مقابلہ میں بڑے بڑے گرگ باران دیدہ سرداروں کی ناکامی اور شکست ۔ امیر ریاستی بلوچستان کی پر اسرار خاموشی کو دیکھ کر چھوٹے موٹے سردار دم بخود ہو کر رہ گئے ۔

سراوان کے سرداروں کا رویہ: ۔ سراوان کے سردار مقابلتاً موقع شناس اور ہوشیار مشہور ہیں حکومت کی پالیسی اور اپنے قبائل کی اٹھان کی نوعیت کو سمجھ گئے تھے ۔ وہ خود اپنے قبائل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے سے ہچکچاتے تھے ۔ ان کی نگاہیں جھالاوان کے سرداروں پر لگی ہوئی تھیں ۔ اگر جھالاوان کے سردار اپنے قبائل سے مالی ، بجار ، پرس وصول کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں ۔ تب ان کیلئے بھی راستہ خود بخود نکل آتا علاوہ ازیں وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ اس معاملہ میں جھالاوان کے سرداروں کے ساتھ حکومت ریاستی بلوچستان کا سلوک کیسا ہوگا ۔ حکومت سرداروں کی امداد کریگی یا کوئی اور پالیسی اختیار کریگی ۔ جب انہوں نے ریاستی بلوچستان کی حکومت کی خاموشی کو دیکھ لیا تو وہ ہمت ہار بیٹھے ۔ سب سے پہلے سردار اسد اللہ خان رئیسانی اور اس کے بعد سردار حاجی محمد خان شاوانی نے عوامی مطالبہ کا ساتھ دیتے ہوئے ۔ اپنے قبائل پر مالی ، بجار ، پرس ٹیکس معاف کرنے کا بسر خود اعلان کیا ۔

اسٹیٹ کونسل کا اجلاس: ۔ سردار رئیسانی اور سردار شاہوانی کے اعلان کے بعد امیر ریاستی بلوچستان نے اس معاملہ کو اسٹیٹ کونسل کے سامنے رکھنے کا اعلان

کر دیا کونسل کے اجلاس میں سرداروں نے امیر ریاستی بلوچستان اور ان کی حکومت سے بہت سخت گلے کئے اور میر احمد یار خان کو اس تحریک کا بانی مبانی قرار دیا۔ لیکن آخر کار ایک طویل گلہ شکوہ کے بعد اسٹیٹ کونسل نے متفقہ طور پر مالی، بجار اور پرس کی منسوخی کا فیصلہ کر دیا۔

امیر ریاستی بلوچستان کو خان معظم یا خان اعظم کا خطاب:۔ میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان بننے کے بعد جب تخت قلات پر بیٹھ کر جس تدبیر اور دانشمندی سے بلوچ قوم کی کشتی کی ناخدائی کی اور جن پر خطر حالات اور مشکلات میں اسے آگے بڑھایا اور قوم کی تعلیمی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی ترقی کیلئے جو اسکیمیں کامیابی کے ساتھ بروئے کار لائیں۔ ان سے بلوچستان میں ان کی نیک نامی کو چار چاند لگ گئے۔ ان کے ذات پر صرف بلوچستان اور سندھ کے بلوچ ہی نہیں بلکہ ایران، افغانستان کے بلوچ بھی فخر محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ بارہا ایران اور افغانستان کے بلوچوں کے وفود اور مشہور افراد، دور و دراز کی مسافتیں طے کر کے۔ قلات میں آکر ان سے ملتے رہے اور خوش دل و مطمئن واپس لوٹے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی نے بلوچستان اور بلوچ قوم کیلئے میر احمد یار خان امیر قلات کی ان قابل قدر خدمات کے اعتراف میں بلوچ قوم کی طرف سے ان کو خان معظم یا خان اعظم کا لقب پیش کیا۔ جسے میر احمد یار خان نے قبول کر کے حکومت ریاستی بلوچستان کے سرکاری کاغذات اور خط و کتابت میں خان معظم یا خان اعظم کے الفاظ اختیار کئے۔

نیشنل پارٹی کی شہرت میں اضافگی:۔ چند سالوں کے اس مختصر عرصہ

میں قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی نے قوم اور وطن کی جو قابل قدر خدمت کی اس کی وجہ سے اسے ریاستی بلوچستان کے باشندوں میں بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوئی۔ ریاست بھر میں اس کے ممبر عزت و احترام کی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ البتہ سردار جو اسے خان اعظم کا آلہ کار جماعت سمجھتے تھے اور جن کے نزدیک میر احمد یار خان اور قلات نیشنل پارٹی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس سے بدظن اور خلاف تھے نیشنل پارٹی جو اب تک نا تجربہ کار اور جذباتی نوجوانوں پر مشتمل اور رجعت پسند طاقتوں کے مقابلے میں بہ ہر لحاظ کمزور تھی۔ ایک مضبوط اور موافق سہارے کے بغیر چل نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ اس کی مخالف طاقتیں زیادہ مضبوط، تجربہ کار اور با اثر تھیں۔ انگریزی حکومت قبائلی سردار اور ریاست کے تمام غیر ملکی ملازم نیشنل پارٹی کے خلاف ایک صف میں کھڑے تھے۔ یہ نیشنل پارٹی کی خوش قسمتی تھی کہ اسے خان معظم میر احمد یار خان جیسے ایک نوجوان با اثر مقتدر اور انگریز راج کے مخالف حکمران کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ اگرچہ یہ سرپرستی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ مگر جس قدر عرصہ رہی، نیشنل پارٹی کے ذریعے بلوچ قوم کیلئے بالعموم اور ریاستی بلوچستان کیلئے بالخصوص مفید ثابت ہوئی۔

نیشنل پارٹی کے عہدہ داروں کا مذہب قبول کرنا:۔ نیشنل پارٹی کی بڑھتی ہوئی طاقت ہردلعزیزی اور اثر رسوخ سے ریاستی بلوچستان کے سردار بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ اور قلات کے پولیٹیکل ایجنٹ پریشان اور بے چین تھے۔ انگریزی حکومت کے نمائندوں کو خان اعظم اور نیشنل پارٹی کا اتحاد پسند نہ تھا۔ چنانچہ وہ کسی ایسی صورت میں موقع کی تلاش میں تھے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر خان امیر ریاستی بلوچستان اور پارٹی میں پھوٹ ڈالی جاسکے۔ بہر حال

انہیں اس موقع کیلئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا امیر کی خواہش پر میر عبدالعزیز کرد، صدر قلات نیشنل پارٹی نے پارٹی کے مجلس عاملہ کی منظوری سے ریاستی بلوچستان کی ملازمت اختیار کر کے۔ نائب وزیر جھالاوان کا عہدہ قبول کیا۔ اصولاً ملازمت میں ہوتے ہوئے بھی میر عبدالعزیز پارٹی کے صدر رہ سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت جماعت کے آئین میں اس کی اجازت تھی اور اسی کے تحت میر گل خان نصیر پارٹی کے نائب صدر اور ملک فیض محمد یوسف زئی پارٹی کے جنرل سیکرٹری رہے جو پہلے سے ریاست کی ملازمتوں پر تھے۔ لیکن اس آئینی فیصلہ کے باوجود ایک دو ماہ بعد میر عبدالعزیز کرد کی ملازمت کو بہانہ بنا کر انتشار پسندوں نے پارٹی کی صفوں میں پھوٹ ڈال دی۔

نیشنل پارٹی میں پھوٹ:۔ مستونگ نیشنل پارٹی کا صدر مقام ہونے کے علاوہ سراوان کے قبائلی سرداروں کا مرکز اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔ میر عبدالعزیز کرد کے ملازمت اختیار کرنے پر پارٹی کی مجلس عاملہ کی طرف سے کوتاہی یہ ہوئی کہ اس کی بجائے پارٹی کا کوئی اور ایسا تجربہ کار معاملہ فہم اور با اثر ممبر مستونگ میں نہیں رکھا گیا۔ جو ایسے حالات میں ممبروں کو صحیح صورت حال سمجھا کر قابو میں رکھ سکتا۔ میر عبدالعزیز کرد کے مستونگ سے جھالاوان چلے جانے پر اچانک سردار زادہ میر شہباز خان نوشیروانی مستونگ میں نمودار ہوا اور پارٹی کے پرانے اور مخلص کارکنوں اور بالخصوص ان ذمہ دار ممبروں کے خلاف جو خان معظم سے تعاون رکھنے کے زیادہ حق میں تھے۔ پروپیگنڈہ کی مہم شروع ہوئی۔ خان معظم کی علی الاعلان اور بلاوجہ مخالفت ہونے لگی اور بالآخر ایک مہینے کے سخت پروپیگنڈہ کے بعد پارٹی کے آئین اور تمام قواعد وضوابط کے برعکس پارٹی کے چند غیر ذمہ دار

افراد نے مستونگ میں مل بیٹھ کر میر شہباز خان نوشیروانی کو پارٹی کا صدر منتخب کر لیا کہتے ہیں۔ پارٹی کے بعض ممبر بلوچستان کی انگریزی حکومت اور خاص کر پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے کارندے تھے اور یہ سارا ماجرا انہوں نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے اشارے پر برپا کیا۔

ہنگامہ آرائی سے میر عبدالعزیز کرد اور میر گل خان نصیر کی کنارہ کشی:۔ میر عبدالعزیز کرد اور میر گل خان نصیر اور ان کے طرف دار ذمہ دار ممبر اس صورت حال سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ کوئی خفیہ طاقت پارٹی کو امیر ریاستی بلوچستان کے ساتھ براہ راست ٹکر لینے کیلئے آگے بڑھا رہی ہے۔ جس کیلئے در حقیقت پارٹی اس وقت تیار نہیں تھی۔ ان کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ تمام ہنگامہ آرائی اس تخریبی اور انتشار انگیز پروپیگنڈہ کا اثر ہے جو پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اس سلسلہ میں جاری کیا جا چکا ہے لیکن اس کے باوجود میر عبدالعزیز کرد، میر گل خان نصیر اور ان کی طرف دار ذمہ دار ساتھی بجائے اس کے کہ اپنے ان بھٹکائے ہوئے نادان اور جذباتی ساتھیوں کے پاس جاکر ان کو سمجھاتے یا میدان میں آکر انہیں پارٹی کے آئین کے مطابق انتخابات کرانے کی دعوت دیتے وہ انتشار اور زیادہ تلخی پیدا ہونے کے خوف سے خود پارٹی کی ان سرگرمیوں میں حصہ لینے سے کنارہ کش ہو گئے یہ ان حضرات کی ایک ایسی اصولی اور بنیادی غلطی تھی جس سے پارٹی کو ناتلافی نقصان پہنچا۔

میر شہباز خان نوشیروانی کو نیشنل پارٹی کی صدارت سے برطرف کرنا:۔ 13 اکتوبر 1938ء میں بھاگ کے مقام پر پارٹی کا ایک

پبلک جلسہ ہوا۔ امیر ریاستی بلوچستان کی حکومت پر تندو تیز نکتہ چینی کرنے کی ابتداء کی گئی اور اس کے بعد ہڑپی، گنداوہ اور ڈھاڈر میں بھی اس قسم کے جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے میر شہباز خان نوشیروانی کی زیر صدارت ان کار روائیوں سے پارٹی کے دور و دراز کے علاقوں کے ممبروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ریاستی عوام نے بھی پارٹی کی ان سرگرمیوں کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھا۔ چنانچہ ریاست کے طول و عرض سے پارٹی کی ان سرگرمیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد پارٹی کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں میر شہباز خان نوشیروانی کے خلاف عدم اعتماد کی ایک قرار داد منظور کر کے نہ صرف ان کو پارٹی کی صدارت سے علیحدہ کیا گیا بلکہ پارٹی کی ممبری سے بھی خارج کر دیا گیا اور اس کی بجائے باضابطہ طور پر ملک عبدالرحیم خواجہ خیل کو پارٹی کی صدر منتخب کیا گیا۔ میر شہباز خان نوشیروانی کے نکل جانے کے بعد پارٹی ایک دفعہ پھر سنبھل گئی۔ وہ ممبر جو میر شہباز خان نوشیروانی کی صدارت کی وجہ سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ پارٹی کی صفوں میں پھر لوٹ آئے۔ البتہ میر عبدالعزیز کرد پارٹی سے بدستور کنارہ کش رہے۔

میر احمد یار خان، خان اعظم کی رائے اصلاحات کے بارے میں

:۔ میر احمد یار خان، امیر ریاستی بلوچستان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ میں ریاستی بلوچستان میں اصلاحات کے بارے میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔ میں ریاستی بلوچستان کا حکمران بنتے ہی سماجی اصلاحات کا آغاز کیا جس کے تحت

۱۔ مذہبی اصلاحات:۔ مذہبی معاملات میں اس طرح اصلاح کی گئی کہ مذہبی

معاملات سے متعلق ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ دیوانی مقدمات کیلئے ہر تحصیل میں قاضی کا تقرر۔ مجلس شوریٰ کا قیام اور وزیر معارف کا عہدہ قائم کیا گیا۔

۲۔ **شریعت کا نظام :۔** شریعت کا نظام بحال کر دیا گیا اسلامی احکامات کی توضیح کیلئے مبلغین مقرر کئے گئے۔ میر نصیر خان نوری کے فرمان کو دوبارہ نافذ کر کے اس پر عملدرآمد کرایا گیا۔

۳۔ **محکمہ انصاف کا قیام :۔** ایک پینل کوڈ بنام تعزیرات قلات جاری کر کے بلا امتیاز سب کیلئے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ ظلم و جبر اور طبقاتی تفریق و استحصال کو روک دیا گیا۔

۴۔ **جبری بیگار کی منسوخی :۔** لوگوں سے بلا معاوضہ جبری خدمت لی جاتی تھی۔ انسانوں سے جبری خدمت کی قبیح رسوم کا خاتمہ کیا گیا اور اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا تجویز کی گئی۔

۵۔ **روائتی ٹیکس مالیہ کی منسوخی :۔** صدیوں سے متواتر سرداران قبائل اور دیگر با اثر افراد زیر دست کسانوں اور محنت کشوں سے مالیہ کے نام سے ایک ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔ جو فی کس دو بھیڑ یا دس روپے سالانہ کی صورت میں تھا۔ اس ظالمانہ ٹیکس کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا۔

۶۔ **زر سر اور زر شاہ کا قانونی امتناع :۔** فصلوں کی کٹائی پر ہر قبیلہ کا سربراہ غریب مزارع سے (زرشاہ) کے نام سے ٹیکس لیتا تھا اور ایک اور ٹیکس (زرسر) کے نام سے لیا جاتا تھا جو ناجائز ٹیکس تھے میں نے غریب عوام کو اس مصیبت سے نجات دلائی جو صدیوں سے رائج تھا۔

۷۔ **(دردگر) یا (لائی گر) ٹیکس کی منسوخی :۔** ہر مزدور سے اس کی آمدنی

کا ٹیکس لیا جاتا تھا۔ جیسے (درو گر) یا (لائی گر) کہتے تھے۔ اس ٹیکس کو میں نے حکماً بند کر دیا۔

۸۔ مقامی لوگوں کیلئے ملازمتیں:۔ میرے حکمران بننے سے پیشتر، غیر ملکی اور غیر بلوچ پنشن خوار بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ میں نے ان کے بجائے مقامی لوگوں کو عہدوں پر فائز کیا۔ ان کی ملازمت کے حقوق محفوظ کر دیئے گئے۔ ریاست میں ملکی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو تمام ملازمتوں پر تعینات کیا گیا۔

۹۔ تعلیمی اصلاحات:۔ میرے حکمرانی سے پہلے ریاستی بلوچستان کا تعلیمی بجٹ صرف تیرہ ہزار روپے تھا میں نے اسے سالانہ چار لاکھ روپے کر دیا۔ بلوچ طالب العلموں کو ہندوستان کے اہم درسگاہوں اور بیرون ملک یونیورسٹیوں میں بھیجا گیا۔ ریاست میں تعلیمی اداروں کا جال پھیلانے کیلئے تیزی سے اقدامات کئے گئے ریاست میں ہر مکتب فکر کے اخبارات کا داخلہ عام کر دیا گیا۔ چھاپہ خانہ مستونگ میں قائم ہوا اطلاعات و مطبوعات کا مروجہ نظام رائج کیا۔

۱۰۔ اقتصادی اصلاحات:۔ صنعت و حرفت اور دستکاری کی حوصلہ افزائی کیلئے خاطر خواہ اقدامات کئے گئے۔ ریاست کے دارالحکومت قلات میں ایک اسلحہ ساز فیکٹری کا قیام عمل میں آیا۔ سرحد سے پچاس آفریدی ماہرین اسلحہ بلائے گئے تا کہ وہ مقامی لوگوں کو تربیت دیکر توپ، رائفل، بندوق اور کارتوس تیار کرنے کا اہل بنا سکیں۔

۱۱۔ بلوچی دستکار کے مراکز:۔ ریاست کے مختلف مقامات پر دستکاری کے مراکز قائم کئے گئے۔ کپڑے بننے کی کھڈیاں، چمڑا رنگنے کا کام۔ لکڑی کی صنعت قالین بافی کی مراکز قائم کی گئیں۔

۱۲۔ **سرکاری ملٹری اسٹور کا قیام:۔** چند مخصوص تاجروں کی اجارہ داری کو ختم کرنے اور تجارتی کاروبار کو عوام کیلئے مفید بنانے کی غرض سے ملٹری اسٹورز قائم کئے گئے۔

۱۳۔ **زرعی ترقی کیلئے ترغیبات:۔** بلوچ طلباء کو زرعی کالجوں میں بھیجا گیا ماہرین زراعت کی زیر نگرانی زرعی فارم قائم کئے گئے۔ پھل دار درختوں کی اعلیٰ اقسام پر مشتمل مختلف شہروں میں باغات لگائے گئے۔

قدرتی وسائل سے استفادہ:۔ حکومت برطانیہ نے امیر محمود خان، امیر ریاستی بلوچستان کے نام سے برمیہ آئیل کمپنی کو 1918ء میں سالانہ دو ہزار روپے کے حساب سے 1918ء سے لیکر 1936ء تک ریاست کے پٹرول والے تمام علاقے لیز پر دیئے تھے۔ کمپنی پٹرول کے علاقوں پر قبضہ جما کر ریاست کو صرف دو ہزار روپے سالانہ لیز کا دیتا تھا۔ میں نے 1937ء میں کمپنی سے معاہدہ منسوخ کر دیا اور نئے سرے سے ٹینڈر طلب کئے مگر دوسری عالمگیر جنگ چھڑ جانے کے سبب 1939ء میں یہ کام رک گیا میں نے 1945ء میں دوبارہ یہ ٹھیکہ بی۔او۔سی کمپنی کو دیا۔ جس نے تیل نکالنے کا کام شروع کر دیا تھا مگر ریاستی بلوچستان کے پاکستان کے ساتھ مارچ 1947ء میں الحاق کے بعد حکومت پاکستان کے حکم سے یہ ٹھیکہ منسوخ کر دیا گیا۔

باب دہم

جیونی بندر کا مطالبہ :۔ (1938 - 1939) میں سلطان مسقط بلوچستان کے ساحل پر گوادر کی بندر گاہ ہوائی مستقر حکومت برطانیہ کی فضائیہ سے واپس لے چکا تھا ۔ انگریزوں کی نظریں اب ریاستی بلوچستان کی بندرگاہ جیونی پر لگی ہوئی تھیں ۔ برطانوی حکومت نے خان معظم سے جیونی کی بندرگاہ کو کوئٹہ اور نصیر آباد وغیرہ کی طرح دائمی اجارے پر دینے کا مطالبہ کیا تا کہ گوادر کے بعد اسے کراچی سے اور کراچی کو پرواز کرنے والی مسافر بردار کشتیوں میں پٹرول بھرنے کیلئے ایک بحری ہوائی مستقر کے طور پر استعمال کیا جائے ۔ خان معظم میر احمد یار خان جیونی بندرگاہ کو انگریزی حکومت کو اجارہ پر دینے کیلئے رضامند نہ تھے ۔ لیکن جب انگریزی حکومت کے نمائندوں نے ان پر زیادہ دباؤ ڈالنا چاہا تو اس وقت ریاستی بلوچستان کی واحد سیاسی جماعت ، قلات نیشنل پارٹی نے ریاست کے طول و عرض میں احتجاجی جلسوں کا سلسلہ شروع کیا ۔ جن میں حکومت ریاستی بلوچستان کو بے شمار منظور کردہ قرار دادوں کے ذریعے متنبہ کیا کہ معلوم ہوا ہے کہ حکومت انگریزی جیونی کی بندرگاہ کو حکومت ریاستی بلوچستان سے چند نا معلوم شرائط پر اجارہ پر لینے کی گفت و شنید کر رہی ہے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی جیونی بندرگاہ کا کسی غیر حکومت کے ہاتھ میں چلے جانے کو نہایت مضر خیال کرتی ہے اور حکومت ریاستی بلوچستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جیونی کی بندرگاہ کو جو ایک اہم تجارتی بندرگاہ اور سیاسی سرحد ہے ۔ کسی شرط پر بھی انگریزی

حکومت کے حوالہ نہ کرنے ۔ ایک اور قرار داد میں انگریزی حکومت سے دیگر مستجار علاقوں کی واپسی کا بھی پر زور مطالبہ کیا گیا ۔ اس کے علاوہ مستجار علاقوں کی واپسی کیلئے ایک ہمہ گیر تحریک چلانے کیلئے بلوچستان بھر میں ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کی تجویز پر بھی غور کیا گیا نیز اس سلسلہ میں ایک ایسی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ۔ جو انجمن وطن بلوچستان اور بلوچ لیگ کراچی سے گفت و شنید کرکے متحدہ محاذ قائم کرنے کی نوعیت پر اپنی رپورٹ پیش کرے ۔

میر غلام محمد جام لسبیلہ کی موت :۔ میر غلام محمد جام لسبیلہ شکار کا بہت شوقین تھے ۔ مارچ 1939 ۔ میں ایک دن ہرن کے شکار کیلئے جنگل میں گئے کہتے ہیں کہ آہو گردانی کے ذریعے جب ہرن کو بھگایا ۔ تو جام غلام محمد خان اور حاجی اللہ رکھیہ رونجھا نامی ایک اور شکاری کے جو جام صاحب کے ساتھ تھا ۔ درمیان میں آیا ۔ حاجی اللہ رکھیہ نے ہرن پر گولی چلا دی ۔ گولی ہرن کی بجائے جام غلام محمد کو لگی اور وہ وہی فوت ہوئے ۔ جام کے سپاہیوں نے حاجی اللہ رکھیہ کو بھی اسی جگہ گولی مار کر ہلاک کر دیا ۔

جام غلام قادر ، جام لسبیلہ کی دستار بندی :۔ جام غلام محمد خان کی موت پر اس کے بیٹے میر غلام قادر خان ایچی سن کالج لاہور کے فارغ التحصیل طالب العلم تھے ۔ ان کو 22 مارچ 1939 ۔ کو بیلہ کا جام مقرر کرکے ۔ اس کی رسم دستار بندی ادا کی گئی ۔

نیشنل پارٹی کی کمزوری :۔ عوام میں ہردلعزیز اور مقبول ہونے کے باوجود نیشنل پارٹی ایک حیثیت سے کمزور تھی ۔ اسکی لیڈر شپ میں ایسا کوئی

تجربہ کار معاملہ فہم اور موقع شناس سیاست دان نہیں تھا جو غیر ضروری الجھنوں میں پڑنے اور بلاوجہ مشکلات کو دعوت دینے سے پارٹی کے ناتجربہ کار اور جذباتی نوجوانوں کو روکتا۔ الغرض اس وقت جب کہ پارٹی کے اراکین متحدہ محاذ قائم کرنے کی تجویز پر غور کررہے تھے کہ ریاستی بلوچستان کا وزیراعظم جو ہمیشہ پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر ہوا کرتا تھا نائب وزیر تعلیم کے عہدہ کو جس پر پارٹی کا ایک سرگرم رکن میر فاضل خان محمد شی ایم۔اے۔ایل ایل بی مقرر تھا تخفیف میں لایا۔

نیشنل پارٹی کے خلاف ردعمل:۔ وزیراعظم ریاستی بلوچستان کا نائب وزیر تعلیم میر فاضل خان کے عہدے کو تخفیف میں لانا حکومت کا نیشنل پارٹی کے خلاف ایک قسم کا ردعمل تھا۔ میر فاضل خان عوام میں ہردلعزیز تھا وزیراعظم کے اس حکم کے خلاف ریاستی بلوچستان کے تمام اسکولوں کے طلباء نے ہڑتال کردی۔ اور جابجامظاہرے کئے گئے لیکن وزیراعظم نے ہڑتال اور مظاہرے کا کوئی نوٹس نہیں لیا طلباء کی ہڑتال سے متاثر ہوکر نیشنل پارٹی علی الاعلان میدان میں نکل آئی۔

نیشنل پارٹی کا ہنگامی اجلاس:۔ ۱۵، ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء کی درمیانی شب کو ملک عبدالرحیم خواجہ خیل کی زیرصدارت پارٹی کی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس مستونگ میں منعقد ہوا جس میں مجلس عاملہ نے حکومت ریاستی بلوچستان سے ذیل تین مطالبات کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱۔ نائب وزیر تعلیم کی آسامی کو بحال کیا جائے۔

۲۔ زری کلنگ اور جوبات کو منسوخ کردیا جائے اور مالیہ میں اصلاح و ترمیم

کی جائے۔

۳۔ ریاستی بلوچستان کی تمام وزارتوں، نائب وزارتوں اور دوسرے ممتاز اور کلیدی عہدوں پر صرف تعلیم یافتہ ملکی ملازموں کو مقرر کیا جائے۔

نیشنل پارٹی کی جانب سے ۴۸ گھنٹوں کا نوٹس:۔ ان تین مطالبات کو منظور کرنے کیلئے نیشنل پارٹی کی مجلس عاملہ نے قلات کی حکومت کو ۴۸ گھنٹوں کا نوٹس دیا۔ اور یہ طے کیا گیا کہ اگر خان معظم ان مطالبات کی منظور کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو تمام ملکی ملازم ملازمتوں سے استعفیٰ دے کر دفتری نظام میں تعطل پیدا کردیں کسان ٹیکس اور مالیہ دینے سے انکار کریں۔ عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے طلباء عام ہڑتال کریں بازاروں میں حکومت کے خلاف جلسے ہوں اور جلوس نکالے جائیں چنانچہ اسی وقت جھالاوان اور مکران کے پارٹی لیڈروں کو اس فیصلہ کی بذریعہ تار اطلاع دے دی گئی ۱۸ مارچ کو مستونگ میں ایک پبلک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جسمیں ان تینوں مطالبات کو پیش کرکے ان پر عوام کی منظوری اور حمایت حاصل کرلی گئی دوسرے دن ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد جسمیں ہر طبقہ کے نمائندے شامل تھے ان مطالبات کو خان معظم کو پیش کرنے قلات روانہ ہوا۔

ممبران وفد کی گرفتاری:۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۹ء کو خان معظم نے وفد کو ملاقات کیلئے محل میں طلب کیا لیکن وہاں پہنچتے ہی وفد کے تمام ممبروں کو گرفتار کرکے اسٹیٹ فورس کی تحویل میں زیر حراست رکھ لیا گیا اس طرح خان معظم اور قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی میں ایک طویل ٹکراؤ کی ابتداء ہوئی۔

لوگوں کا شدید احتجاج : ـ نیشنل پارٹی کے وفد کی گرفتاری کے بعد ریاستی بلوچستان میں بے چینی اور اضطراب کی ہر دوڑ گئی تمام اسکولوں اور سرکاری دفاتر میں مکمل ہڑتال ہوئی ملکی ملازموں نے ہر جگہ کام کرنا چھوڑ دیا سکول کے طلبا۔ ٹولیاں بنا کر پروپیگنڈا کیلئے دیہاتوں میں نکل گئے لوگوں نے جوق در جوق مستونگ آنا شروع کیا انقلاب زندہ باد اور نیشنل پارٹی زندہ باد کے نعروں سے ریاستی بلوچستان کی فضا۔ گونج اٹھی ـ

حالات کی انتہائی خرابی : ـ نیشنل پارٹی کے وفد کی گرفتاری کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی اس سے ریاستی بلوچستان کے وزیراعظم اور پولیٹیکل ایجنٹ بہت خوش ہوئے وزیراعظم جن کی یہ آگ لگائی ہوئی تھی لاتعلق ہو کر خاموش بیٹھا تماشا دیکھتا رہا لیکن اسکے برعکس پولیٹیکل ایجنٹ قلات سرگرم رہا اور جب حالات زیادہ شدید صورت اختیار کرنے لگا تو اس نے قلات کی ریاستی حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر حالات پر جلد قابو نہیں پایا گیا تو اسے مجبوراً مداخلت کرکے انگریزی فوج اور پولیس کے ذریعے امن قائم کرنا پڑیگا ـ وزیراعظم قلات کی خاموشی اور یکسوئی کا مطلب یہ تھا کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی مداخلت کی راہ ہموار کی جائے ـ سردار بہت خوش تھے پولیٹیکل ایجنٹ کے جاسوس ہڑتالیوں کو لوٹ مار پر اکسا رہے تھے جب حالات قابو سے باہر ہونے لگے تب خان معظم کو وزیراعظم کی دو رخی پالیسی کا احساس ہوا ـ

خان معظم کی مطالبات کو تسلیم کرنا : ـ اب حالات کو اور زیادہ خراب ہونے سے بچانے میں خان معظم نے دانشمندی سے کام لیکر بذات خود وفد کے ممبران کے پاس قید خانہ میں جاکر قید خانہ کے خاک آلود فرش پر

انکے ساتھ بیٹھے اور پدرانہ شفقت سے پیش آکر ان کے مطالبات سنے اور وہی قید خانے میں انکے ساتھ بحث و تمحیص کے بعد مطالبات کو قبول کر کے وفد کی رہائی کا حکم دیا۔

خان معظم کی دانشمدانہ اقدام:۔ نیشنل پارٹی کے وفد کو خان معظم کے حکم سے رہا کیا گیا یہ ان کا دانشمدانہ اقدام تھی نیشنل پارٹی کے وفد کا جیل سے نکلنا تھا کہ قلات کے درودیوار پر خان معظم زندہ باد اور نیشنل پارٹی زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا وزیراعظم کی سازش ناکام ہوئی پولیٹیکل ایجنٹ کی مداخلت کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اور سرداوں کی خوشی غم و فکر میں تبدیل ہوگئی۔

خان معظم کا فرمان:۔ خان معظم نے اسی دن ایک خاص فرمان کے ذریعے پارٹی کے مطالبات تسلیم کرلئے پانچ غیر ملکی وزیروں کو ملازمت سے سبکدوش کر کے ان کی بجائے ریاست کے پانچ افسروں کر ترقی دے کر مقرر کردیا زری کلنگ اور حبوبات میں مناسب تخفیف، شرح مالیہ میں ترمیم اور عوام کی معاشرتی اور اقتصادی پالیسی کے صحیح اسباب دریافت کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کرنے کی تجویز منظور کرلی۔

نیشنل پارٹی کی کامیابی کی انتہا:۔ ریاستی بلوچستان میں خان معظم پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور قبائلی سرداروں کے مقابل آنا تو کجا پس پشت اور تنہائی میں کسی کو ان کے خلاف لب کشائی کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ نیشنل پارٹی کے نوجوانوں کا ان با جبروت طاقتوں کو نہ صرف علی اعلان چیلنج کرنا بلکہ اپنے مطالبات کے سامنے انہیں جھکا دینا۔ ایک بہت بڑی بات تھی

اور ایک ایسی بڑی کامیابی تھی جو بلوچستان کی تاریخ میں عوام کو پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ غیر متوقع طور پر اتنی بڑی کامیابی حاصل کرکے نیشنل پارٹی کے نوجوان جو ناتجربہ کار اور جذباتی تھے جنکے ہاتھ میں پارٹی کی لیڈر شپ تھی ان پر اس کامیابی کا نشہ چڑھ گیا۔

نیشنل پارٹی کی کامیابی کا نشہ اور اسکا دو گروہ میں بٹنا:۔ لہذا نیشنل پارٹی کے رہنماؤں نے اپنی طاقت پر گھمنڈ کرکے اور اپنے عمل کے لازمی رد عمل سے بے نیاز ہوکر انہوں نے غیر محتاط رویہ اختیار کیا جس سے بہت جلد پارٹی کے چوٹی کے لیڈر ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوئے ہر وہ نیم خواندہ نوجوان جو محرر یا کسی اور ایسی ملازمت پر تھا بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ گیا ملکی آفسر طبقہ دو گروہوں میں بٹ گیا ایک گروہ نیشنل پارٹی کے ممبروں اور طرفداروں کا تھا جو پارٹی کے پروگرام کو آگے بڑھانا چاہتا تھا اور دوسرا گروہ ریاست کے ان ناکارہ اور بڈھے ملکی قدامت پرستوں کا تھا جو کولہو کے بیل کی طرح اسی ایک چکر سے باہر نکلنا نہیں چاہتے تھے نیم خواندہ ملکی اہل کاروں اور آفیسروں کا وہ نوجوان طبقہ جو اپنی نااہلیت یا کسی وجہ سے ترقی حاصل نہ کرسکا تھا اس دوسرے گروہ سے مل گیا جسے وزیراعظم کی ہمدردیاں بھی حاصل تھیں۔

نیشنل پارٹی کے غیر ملازم طبقے کا رویہ:۔ نیشنل پارٹی کے غیر ملازم طبقے کا ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ اسے بھی کوئی نہ کوئی ملازمت مل جائے دوکاندار اور تجارت پیشہ ممبر مطالبہ کرنے لگے تھے کہ ان سے کسٹم اور چنگی نہ لی جائے۔ اور انہیں زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کا موقع دیا جائے جہاں

تک چھوٹے چھوٹے زمینداروں اور کسانوں کا تعلق تھا وہ تو اپنے کو اس جنگ کے فاتح اور سورما خیال کرنے لگے تھے اسلئے وہ چاہتے تھے کہ جوان کے جی میں آئے وہ کریں ان سے پوچھنے والا کوئی نہ ہو ۔

نیشنل پارٹی افراتفری کے عالم میں : ۔ الغرض نیشنل پارٹی کی کوئی کل ٹھیک نہیں تھی ادھر اگر ایک طرف سے پارٹی کے اندر افراتفری پھیل رہی تھی اور داروگیر کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا تو دوسری طرف سے پارٹی کے مخالفین نیشنل پارٹی کیلئے پیچیدگیاں پیدا کر رہے تھے عوام کو پارٹی سے بدظن کرنے کیلئے طرح طرح کی سازشوں کا جال بچھا رہے تھے عام طور پر ضرورت مندلوگوں سے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ اب حکومت نیشنل پارٹی والوں کی ہے جاکر ان سے اپنا کام کروائیں حالانکہ حقیقت میں یہ نہ تھی ریاستی بلوچستان کے نامزد وزراء کی کابینہ میں نیشنل پارٹی کا صرف ایک ممبر وزیر تھا باقی وزراء بلاشبہ ملکی تھے ۔ لیکن قدامت پرست گروہ سے متعلق تھے جو نیشنل پارٹی کے خلاف تھے اسے شکست دینے پر تلے ہوئے تھے ۔

نیشنل پارٹی سے مخالفین کا انتقام : ۔ قلات نیشنل پارٹی اپنے اندورنی اختلافات اور دھڑے بندیوں کے باوجود ریاست میں جس سٹیج پر قدم آگے بڑھا رہی تھی انگریزی حکومت کے نمائندے اب مزید عرصہ کیلئے اسکی آزادی خواہ سرگرمیوں کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے پولیٹیکل ایجنٹ قلات نیشنل پارٹی کے خلاف قدم اٹھانا چاہتا تھا اسمیں ریاستی بلوچستان کے قبائلی سرداروں کی اسے پوری طرح حمایت حاصل تھی

اس دور میں خان معظم کا پارٹی کے بارے میں نظریہ : ۔

اس میں شک نہیں کہ خان معظم میر احمد یار خان اب بھی بنیادی طور پر پارٹی کے خلاف نہ تھا ساتھ ساتھ خان معظم کو پارٹی کا نیا رجحان اور عاجلانہ طریقہ کار بھی پسند نہ تھا کیونکہ خان معظم بھی پارٹی کے دوسرے دیانتداروں اور مخلص اراکین کی طرح پارٹی کی اس جلد بازی اور اشتعال انگیزی کو خطرناک نتائج کا حامل جانتا تھا جسکے نتیجہ میں پارٹی کو شکست اور دشمنان ملک و قوم کی فتح یقینی تھی۔

سرداروں کا نیشنل پارٹی کے خلاف متحدہ محاذ:۔ الغرض پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ایما اور اشارہ سے قبائلی سردار متفقہ طور پر قلات نیشنل پارٹی کے خلاف صف آرا ہوئے ان کے ساتھ ریاست کے غیر ملکی اور بعض ملکی آفیسر اور لوگوں کا وہ گروہ جو پارٹی کے عروج کو برداشت نہیں کرسکتا تھا نیشنل پارٹی کے خلاف ایک ایسا متحدہ محاذ منظم کیا جسکی تاب نیشنل پارٹی نہ لاسکی۔

نیشنل پارٹی کے صدر کا اعلان سالانہ اجلاس:۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور قبائلی سرداروں کی ملی بھگت اور مخالفانہ سرگرمیوں سے ناواقف اور اپنی اندرونی پھوٹ اور کمزوریوں سے بے نیاز پارٹی کے صدر ملک عبدالرحیم خواجہ خیل نے ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء کو مستونگ کے مقام پر پارٹی کا سالانہ اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کردیا۔ اجلاس کا مقصد بیان کرتے ہوئے پارٹی کے صدر نے کہا کہ ہماری اقتصادی، تمدنی اور سیاسی پستی اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنی مصیبتوں کے خاتمے کا علاج سوچیں اپنی قوم اور اپنے ملک کے مستقبل اور اصلاح و ترقی کیلئے مفید اور

صحیح پروگرام مرتب کریں ۔

نیشنل پارٹی کے سالانہ اجلاس پر قبائلی لشکر کا حملہ : ۔ اس عرصہ میں جب کہ ارکین اپنے سالانہ اجلاس کی تیاریوں میں مصروف تھے سراوان کے سرداروں میں میر محمد خان شاوانی ، وڈیرہ نور محمد خان بنگلزئی اور سردار سمندر خان محمد شہی جنکے ساتھ سردار بہرام خان لہڑی وزیر عدلیہ بھی ہمراز تھے ۶ جولائی ۱۹۳۹ء میں ان سرداروں کی طرف سے نیشنل پارٹی کے پرامن سالانہ جلسہ پر مسلح قبائلی لشکر کے ذریعے سے حملہ کرایا گیا ۔ نواب اسد اللہ خان رئیسانی اس سلسلے میں غیر جانبدار رہا اسکے رئیسانی قبیلے نے پوری تندہی کے ساتھ نیشنل پارٹی کا ساتھ دیا نام بردہ سرداروں کی اس ہنگامہ آرائی میں اگر پارٹی کے ارکین عدم تشدد کے اصولوں پر سختی سے کاربند نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ بہت بڑی خونریزی ہوتی کیونکہ نیشنل پارٹی کی طرف سے بھی ہزاروں قبائلی افراد مسلح ہوکر جمع ہو چکے تھے ۔

سرداروں کا مطالبہ : ۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے سالانہ اجلاس کو منتشر کرادینے کے بعد سردار محمد خان شاوانی ، سردار نور محمد خان بنگلزئی ، سردار سمندر خان محمد شہی اور سردار زادہ میر عبدالقادر شاوانی نے اپنے حملہ آور قبائل کی طرف سے خان معظم کے نام پر ایک درخواست تیار کی جسمیں یہ مطالبے تھے ۔

۱ ۔ ملک عبدالرحیم خواجہ خیل صدر قلات نیشنل پارٹی رئیس ملا حسین آبی زئی ، ارباب شاہنواز خان اور میاں نورالحق کو گرفتار کیا جائے ۔

۲ ۔ میر محمد فاضل خان محمد شہی وزیر تعلیم اور مرزا فیض اللہ انسپکٹر مدراس کو

جو قلات نیشنل پارٹی کے رکن ہیں ملازمتوں سے علیحدہ کیا جائے مرزا فیض اللہ ریاستی باشندہ نہیں ہے اسے ریاست بدر کیا جائے۔

۳۔ مولانا محمد عمر اور مولانا عرض محمد دیوبندی کو ریاست بدر کیا جائے۔

۴۔ قلات نیشنل پارٹی کو ریاست قلات میں غیر قانونی جماعت قرار دیا جائے

۵۔ تمام بلوچستانی اخبارات کا داخلہ ریاست قلات میں بند کر دیا جائے۔

۶۔ دارالعلوم مستونگ کو بند کر دیا جائے۔

ہنگامہ آرائی کے بعد سرداروں کا قلات روانہ ہونا:۔ متذکرہ بالا سردار اسی وقت اپنی درخواست کے ساتھ قلات روانہ ہوئے دوسرے دن علی الصبح قلات سے واپس مستونگ پہنچ حمایتی قبائلیوں کو پھر جمع کر کے وزیراعظم کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

وزیراعظم ریاستی بلوچستان کی مستونگ میں آمد:۔ تھوڑی دیر بعد خان بہادر شربت خان وزیراعظم ریاستی بلوچستان پہنچ گئے شاہی باغ مستونگ میں وزیراعظم نے سرداروں کے جمع کردہ قبائلی لشکر کے ساتھ ملاقات کی انہیں خان معظم کا پیغام سنایا خان معظم نے ان ہنگامہ آرا قبائل کے نام پیغام کیا تھا کہ تم قبائل ہمارے دوست اور دست و بازو ہو سردار ہماری حکومت کے رکن ہیں تماری عزت سرداروں کی عزت ہے اور سرداروں کی عزت امیر کی عزت ہے نیشنل پارٹی نے اپنے جلسہ میں تمہاری عورتوں کا ذکر کیا ہے جس سے تم برافروختہ ہوگئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم میں بہادری اور غیرت موجود ہے تم بے فکر رہو ہم تمہارے مطالبات پر غور کر رہے ہیں۔

باغی سرداروں کے لشکر کا لوٹ مار: ۔ خان معظم کے پیغام کو سنکر سردار اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ واپس ہوئے اشاراہ میں انہوں ے نیشنل پارٹی کے بعض ممبروں کے گھروں پر موجود جو بر لب سڑک تھے سنگ باری کی رئیس ملا حسین آبی زئی کے باغ کے درختوں کو کاٹا ۔ کئی پارٹی ممبروں کے آلوؤں کے کھیتوں کو غارت کیا یہ تمام دھاندلی اور یہ تمام غیر شریفانہ اور غیر قانونی حرکتیں وزیراعظم اور پولیٹیکل ایجنٹ کی موجودگی مستونگ کی گلیوں اور بازاروں میں ہوتی رہی لیکن انکے کان پر جوں کاتوں تک نہیں رہینگی ۔

خان معظم کو سیاسی نقصان: ۔ قلات نیشنل پارٹی پر پولیٹیکل ایجنٹ کے چند آلہ کار قبائلی سرداروں کے مسلح حملہ اور ہنگامہ آرائی کے بعد قوم اور وطن اور خان معظم کی ذات کیلئے بعد آزاں جو تباہ کن نتائج نکلے خان معظم نے بہت جلد محسوس کیا کہ نیشنل پارٹی کے درمیاں سے نکل جانے سے انکے اور قبائل کے درمیان سرداروں سے واسطہ رکھے بغیر جو سیاسی رشتہ گذشتہ چھ سالوں کی پیہم کوششوں اور قربانیوں سے قائم کیا جاچکا تھا وہ ٹوٹ گیا اگر یہی حالت رہی تو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے تمام قبائل پھر سرداروں کے پھندے میں پھنس جائینگے قبائل کا سرداروں کے پیچھے ہونا خان معظم کیلئے خطرناک تھا کیونکہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ریاست میں پھر سرداری راج کا قیام ہو جس میں خان معظم برائے نام حکمران رہ کر پولیٹیکل ایجنٹ کے ہاتھوں میں ایک کھلونے سے زیادہ کوئی اور حیثیت قائم نہیں رکھ سکتے تھے میر احمد یار خان کو ان حقائق کا بہت جلد احساس ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے

طور پر اس کا علاج سوچا۔

سرداروں اور قبائل کی قلات میں طلبی: ۔ خان معظم نے ریاستی بلوچستان کے تمام سرداروں کے نام ایک فرمان جاری کیا انہیں ہدایت کر دی گئی۔کہ بہت جلد اپنے اپنے قبائلی معتبرین اور نکریوں کو ساتھ لیکر بعض اہم قومی معاملات میں صلاح ومشورے کے لئے قلات پہنچ جائیں ۔ سرداروں اور انکے معتبرین کو قلات تک لانے اور واپس لے جانے کے لئے سرکاری طور پر ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا گیا ۔ لیکن سراوان میں وہی چار سردار ۔ شاوانی بنگل ذئی ۔ محمد شہی اور ہرنی اپنے معتبرین کے ساتھ آئے ۔ سردار اسداللہ خان رئیسانی اور اس کے طرفدار دوسرے سراوانی سردار اپنے اپنے قبائل کیساتھ غیر جانبدار رہے ۔ جھالاوان سے صرف مینگل اور زہری سردار اپنے معتبرین کے ساتھ آئے ۔ مکران اور کچھی کے سردار بھی علیحدہ رہے ۔

نصیر آباد اور گوادر کی واپسی کا مطالبہ: ۔ ۲۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو قلات میں متذکرہ سرداروں اور ان کے قبائلی معتبرین کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے خان معظم نے کہا کہ نیشنل پارٹی کو گرانا کوئی بڑی بات نہیں یہ ہمارے ہی بچے ہیں جو کسی قدر بگڑ چکے ہیں اب راہ راست پر آجائینگے ہم نے آپ لوگوں کو اسلئے جمع نہیں کیا کہ نیشنل پارٹی کے مقابلے میں آپ لوگ ہماری مدد کریں ہمیں نیشنل پارٹی سے کیا خوف ہوسکتا ہے بلکہ ہم نے آپ لوگوں کو اسلئے یہاں آنے کی تکلیف دی ہے کہ نصیر آباد کی زرخیز زمین جس پر آپ جیسے لاکھوں بھوکوں کا پیٹ پل سکتا ہے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے اسے واپس لینا ہے گوادر کی مشہور بندرگاہ جس سے لاکھوں روپے

سالانہ کی آمدنی ہوتا ہے ہمارے قبضے سے نکل چکی ہے اور اب جیونی کی بندرگاہ پر نظریں گڑی ہوئی ہیں ان کو واپس کرنے کیلئے تمہارے خون کی ضرورت ہے ۔ میر احمد یار خان کی اس خداداد مقررانہ صلاحیت نے ایک گھنٹہ کی آتش بیانی سے قبائل کے دل اپنی طرف کھینچ لئے اللہ اکبر اور خان معظم زندہ باد کے نعروں سے قلات کی فضا۔ گونج اٹھی سردار پریشان تھے کہ نصیر آباد کی واپسی اور جیونی بندرگاہ کی حوالگی سے انکار کے معنی انگریزی حکومت سے ٹکر لینے کے تھے سرداروں کو یہ حوصلہ کب تھا کہ ایسی کوئی بات زبان پر لاتے جس سے پولیٹیکل ایجنٹ ناراض ہو نصیر آباد اور جیونی کے نام سے کانپ اٹھے بقول کسے وہ جو نمازیں بخشوانے آئے تھے اب روزوں کے گلے پڑ جانے کے ڈر سے پسینہ ٹپکانے لگے خان معظم کی تقریر کے بعد تمام قبائلی متعبرین و ٹکریاں حلف وفاداری اٹھانے جامع مسجد قلات اور پھر نصیر خان نوری کے مزار پر گئے لیکن سرداروں نے آمیر کے محل سے نکلتے ہیں مستونگ کا رخ کیا ۔ متعبرین جس طرح نعرے لگاتے ہوئے قلات میں جمع ہوئے تھے اسی طرح نعرے لگاتے ہوئے منتشر ہوئے اب ان نعروں میں فرق تھا آتے وقت مردہ باد نیشنل پارٹی اور سرداری راج زندہ باد کے نعرے لگارہے تھے مگر اب جاتے وقت جیونی ہمارا ہے گوادر اور نصیر آباد لیں گے خون سے لینگے کے نعرے لگ رہے تھے یہ واقعی احمد یار خان کی قبائلی نفس شناسی اور جادو بیانی کا معجزہ تھا ۔

خان معظم کی تدبیر: ۔ اگرچہ خان معظم کی تقریر نہایت جذباتی اوراشتعال انگیز تھی لیکن ایک لحاظ سے انہوں نے ایک تیر سے دو نشانے

لگانے کی کوشش کی تھی اوّل یہ کہ خان معظم کو یہ خوف تھا کہ مبادا سردار اس اجتماع سے فائدہ اٹھاکر ان سے کوئی اور ایسا مطالبہ نہ کر بیٹھیں جسے وہ پورا نہ کرسکیں اسلئے انہوں نے اپنی طرف سے نصیرآباد اور گوادر کی واپسی کا مطالبہ اور جیونی بندر گاہ کی حوالگی سے انکار کا مسلہ چھیڑا یعنی انگریزی حکومت سے ٹکر لینے کی ایک ایسی بات کہدی جس کے سنتے ہی سردار قبائل کی رہنمائی کرنے سے خود بخود دست کش ہوگئے دوئم کہ خان معظم انگریزی حکومت کے نمائیندوں کو یہ دکھا دینا چاہتے تھے کہ ملک کی اصل طاقت امیر ہے اور امیر چاہے تو اب بھی کئی ہزار سرفروش قبائیلوں کا لشکر لے کر نصیرآباد، جیونی اور گوادر پر چڑھائی کر سکتا ہے۔

نیشنل پارٹی کو خلاف قانون قرار دینا:۔ قبائلی اجتماع کے منتشر ہوجانے پر ریاستی بلوچستان کے وزیراعظم نے ایک حکمنامہ جاری کردیا جسکی رو سے

۱۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کو حدود ریاست میں خلاف قانون جماعت قرار دیا۔

۲۔ ملک عبدالرحیم خواجہ خیل، صدر قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی مرزا فیض اللہ انسپکٹر مدارس، مسٹر عبدالکریم شورش مولانا عرض محمد دیو بندی اور مولانا محمد عمر دیوبندی کو غیر معنیہ مدت کیلئے ریاست بدر کردیا گیا۔

۳۔ ہفتہ وار استقلال کوئٹہ کمال ہند، الحنیف جیکب آباد بلوچستان اور بلوچستان جدید کراچی غرضیکہ تمام بلوچستانی اخبارات جو جہاں کہیں سے بھی شائع ہوتے تھے داخلہ غیر معنیہ مدت کیلئے حدود ریاست میں بندکردیا گیا۔

ملازم ممبروں کا اپنے عہدوں پر چمٹا رہنا:۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اب تک نیشنل پارٹی کا انحصار خان معظم اور نوجوان ملازم طبقہ پر تھا جب پارٹی کی پشت پر سے خان معظم کا ہاتھ اٹھ گیا تو کم ہمت اور ذاتی منفعت کے خواہاں ملازم ممبروں کے حوصلہ پست ہوگئے وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر پارٹی سے کنارہ کش ہوگئے اگرچہ ان میں سے چند ایک اب بھی بظاہر پارٹی ممبروں کی خوشامد کیا کرتے تھے مگر دراصل پارٹی کے مقاصد کی بجائے وہ اپنے ذاتی مقاصد یعنی ملازمتوں سے چمٹے ہوئے تھے عوام اب تک اسقدر بیدار نہ تھے اور نہ ان میں اسقدر کام ہوا تھا کہ وہ اپنے نامساعد حالات میں آمیر قلات کے مقابلے میں پارٹی کا ساتھ دیتے اور رجعت پسند طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکتے۔

احتجاج کرنے والے آفیسر:۔ جب حکومت قلات نے پارٹی کے خلاف تادیبی کاروائی کی اور قدامت پرست طاقتیں بروئے کار آکر عوام کی آزادی کا گلا گھونٹنے لگیں تو ریاست کے اندر سے ان آزاد دشمن طاقتوں کے خلاف میر محمد فاضل خان محمد شہی وزیر تعلیم اور ملک فیض محمد خان یوسف زئی اسٹنٹ مستوفی بھاگ نے اپنی ملازمتوں سے احتجاجاً استعٰفیٰ دے دیا حکومت ریاستی بلوچستان نے ان دونوں آفیسروں کے استعٰفیٰ منظور کرکے انہیں دوسرے ساتھیوں کی طرح غیر معینہ مدت کیلئے ریاست بدر کردیا ان دو عالی حوصلہ ملازموں کے علاوہ پارٹی کے دوسرے تمام ملازمین ممبروں نے خاموشی اختیار کرلی اور اپنی کرسیوں سے چمٹے رہے۔

اخباروں کا احتجاج:۔ بلوچستان اور بلوچستان سے باہر کے تمام اخبارات

نے حکومت ریاستی بلوچستان کی اس جمہوریت کش پالیسی اور مستبدانہ حکومت کے خلاف شدید احتجاج کیا ہندوستان کے بڑے بڑے سیاسی رہنماؤں نے حکومت ریاستی بلوچستان کے اس اقدام کی مذمت میں بیانات شائع کئے اور بلوچستانی اخبارات اور نیشنل پارٹی سے پابندی اٹھانے کا پر زور مطالبہ کیا بلوچستان اور سندھ کے بڑے بڑے شہروں میں احتجاجی جلسے کئے گئے اور قراردادوں کے ذریعے حکومت قلات کے عوام دشمن اقدام کی مذمت کی گئی نیشنل پارٹی اور اخبارات سے پابندی اٹھانے کا مطالبہ کیا گیا حکومت قلات نے ان تمام احتجاجوں کو کوئی اہمیت نہیں دی ۔

سرداری جماعت کا قیام :۔ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کو خلاف قانون قرار دینے کے بعد خان معظم نے اپنے حصول مقصد کیلئے سرداروں اور انکے طرفداروں کی امداد کی سرداروں اور انکے صاحب زادوں کو ریاستی بلوچستان میں ایک نئی سیاسی تنظیم قائم کرنے کا مشورہ دیا سردار شاہوانی کے صاحب زادہ میر عبدالقادر خان شاوانی کو نئی جماعت کی تشکیل کا کام سپرد کیا گیا میر عبدالقادر خان نے سراوان کے سردار زادوں کی امداد و تعاون سے ایک جماعت قائم کی لیکن یہ جماعت خان معظم کی خواہشات کے مطابق نہ چل سکی اسلئے اسے نظرانداز کیا گیا یہ جماعت تین مہینے کی مختصر مدت میں اپنی موت آپ مرگئی ۔

میر عبدالقادر شاوانی کا نیشنل پارٹی میں شامل ہونا :۔ نیرنگی زمانہ ملاحظہ ہو سردار زادہ میر عبدالقادر شاوانی جس نے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور جو خان معظم کے اشارے پر اس

نئی قائم کردہ سردار جماعت کا صدر تھا کوئٹہ آکر نیشنل پارٹی میں شامل ہوگیا اس دور میں نیشنل پارٹی کا ہیڈکواٹر کوئٹہ میں قائم کیا گیا تھا جہاں سے ریاستی بلوچستان میں اسکی سرگرمیاں شدومد سے جاری تھیں ۔

شورش خاران کے اسباب :۔ ریاستی بلوچستان کے صوبہ جھالاوان کی نیابت مشکے میں واقع موضع گورجک کے ایک قطعہ زمین پر حکومت ریاستی بلوچستان اور سردار خاران کے درمیان پچھلے چند سالوں سے تنازعہ چلا آرہا تھا ۱۹۳۸ء میں جبکہ میر عبدالعزیز کرد جھالاوان کا نائب وزیر تھا یہ تنازعہ شدید صورت اختیار کرگیا فریقین نے اپنے علاقوں میں لشکر جمع کرلئے عین ممکن تھا کہ فریقین میں لڑائی ہوتی کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے مداخلت کرکے حکومت ریاستی بلوچستان اور سردار خاران کے لشکروں کو منتشر کردیااور تنازعہ اراضی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے فریقین کی منظوری سے ایک غیر جانب دار کمیشن مقرر کرنے کی تجویز پیش کی اگرچہ وقتی طور پر لڑائی کا خطرہ ٹل گیا لیکن مجوزہ کمیشن کے تقرر میں تاخیر کی وجہ سے فساد کی آگ پھر بھڑک اٹھی ۔

سردار خاران کی پیش دستی :۔ گورجک کی متنازعہ زمین میں (ملیش بند) نامی ایک پہاڑی پر حکومت ریاستی بلوچستان کی ایک لیوز پوسٹ قائم کی گئی تھی جس میں قلات لیویز کے سات سپاہی رہا کرتے تھے ۱۹ نومبر ۱۹۳۹ء کی رات سردار خاران کے چند آدمیوں نے ملیش بند کی لیوی پوسٹ چوکی پر شب خون مار کر لیوی کے چار سپاہیوں کو سات رائفلوں سمیت گرفتار کرکے ہمراہ لے گئے لیویز کے باقی تین سپاہی اس وقت پوسٹ پر موجود نہ تھے ۔

عبدالعزیز خان بنگزئی ناظم قلات کے زیر انتظام براستہ دشت گوران ، نیمرغ پنجگن خاران کے علاقہ میں داخل ہوا ۔

سردار خاران کے لشکریوں اور پلٹن نے دستہ اول کے ساتھ گورجک کے مقام پر مقابلہ کیا لیکن بہت جلد شکست کھا کر راہ فرار اختیار کر گئے خاران کی طرف سے دو آدمی مرے اور ایک زخمی حالت میں گرفتار ہوا جو دو دن بعد مر گیا اسکے علاوہ خاران کے سترہ لشکری گرفتار ہوئے اس لڑائی میں حکومت قلات کی طرف سے میر لونگ خان ذکر ینگل نے قابل قدر اور بہادرانہ کارنامہ سرانجام دیا کوہ پشت رخشاں کے مقام پر خارانی لشکر اور پلٹن کے ساتھ اس دستہ کی ایک جھڑپ ہوئی لیکن خاران کا لشکر ہر موقع پر نہایت بزدلی سے ہتھیار پھینک کر راہ فرار اختیار کرتا رہا شاغاسی فتح محمد اور اسکا بھائی نواب خان جو خارانی لشکر کی کمان کر رہے تھے اور صوبیدار گوہر خان جو خاران کی پلٹن کے ایک سو سپاہیوں کا کماندار تھا گورجک کے مقام پر پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑے ہوئے قلات کے لشکری جو برابر ان کا تعاقب کر رہے تھے جابجا ان کے تھکے ماندے اونٹ اور گھوڑے ملتے رہے ۔ دوسرے دستہ کے ساتھ شرین زہ اور پنجگ کے مقام پر خاران لشکر کی مڈبھیڑ ہوئی لیکن یہاں بھی خارانی لشکر جم کر نہ لڑ سکا پہلی ہی جھڑپ میں جان بچا کر بھاگ گئے تیسرے دستے نے پنجگن پر قبضہ کرکے نوروز قلات کا محاصرہ کرلیا خارانی فوج کا کپتان میر خان محمد ذکر ینگل قلعہ میں ڈٹا رہا قلات کے لشکر نے نوروز قلات کے گرد و نواح کے گھروں اور بستیوں کو لوٹ لیا ۔

سردار خاران کا اپنی شکست تسلیم کرنا :۔ نواب میر حبیب اللہ

قلاتی قبائلیوں کا اشتعال میں آنا: ۔ ان دنوں میر عبدالعزیز کرد جھالاوان کی نائب وزارت سے تبدیل ہو چکے تھے ان کی بجائے میر گل خان نصیر جھالاوان کا نائب وزیر تھا سردار میر حبیب اللہ خان سردار خاران کی یہ حرکت حکومت ریاستی بلوچستان کیلئے سخت توہین آمیز تھی چنانچہ نہ صرف خان معظم اس خبر سے برافروختہ ہوئے بلکہ ریاست کے تمام قبائلی سرداروں نے بلوچوں کی روایتی تنگداری کے جذبے سے آتش زیرپا ہوکر جوش انتقام سے بھڑک اٹھے ایک مختصر عرصہ میں ہزاروں قبائلی افراد خاران پر حملہ کرنے کیلئے قلات سوراب اور مشکے میں جمع ہوگئے

علاقہ خاران پر حملہ: ۔ ایک ہفتہ کے مختصر عرصہ کے اندر اندر قلات، سوراب مشکے کے مقامات پر گیارہ ہزار افراد کا ایک مسلح قبائلی لشکر جمع ہو گیا غازی میر نصیر خان دوئم کے عہد حکومت کے بعد سے بلوچستان کی تاریخ میں اس قدر کم مدت میں اس قدر کثیر اور پرجوش لشکر امیر کے اعلان پر پہلے کبھی جمع نہیں ہوا تھا اس تمام لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کردیا گیا ۲۷ نومبر ۱۹۳۹ء کو تینوں دستوں نے بیک وقت خاران پر چڑھائی کردی ۔

پہلا دستہ: ۔ شہزادہ عبدالکریم احمدزئی کی زیر کمان اور میر گل خان نصیر نائب وزیر جھالاوان کے زیر انتظام براستہ گوزجگ، درہ تنک اور رخشان سے ہوتے ہوئے خاران کی طرف آگے بڑھا ۔

دوسرا دستہ: ۔ نواب میر نوروز خان زرک زئی کی زیر کمان آغا میر حاجی خان احمدزئی نائب وزیر سراوان کے زیرانتظام براستہ شرین زہ اور پتک خاران کے علاقہ میں پیش قدمی کرکے آگے بڑھا ۔

تیسرا دستہ: ۔ شہزادہ میر محمد رحیم خان احمد زئی کی زیر کمان اور میر

سردار خاران نے جب قلاتی لشکر کو خاران شہر کی تین طرف سے بڑھتے دیکھا اس نے دیکھا کہ اس لشکر کا خاران شہر میں پہنچنے پر شہر کی کیا حالت ہو گئی انہوں نے اپنے شکست کو تسلیم کرکے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سے اب مداخلت کرنے کی اپیل کی۔

خان معظم کی طرف سے قلاتی لشکر کی واپسی کا حکم:۔ ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء شام کو قلاتی لشکر کے گیارہ دن بعد جبکہ قلاتی لشکر کا دستہ سوئم بدستور نوروز قلات کو گھیرے ہوئے تھا اور دستہ اول و دوئم پٹک کے مقام پر جو جنگل اور پنجگور کے راستے کے درمیان ایک مقام ہے آپسمیں مل چکے تھے خان معظم کی طرف سے انہیں واپسی کا حکم ملا اس وقت میر محمود خان گچکی بھی مکران سے ایک لشکر کے ساتھ ناگ پہنچ گیا تھا اور خاران جانے والے راستوں کی مکمل ناکہ بندی کر رہا تھا۔

قلاتی لشکروں کی محاذ جنگ سے واپسی:۔ دستہ اول و دوئم حکم پاتے ہی پٹک سے جنگل کی طرف واپس ہوئے اس دن شام کو خان معظم بذات خود جنگل پہنچے لشکر کے کمانداروں اور جھالاوان کے سرداروں سے جن کے قبائل دستہ اول و دوئم پر مشتمل تھے ملے اور انہیں انگریزی حکومت کے نمائندوں کے درمیان میں پڑنے سے پیش آمدہ صورت حال سے مطلع کیا اس وقت قلات کے لشکر تین طرف سے سو سو میل تک خاران کے علاقے کے اندر جا چکے تھے خان معظم انہیں آگے بڑھنے سے روک کر دوسرے دن واپس قلات چلے گئے اور ایک ہفتہ کے اندر تمام لشکر کو منتشر کر دیا گیا۔

شورش خاران کی سیاسی وجوہات:۔ ملیش بند کی لیوی پوسٹ پر

سردار خاران کا اچانک حملہ کرکے حکومت قلات کے ملازموں کو گرفتار کرکے لے جانا ایک ایسے موقع پر جب کہ متنازعہ زمین گورجک کا فیصلہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے توسط سے ایک غیر جانب دار کمیشن کے ذریعے کرنا طے پایا تھا ایک ایسی حرکت تھی جو نواب میر حبیب اللہ خان کے حوصلوں کے نتیجے میں سرزد نہیں ہوسکتی تھی جب تک اسکی پشت پناہی میں کوئی اور ہاتھ نہ ہوتا یہ ہاتھ بلاشبہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات یعنی انگریزی حکومت کا ہی تھا۔

انگریزی حکومت کی چال:۔ قلات نیشنل پارٹی کو خلاف قانون قرار دینے کے بعد بعض قبائلی سرداروں اور قبائل کو ہاتھ میں لے کر میر احمد یار خان جو کھیل کھیلنا چاہتا تھا اس سے بلوچستان میں انگریزی حکومت بے خبر نہ تھی قلات نیشنل پارٹی کے تعلیم یافتہ اور عدم تشدد کو اصولاً قبول کرنے والے نوجوان اور ان جاہل اور خان پرست قبائلی نوجوانان کے احتجاج میں جو خان کے ایک اشارے پر بارودی سرنگ کی طرح بھڑک سکتے تھے بہت بڑا فرق تھا نصیر آباد اور جیونی کے سوال پر ابتداء ہی سے انگریزی حکومت کے خلاف قبائل میں جو زہر ابھرا جارہا تھا اگر انگریزی حکومت اس پر کوئی تریاق ابھی سے استعمال نہ کرتی او اس زہر کا رفتہ رفتہ تمام ملک میں سرایت کرجانا یقینی امر تھا شورش خاران اس زہر کو مارنے کیلئے انگریزی حکومت کا تریاق (کلی کو کھلنے اور پھول بننے سے پہلے مسل دینا یا انگریزی زبان کی ضرب المثل (Nip the evil in the Bud) کا عمل تھا۔

انگریزی چال کے دو فائدے:۔ اس ہنگامہ آرائی سے بلوچستان کی انگریزی حکومت کو دوفائدہ حاصل کرنا مقصود تھا۔ پہلا یہ دیکھنا مقصود تھا

کہ آیا قبائلی واقعی خان معظم کیلئے اب تک جانی و مالی قربانی پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور ان کی لشکری طاقت کس حد تک ہے دوئم کہ نواب حبیب اللہ خان سردار خاران کے متعلق انگریزی حکومت کو یہ اطلاع ملی تھی کہ اس نے ایک خارجی حکومت کے ساتھ خفیہ تعلقات قائم کئے ہیں اور اس حکومت نے انگریزوں کے خلاف بلوچ لشکر اور اسلحہ سے امداد دینے کا یقین دلایا ہے اسکی حقیقت کیا ہے۔

شورش خاران میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی دو عملی پالیسی:

چنانچہ انگریزی حکومت بلوچستان نے اپنے اوپر کے بیان کردہ دو مقصد کی خاطر تنازعہ زمین گورجک سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انگریزی حکومت نے ایک طرف سے سردار خاران کو خان معظم کے خلاف بھڑکایا اور دوسری طرف خان معظم کو نواب حبیب اللہ خان سے بدظن کروایا یہاں تک کہ جب ان کے درمیان مڈ بھیڑ واقع ہوئی تو یہاں پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے خان معظم کو ہر ممکن امداد دینے کا یقین دلایا وہاں دوسری طرف نواب حبیب اللہ خان کو بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتا رہا۔

انگریزوں کی پالیسی کی ناکامی: ۔ بلوچستان کی انگریزی حکومت ایک تیر سے دو نشنے لگانا چاہتی تھی اسے یہ امید نہ تھی کہ آمیر کی آواز پر ریاستی بلوچستان کے تمام قبائل اور قبائلی سردار متفق ہوکر اس شاندار پیمانے پر جمع ہوسکینگے اور نہ انگریزوں کو یہ خیال تھا کہ خاران کے پلٹن اور لشکر انکے مقابلے میں اس قدر جلد اپنی شکست تسلیم کرکے تہس نہس ہوگئے انگریزی حکومت کے نمائندے سمجھ رہے تھے کہ مقابلہ شدید ہوگا جس سے سردار

خاران بھی کمزور پڑیگا اور آمیر قلات بھی جس غلط پندار میں بھتلا ہو چکے ہیں ان کا بھی بھرم کھل جائیگا لیکن انگریزوں کا یہ اندازہ غلط نکلا خان معظم میر احمد یار خان کے دماغ سے جس غلط پندار کو وہ نکالنا چاہتے تھے اس میں نہ صرف انہیں ناکامی ہوئی بلکہ ان کی توقعات کے برعکس قبائل کی یک جہتی طاقت اور سرداروں کے تعاون سے میر احمد یار خان کے حوصلے دو چند بڑھ گئے ۔

ریاست خاران کا قیام : ۔ بلوچستان میں انگریزوں کی آمد تک خاران قلات کا ایک ضلع تھا انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں اسے قلات سے علیحدہ کرکے ایک خاص علاقہ کی حیثیت سے براہ راست پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ماتحت رکھا لیکن رسماً اسے لسبیلہ کی طرح قلات کا ایک حصہ خیال کرتے رہے ۔ شورش خاران برپاکرنے کے باوجود انگریزی حکومت کو جب اپنے مقاصد کے حصول میں ناکامی ہوئی اور میر احمد یار خان ۔ آمیر قلات کمزور ہونے کے بجائے اور زیادہ مضبوط اور مستحکم ہونے لگے تو انہیں پریشان کرنے کیلئے اور ان عزائم کی راہ میں مذید رکاوٹ ڈالنے کی غرض سے خاران کے علاقہ کو رسماً بھی قلات سے علیحدہ کرکے ۱۹۴۲ء میں اسے ایک علیحدہ ریاست کی حیثیت دے دی ۔

نیشنل پارٹی کا احتجاج : ۔ انگریزی حکومت کے اس شر انگیز اقدام کے خلاف نہ صرف خان معظم نے شدید احتجاج کیا بلکہ جلاوطن قلات نیشنل پارٹی نے بھی انگریزی حکومت کے اس اقدام کو شرانگیز اور ناجائز قرار دیا اسکے خلاف صدر نے احتجاج بلند کی پارٹی کے جنرل سیکرٹری میر عبدالکریم شورش

نے 25 اگست 1942 کو ایک کتابچہ میں انگریزی حکومت کے اس اقدام کی مخالفت میں پارٹی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا " کہ آج خاران جیسا ایک چھوٹا سا علاقہ جس کا کل رقبہ 18 ہزار مربع میل ہے اور آبادی 23 ہزار نفوس اور آمدنی تقریباً ایک لاکھ روپے ہے ۔ علیحدہ ریاست کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے تو کل کیا اس کا امکان نہیں ہو سکتا کہ سردار بھائی خان گچکی بھی یہ کہہ کر مکران کو ایک علیحدہ ریاست بنانے کی مہم شروع کر دے کہ جس صورت میں خاران جیسا ایک چھوٹا سا علاقہ ایک ریاست بن سکتا ہے تو مکران جس کا رقبہ خاران سے بڑا ہے اور آبادی دگنی اور آمدنی بھی زیادہ ہے کیونکہ ایک علیحدہ ریاست کی حیثیت حاصل نہ کرے جہاں تک ہماری اطلاعات کا تعلق ہے مکران میں بھی یہ شوشہ اٹھایا گیا ہے " ۔

ریاستی بلوچستان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے میر عبدالکریم شورش نے لکھا " کہ ریاست قلات بہر حال متحدہ بلوچ محاذ قائم کر سکتا ہے اگر یہ مرکز آج ہی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا تو ہمارے بلوچی شیرازہ کا بکھر جانا یقینی ہے پس دور اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ایک ایسی ناعاقبت اندیش روش اور غفلت کے مرتکب نہ ہوجائیں جو ابدالاباد ہماری ذلت اور افتراق کا سبب لئے ہوئے ہیں " شورش نے بلوچوں سے اپیل کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ تمام بلوچ پرامن اور آئین کے اندر رہ کر جلسے کرکے انگریزی حکومت سے یہ مطالبہ کریں کہ خاران اور لسبیلہ کو ریاست قلات کی مرکزیت میں مدغم کرکے ریاست قلات میں طوائف الملوکی کا دور ختم کردے ۔

خان معظم کا سرداروں کو خوش رکھنے کی مجبوری : ۔ قلات

اسٹیٹ نیشنل پارٹی کو خلاف قانون قرار دینے اور تمام بلوچستانی اخبارات کا داخلہ حدود ریاستی بلوچستان میں بند کردینے کے بعد خان معظم ہر لحاظ سے سرداروں کو خوش رکھنے پر مجبور تھے چنانچہ خان معظم نے سردار محمد خان شاوانی اور سردار رسول بخش مینگل کو نواب کے خطابات سے نوازا دوسرے سرداروں پر طرح طرح کی نوازشین کی گئیں چونکہ سردار پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے اشاروں پر چلنے کے خوگر ہوچکے تھے اس سے ملنے سے فخر محسوس کرتے تھے خان معظم کے نوازشات سے مطمین نہ تھے سردار چاہتے تھے ۔ کہ میر محمود خان ثانی کا وہ تاریک عہد جسمیں سردار قبائل کے سیاہ و سفید کے مالک تھے پھر لوٹ آئے ۔

اسٹیٹ کونسل کے اختیارات کو محدود کرنے کی اسکیم : ۔

خان معظم بھی سرداروں کی حرکتوں سے غافل نہ تھے خان معظم بخوبی جانتے تھے کہ کس وقت بھی سردار ان سے کٹ کر کوئی نیا شوشہ کھڑا کرسکتے ہیں سرداروں کی اس مشتبہ حالت کے پیش نظر انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اسٹیٹ کونسل کے اختیارات کو محدود کرنے اور سرداری قبائلی علاقوں میں حکومتی کارندوں کو مداخلت کرنے کا حق دلانے کی اسکیم بنائی ۔

قلات میں تمام قبائلی سرداروں کا اجلاس بلانا : ۔ چنانچہ خان معظم نے تمام قبائلی سرداروں کا ایک اجلاس قلات میں بلایا سرداروں کے اس اجلاس میں اپنی اسکیم پیش کرتے ہوئے خان معظم نے کہا ۔ کہ ہمارے ملک کو ایک نمایاں سیاسی اور جغرافیائی اہمیت حاصل ہے اور ہماری قوم ایک شاندارد ماضی کی مالک ہے جس پر ہم بجاطور پر فخر کرسکتے ہیں ہمارے

سرز اسلاف نے اپنی مقدس زندگیوں کی بازی لگا کر اپنا خون بہا کر اس سنگلاخ زمین کو آباد کیا تھا اور اس پر اپنی حکومت و اقتدار کے پرچم لہرائے تھے لہذا آج ہمارا فرض ہے کہ ایک طرف خان معظم میر نصیر خان اول جس نے مقدس اور مستحکم اصولوں پر ہماری معاشرتی اجتماعی اور اساس زندگی کو قائم کیا تھا ہم ان ہی کو اپنی سیاسی حیات بنائیں اور دوسری طرف دنیا کے ترقی پذیر رجحانات اور اپنی قوم کی تبدیل شدہ ضروریات کے پیش نظر اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر جدید، سائینٹفک اصولوں پر کریں "

سرداروں سے تعاون کی اپیل کرتے ہوئے خان معظم نے کہا "کہ ہم کو یقین کامل ہے کہ آپ ہماری ریاست کی ترقی و بہبودی اور ہماری وفادار رعایا کی آسودہ حالی میں ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کرینگے اور ہم آپ کے اشتراک عمل اور ترقی پسندانہ اقدامات کی مدد سے نہ صرف یہ کہ دوسری ترقی یافتہ قوموں اور ریاست کے ساتھ دوش بدوش چلنے کے قابل ہوسکیں گے بلکہ ہماری حکومت اور ہمارا ملک گذشتہ پانچ سو سال کی بہ نسبت زیادہ کامیاب زیادہ متحد اور زیادہ مضبوط ہوجائیگا اور ہمار مستقبل زیادہ سے زیادہ روشن اور درخشاں ہوگا"۔

خان معظم نے اپنی اسکیم کے متعلق سرداروں کو انگریزی حکومت کی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا "کہ ہم نے اصلاحات پیش نظر کے متعلق حکومت برطانیہ کے ذمہ دار حکام سے مناسب مشورہ کیا ہے اور ہم کو اس اظہار حقیقت میں خوشی ہے کہ انہوں نے اس ترقی پسندانہ اقدام کو نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے بلکہ اس ضمن میں نہایت مفید اور کار آمد

مشورے بھی دیئے ہیں اور آئندہ بھی ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ کیا ہے"۔

خان معظم کی طرف سے اصلاحات کا اعلان:۔ تمہیدی تقریر کے بعد خان معظم نے اجلاس کے سامنے نظام حکومت میں مندرجہ ذیل اصلاحات کا اعلان کردیا۔

۱۔ ایک مجلس وزراء تشکیل دی جائیگی جو وزیراعظم کی زیر صدارت اپنا کام سرانجام دیگی اس سے ہمارے اور آپ سرداروں کے باہمی تعلقات پر کسی قسم کا ناخوشگوار اثر نہیں پڑیگا ہمارے اور آپکے تعلقات حسب دستور قدیم قائم اور مستحکم رہینگے اور آپ ہمیشہ کی طرح ہمارے دست و بازو ہوکر رہینگے۔

۲۔ اسٹیٹ کونسل میں سے پانچ سرداروں کی ایک اسٹینڈنگ کمیٹی (مجلس قائمہ) مقرر ہوگی جو ہر دو ماہ بعد مجلس وزراء کے اجلاس میں شامل ہوکر سرداری علاقہ جات اور نیابتوں کے مشترک مفاد کے مسائل اور معاملات پر تبادلہ خیالات کیا کریگی۔

۳۔ اسٹیٹ کونسل کی حیثیت ایک مشاورتی بورڈ کی ہوگی وزیراعظم سال میں دو دفعہ حسب دستور اس کا اجلاس طلب کیا کریگا لیکن اگر کوئی اہم اور ہنگامی مسلہ پیدا ہوا تو وزیراعظم کسی بھی وقت اسٹیٹ کونسل کو مشورہ کیلئے طلب کرسکیگا۔

۴۔ سرداروں کا سالانہ اجتماع حسب دستور ہر سال ہوتا رہیگا۔

خان معظم کی اصلاحات کا متفقہ طور پر منظور کرنا:۔

سرداروں نے اتفاق رائے سے خان معظم کی پیش کردہ اصلاحاتی تجاویز منظور کرلیا قبل ازین اسٹیٹ کونسل کے مشورہ اور منظوری کے بغیر خان

معظم کوئی ایسا حکم جاری نہیں کر سکتے تھے جس کا اثر سرداروں پر یا ملک کے کسی رواجی معاملہ پر پڑ سکتا ہو اسٹیٹ کونسل پولیٹیکل ایجنٹ علاقہ کی آلہ کار تھی جو ریاست میں اصلاح و ترقی کی کسی ایسی اسکیم کو جسے پولیٹیکل ایجنٹ پسند نہ کرتا آگے بڑھنے سے روک دیتی تھی لیکن اب اسٹیٹ کونسل کو محض ایک مشاورتی کونسل کا درجہ دے کر اور اسکی مجلس قائمہ کو مجلس وزراء کے ساتھ مخلوط کرکے خان معظم نے ایک طرح سے اسکے اثر کو گھٹا دیا اور اسکے اختیارات محدود کردئے۔

اصلاحات کے فوائد: ۔ اس ضمن میں سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ریاست کے عملداروں کو قبائلی یا سرداری علاقوں میں عمل و دخل کی اجازت حاصل ہوگی اس سے پیشتر ریاست میں سرداری علاقوں کی حیثیت علاقہ غیر کی سی تھی حکومت قلات کے کارندے متعلقہ سردار کی اجازت کے بغیر اسکے علاقہ میں کسی سرکاری حکم کی تکمیل نہیں کراسکتے تھے۔ خونی، قاتل، ڈاکو اور بھگوڑے کسی سرداری علاقہ میں داخل ہو کر ریاستی لیویز کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے محفوظ ہوجاتے تھے تاوقتیکہ اس علاقہ کا سردار اس قاتل یا چور کو حکومت کے سپرد نہ کرتا عموماً سردار ان غلط کاروں سے رشوت لے کر انہیں سندھ کی طرف بھگا دیتے تھے۔

خان معظم کا مدعا: ۔ ان اصلاحات سے خان معظم کا مدعا اول اسٹیٹ کونسل کے اختیارات کو صرف مشورے تک محدود کرکے مجلس قائمہ کے اختیارات سے اپنے ملازم وزراء کو زیادہ با اختیار بنانا تھا تاکہ سرداروں کے آئے دن کی خوشامد کرنے کا سلسلہ منقطع ہو اور وزراء ریاست آسانی سے

اصلاح و ترقی کی اسکیموں کو بروئے کار لاسکیں دوئم یہ کہ حکومت قلات کے عمل داروں کو سرداری علاقوں میں براہ راست عمل دخل رکھنے کا اختیار حاصل ہو چنانچہ ایک بڑی کدوکاوش کے بعد خان معظم آخر کار اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوگئے۔

اعتراف خدمات :۔ میر احمد خان آمیر ریاستی بلوچستان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ و قوانین بلوچ میں اپنے دور حکومت میں اپنی خدمات کا اس طرح تشریح کرتے ہیں ۔

" یہ خود ستائی نہیں ایک حقیقت اظہر الشمس ہے کہ میں نے اپنے دور میں شبانہ روز کاوشوں سے ملک کی حالت بدلنے کیلئے انقلابی جذبے کا بھرپور مظاہرہ کیا کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا کہ جب میں نے تعمیر و ترقی کیلئے نت نئی تدابیر سوچے اورانکو بروئے کار لانے میں کوتاہی کی ہو میری مسلسل جدوجہد کا ہر حلقے میں کھل کر اعتراف کیا گیا قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی نے ان الفاظ میں میری محنتوں کو سراہا اور خراج تحسین پیش کیا " ۔

" پچھلے چند سالوں میں اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان آمیر قلات نے جس تدبیر اور دانشمندی سے قوم کی کشتی کا ناخدائی کی اور جس پرخطر حالات اور مشکلات میں اسے آگے بڑھایا اور قوم کی تعلیمی اور اقتصادی معاشرتی اور سماجی ترقی کیلئے جو اسکیمیں کامیابی کے ساتھ بروئے کار لائیں ان سے بلوچستان میں نئی ان کی نیک نامی اور شہرت کو چار چاند لگ گئے ان کی ذات پر صرف بلوچستان اور سندھ کے بلوچ ہی نہیں بلکہ ایران اور افغانستان کے بلوچ بھی فخر محسوس کرتے ہیں چنانچہ قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی بلوچستان اور بلوچ قوم

کیلئے اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان آمیر قلات کی ان قابل قدر خدمات کے اعتراف کے طور پر بلوچ قوم کی طرف سے ان کو "خان معظم" کا لقب پیش کرتی ہے"۔

میں نے حالات کو 1936ء تک تسلی بخش طریقے سے استوار کیا اور پھر میں نے مناسب جانا کہ قوم کی تعمیر و ترقی کے اصل انقلابی پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے بارگاہ رب العزت سے تائید نصرت حاصل کروں چنانچہ حج بیت اللہ اور دیگر فرائض کی ادائیگی کیلئے میں نے ارض مقدس کا سفر کیا فریضہ حج کے بعد بغداد شریف حاضر ہوا وہاں اپنے اور اپنے اجداد کے مرشد کامل حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی کی زیارت کا شرف حاصل کیا وہاں سے فلسطین اردن میں جاکر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، بی بی مریمؑ کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی پھر مصر میں کچھ وقت گزارا واپسی پر دوبارہ حج کی سعادت حاصل کی اور وطن لوٹ آیا اس دور میں مجھے روحانی فیوض و برکات کے علاوہ مختلف ممالک کے حالات سے بھی آگاہی ہوئی۔

باب یازدہم

خان معظم کے مسلم لیگ سے تعلقات:۔ خان معظم، امیر ریاستی بلوچستان نے 1936 ء سے یہ محسوس کرلیا تھا کہ تاوقتیکہ ہندوستان کی سیاسی تحریک سے اپنے آپکو وابستہ نہ کرلیں ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کے لوگوں کے موجودہ پست حالات میں تغیر پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اس غرض کیلئے میر احمدیار خان ہندوستان کے بعض چوٹی کے کانگریسی لیڈروں سے ملے اور جیسا کہ خود لکھتے ہیں "کہ میں چند کانگریسی لیڈروں سے ملا اور تحریک کانگریس کے مطالعے کے مواقع بھی حاصل ہوئے علاوہ بریں دیگر وقتی تحریکات بھی میں نے دیکھی میرے قلب و ذہن پر کسی کا اثر نہ پڑسکا"

قلات نیشنل پارٹی کو خلاف قانوں قرار دینے اس کے رہنماؤں کو ریاست بدر کرنے اور بلوچستانی اخبارات کا داخلہ ریاست قلات میں بند کر دینے یعنی ریاست میں آزادی تحریر تقریر اور تنظیم کا گلا گھونٹ دینے کے بعد خان معظم کے خیالات میں جو تبدیلی پیدا ہوئی وہ انہیں فطری تقاضوں کے مطابق کشاں کشاں کل ہند مسلم لیگ کی طرف لے گئی چنانچہ خان معظم لکھتے ہیں کہ مجھے قائداعظم سے ملاقات کا موقع ملا انکی شخصیت اخلاص کار اور فرزندان اسلام کی خدمت کے عمیق جذبات سے بے حد متاثر ہوا جس نے مجھے مسلم لیگ سے قریب کردیا اور آخر کار میں محمد علی جناح کو اپنا سیاسی رہنما منتخب کرتے ہوئے اپنی پوری

توجہ کے ساتھ مسلم لیگ کی امداد میں مصروف ہو گیا اس سے پیشتر کہ میں میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان اور قائداعظم محمد علی جناح کے دوستانہ روابط کے سلسلے میں کچھ لکھوں بہتر ہو گا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ جو 1906 . میں ڈھاکہ میں قائم ہوئی اسکی کارکردگی کے بارے میں کچھ روشنی ڈالوں کہ مسلمانوں کی اس سیاسی جماعت نے مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق حاصل کرنے کیلئے کہاں تک کامیاب ہوئی ویسے تو میں نے اسی تاریخ کی جلد ششم باب ششم میں برصغیر ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کی جدوجہد کی عنوان کے تحت ہندوستان کی دو بڑی سیاسی جماعتوں انڈین نیشنل کانگرس اور مسلم لیگ کے تاریخی پس منظر پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

تحریک پاکستان قرار داد لاہور:۔ 23 مارچ 1940 . کو منٹو پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں باقاعدہ طور پر ایک اہم سیاسی مطالبہ پیش کیا جسے مطالبہ پاکستان کہتے ہیں اس قرارداد کو مولوی فضل الحق نے پیش کیا جو شیر بنگال کے لقب سے ملقب تھا مسلم لیگ کے کھلے اجلاس میں لاکھوں مسلمانوں کے اجتماع نے اس قرار داد کو متفقہ طور پر منظور کیا یہ قرار داد گوناگوں اہمیت کی حامل ہے اس کی فوری اہمیت یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اہم ترین سیاسی جماعت نے اسے سرکاری طور پر اپنا نصب العین بنالیا اور پاکستان کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کردی دراصل تحریک پاکستان عملی طور پر 1936 . سے شروع ہوئی پہلی جنگ عظیم کے بعد برصغیر کے مسلمان ملکی آزادی کے حصول کی خاطر۔ کانگرسی ہندوؤں سے تصفیہ پر زور دیتے رہے ملک کی

اہم ترین اقلیت (جو مذہب کے لحاظ سے باقی تمام اقلیتوں سے الگ حیثیت رکھتی ہے) سیاسی تحفظات حاصل کرنے کے بعد مطمئین ہوجائے اور ہندوؤں کے دوش بدوش آزادی وطن کیلئے کوشاں ہو اس وقت تقسیم ہند کا خیال کسی کے دل و دماغ میں بھی موجود نہ تھا البتہ یہ احساس ضرور موجود تھا کہ مذہبی روایات زبان و ثقافت اور طرز زندگی وغیرہ میں مسلمان الگ تھلگ قوم ہے اور ہندوؤں سے مختلف ہے نہرو رپورٹ کے شائع ہونے تک مسلمان رہنما ہندو مسلم اتحاد کیلئے سرتوڑ کوششیں کرتے رہے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان قوم کے چند مطالبات تسلیم کرلئے جائیں اور نافذ ہونے والی آئینی اصلاحات میں بھی ان کیلئے موثر تحفظات قبول کی جائیں تاکہ برطانوی طرز کی جمہوریت میں برصغیر کے مسلمان ہندوؤں کی غلامی سے بچ جائیں نہرو رپورٹ نے ثابت کردیا کہ ہندو مہاسبھا کے اراکین اور کانگریسی ہندوؤں میں چنداں فرق نہیں اور وہ اپنی تعداد کے بل بوتے پر برصغیر کے مسلمانوں کو نگل جانے پر تلے ہوئے ہیں گول میز کانفرنسوں میں بھی فرقہ وارانہ مسائل کا حل نہ ہوسکا 1935ء کی اصلاحات انگریزوں نے نافذ کئے قائداعظم محمد علی جناح نے چودہ نکات پیش کرکے مسلمانوں کیلئے ایک منشور بنا دیا جسکی بدولت ہندوؤں سے صلح ہوسکتی تھی لیکن کانگرس نے ہٹ دھرمی اختیار کرکے یکجہتی کا سنہری موقع کھو دیا ان حالات میں برصغیر کے مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوکر منظم ہوگئے۔ ہندوؤں کی متعصبانہ ذہنیت کے پیش نظر انہوں نے اپنے بچاؤ کی یہ ترکیب سوچی کہ برصغیر میں صرف ایک مرکزی حکومت یا فیڈریشن قائم ہونے کی بجائے دو الگ الگ آزاد ریاستیں قائم ہوں تاکہ

دونوں قومیں عزت اور آبرو کی زندگی بسر کر سکیں اور اپنے اپنے خطوں میں مذہبی اقلیتوں کو مناسب تحفظات حاصل ہو سکیں تاکہ دوسرے ملک میں بھی اقلیت سے وہی سلوک ہو سکے۔

قرار دار کا بنیادی مطالبہ:۔ قرار داد لاہور کا بنیادی مطالبہ یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو حق خودارادیت ملنا چاہئیے مسلم اکثریت والے صوبوں کی سرحدوں میں مناسب ترمیم کرکے ان کو یک جا کر دیا جائے اور ان صوبوں پر مشتمل ایک علیحدہ آزاد اسلامی ریاست قائم کی جائے یعنی ہندوستان کو تقسیم کرکے ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے الگ الگ ریاستیں بنادی جائیں اور دونوں آزاد ریاستوں میں اقلیتوں کے تمدنی ، معاشی اور سیاسی حقوق کے تحفظات کا موثر بندوبست ہو اس قرارداد میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلم اکثریت والے صوبوں کو علیحدہ ریاست بناتے وقت جغرافیائی ضرورتوں کے تحت مناسب ترمیم کرکے نئے خطے تشکیل دئے جائیں تاکہ دیسی ریاستیں کسی بھی ایک فیڈریشن میں شامل ہو سکیں دونوں ریاستیں خود مختار ہونگی اور ہر ایک ریاست کو حقیقی اور کامل اقتدار اعلیٰ حاصل ہوگا۔

تصور پاکستان کے بارے میں نظریات:۔ قیام پاکستان کے مطالبے نے مختلف منزلیں طے کیں پاکستان کے حصول کیلئے اصل جدوجہد کا زمانہ زیادہ سے زیادہ دس سال 1937 تا 1947 تھا قرارداد لاہور کے پیچھے قومی ذہین کے ارتقاء کی پوری تاریخ تھی۔ پاکستان کا تصور کسی ایک ہستی کی دماغی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ مختلف اشخاص نے اس تصور کے ارتقاء میں حصہ لیا اور آخر کار

قائداعظم نے اس قومی مطالبے کو عملی جامعہ پہنایا۔

۱۔ سرسید احمد خان نے ابتدا ہی میں واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ مخلوط انتخابات سے مسلمانوں کی حق تلفی ہوگی اسلئے جداگانہ نیابت سے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے 1857 ۔ کے واقعات سے خائف ہوکر سرسید احمد خان نے اپنی قوم کو سیاسیات میں دخل اندازی سے روکا انڈین نیشنل کانگریس سے دور رہنے کی تلقین کی آئینی اصلاحات سے کامل فائدے اٹھانے کیلئے جداگانہ نیابت کو درست سمجھا۔

۲۔ تقسیم بنگال اور سودیشی تحریک کا دور ہندوستان کی سیاست میں عجیب دور تھا چنانچہ اس پرآشوب زمانے میں مسلمانوں کو احساس ہوگیا کہ سیاسی تنظیم کے بغیر ان کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔

۳۔ سوراج کی آڑ میں برصغیر کے ہندو دراصل رام راج کے قیام کے منصوبے بنا رہے تھے ان حالات میں سرڈاکٹر محمد اقبال نے 1930 ۔ میں مسلم لیگ کے خطبہ صدارت میں یہ کہا کہ مسلمانوں کیلئے فرقہ پرستی طعنہ نہیں بلکہ قابل فخر بات ہے مسلمان قوم کی ترقی کیلئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ علامہ اقبال نے وطن کی بجائے مذہب کو قومیت کی بنیاد قرار دیا۔ مطالبہ پاکستان کیلئے سیاسی شعور اور مناسب قومی زمین علامہ محمد اقبال کی بدولت پیدا ہوا۔

دہلی میں منعقدہ آل پارٹیز مسلم لیگ کانفرس میں علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کے وطن کو ان الفاظ میں پیش کیا " دہلی میں منعقدہ آل پارٹیز مسلم لیگ کانفرس کے تمام مطالبات درست اور جائز ہیں بلکہ میں تو پنجاب ،

شمال مغربی سرحدی صوبہ بلوچستان اور سندھ کو متحدہ خطے کی شکل میں خود مختار ریاست دیکھنا چاہتا ہوں ۔ خواہ یہ ریاست برطانیہ کے زیر سایہ ہو یا اسکے اثر سے کاملاً آزاد ہو شمالی مغربی ہندوستان کی قسمت میں یہ لکھا ہے کہ وہ متحد ہو کر اسلامی ریاست بن جائے"۔

لفظ پاکستان:۔ 28 جنوری 1933 ۔ کو کیمبرج یونیورسٹی کے ایک طالبعلم چوہدری رحمت علی نے ایک چھوٹا سے رسالہ لکھ کر یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے نئی اصلاحات کا مطالبہ کرتے وقت جو وفاقی حکومت یا فیڈریشن کی بجائے مسلمانوں کی علیحدہ فیڈریشن قائم ہونی چاہیئے ۔ جسے پاکستان کہنا چاہیئے ۔ یعنی پاک لوگوں کی سرزمین ۔ چوہدری رحمت علی لفظ " پاکستان " کے موجد ہیں انکا خیال تھا کہ پنجاب ، شمال مغربی صوبہ سرحد ، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر پاکستان کی اسلامی ریاست قائم کی جائے ۔

انگریزوں کا معاہدات سے ناجائز فائدہ اٹھانا:۔ حکومت برطانیہ اور حکومت قلات ریاستی بلوچستان کے درمیان مختلف وقتوں میں جو معاہدات ہوتے رہے ہیں میر محمود خان ثانی آمیر ریاستی بلوچستان کے عہد حکومت میں ان کی بے توجہی اور آمور مملکت سے لاتعلقی کی بنا۔ پر حکومت برطانیہ کے نمائندوں نے ان سے ناجائز فائدہ اٹھایا اپنا اثر واقتدار قائم کرنے کیلئے شرائط معاہدات سے بہت آگے بڑھ چکے تھے ۔ چونکہ میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان کی اپنی قومی آزادی اور ملک کی ہر جہتی ترقی کیلئے یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے ملک میں برطانوی اقتدار کو بڑھنے سے روک دے اور جہاں تک ممکن ہوسکے اسے شرائط معاہدات کے اندر

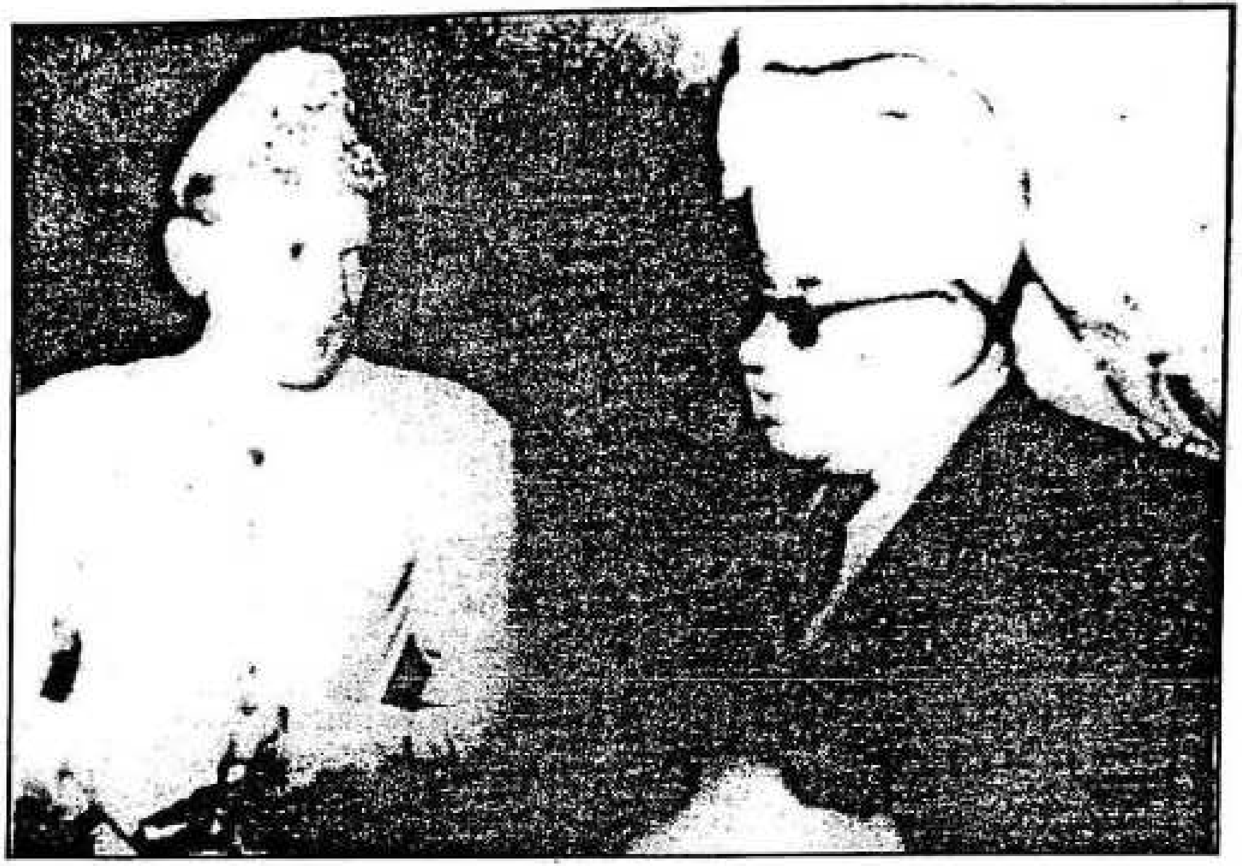

اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان امیر ریاستی بلوچستان و قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان مقام ڈھاڈر 1947ء

رہنے پر قانونی طور پر پابند اور مجبور کرے۔ اسلئے یہ ضروری ہوا کہ ایک طرف تو وہ کسی بلند پایہ قانونی مشیر سے اس سلسلہ میں مشورہ حاصل کریں اور دوسری طرف ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں مسلم لیگ اور کانگریس کے سیاسی رہنماؤں اور پارلیمنٹری ممبروں سے ملکر قلات ریاستی بلوچستان کے کیس کی وضاحت کریں اور مرکزی اسمبلی میں اسے زیر بحث لاکر ہر ممکن تقویت پہنچائیں ظاہر ہے اس سلسلہ میں آمیر قلات نے ہندوستان کے چوٹی کے وکیلوں اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔

مسٹر جناح سے پہلی ملاقات اور قانونی مشورہ:۔ لہذا میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان نے انگریزوں کے ساتھ معاہدات کے سلسلے میں پہلی ملاقات مسٹر محمد علی جناح سے کی اور ان سے زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ میر احمد یار خان نے مسٹر محمد علی جناح کے ساتھ دو طویل ملاقات کئیں جسمیں حکومت برطانیہ اور قلات ریاستی بلوچستان کے تعلقات اور معاہدات کے متعلق تفصیلی گفتگو کی اور قانونی مشورہ کیلئے متعلقہ کاغذات انکے حوالے کئے۔

مسٹر محمد علی جناح کی رائے:۔ مسٹر محمد علی جناح نے اپنی تیسری ملاقات میں میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان کو اسطرح اپنی رائے سے آگاہ کیا "یورہائی نیس۔ میں نے آپکے کیس کا بغور مطالعہ کیا ہے اسکے دو رخ ہیں بروئے قانون اور انصاف آپ حق پر ہیں مگر جہاں تک انگریزوں کی استعماری پالیسی اور طاقت کا سوال ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کا معاملہ دو حکومتوں کے درمیان ایک ایسا معاملہ ہے جس کو اگر تصفیہ کیلئے (ہیگ) کی عدالت میں

پیش کیا جائے تو آپ یقیناً جیت لینگے لیکن اس امر کا فیصلہ کرنا بھی حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں ہے اسلئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس معاملہ کو بتدریج قانونی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے آہستہ آہستہ بڑھایا جائے۔

مسٹر محمد علی جناح کا قلات کی آزادانہ حیثیت پر تبصرہ:۔ قلات کی آزادانہ حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح نے کہا کہ جس وقت حکومت برطانیہ اور حکومت قلات ریاستی بلوچستان کے درمیان یہ معاہدات طے ہوئے قلات ریاستی بلوچستان پر آمیر قلات کی ایک مکمل خودمختار اور آزاد حکومت قائم تھی مگر آج معاملہ بالکل اور ہے اگرچہ اب بھی آمیر قلات حکمران ہے لیکن درحقیقت قلات پر دولت برطانیہ کی حکومت قائم ہے وائسرائے ہند جس کے نگران اعلیٰ ہیں بلوچستان میں ریزیڈنٹ وائسرائے ہند کا نمائندہ ہے اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات۔ قلات میں ریزیڈنٹ کا نمائندہ ہے۔ وزیراعظم قلات ان کا ایک ایسا عامل ہے جو پولیٹیکل ایجنٹ کے رحم و کرم پر اور اسکے مکمل کنٹرول میں ہے سردار اور نواب حکومت برطانیہ کے کارندے ہیں اور اسکے نمائندوں کے اشارے پر چلتے ہیں الغرض آمیر قلات کو اس طرح گھیر کر بے بس کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے طور کچھ نہیں کرسکتے حکومت برطانیہ کے نمائندے ان کے نام سے قلات بلوچستان پر حکومت کرتے ہیں عوام کی حالت یہ ہے کہ نہ تو وہ پرانے زمانے کے بلوچوں کی طرح شجاعت اور ایثار کا جذبہ رکھتے ہیں اور نہ ہی آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طرح بنیادی طور پر بیدار ہیں۔ تمام ہندوستان میں قانون اور دستور نافذ ہے لیکن بلوچستان کا قانون حکومت برطانیہ کی مرضی ہے ریاست قلات مستجار علاقوں اور

اسکے متعلق قبائلی علاقوں میں جدا جدا طریقہ حکومت رائج ہے۔

ملک کا حکمران بطور مدعی:۔ مسٹر محمد علی جناح نے کہا کہ آپ ان مختلف مفادات کیلئے صرف ایک شخص جو ملک کا حکمران بھی ہے مدعی بن کر میدان میں آیا ہے یہ ایک بہت بڑا کام ہے اتنا بڑا کہ میں خود بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا مگر حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کی ساڑھے سات سو ریاستوں کے حکمرانوں کے نظریات اور خواہشات کے برعکس آمیر قلات وہ واحد حکمران ہیں جن کو اپنی قوم سب سے زیادہ عزیز ہے جو اپنی ریاست میں آئینی حکومت قائم کرکے سیاسی اصلاحات کے نفاذ کے متمنی ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ دنیا کے جس حصے میں بھی ممکن ہوسکے ایسے رہنما ڈھونڈ کر لائیں جو آپ کی قوم میں سیاسی شعور پیدا کرکے اسے بیدار کریں تاکہ آپ اسے جمہوری حقوق دے کر اپنی حکومت کو اسکے سامنے جوابدہ ٹھرائیں۔

آمیر قلات وہی کام کرنا چاہتے ہیں جو کانگریس اور مسلم لیگ چاہتی ہیں:۔ مسٹر محمد علی جناح نے آمیر قلات سے مخاطب ہو کر انہیں کہا۔ کہ یور ہائینس آپ بھی تو وہی کام کرنا چاہتے ہیں جو کانگریس اور مسلم لیگ کرنا چاہتی ہیں مگر ہم اور آپ میں فرق یہ ہے کہ ہم سیاسی لیڈر ہیں اور آپ ایک قومی حکمران ہیں حکومت برطانیہ کے ساتھ آپکے بہت گہرے تعلقات قائم ہیں آپ کا ملک سیاسی جغرافیائی اور اقتصادی نقطہ نگاہ سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ایشیاء میں ایک اہم ترین خطہ ہے مجھے بہت خوشی ہے کہ اس اہم ترین خطہ کے قومی رہنما آپ ہیں اسلئے میں آپ کو نہایت صاف اور واضح الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک ایسا

وقت آنے والا ہے جسے شاید میں نہ دیکھ سکوں کیونکہ میں عمر رسیدہ اور ضعیف ہوں مگر آپ غالباً اسے دیکھ لینگے کہ تمام اسلامی ممالک اسلامی اصولوں کے مطابق ایک فیڈریشن کی صورت میں آپس میں متحد ہوجائینگے اس رابطہ اتحاد کو قائم رکھنے کیلئے سب سے اہم ترین حیثیت جس قوم وجس ملک کو حاصل ہوگی وہ آپکی قوم بلوچ اور آپ کا ملک بلوچستان ہے جغرافیائی لحاظ سے بلوچستان کو جس کے شمال میں افغانستان مغرب میں ایران اور مشرق میں ہندوستان اور جنوب میں بحرہ عرب واقع ہے اہمیت حاصل ہے۔ لہذا بلوچستان اور بلوچ قوم اس بین الاقوامی اتحاد و پیوند کا مقام اتصال اور اصل گرہ ہوگی "۔

مسٹر محمد علی جناح نے کہا ہمارے تین مشترک دشمن ہیں :۔

مسٹر محمد علی جناح نے مزید کہا " کہ ہمارا اور آپ کا مقصد ایک ہے ہمارا تین بڑے دشمن ہیں ہندو، انگریز اور ہمارے غدار مسلمان ۔ اسلئے میں آپکو مشورہ دونگا کہ اول انگریزوں کے ساتھ بہر نوع بہتر تعلقات قائم رکھیں اور ان کے ساتھ سازگار فضاء قائم کرنے کی کوشش کریں البتہ ان کو ضرور بتلائیں کہ انہوں نے کون کون سی غلطیاں کی ہیں اور اب کون کون سی غلطیاں کررہے ہیں اور انکے نتائج کیا ہونگے اپنی بات کے بحث و مباحثہ اور دلائل سے ان کو قائل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ اس وقت بھی آپکی پالیسی ہے دوئم کہ قلات کے کیس کو قانونی طور پر اور بہت احتیاط سے تیار کرائیں جس کیلئے سر سلطان احمد، سردار سین، مسٹر جندریگر اور سر والٹر مانگٹن بہترین قانون دان ثابت ہونگے "۔

قلات ریاستی بلوچستان کے قانونی مشیر:۔ میر احمد یار خان آمیر ریاستی

بلوچستان مسٹر محمد علی جناح کے ساتھ مشورے کے بعد سر سلطان احمد سردار سین مسٹر چندریگر اور سر والٹر مانگٹن کو قلات ریاستی بلوچستان کا قانونی مشیر مقرر کیا گیا ان کے کام پر نگرانی رکھنے اور ان میں اصلاح و ترمیم کا کام محمد علی جناح نے خود اپنے ذمہ لیا۔

مسٹر محمد علی جناح کی اپیل خان معظم اور بلوچ قوم سے:۔ آخر میں مسٹر محمد علی جناح نے کہا "کہ میں خان معظم اور اسکی بلوچ قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ جس طرح آپکے بزرگ اجداد، سلطنت مغلیہ کی اسلامی سلطنت اور مذہب اسلام کی صدیوں سے خدمت کرتے رہے ہیں اسی طرح اب آپ بھی ہندوستانی مسلمانوں اور انکی اسلامی جماعت مسلم لیگ کی امداد کریں اگر ہم کامیاب ہوئے تو آپ کو آپکے تمام کھوئے ہوئے حقوق خود بخود مل جائینگے اور آپ کو ایک ایسی نیک نامی حاصل ہوگی جو تاریخ میں یادگار رہیگی"

خان معظم کا پیمان محکم:۔ خان معظم میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان کہتے تھے۔ کہ اس نصب العین کے تحت اور اس عہد و پیمان پر ایک دیانتدار بلوچ کی طرح یقین کرکے ہم نے مسلمانان ہند کی امداد اور اسلام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر مسٹر محمد علی جناح اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔

خان معظم کی خدمات بلوچستان کے مسلم لیگ کیلئے:۔ چنانچہ خان معظم میر احمد یار خان نے بلوچستان مسلم لیگ کی سب سے زیادہ خدمت کی قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کو بلوچستان میں مسلم لیگ کی تنظیم کرنے سے جو کل ہند شہرت حاصل ہوئی اسکی کامیابی میں سب سے زیادہ میر احمد

یار خان امیر ریاستی بلوچستان کا ہاتھ تھا۔ جنہوں نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی تنظیم کیلئے قاضی محمد عیسیٰ کو نہ صرف اخلاقی امداد کی بلکہ مالی امداد پر بھی لاکھوں روپے خرچ کیئے۔

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی بلوچستان میں پہلی بار آمد:۔ 26 جون 1943 ۔ میں قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ اپنی ہمشیرہ مس فاطمہ جناح اور بیگم عبداللہ ہارون کی معیت میں کراچی سے کوئٹہ تشریف لائے انکو جلوس کے شکل میں تمام کوئٹہ شہر میں پھرایا گیا مسٹر محمد علی جناح نے قاضی محمد عیسیٰ بیرسٹر ایٹ لاء صدر بلوچستان مسلم لیگ کے ہاں قیام فرمایا۔ کوئٹہ میں دوران قیام مسٹر محمد علی جناح نے ہر طبقہ خیال کے وفود سے ملاقاتیں کیں اس سفر میں مسٹر جناح نے بلوچستان میں دو ماہ گزارے اور یہاں پر ہر طبقہ خیال کے لوگوں سے ملاقاتیں کرکے نظریہ پاکستان کو انکے سامنے پیش کیا اس دوران مسٹر جناح بہت خوش رہے اور آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے سیاسی دوروں میں اتنا لطف کبھی حاصل نہیں ہوا جتنا لطف کہ میں یہاں بلوچستان میں محسوس کررہا ہوں

خان معظم کی دعوت پر مسٹر محمد علی جناح قلات میں:۔ 8 جولائی 1943 ۔ کو اعلیٰ حضرت خان معظم کی دعوت پر قائداعظم مسٹر محمد علی جناح قلات تشریف لے گئے تو خان معظم امیر ریاستی بلوچستان نے انکا ایک سربراہ مملکت کی حیثیت سے استقبال کیا قائداعظم محمد علی جناح کو اکیس توپوں کی سلامی دی گئی ریاستی فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا آپ کو قلات کے شاہی محل

میں ٹھرایا گیا۔ چھپر جو کہ قلات سے 7 میل کے فاصلے پر ہے وہاں کے پر فضا. باغ میں ایک دن انکو لنچ دیا گیا اسی مہمانی کے دوران خان معظم میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان نے قائداعظم محمد علی جناح کو چاندی اور سونے میں تولا منوں کے حساب میں اس چاندی اور سونے کو انہیں بطور عطیہ پیش کیا گیا تاکہ تحریک پاکستان کے چلانے میں انکو مالی مشکلات پیش نہ آئیں۔ 12 جولائی 1943ء میں مسٹر محمد علی جناح واپس کوئٹہ آئے ریاستی بلوچستان کے وزیراعظم اور پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے انکو پارٹیاں دیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کا بلوچستان میں دوسری بار آمد:۔ 14 ستمبر 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح اپنی بہن محترمہ مس فاطمہ جناح کی معیت میں کراچی سے کوئٹہ پہنچے قائداعظم ریلوے اسٹیشن سے کار میں بیٹھ کر سیدھے ایوان قلات کوئٹہ چلے گئے یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد قائداعظم ریاست قلات کے ایک مقام مستونگ تشریف لے گئے جہاں وہ آمیر قلات ریاستی بلوچستان کے مہمان ہوئے یہاں وہ تقریباً دو ماہ قیام پذیر رہے اسی دوران میں مہمانی نیں خان معظم نے آپ کے اعزاز میں ایک پر تکلف ضیافت کی جس میں سرفیروز خان نون کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح پر قاتلانہ حملہ:۔ جب بمبئی میں قائداعظم محمد علی جناح پر 26 جولائی 1944ء میں خاکسار پارٹی کے ایک فرد نے ناکام قاتلانہ حملہ کیا تو خان معظم آمیر بلوچستان نے ریاستی بلوچستان کے فوج کے دو نوجوان اسکی حفاظت کیلئے قلات سے بمبئی بھیجے جو پاکستان بننے تک مسٹر محمد علی جناح کی

حفاظت کرتے رہے اور اس دوران میں ان دو سپاہیوں کے تمام اخراجات کا بل خان معظم ادا کرتے رہے۔

خان معظم کا قائداعظم محمد علی جناح کا مقصد خاص ہونا :۔

چونکہ خان معظم میر احمد یار خان نیک نیت اور صاف دل اور جذباتی ہونے کے علاوہ شدید طور پر مذہبی رجحان رکھتے تھے اسلئے مسٹر محمد علی جناح کی اسلام دوستی اور مسلم پروری کے دعوؤں سے بہت زیادہ متاثر ہوئے انکو رفتہ رفتہ مسٹر جناح سے اس قدر والہانہ عقیدت پیدا ہوئی کہ انہوں نے مسٹر محمد علی جناح کو احتراماً باپ بھی کہا اور انکی ہر خواہش کی عقیدت مندانہ تکمیل اور ہر حکم کو نیاز مندانہ تعمیل سے کبھی بھی گریز نہیں کیا۔

برٹش پارلیمنٹری ڈیلی گیشن سے خان معظم کی ملاقات :۔

دسمبر 1945 کو آزادی ہند کے مسئلہ پر ہندوستانی لیڈروں اور والیاں ریاست سے گفت و شنید کرنے حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک پارلیمنٹری ڈیلی گیشن نئی دہلی آیا خان معظم نے دلی پہنچ کر قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کے مسئلہ کو صحیح طور پر ڈیلی گیشن کے سامنے پیش کرنے کے متعلق مسٹر جناح سے مشورہ کیا۔ ڈیلی گیشن کے ممبروں سے رسمی طور پر ملنے سے قبل مسٹر جناح نے خان معظم کیلئے ڈیلی گیشن کے ممبروں سے الگ غیر رسمی ملاقات کی صورت پیدا کر دی۔ مسٹر محمد علی جناح نے خان معظم کے اعزاز میں ایک دعوت دی جسمیں پارلیمنٹری ڈیلی گیشن کے ارکان اور حکومت ہند کے وزراء کو بھی مدعو کیا اس دعوت میں مسٹر جناح نے خان معظم کا ممبران ڈیلی گیشن سے تعارف کرایا اور قلات ریاستی

بلوچستان کے مسئلہ پر سرسری بات چیت میں خان معظم کی امداد کی بعد ازاں خان معظم رسمی طور پر ڈیلی گیشن سے ملے اور آزادی ہند کے بعد قلات ریاستی بلوچستان کی آزادانہ حیثیت پر گفت و شنید کی ابتداء کی۔

برطانوی وزراتی مشن سے مطالبہ:۔ برطانوی ڈیلی گیشن کی ناکام واپسی کے بعد مارچ 1946 ۔ میں لارڈ پیتھک لارنس کی زیر سرکردگی سراسٹیفورڈ کرپس اور لارڈ الیگزنڈر پر مشتمل ایک برطانوی وزارتی مشن ہندوستان آیا۔

خان معظم نے اس موقع پر بھی مسٹر جناح کے مشورے سے برطانوی حکومت سے ایک یاد داشت میں آزاد ہند کہ وقوع پزیر ہونے پر قلات کی مکمل آزادی کا مطالبہ کیا یہ یاد داشت مسٹر جناح کی زیر نگرانی ہندوستان کے مشہور ماہرین قانون مسٹر آئی آئی چندریگر سر سلطان احمد سردار ڈی کے سین اور سر والٹر مانگٹن نے مرتب کی ۔ جسمیں قلات کے تاریخی پس منظر اور قلات کے حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدات کی روشنی میں قلات ریاستی بلوچستان کی آزادانہ حیثیت وزارتی مشن کے سامنے رکھی گئی ۔ نامبردہ ماہرین قانون نے قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کے مسئلہ پر مختصراً بطریق ذیل رائے دی۔

ریاست قلات کی آئینی حیثیت:۔ 1 ۔ ریاست قلات ایک آزاد اور خودمختار حکومت ہے جسکے تعلقات حکومت سے بالخصوص 1876 ۔ کے معاہدہ پر استوار ہیں۔

2 ۔ قلات ہندوستانی ریاست نہیں ہے ۔ ہندوستان سے اسکے مراسم صرف برطانوی حکومت کے تعلقات کی بناء پر ہیں جونہی کہ برطانوی حکومت کا اقتدار اعلیٰ

ختم ہوجائے گا برطانوی حکومت کے ساتھ معاہدہ بھی ختم ہوجائے گا اور ریاست قلات اپنے مستقبل کے متعلق طریقہ کار منتخب یا وضع کرنے میں آزاد ہوگی۔

مستجار علاقے:۔ 1 ۔ ان علاقوں پر خودمختاری قلات کی رہیگی اور یہ مقبوضات ریاست کا حصہ رہینگے۔

2 ۔ ان علاقوں کی حکومت کے تمام اختیارات اس وقت برطانوی حکومت کے قبضہ میں ہیں جو اس مقصد کیلئے مقبوضات پر صحیح معنوں میں قابض ہیں۔

3 ۔ جونہی کہ برطانوی حکومت کا انتظام ختم ہوگا مستجار علاقوں سے متعلق معاہدات اپنا جواز کھو دینگے اور تمام وہ حقوق و اختیارات جو اس وقت حکومت برطانیہ کو حاصل ہے حکومت قلات ریاستی بلوچستان کو منتقل ہوجائنگے اور ان مقبوضات سے متعلق ریاستی بلوچستان کو اختیارات کی واپسی بحث و تمحیص سے بالاتر ہوگی۔

بلوچی علاقے:۔ لسبیلہ، خاران، مری اور بگٹی کے علاقے ریاست قلات کے حصے ہیں وہ اختیارات جو ان مذکورہ بلوچی علاقوں کے متعلق برطانوی حکومت کو حاصل ہیں اور وہ ان علاقوں کو استعمال کر رہی ہے حکومت برطانیہ کے انخلاء پر قلات کو منتقل ہوجائنگے۔

یہ یاد داشت خان معظم میر احمد یار خان ۔ خان قلات نے نئی دلی کے مقام پر برطانوی وزارتی مشن کے سامنے پیش کرکے قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کا مطالبہ کیا۔

خان معظم میر احمد یار خان کیا کہتے ہیں:۔خان معظم میر احمد خان آمیر

ریاستی بلوچستان اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ و قوانین بلوچ میں ان مندرجہ بالا واقعات کے بارے میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔

استعمار کے خلاف جدو جہد:۔ میں محبوب سرزمین کو رشک فردوس بنا دینے کا عزم سے سرشار عملی تدابیر اختیار کر رہا تھا مگر انگریز کی مسلسل مداخلت اور ایذارسانی قدم قدم پر میرے آڑے آتی تھیں میں نے اس کھلی جارحیت اور مداخلت کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا فیصلہ کیا 1936۔ میں ریاست کے اقتدار اعلیٰ اور برطانیہ کے درمیان معاہداتی تعلقات کے بارے میں قانونی ماہر کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس دوران اس وقت کے ممتاز قانون دان مسٹر جناح سے ربط ضبط بڑھایا۔

قائداعظم بلوچی ریاست کے آئینی مشیر:۔ حکومت برطانیہ کی معاہداتی خلاف ورزیاں اور ریاست قلات کی پوزیشن کے بارے میں میں نے اپنا کیس مسٹر جناح کے حوالہ کیا وہ مسلمانوں میں درجہ اوّل کی سب سے بڑی سیاسی جماعت مسلم لیگ کے بھی سربراہ تھے۔ انگریز کی سیاسی حکمت عملیوں اور شاطرانہ طرز عمل کو سمجھنے والا ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں تھا میں نے ان کے سامنے اپنے کیس کی حسب ذیل نکات کے بارے میں تبادلہ خیال کیا اور قانونی مشورہ و اعانت طلب کیا۔

۱۔ برطانیہ اپنے معاہدات بالخصوص معاہدہ 1876۔ پر پوری عمل کرے۔

۲۔ سوائے نیابت کوئٹہ جو خاص فوجی نقطہ نظر سے بطور اجارہ حکومت قلات سے حاصل کیا گیا تھا دیگر تمام قبائلی اور مستجار علاقوں کو واپس کر دے تا کہ حیدآباد،

میسور اور بڑودہ وغیرہ جیسی ریاستوں کی طرح اپنے عوام کو پسماندگی سے نجات دلا کر انہیں خوشحال بنا سکوں۔

۳۔ قدیم بلوچ کانفیڈریشن کو ایک منظم مجلس سرداران یعنی (دیوان خاص) دیوان امراء کی حیثیت دے سکوں۔

۴۔ عوامی نمائندوں کی ایک مجلس قائم کرکے اسکو دیوان عام کی شکل دی جاسکے

۵۔ مذکورہ بالادو اسمبلیوں میں سے ایک مجلس وزراء کا انتخاب ہو جس کا لیڈر ریاست کا وزیراعظم ہوگا۔

۶۔ رفتہ رفتہ پانچ سال کے اندر اسمبلیاں مکمل طریق سے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

۷۔ ریاست کے فرمان روا کی حکمرانی پوزیشن کو آئینی بنا دیا جائے۔

مقصد یہ تھا کہ بلوچوں کو آئینی طرز حکومت کا عادی بنا کر انہیں کاروبار مملکت میں برابر کا شریک کیا جائے تاکہ تعمیر و ترقی کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے میں آسانی اور تیزی پیدا ہو ریاست کے قدرتی وسائل پٹرول معدنیات وغیرہ سے استفادہ کیا جاسکے زراعت ترقی پزیر ہو تعلیم کا معیار بلند سے بلند تر ہو اور معاشرتی و معاشی لحاظ سے ریاست کے عوام دیگر ترقی یافتہ علاقوں کے عوام کی ہمسری کر سکیں میں نے مسٹر جناح کو بتایا کہ میں نے جب بھی قوم کی اصلاح احوال اور تعمیر ترقی کیلئے قدم اٹھایا انگریز آڑے آگئے اور انہیں جب معاہدات یاد دلاتا ہوں تو ٹال مٹول کرنے لگتے ہیں وہ اپنی اختیار کردہ مزموم سامراجی پالیسی میں لچک پیدا کرنے پر آمادہ نہیں اس پر مسٹر جناح نے جواب دیا۔

جواب مسٹر محمد علی جناح کا:۔ یور ہائی نیس " جو آپ کا معاملہ ہے وہی ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا ہے جو کام میں کر رہا ہوں وہی کام آپ کر رہے ہیں جو میں کرنا چاہتا ہوں وہی آپ کرنا چاہتے ہیں میرا اور آپ کا مدعا ایک ہے مجھے بے حد خوشی ہے کہ آپکے خیالات اپنی قوم اور ملک کی نسبت نہایت ترقی پسندانہ اور قابل قدر ہیں حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کے ساڑھے سات سو ریاستوں کے حکمرانوں کے نظریات اور خواہشات کے برعکس آپ وہ واحد حکمران ہیں جنکو اپنی قوم سب سے زیادہ عزیز ہے اور جو اپنی ریاست میں آئینی حکومت قائم کرکے سیاسی اصلاحات کے نفاذ کے متمنی ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ دنیا کے جس حصے سے بھی ممکن ہوسکے ایسے رہنما ڈھونڈ کر لائیں جو آپ کی قوم میں سیاسی شعور پیدا کرکے اسے بیدار کرے تاکہ آپ اسے جمہوری حقوق دے کر اپنی حکومت کو ان کے سامنے جواب دہ ٹھرائیں ۔ حالانکہ دیگر حکمران اپنی ریاستوں میں نئی روشنی اصلاحات اور آزادی کی تحریکات کے خلاف ہیں اور آپ اس کیلئے پریشان ہیں کہ آپ کی قوم ان نعمتوں سے محروم کیوں ہے۔

خان معظم کہتے ہیں:۔ میں نے کہا " مسٹر جناح میں سیدالقوم کے مصداق پر خود کو اپنی قوم کا خادم تصور کرتا ہوں میرے اور دیگر ریاستوں کے والیاں میں بنیادی فرق ہے میرے آباواجدا خوانین قلات نے حکمرانی یا مطلق العنانی کا تصور بتک نہیں کیا تھا یہ قوم کے روایتی سربراہ ہے ہمارا کام خدمت اور زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا ہے میری آرزو ہے کہ میری قوم میں زیادہ سے زیادہ سیاسی شعور ہوتا کہ وہ کاروبار مملکت میں برابر کے حصہ دار بن سکیں اور قوم کو ان سے فائدہ پہنچے۔

بلوچوں اور بلوچستان کے بارے میں قائداعظم کے تاثرات :۔

مسٹر جناح (جنہیں اب میں قائداعظم لکھونگا کہ اب وہ قائداعظم بن چکے تھے) میری باتوں سے بے حد متاثر ہوئے اور کہنے لگے ۔

قائداعظم کہتے ہیں :۔ یور ہائی نیس میں آپکی پوزیشن اور مشکلات کو سمجھ گیا آپ اپنے قوم و ملک کی بہتری کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں میں آپکی بلا معاوضہ اعانت کرونگا ایک دوست اور بھائی کی طرح یوں مجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی کیلئے لڑ رہا ہوں آپ کا ملک جغرافیائی محل و قوع کے اعتبار سے اہم ترین ملک ہے آپکی غیور قوم کے بغیر ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی بے سود ہوگی میں آپ کو نہایت صاف اور واضح الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جسے شاید میں دیکھ نہ سکو کیونکہ عمر رسیدہ ہوں مگر آپ غالباً اسے دیکھ سکینگے کہ تمام اسلامی ممالک اسلامی اصولوں کے مطابق ایک فیڈریشن کی صورت میں آپس میں متحد ہوجائینگے اس رابطہ کو قائم رکھنے کیلئے سب سے اہم ترین حیثیت جس قوم اور جس ملک کو حاصل ہوگی وہ آپ کی قوم بلوچ اور آپ کا ملک بلوچستان ہوگا ۔ جغرافیائی لحاظ سے بلوچستان کو جس کے شمال میں افغانستان ، مغرب میں ایران ہے یہ اہمیت حاصل ہے لہذا بلوچستان اور بلوچ قوم اس بین الاقوامی اتحاد کا مقام اتصال اور اصل گرہ ہوگی جہاں تک آپ کے کیس کے سیاسی کا تعلق ہے اسکیلئے سیاسی وقت کی ضرورت ہے ۔ ایک ایسی سیاسی تنظیم کی جو آپ کے عوام میں سیاسی بیداری پیدا کرنے اور اسمبلی میں آپکے کیس کیلئے جدوجہد کرے" ۔

برٹش ڈیلی گیشن کی ہند میں آمد:۔ دسمبر 1945ء میں قائداعظم دہلی میں مقیم تھے جب برٹش ڈیلی گیشن ہندوستان آیا وہ آزادی ہند کے سوال پر ہندوستان کے ہندو مسلم لیڈروں اور والیان ریاست سے تبادلہ کر رہا تھا میں نے ان سے رابطہ سے قبل قائداعظم سے مشورہ کیا کہ مجھے قلات کے متعلق اس ڈیلی گیشن سے کن خطوط پر بات کرنی چاہیئے ۔ قائداعظم کا مشورہ تھا کہ وہ میرے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام کریں گے اور اس ضیافت میں ڈیلی گیشن کے اراکین حکومت ہند کے وزراء اور دیگر سیاسی و غیر سیاسی معززین کو شرکت کی دعوت دی جائیگی اس موقع پر ڈیلی گیشن کے اراکین سے میری رسمی ملاقات اور تبادلہ خیال ہوگا

قائداعظم کی خان معظم کے اعزاز میں دعوت:۔ چنانچہ قائداعظم نے اپنی قیام گاہ پر میرے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا اور ڈیلی گیشن کے اراکین کو شرکت کی دعوت دی یہ امر قابل ذکر ہے کہ قائداعظم نے اپنی پوری زندگی میں کسی کے اعزاز میں اتنی بڑی دعوت کا اہتمام نہیں کیا تھا اس تقریب میں پانچ سو مہمان مدعو تھے میں نے ڈیلی گیشن کے اراکین سے اس دعوت میں کھل کر تبادلہ خیال کیا فیصلہ یہ ہوا کہ میں چند مسلم ماہرین قانون کی مدد سے ریاست قلات کی تاریخی حیثیت ، تاریخی پس منظر، واقعات اور برطانیہ سے معاہدات پر مشتمل مواد کی روشنی میں اپنا کیس تیار کروں جسے قائداعظم بطور ریاست کے آئینی مشیر حکومت برطانیہ کو پیش کریں ۔ میں نے قلات کے دعوٰی اور تاریخی پوزیشن کے متعلق مسٹر آئی آئی چندریگر ، سر سلطان احمد ، سردار بی کے سین اور مسٹر والٹن مانگٹن سے اپنا کیس تیار کرا کر قائداعظم کے حوالہ کر دیا انہوں نے اسمیں مناسب

تغیر و تبدیل کرکے بطور میمورنڈم کیبنٹ مشن اور وائسرے ہند کو پیش کردیا ماہرین کے آرا کا خلاصہ یہ تھا۔

۱۔ ریاست قلات ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے جس کے تعلقات برطانیہ کے ساتھ بذریعہ چند معاہدات بالخصوص معاہدہ 1876 ء پر استوار ہیں۔

۲۔ قلات ہندوستانی ریاست نہیں ہے اور ہندوستان سے مراسم صرف برطانوی حکومت کے تعلقات کی بناء پر رسمی ہیں جب برطانوی حکومت کا اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائیگا تو قلات کا حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدہ بھی ختم ہوجائیگا اور قلات کی معاہدہ سے پہلے کی حالت آزادی مکمل طور پر عود کر آئیگی اور ریاست قلات اپنے مستقبل کے متعلق جو لائحہ عمل اختیار کرے مختار کل ہوگی۔

جہاں تک مستجار علاقوں کی حیثیت کا تعلق ہے ماہرین کی رائے کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ تمام مستجار علاقوں پر قلات کی خود مختاری قائم رہیگی اور جملہ مقبوضات قلات کا حصہ رہینگے۔

۲۔ ان علاقوں کی حکومت کے تمام اختیارات اس وقت برطانوی حکومت کے قبضہ میں ہیں جو اس مقصد کیلئے مقبوضات پر قانونی قابض ہے۔

۳۔ برطانوی حکومت کے اقتدار اعلیٰ ختم ہوتے ہی مستجار علاقوں سے متعلق معاہدات بھی اپنا جواز کھو دینگے اور تمام وہ حقوق اور اختیارات جو پہلے حکومت برطانیہ کو حاصل تھے حکومت قلات کو منتقل ہوجائینگے اور ان مقبوضات سے متعلق اختیارات کی واپسی بحث و تمحیص سے بالا تر ہوگی اور جہاں تک دوسری بلوچ علاقوں مثلاً لسبیلہ، خاران، مری بگٹی کا تعلق ہے قانونی رائے کا خلاصہ یہ ہے

کہ یہ سب علاقے ریاست قلات کے حصے ہیں اور ان کے بعد جملہ اختیارات برطانیہ کے انخلا پر قلات کو منتقل ہو جائیگا۔

مری بگٹی تمنداران کی درخواست بنام خان قلات:۔ درین اثناء مری بگٹی قبائل کے تمنداروں نے 27 نومبر 1946 ۔ میں مجھے ایک درخواست لکھ کر پیش کیا جسمیں انگریزی حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ انکے قبائلی علاقے فیڈریشن کی صورت میں قلات کے ساتھ شامل کئے جائیں درخواست کا متن یہ تھا۔

" ہم تمنداران قبائلی علاقہ بلوچستان کے یعنی مری اور بگٹی کچھ عرصے سے محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے علاقہ کے خاص حالات کو ہندوستان کی نئی آئین سازی میں بطریق احسن مدنظر نہیں رکھا گیا ہمارے خیال میں ہمارے قبائلی مفاد و تمندارانہ نظام کیلئے یہ امر اشد ضروری ہے کہ ہم اپنا نظریہ قبائلی علاقہ کے خاص حالات و ضروریات کے تحت گورنمنٹ عالیہ و ہندوستانی سیاسی لیڈروں کے سامنے پیش کریں تاکہ ہمارا مفاد مکمل غور کے بغیر نظرانداز نہ ہوجائے ہماری خواہش ہے کہ ہمارا قبائلی علاقہ حدود برٹش انڈیا سے باہر ہے ایک گروپنگ سسٹم کے تحت قبائلی علاقہ ہائے پنجاب سے علیحدہ کر کے قلات اسٹیٹ کے ساتھ ایک فیڈریشن کی صورت میں ملحق کردیا جائے اور ہزہائی نیس خان آف قلات کے زیر سایہ ایک فیڈریشن میں لایا جائے ہماری آزادی کو بحال رکھا جائے اس مقصد کے حصول کیلئے ہم متفقہ طور پر سر محمد جمال خان لغاری اور وزیراعظم ریاست قلات کو تمام آئیندہ میٹنگوں، کمیٹیوں اور اسمبلیوں میں جو کہ ہندوستانی کانسٹی ٹیوشن بالخصوص قبائلی علاقہ کی آئین سازی کیلئے بلائی جائیں اپنے نمائندگان خاص امور کیلئے منتخب

کرتے ہیں مورخہ 27 نومبر 1946 ۔

دستخط

سردار بہادر دودا خان

سربراہ تمندار مری

دستخط

نواب زادہ سردار
محمد اکبر خان
تمندار بگٹی

دستخط

سردار سر محمد جمال خان لغاری

قلات ریاستی بلوچستان کی آئینی پالیسی کا اعلان:۔ اپریل 1947ء میں کوئٹہ سے شائع کردہ ایک کتابچہ میں خان معظم نے آزاد قلات ریاستی بلوچستان کی پالیسی کا اعلان ان بنیاد پر کیا۔

۱۔ حکومت قلات کا آئیندہ آئین اسلامی اور مطابق شرح محمدی ہوگا اور حکمران کی حیثیت ایک آئینی اور اسلامی حکمران کی رہیگی۔

۲۔ مستجار علاقوں میں جو نظام زندگی اور طریقہ کار اس وقت جاری ہے اسمیں ذرہ بھر فرق نہیں آیئگا۔ اگر کسی چیز میں بہ امر مجبوری تغیر تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس میں تبدیلی کرنے سے قبل ملک کے نمایئندوں سے صلاح و مشورہ کیا جایئگا۔

۳۔ ہر علاقہ میں ہر طبقہ مذہب اور جماعت کے لوگوں کے نمایئندوں پر مشتمل مشاورتی بورڈ قائم کئے جائینگے۔

۴۔ ملک میں مذہب اسلام کی تبلیغ جاری رکھی جائیگی جہالت اور کم علمی کو ختم کردیا جایئگا صنعت و حرفت کو ترقی دی جائیگی اور بیروزگاری ختم کردی جائیگی زراعت کو جدید طریقوں سے روشناس کرکے زمینداروں کا معیار زندگی بلند اور بہتر بنادیا جایئگا۔

۵۔ ایک نمایئندہ مشاورتی بورڈ قائم کردیا جایئگا جو غیر ملکی (دیگر صوبہ جات کے باشندے) حضرات سے یہ معلومات حاصل کریگا کہ آیا وہ بلوچستان (قلات) کو اپنا وطن بنانے کو تیار ہیں یا نہیں اگر انہوں نے ہمارے ساتھ رہنے اس ملک کو اپنا وطن سمجھنے اور اپنی موت وزیست اور نیک و بد کو ہمارے ساتھ وابستہ اور ایک

کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا تو وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہم ان کو برابر کا حق دینگے ۔ اور اگر انہوں نے اس چیز کو پسند نہ کیا تو ہم ان کو ان کیلئے وطن (صوبہ) تک پہنچانے کا مناسب انتظام کرینگے ۔

۶ ۔ حکومت قلات کو اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات میں مکمل طور پر ایک آزاد حکومت کی حیثیت حاصل ہوگی وہ اپنی ہمسایہ حکومتوں ، افغانستان ، ایران اور عرب سلاطین کے ساتھ بالعموم اور پاکستان کے ساتھ بالخصوص دوستانہ معاہدوں کے ذریعے تعلقات قائم کریگی ہندوستان اور دنیا کے دیگر غیر اسلامی ممالک کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات قائم کرینگے ۔

۷ ۔ حکومت قلات قائداعظم محمد علی جناح اور جماعت مسلم لیگ کے حصول پاکستان کی پالیسی کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہے اور پاکستان کو قائم کرنے میں ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار ہے ۔اس اعلان کے آخیر میں بلوچستان کے باشندوں کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ خان قلات اور قائداعظم کی پالیسی ایک ہے اور خان قلات نے قائداعظم سے تمام معاملات میں مشورہ کیا ہے قائداعظم نے قلات کی آزادی مستجار علاقوں کی واپسی اور بلوچستان کے دوسرے بلوچی خطوں کو قلات میں شامل کرنے سے مکمل اتفاق کیا ہے اور ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا ہے جس کیلئے خان معظم اور حکومت قلات ان کے شکر گزار ہیں اور ممنون احسان ہیں ۔

خان معظم نے اپنی پالیسی کا کیوں اعلان کیا :۔ خان معظم کو اپنی پالیسی کو اچانک اور قبل از وقت اعلان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کا

اظہار خان قلات نے خود ان الفاظ میں کیا ہے۔ مئی و جون 1946ء میں برٹش ڈیلی گیشن کے ارکان نے اپنی سفارشات پیش کیں جو قیام پاکستان کے حق میں سراسر غیر مفید تھیں اور جن کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ وہ ہندوستان کی آزادی کے حق میں ہیں تاہم ہندوستان کی تقسیم کو تباہ کن اور ناممکن سمجھتے ہیں ان کا خیال ہندوستان کے مسلمانوں کی خواہشات کے خلاف تھا اور پاکستان کے حصول کے بالکل برعکس تھا اپنے ہمدردانہ طور پر مسلم لیگ اور چند مسلم شخصیتوں اور مسلمان حکمرانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ مسلم آبادی کو جو گلگت سے لیکر جیونی تک ایک کڑی ہے منظم کیا جائے اور اس اسلامی حکومت کا مرکز جسے عام طور پر پاکستان کے نام سے پکارا جاتا ہے قائم کرکے بجا طور پر استعمال کیا جائے وہ ریاستیں جو اس کڑی میں شامل تھیں ایک ہی ساتھ اپنی آزادی کا اعلان کردیں اور قلات کو جو تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے ہندوستان سے علحیدہ ہے اس بلاک کے اقدامات کا عملی مرکز بنایا جائے اور قلات کے ہوائی اڈوں کو بیرونی ہند سے ہتھیاروں اور دیگر سامان جنگ وصول کرنے کیلئے کام میں لایا جائے اور ہمسایہ اسلامی حکومتوں سے تعلقات قائم کرکے پروپیگنڈا کیلئے قلات ہی کے کسی موزوں مقام پر وائرلیس اسٹیشن قائم کیا جائے اور اگر قیام پاکستان سے جس کا مسلمان مطالبہ کررہے ہیں انکار کردیا جائے اور برٹش ڈیلی گیشن آخری طور پر یہ فیصلہ کردے کہ ہندوستان مکمل طور پر ہندو کانگریس کے حوالہ کردیا جائیگا تو اس منطقہ ملک کو جسکی تمام آبادی عملی طور پر مسلمان ہے اپنے اعلان کردہ آزادی کی حفاظت کیلئے ہندو انڈیا کے ہر حملے کے خلاف فوری اقدامات کرنے چاہئیں اور قیام

پاکستان کیلئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

خان معظم کہتے ہیں:۔ مذکورہ بالا اسکیم کا سب سے زیادہ ضروری حصہ یہ تھا کہ پہلے قلات آزادی حاصل کرے اور اسکے مستجار علاقے نیز بلوچی خطے برطانوی حکومت اس کو واپس کردے چنانچہ میں خود اس اسکیم پر بات چیت کرنے اور ہدایات لینے کی غرض سے مارچ 1947ء میں مرحوم قائداعظم کی خدمت میں بمبئی گیا اور یہ اسکیم ان کے پیش کی جس پر قائداعظم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ نہ صرف مناسب ہے بلکہ نہایت لازمی ہے۔ چنانچہ میں بمبئی سے قائداعظم کی ہدایات حاصل کرنے کے بعد بلوچستان آیا اور اپریل 1947ء میں ایک پمفلٹ شائع کی گئی اسکی ایک نقل حکومت برطانیہ اور ایک نقل حکومت ہند (برطانوی) کو بھیج دی گئی۔

قیام پاکستان کے حق میں جدوجہد:۔ خان معظم میر احمد یار خان نے متذکرہ اعلان کے بعد اس اسکیم پر پوری تندہی سے کام کرنا شروع کر دیا مستجار علاقوں کے سرداروں، معتبرین، ٹکریوں، جرگہ ممبروں اور دوسرے بااثر افراد کو قلات آنے کی دعوت دی اور ان کو قلات میں شامل ہونے پر رضامند کرکے اس ضمن میں ان کی طرف سے ایسی تحریری درخواستیں حاصل کرلیں جن میں مستجار علاقوں کے باشندوں کی طرف سے قلات میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا گیا تھا خان معظم کی جدوجہد پوری تیزی سے جاری تھی کہ انڈین نیشنل کانگریس نے مسلمانان ہند کا مطالبہ پاکستان اور تقسیم ہند کا اصول تسلیم کرلیا۔

انڈین نیشنل کانگریس کی تقسیم ہند اور مطالبہ پاکستان کو ماننا

:۔ جب انڈین نیشنل کانگریس نے مسلمانان ہند کا مطالبہ پاکستان اور تقسیم ہند کا اصول مان لیا اس اعلان کے بعد خان معظم کو بھی اپنی پالیسی بدلنی پڑی اب ان کو مسٹر جناح اور مسلم لیگ کی طرف سے اس بات پر مجبور کیا گیا کہ آنے والے ریفرنڈم میں بلوچستان کے باشندوں کو پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر رضامند کریں خان معظم ان باتوں میں آگئے برٹش بلوچستان میں صرف شاہی جرگہ اور میونسپلٹی کوئٹہ کے اراکین کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ووٹوں سے برٹش بلوچستان کی پاکستان یا ہندوستان کے ساتھ شمولیت کا فیصلہ کریں چنانچہ اس سلسلہ میں خان معظم نے اپنا اثرورسوخ نہ صرف مستجار علاقوں کے ان سرداروں پر استعمال کیا جنھوں نے کچھ دن پہلے قلات میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا بلکہ مری بگٹی اور کھیتران کے بلوچ علاقوں کے سرداروں کو بھی پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر رضامند کر لیا۔

شاہی جرگہ کا اجلاس :۔ الغرض جولائی 1947 ۔ میں ٹاؤن ہال کوئٹہ میں برٹش بلوچستان شاہی جرگہ اور کوئٹہ کے میونسپل ممبران برٹش بلوچستان گورنر جنرل کے ایجنٹ کے زیر صدارت جمع ہوئے سب نے متفقہ طور پر بلوچستان کی قسمت کو پاکستان کے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

خان معظم فرماتے ہیں :۔ اسمیں کوئی مبالغہ نہیں کہ برٹش بلوچستان میں کانگریس تحریک کو کچلنے میں انگریزی حکومت سے زیادہ غیرارادی طور پر میر احمد یار خان قلات نے کام کیا چنانچہ وہ خود متاسفانہ طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ " میری ذاتی کوششیں نیز ذاتی اثر برٹش بلوچستان میں کانگریس کے پروپیگنڈے کو دبانے کا

ذمہ دار رہا اگر میری کوششیں نہ ہوتی تو آج بلوچستان بھی پاکستان کے ساتھ نہ ہوتا"۔

اعلان تقسیم ہند:۔ 2 جون 1947 ۔ کو ہندوستان کے وائسرے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی تقسیم کا اعلان کردیا وائسرائے ہند کے اس اعلان سے ہندوستانی ریاستوں کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

ریاستوں سے متعلق مسلم لیگ کی پالیسی:۔ چنانچہ ان چہ میگوئیوں کی پیش نظر 9 جون 1947 ۔ کو مسٹر جناح صدر کل ہند مسل لیگ نے ہندوستانی ریاستوں سے متعلق مسلم لیگ کی مندرجہ ذیل پالیسی کا اعلان کردیا۔

"ہندوستانی ریاستوں کے متعلق کچھ چہ میگوئیاں ہورہی ہیں اسلئے میں آل انڈیا مسلم لیگ کی پوزیشن بیان کرنے پر مجبور ہوں تاکہ اس بارے میں کوئی غلط فہمی نہ رہے کہ مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہے اور ہندوستانی ریاستوں کے متعلق ہماری پالیسی کیسی ہے آئینی اور قانونی طور پر ہندوستانی ریاستیں برطانوی اقتدار اعلیٰ کے ختم ہونے کے بعد آزاد اور خود مختار ریاستیں ہونگی اور وہ اپنے لئے اپنی پسند کے مطابق راہ عمل اختیار کرنے میں آزاد ہونگی ان کیلئے اس امر کی کھلی اجازت ہے کہ خواہ وہ ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں شامل ہوں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں شرکت کریں یا آزاد رہنے کا فیصلہ کریں موخرالذکر صورت میں ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ حسب صوابدید خود جس قسم کے انتظامات یا تعلقات وابستہ کرنا چاہئیں کرسکتی ہیں ۔ کل ہند مسلم لیگ کی پالیسی ابتداء سے واضح رہی ہے کہ ہم کسی ریاست کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے کیونکہ

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے ابتدائی طور پر والیان ریاست اور باشدگان ریاست کے درمیان طے ہونا چاہیے ۔ ایسی ریاستیں جو پاکستانی دستور ساز اسمبلی میں برضا و رغبت خود شامل ہونے کے خواہشمند ہو اور ہم سے مشورہ کرنے یا گفت و شنید کرنے کے متمنی ہوں ہم کو اسکیلئے آمادہ پائینگے ۔ اگر وہ آزاد رہنا چائیں اور گفت و شنید کرنے یا کسی قسم کے سیاسی یا دیگر تعلقات مثلاً تجارتی اقتصادی وغیرہ پاکستان کے ساتھ وابستہ کرنا چائیں تو ہم ان سے گفت و شنید کرنے یا ایسا معاملہ طے کرنے کیلئے جس میں دونوں کی بہتری ہو خوشی محسوس کرینگے میری صاف اور واضح رائے یہ ہے کہ کیبینٹ مشن کی یاد داشت مورخہ 12 مئی 1946 ۔ جو ہندوستانی ریاستوں کے متعلق حکومت ملک معظم کی پالیسی کی وضاحت کرتی ہے اس امر کیلئے حد بندی نہیں کرتی جیسا کہ اکثر غلطی سے دہرایا جارہا ہے کہ وہ کسی قانون ساز اسمبلی سے علیحدہ رہنے کا اختیار نہیں رکھتیں میری رائے میں وہ اگر آزاد رہنا چائیں تو رہ سکتی ہیں نہ تو برطانوی حکومت اور نہ برطانوی پارلیمنٹ اور نہ ہی کوئی دوسری طاقت یا جماعت انہیں انکی مرضی ، رضا اور خشنودی کے خلاف کچھ کرنے پر مجبور کرسکتی ہے اور نہ انہیں ایسا کرنے کیلئے کسی قسم کا اختیار اور منظوری حاصل ہے برطانوی حکومت نے اس کو واضح کردیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ کسی حکومت یا حکومتوں یا کسی اور طاقت کو برطانوی ہند میں قائم ہو منتقل نہیں کیا جائیگا۔

ریاست قلات کے وزیراعظم کی نمائیندہ تاج برطانیہ سے گفت و شنید:۔ لارڈ ماونٹ بیٹن کے 3 جون 1947 ۔ والے اعلان پر خان معظم نے

وزیراعظم قلات کو قلات ریاستی بلوچستان کی آئیندہ پوزیشن اور مستجار علاقوں کی واپسی سے متعلق بات چیت کرنے کیلئے حکومت برطانیہ کے نمائیندوں کے پاس دہلی بھیجا۔ اس سلسلہ میں 19 جولائی 1947 ء کو نمائیندہ تاج برطانیہ وزیراعظم قلات بہ معیت سرسلطان احمد قانونی مشیر حکومت قلات اور نمائیندہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ حکومت پاکستان سردار عبدالرب نشتر کے درمیان ایک کانفرس منعقد ہوئی کانفرس نے جن بنیادوں پر قلات کی آزادانہ حیثیت اور مستجار علاقوں کی واپسی کے مطالبہ پر بحث کی اور جس نیتجہ پر پہنچی وہ بالتفصیل ذیل ہے۔

۱۔ ہزایکسی لانیسی وائسرے نے کہا وہ سمجھتے ہیں کہ قلات کے علاوہ اضلاع جنہیں متعلقہ حکام اور لوگ براہ راست خان کے زیر نگیں تسلیم کرتے ہیں مکران، جھالوان، سراوان، کچھی، ڈومبکی اور کہیری ہیں۔

۲۔ ہزایکسی لانیسی نے کہا وہ سمجھتے ہیں کہ خاران و لسبیلہ کی حثیث کے متعلق تنازعہ اس امر پر ہے کہ ان کے والی اس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خان قلات کے ماتحت نہیں ہیں یہ معاملہ ہرحال متعلقہ جماعتوں کے درمیان گفت و شنید کیلئے ہے موجودہ میٹنگ کیلئے نہیں۔

۳۔ ہزایکسی لانیسی نے دریافت کیا کہ آیا قلات کی حثیت تاج برطانیہ کے ساتھ رکھنے کی وجہ سے ایک ہندوستانی ریاست کی ہے یا مختلف خیال کی جاتی ہے نواب زادہ محمد اسلم وزیراعظم ریاست قلات نے جواب دیا کہ ان کی رائے میں قلات کی حثیت 1876 ء کے معاہدہ میں واضح کردی گئی ہے جسکے مطابق قلات آزاد اور خودمختار حکومت ہے جس کے معاہداتی تعلقات برطانوی حکومت کے ساتھ ہیں اور

اس کا درجہ ہندوستانی ریاست کا نہیں ہے۔

۴۔ ہزایکسی لانیسی نے کہا کہ اس پوزیشن کو مقاصد کی گفت و شنید کیلئے قبول کرنے کو تیار ہیں سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ وہ اس پر جھگڑہ نہیں کرینگے۔

۵۔ ہزایکسی لانیسی نے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ کوئٹہ، نوشکی، نصیرآباد اور بولان کے چار مستجار علاقے موجودہ گفت و شنید کا اہم بحث ہیں انھوں نے ظاہر کیا کہ اس دعوی کی کہ یہ علاقے انتقال اقتدار کے بعد قلات کو واپس کردیئے جائیں مستقبل میں قائم ہونے والی حکومت پاکستان کے نمائندوں کی طرف سے مخالفت کی جارہی ہے ان کی بنیاد اس رائے پر قائم ہے کہ ہندوستان کی جانشین طاقتیں خارجی ریاستوں کے متعلق تمام معاہداتی ذمہ داریوں کی جو ہندوستان کی طرف سے عائد ہوتی ہیں وارث ہیں یاوارث ہوگی اور یہ کہ حکومت پاکستان ان تمام ذمہ داریوں نقصانات اور منافع کی جن کا تعلق قلات کے معاہدات سے ہے وارث ہوگی جیسا کہ مثال کے طور پر اینگلو افغان معاہدہ 1921 کی وارث ہے۔

۶۔ نواب زادہ اسلم خان وزیراعظم قلات نے کہا کہ قلات کی عرض داشت یہ ہے کہ معاہدات صاف طور پر بیان کرتے ہیں کہ جہاں ایک طرف ہزایکسی لانیسی ان کے ورثا اور جانشین زیر اثر آتے ہیں وہاں دوسری پارٹی تنہا برطانوی حکومت ہے برطانوی حکومت کی طرف سے جو معاہدات میں ذاتی حیثیت رکھتی ہے معاہدات کے انتقال یا وراثت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ وہ اس سے متفق نہیں ہیں کہ ذاتی معاہدات تھے ذاتی معاہدات وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق خلقی طور پر سے کسی ذات سے ہو۔

۷ ۔ سر سلطان احمد خان نے کہا کہ جہاں تک وہ سمجھتے ہیں لفظ ذاتی قانونی معنی رکھتا ہے انہوں نے اپنی ذاتی رائے یہ دی کہ 1876 ۔ کے معاہدے کی رو سے جانشین حکومت کو حقوق و فرائض منتقل نہیں کئے جاسکتے یہ معاہدہ حکومت قلات نے حکومت ہند سے نہیں کیا بلکہ حکومت برطانیہ سے کیا ہے نمائیندگان قلات اس قانونی حیثیت کو قبول نہیں کرسکتے جو پاکستان کے نمائیندوں نے سمجھی ہے۔

۸ ۔ ہزایکسی لانیسی نے کہا کہ ان کو مشورہ یہ دیا گیا ہے کہ بین الاقوامی قانون کی رو سے اس قسم کے معاہدات انتقال اقتدار کے ساتھ بے اثر نہیں ہوجاتے بلکہ جانشین طاقتوں کو بطور ورثہ مل جاتی ہیں ان ریاستوں کے ساتھ معاہدات جن پر تاج برطانیہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا ختم ہوگئے انڈین ، انڈی پنڈنس بل (قانون آزادی ہند) میں اسکی نسبت خاص جگہ رکھی گئی ہے۔

ہزایکسی لانیسی نے رائے دی کہ اگر مزید بحث و تمحیص کے بعد متعلقہ جماعتوں میں قانونی حیثیت پر کوئی فیصلہ نہ ہو تو کیس (معاملہ) کو کسی عدالت ثالث کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے سر سلطان احمد خان نے رائے دی جس پر اتفاق کرلیا گیا کہ خان قلات کو پہلے اس معاملہ کے متعلق مسٹر جناح سے بات چیت کرنی چاہئیے۔

۹ ۔ ہزایکسی لانیسی نے کہا کہ وہ بھی قلات کے مستقبل کے متعلق بحیثیت مجموعی بحث و تمحیص میں حصہ لینا چاہتے ہیں انہوں نے ظاہر کیا کہ اگلے ہفتے میں ریاستوں کے نمائیندوں سے مشورہ دینے کیلئے چاہتے ہیں کہ وہ کسی ایک ڈومنین سے تعلق قائم کرلیں انڈین یونین نے اس بارے میں اپنے مطالبات کو صرف تین مباحث یعنی معاملات خارجی ، دفاع اور رسل و رسائل تک محدود کردیا ہے جہاں تک

پاکستان کا تعلق ہے صرف چند متعلقہ ریاستیں ہونے کی وجہ سے مسٹر جناح اس امر کیلئے تیار ہیں کہ وہ ہر ایک کے ساتھ انفرادی طور پر الحاق کے طرز اور درجے کے سوال پر بحث و تمحیص کر لیں

۱۰۔ ہزایکسی لانیسی نے یہ بات ظاہر کی کہ برطانوی حکومت یہ پوزیشن قائم کرنے کیلئے بہت مضطرب ہے کہ انتقال اقتدار کے موقع پر اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائیگا اور ریاستیں از سر نو آزاد ہوجائیگی لیکن بہت کم ریاستیں آزادی سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت رکھتی ہیں علاوہ ازاین کسی ایک ڈومنین گورنمنٹ کے ساتھ الحاق کر لینا ہی تاج اور ریاستوں کے درمیان کسی قسم کے آئیندہ تعلقات قائم رکھنے کا واحد طریقہ آزادی ہے قلات کیلئے اگرچہ اسے انتخاب کی پوری آزادی ہے تاہم وہ ذاتی طور پر اسے پاکستان کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں تعلقات قائم رکھنے کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دے سکتے۔

۱۱۔ نواب زادہ اسلم خان وزیراعظم قلات نے کہا کہ خان قلات پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کیلئے عمیق ترین خواہش رکھتے ہیں وہ باہمی مفاد کیلئے ہر معقول فیصلہ کرنے کیلئے تیار ہیں وہ مسٹر جناح کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ انتہائی جذباتی احترام رکھتے ہیں۔

خان معظم خان قلات کا دہلی جانا:۔ بیان کردہ گفت و شنید کے بعد خان معظم ذاتی طور پر دہلی گئے جہاں پر نمائیندہ تاج برطانیہ اور مسٹر جناح سے انفرادی طور پر اور کانفرس میں ملے مسٹر جناح نے خان معظم کو انفرای ملاقات میں تسلی دی کہ قلات اور پاکستان اپنے متنازعات کا دو بھائیوں کی طرح آپسمیں فیصلہ

کرینگے لیکن پہلے قلات کی پوزیشن کو حکومت برطانیہ کے ساتھ پیش کیا جائے حالانکہ در حقیقت حکومت برطانیہ واضح اعلانات اور نمائندہ تاج کی توضیحات کی رو سے حکومت برطانیہ قلات کی پوزیشن کو نمایاں طور پر واضح کرچکی ہے یہ پوزیشن حکومت پاکستان کے ارباب بست و گشاد کیلئے قابل قبول نہ تھی۔

خان قلات کی وائسرائے کے ساتھ کانفرس:۔ 4 اگست 1946 ۔ کو نمائندہ تاج برطانیہ یعنی وائسرائے کی زیر صدارت خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان دہلی میں ایک کانفرس ہوئی اس کانفرس میں وائسرائے ہند وائسرائے کے قانونی مشیر لارڈ ازمے پاکستان کے نواب زادہ لیاقت علی خان اور قلات کے وزیراعظم نواب زادہ اسلم خان اور قلات کے قانونی مشیر سر سلطان احمد خان بھی شریک تھے اس کانفرس کے نتائج 11 اگست 1947 ۔ کو وائسرائے ہاوس نئی دہلی سے بقرار ذیل نشر ہوئے۔

وائسرائے ہند کا اعلان دربارہ ریاستی بلوچستان:۔ وائسرائے ہند نے 11 اگست 1947 ۔ کو وائسرائے ہاوس نئی دہلی سے ریاستی بلوچستان کی آزادی کے بارے میں اعلان کیا۔

۱۔ حکومت پاکستان ریاست قلات کو ایک آزاد اور خودمختار ریاست تسلیم کرلیتی ہے جسکے تعلقات معاہدات کے ذریعے حکومت برطانیہ سے رہے ہیں اور اسکی حیثیت ہندوستانی ریاستیوں سے مختلف ہے۔

۲۔ اس سلسلہ میں قانونی مشورہ حاصل کیا جائیگا کہ آیا حکومت برطانیہ اور حکومت قلات کے درمیان مستجار علاقوں کے متعلق کیئے ہوئے اقرار نامے پاکستان کو ورثتاً

منتقل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔
۳۔ یہ مشورہ حاصل کرنے لینے کے بعد خان قلات اور پاکستان کے نمائندوں کے درمیان کراچی میں مزید گفت و شنید ہوگی۔
۴۔ اس دوران کیلئے پاکستان اور قلات کے درمیان ایک معاہدہ جاریہ کیا گیا ہے۔
۵۔ پاکستان اور قلات کے درمیان دفاع، امور خارجہ اور رسل و رسائل کے متعلق فیصلہ کرنے کیلئے کراچی میں جلد گفت و شنید ہوگی۔

وائسرائے ہند کا تار بنام خان معظم خان قلات:۔ 11 اگست 1947ء کو قلات ریاستی بلوچستان کے ریڈیو نئی دہلی سے آزادی کے اعلان سے پیشتر وائسرے ہند لارڈ مونٹ بیٹن نے اسی دن ایک تار خان قلات کو بھیجا جب یہ تار خان معظم میر احمد یار خان کو بوقت چار بجے شام موصول ہوا تو اس وقت خان معظم کے ساتھ انکے بھائی شہزادہ عبدالکریم خان اور انکے چچا شہزادہ سلطان ابراھیم خان اور آغا نصیر خان اس تاریخ کا راقم بیٹھے ہوئے تھے خان معظم نے تار کھول کر پڑھ لیا پھر انکے بھائی اور چچا نے تار پڑھ لیا اور شہزادہ سلطان ابراھیم خان نے تار مجھے دی جسے میں نے پڑھ لیا تار پڑھنے کے بعد میں نے خان معظم سے گزارش کی کہ سیاسی حالات کے پیش نظر قلات ریاستی بلوچستان کے مفاد میں سب سے زیادہ بہتر یہی راستہ ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ساتھ بدستور منسلک رہے لہذا بہتر ہوگا کہ خان معظم اس تار کا جواب بدیں صورت وائسرائے ہند کو دیں کہ وہ اپنے ملک اور قوم کو دوبارہ تاج برطانیہ کے تحفظ میں دیتے ہیں میرے اس رائے کے ساتھ دونوں شہزادگان نے بھی اتفاق کیا مگر اس بارے میں خان معظم نے کوئی جواب

نہیں دیا بلکہ اور کوئی سیاسی مسئلہ چھیڑا میرے اندازے کے مطابق خان معظم کو شاید یہ پختہ یقین تھا کہ آئیندہ انکے وائسرائے کے اس اعلان آزادی کے دفعات کے مطابق سلوک کیا جائیگا اس واسطے انہوں نے میری رائے کو اسقدر اہمیت نہیں دیا لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انگریزوں کے جانے کے بعد حکومت مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد اسلامی حکومت پاکستان کے ارباب حل و عقد نے اس اعلان آزادی کے ہر دفعہ کی خلاف ورزی کر کے اسکے دھجیاں اڑا دیں تب جا کر خان معظم میر احمدیار خان کو پتہ چلا کہ سارے واقعات اسکے توقعات کے خلاف وقوع پزیر ہوئے ہیں۔

خان معظم ان واقعات کے بارہ میں کہتے ہیں:۔ خان معظم میر احمد یار خان حکمران قلات ریاستی بلوچستان ان واقعات کے بارے میں اپنی کتاب مختصر تاریخ قوم بلوچ وخوانین یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔

مونٹ بیٹن کا اعلان ریاستوں کے بارے میں:۔ 2 جون 1947ء کو لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے ہند نے برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کا اعلان کیا اور کہا۔ کہ ہندوستان کو آزاد کیا جارہا ہے اور پاکستان کے نام سے ایک ازاد مسلم مملکت بھی قائم ہورہی ہے جو پنجاب اور بنگال کو تقسیم کرنے کے بعد وجود میں آئیگی برصغیر کی ریاستیں اپنے قریبی ملک میں شمولیت اختیار کرینگی۔

قائداعظم کا ریاستوں کے بارے میں اعلان:۔ 17 جون 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ریاستوں کے بارہ حسب ذیل بیان جاری کیا۔

• ائین اور قانونی طور پر ہندوستان کی ریاستیں برطانوی اقتدار اعلیٰ کے ختم ہوتے

ہی آزاد اور خود مختار ریاستیں ہونگی اور اپنے لئے اپنی پسند کے مطابق لائحہ عمل اختیار کرنے میں آزاد ہونگی ان کیلئے کھلی اجازت ہے کہ وہ خواہ ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں شامل ہوں یا پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں شریک ہوں موخر الذکر صورت میں وہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ صوابدید کے مطابق جس قسم کے تعلقات اور انتظامات وابستہ کرنا چاہئیں کرسکتی ہیں آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی ابتداء ہی سے واضح رہی ہے کہ ہم کسی ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جسے ابتدائی طور پر والیاں ریاست اور باشندگان ریاست میں طے ہونا چاہئیے اور وہ ریاستیں جو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں برضا ورغبت خود شامل ہونا چاہینگی اور ہم سے مشورہ کرنیکی متمنی ہوں گی تو ہم کو وہ اس کیلئے آمادہ پائیگی اور اگر وہ آزاد رہنا چاہینگی تو ہم ان سے گفت و شنید کرنے یا کسی قسم کی سیاسی باتیں بار دیگراس قسم کے باہمی تعلقات مثلاً تجارتی ، اقتصادی وغیرہ پاکستان سے وابستہ کرنا چاہینگی تو ہم ان سے گفت و شنید کرنے یا ایسا معاملہ طے کرنے کیلئے کہ جسمیں دونوں کا بہتری مقصود و مطلوب ہو خوشی محسوس کرینگے ۔

قائداعظم کا خان معظم کو خط لکھنا:۔ ریاستوں کی پالیسی کے اعلان کے بعد قائداعظم نے بحیثیت آئینی مشیر اعلیٰ حکومت قلات مجھے فی الفور خط لکھا کہ چونکہ ریاست قلات کا معاملہ ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے اسلئے اسکے مستقبل کی حیثیت کے تعین اور مستاجر علاقوں کی واپسی سے متعلق معاملات طے کرنے کیلئے اپنا خصوصی نمائندہ وائسرائے ہند کے پاس دہلی بھیجوں میں نے اپنے چیف

سیکرٹری کو ماہرین قانون کی مرتب کردہ قلات کی نئی پوزیشن کا مسودہ دے کر وائسرائے ہند کے نمائندوں سے مذاکرات کرنے کیلئے دہلی رواہ کیا۔

دہلی کانفرس کا انعقاد:۔ میرے چیف سیکرٹری اور وائسرائے ہند کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات کے نتیجے کے طور پر 4 اگست 1947 کو ایک تاریخی گول میز کانفرس کا اہتمام ہوا جسمیں وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن اور میرے علاوہ لارڈ ازمے، قائداعظم، لیاقت علی خان، وزیراعظم قلات اور سرسلطان احمد مشیر قانونی ریاست قلات نے شرکت کی جسب ذیل امور پر اتفاق رائے کیا گیا کہ

ا۔ 15 اگست 1947 کو ریاست قلات کی وہ خودمختار حیثیت بحال ہوجائیگی جو اسے 1838 میں حاصل تھی اور جسکے تحت اسکے افغانستان سے حلیفانہ تعلقات تھے۔

۲۔ قلات اور پاکستان کی آئیندہ حکومت سے اگر کسی سبب تعلقات استوار نہ ہوسکیں تو ریاست قلات اگر وہ چاہے افغانستان میں شمولیت اختیار کرسکتی ہے 1838 اور 1841 کے معاہدات کے تحت حکومت برطانیہ قلات کی جغرافیائی حیثیت کی بنیاد پر اس صورت میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوسکتی ہے۔

۳۔ خان معظم نے پاکستان کو وجود میں لانے کیلئے اپنی اور اپنی قوم بلوچ کی خدمات گنوائیں قائداعظم اور انکی سربراہی میں آئیندہ قائم ہونے والی مملکت پاکستان پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

تاریخی معاہدہ جاریہ مابین پاکستان اور ریاست قلات:۔ اس گول

میز کانفرنس کے فیصلوں کے تحت مورخہ 4 اگست 1947 ۔ کو ایک تاریخی معاہدہ پر دستخط ہوئے اس معاہدہ کی نکات کو 11 اگست 1947 ۔ کو ایک اعلامیہ کی صورت میں نشر کیا گیا نکات یہ تھیں ۔

۱۔ حکومت پاکستان قلات کو ایک آزاد اور خودمختار ریاست کی حیثیت سے جسکے معاہداتی تعلقات حکومت برطانیہ سے ہیں اور جس کا منصب و مرتبہ ہندوستان کی دیگر ریاستوں سے مختلف ہے تسلیم کرتی ہے ۔

۲ ۔ اس امر کیلئے قانونی رائے حاصل کی جائیگی کہ آیا وہ معاہدات و اجارات جو برطانوی حکومت اور قلات اسٹیٹ کے درمیان ہیں حکومت پاکستان کو ورثے میں مل سکتے ہیں یا نہیں ۔

۳ ۔ حصول رائے کے بعد نمائندگان پاکستان اور خان اعظم آف قلات کے درمیان مزید گفت وشنید ہوگی ۔

۴ ۔ دریں اثناء پاکستان اور قلات کے درمیان ایک ساکن معاہدہ Stand Still Agreement کردیا جائیگا جسکی رو سے پاکستان کی آئندہ حکومت ان تمام ذمہ داریوں کو قبول کریگی جو قلات اور برطانوی حکومت کے مابین 1839 ۔ اور 1947 ۔ کے درمیان ہوتے رہے ہیں اس اعتبار سے حکومت پاکستان کو قانونی دستوری اور سیاسی جانشینی حاصل ہوگی ۔

۵ ۔ قلات اور پاکستان کے درمیان دفاع، امور خارجہ اور رسل و رسائل کے متعلق دوستانہ ماحول میں فیصلہ کن مذاکرات کسی قریبی تاریخوں میں کراچی میں کئے جائینگے ۔ اسطرح اس ساکن معاہدہ کی رو سے ریاست قلات پاکستان کے وجود میں

آنے سے دس روز قبل پاکستان کا ایک حصہ بن گئی جبکہ ہندوستان کی ساڑھے سات سو ریاستیں ابھی تک کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکی تھیں۔

ایک یادگار مکالمہ مابین خان قلات اور مسٹر جناح، وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن:۔ اس معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد میری قائداعظم اور لارڈ مونٹ بیٹن کے درمیان ان الفاظ میں گفتگو ہوئی۔

خان قلات میں نے قائداعظم سے کہا "جناب یہ میری محنتوں کا ثمر ہے کہ دس دن بعد وجود میں آنے والے پاکستان میں بلوچ علاقے شامل ہوگئے ہیں۔ قائداعظم ہاں واقعی یہ آپ کی دس سالہ خدمات اور محنتوں کا ثمر ہے ہر پاکستانی ہمیشہ آپ کو عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتا رہیگا۔ لارڈ مونٹ بیٹن (مشورے کے انداز میں) مسٹر جناح آپ جس قدر عزت خان آف قلات کو دے سکتے ہیں ضرور دیں۔ اس سے آپ کے ملک کے حق میں نہ صرف بلوچستان بلکہ ایران اور افغانستان پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔

قائداعظم خان آف قلات پاکستان کا دست راست ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ بلوچستان ہی ہے جو پاکستان کو وجود میں لانے کا باعث بنا ہے معاہدہ جاریہ کے چند ہفتوں بعد وائسرائے ہند کے ایجنٹ مقیم بلوچستان نے لسبیلہ اور خاران کے والیان کو خصوصی مراسلات سے آگاہ کیا ہر دو علاقوں کا کنٹرول قلات ریاستی بلوچستان کو واپس کر دیا گیا۔ اب وہ خان آف قلات کے براہ راست دائرہ اثر میں ہیں ان مراسلات کی نقول ایک خط کے ساتھ مجھے بھجوادی گئیں۔

سردار اور قلات کے عوام پاکستان کے ساتھ معاہدہ کی بنیاد پر تعلق رکھنے کیلئے مصر تھے ذاتی طور پر میں چاہتا تھا کہ الحاق کیلئے رائے عامہ میرے ساتھ ہو اس دوران یہ معلوم ہوا کہ قائداعظم سبی تشریف لا رہے تھے اس سے کسی حد تک میری پریشانی میں کمی واقع ہو گئی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میں صورت حال کو قائداعظم کے سامنے واضح کر سکونگا اور سر پر چھائے ہوئے حالات سے عہد برا ہونے کیلئے ان کا مشورہ حاصل کرونگا مگر میرے وزیراعظم کا خیال تھا کہ سرداروں اور عوام کے نمائیندوں کو اس معاملہ میں ہموار کئے بغیر ہم کو الحاق کے حق میں فیصلہ دے دینا چاہئے مگر میں یہ چاہتا تھا کہ الحاق کیلئے رائے عامہ کو ہموار اور استوار کر لیا جائے اور بعد میں الحاق کا اعلان کیا جائے جو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ میری حیثیت ایک قومی حکمران کی ہے جس کیلئے ہر ایسے معاملہ میں قوم سے مشورہ لازمی ہے میں اپنے لوگوں کے مزاج کو زیادہ بہتر سمجھ سکتا ہوں چونکہ میرے آدمیوں کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ ہے اس لئے وہ حالات کو ان کے صحیح رنگ میں دیکھنے اور سمجھنے سے عاری ہیں اسکے علاوہ دیوان عام میں زیادہ تر نوجوان اور ناتجربہ کار ممبر شامل تھے جو جوش اور جذبات میں بہہ سکتے تھے ۔ لہذا میں وقت اور صبر چاہتا تھا کہ اپنے لوگوں کے خیالات ہموار کر سکوں الحاق کے متعلق فوری اقدام بغیر زمین ہموار کئے میرے اور حکومت پاکستان دونوں کے خلاف تلخ جذبات کرنے پر منتج ہوتا مگر مجھے افسوس ہے کہ میرے وزیراعظم نے اس امر کو زیادہ اہمیت نہ دی انہوں نے خیال کیا کہ سردار مکمل طور پر انکی گرفت میں ہیں اور دیوان عام کے نمائیندے انکی رائے سے باہر نہیں ہونگے اسلئے اسکو اپنی خواہش کے مطابق ان لوگوں کو استعمال کرنے کیلئے اپنی طاقت

پر بڑا اعتماد تھا مگر حقیقت اسکے برعکس تھی۔

گورنر جنرل پاکستان کی سبی میں آمد:۔ فروری 1948 ۔ کو مسٹر محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان سبی دربار کے موقع پر بلوچستان آئے اسی دوران میں خان معظم نے بہ مقام سبی ان سے ملاقات کی۔

مسٹر محمد علی جناح کا مشورہ خان معظم کو:۔ دوران ملاقات مسٹر جناح نے خان معظم کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا مشورہ دیا خان معظم نے ان سے کہا کہ قلات کیلئے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ضروری ہے لیکن اس وقت قلات کے سردار اور عوام اس الحاق کے حق میں نہیں ہیں۔

خان معظم کا تجویز مسٹر جناح گورنر جنرل کو:۔ خان معظم نے گورنر جنرل پاکستان سے کہا بہتر ہوگا وہ ریاست کے سرداروں سے خود ملاقات کرے انہیں پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے پر آمادہ کرے۔ خان معظم نے ان سے یہ بھی کہا کہ بلوچستان میں اپنے نمائندے سر آمبروز ڈنڈاس کو بھی ہدایت کریں کہ وہ قلات کے سرداروں کو الحاق پر رضامند ہونے کا مشورہ دیں خان معظم نے گورنر جنرل پاکستان کو یقین دلایا کہ قلات پاکستان کے ساتھ ضرور الحاق کرے گا مگر اس معاملہ میں جلدی نہ کی جائے اور انہیں مہلت دی جائے کہ اپنے ملک و قوم کے دستور اور رسم و رواج کے پیش نظر اور موجودہ حالات کے مطابق اسکی تکمیل کریں۔ مسٹر جناح نے اس موقع پر خان معظم سے کہا آپ کی وفاداری اور دوستی پر فخر ہے اور اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں قلات کی کوئی خدمت کر سکوں۔

دوسرا الحاق نامہ کا تیار کرنا:۔ ان ہی دنوں جب خان معظم سبی میں

دوبارہ گورنر جنرل پاکستان سے ملے تو مسٹر جناح نے انہیں ہدایت کی کہ حکومت پاکستان نے مخصوص اصلاح و ترمیم کے بعد ایک دوسرا الحاق نامہ تیار کیا ہے اسے دیکھ لیں خان معظم نے اسکی نقل حاصل کی چنانچہ لکھتے ہیں کہ جب میں نے اس مسودے کو پڑھا تو میں حیران رہ گیا کہ اسمیں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 ۔ اور انڈی پینڈنس آف انڈیا ایکٹ کے حوالے دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ اس اصلی مسودے میں نہیں تھے جو قلات کیلئے خصوصیت کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا ان حوالہ جات کا اثر قلات کی تاریخی حیثیت پر مخالف پڑتا تھا۔

خان معظم کا پاکستان کے ساتھ الحاق کے حق میں ہونا:۔ جیسا کہ اوپر بیان کردہ واقعات سے ظاہر ہے خان معظم اب ذاتی طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے حق میں ہوچکے تھے اور اب صرف الحاق نامہ یا قبالہ اشتمال میں ریاست قلات کی امتیازی حیثیت کی صراحت چاہتے تھے۔

دیوان عام کا دوسرا اجلاس:۔ خان معظم کا خیال تھا کہ اراکین دیوان عام ان کی خواہش کا احترام کرینگے لیکن نتائج اسکے برعکس نکلے دیوان عام کے اجلاس کے دوران عوامی جوش اور پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے خلاف جذبات کے ابھار کا یہ عالم تھا کہ اس سے متاثر ہوکر وزیراعظم ریاست قلات نوابزادہ محمد اسلم خان کے تمام نجی ملازم مسلح ہوکر خفیہ طور پر ایک لاری میں وزیراعظم موصوف کی حفاظت کیلئے موجود رہنے لگے تاکہ کسی ناخوشگوار صورتحال کے پیدا ہونے پر ان کی حفاظت کرسکیں وزیراعظم کو اپنی زندگی خطرہ میں نظر آرہی تھی۔

محمد اسلم خان وزیراعظم طویل اور معنی خیز تقریر:۔ 25 فروری

1948 ۔ کو بہ مقام ڈھاڈر دیوان عام کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا نواب زادہ محمد اسلم خان وزیراعظم نے اس موقع پر ایک طویل اور معنی خیز تقریر کی جو وزیراعظم قلات کی طرف سے بعض تسلیم شدہ حقائق اور طے شدہ امور سے دلیرانہ انحراف تھا اور حالات کو اپنے مقصد کے حق میں توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ایک بے کار جسارت تھی اور دیوان عام و دیوان خاص کے پچھلے اجلاسوں کے بعد کے واقعات کی ایک طویل اور من مانی روئداد تھی ۔

دیوان عام کی عالی جاہ ممبران کی رد عمل :۔ جوں ہی وزیراعظم نے اپنی تقریر ختم کی علی جاہ میر غوث بخش نے جس کو دیوان عام نے متفقہ طور پر اپنا لیڈر چن لیا تھا دیوان عام نے عالی جاہ ممبروں کی طرف سے متفقہ طور پر منظور کردہ مندرجہ ذیل قرارداد جس پر عالی جاہ ممبران دیوان کے عام دستخط ثبت تھے نواب زادہ محمد اسلم خان وزیراعظم و صدر دیوان کو پیش کر دی ۔

دیوان عام کا متفقہ قرارداد :۔ دیوان عام کا یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے گذشتہ اجلاس کے فیصلہ پر قائم ہے کہ قلات ایک آزاد اور خودمختار حکومت کی حیثیت میں ہے اور حکومت پاکستان سے معاہدہ کی صورت میں دوستانہ تعلق قائم کرے نیز یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ دیوان خاص اور دیوان عام اور حکومت قلات کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد حکومت پاکستان سے اسکے 11 اگست 1947 ۔ کے اعلان کے مطابق گفت و شنید کرے ۔

وزیراعظم کی کوششیں کہ دیوان عام اپنا قرارداد واپس لے ناکام ہوگئی :۔ وزیراعظم نے ہر چند کوشش کی کہ عالی جاہ ممبران اپنی قرارداد واپس لے لیں اور معاملہ زیر بحث پر ایک دفعہ پھر دیوان عام ان کی تقریر کی روشنی میں ٹھنڈے دل سے غور کریں لیکن دیوان عام کے لیڈر کی حیثیت سے میر غوث بخش بزنجو نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ جہاں تک الحاق نامہ یا قبالہ اشتمال کے مضمون کا تعلق ہے ہم اسے اس اجلاس سے پہلے پوری طرح پڑھ چکے ہیں اور اس پر غور کرچکے ہیں تمام واقعات سے پوری طرح آگاہ ہونے کے بعد ہم یہ قرارداد تحریر کرنے کے بعد منظور کی ہے ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ حکومت پاکستان نے قلات کے ساتھ معاہدہ کرنے سے انکار کیا ہے اور ہم الحاق کرنا نہیں چاہتے وزیراعظم قلات حکومت پاکستان کا جو پیغام لائے ہیں ہم اسکو اپنے ملک و قوم کیلئے بالکل مفید نہیں سمجھتے ۔ پاکستان کے نظریہ سے ہم آگاہ ہوئے ہیں کہ وہ دوستانہ تعلقات کی بناء پر کروڑوں روپے خرچ نہیں کرسکتا البتہ ہم کو غلام بنا کر خرچ کرنا چاہتا ہے صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کا اصل مطلب سوائے ہمیں غلام بنانے کے اور کچھ نہیں لیکن ہم بھی ظاہر کردینا چاہتے ہیں کہ کبھی غلام بن کر نہیں رہینگے ۔

صدر دیوان کا استفسار :۔ صدر دیوان کے استفسار پر "دیوان عام کے تمام عالی جاہ ممبروں نے متفقہ طور پر کہا کہ ہم نے اپنا عندیہ پیش کردہ قرارداد میں ظاہر کردیا ہے اس مسئلہ پر مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں"

دیوان خاص کا دوسرا اجلاس :۔ 27 فروری 1947 ء کو بہ مقام ڈھاڈر دیوان خاص کا بھی دوسرا اجلاس منعقد ہوا وزیراعظم نے اجلاس کا افتتاح اپنی

دیوان عام میں کی ہوئی تقریر سے کیا زان بعد سرداران دیوان خاص اور نواب زادہ محمد اسلم خان وزیراعظم قلات کے درمیان سوال و جواب کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ بالآخر سردار نواب محمد خان شاوانی نے تجویز کی کہ دیوان عام نے جو فیصلہ کیا ہے وہ فوری طور پر کیا گیا ہے۔ جو نامکمل ہے لہذا دیوان خاص کی طرف سے حکومت پاکستان سے کہہ دیا جائے کہ اس دیوان کو اس اہم مسئلہ پر پوری طرح غور کرنے کیلئے تین مہینے کی مہلت دی جائے تمام سرداران دیوان خاص نے نواب صاحب شاوانی کی تجویز کی تائید کی جو متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

حکومت قلات کے وفد سے حکومت پاکستان کی گفت و شنید سے انکار:۔ دیوان خاص و دیوان عام کے فیصلوں کی روشنی میں خان معظم نے تجویز کی کہ دونوں ایوانوں کے چیدہ ممبروں میں سے پندرہ افراد پر مشتمل ایک وفد خان معظم کے بھائی شہزادہ میر عبدالکریم خان گورنر مکران کی سرکردگی میں کراچی جاکر گورنر جنرل اور دوسرے وزراء حکومت پاکستان سے ملے اور قلات کے متعلق جو شکوک اور غلط فہمیاں اراکین حکومت پاکستان کے دلوں میں پیدا ہوچکی ہیں ان کا ازالہ کرتے ہوئے پیش آمدہ مسائل کے متعلق گفت و شنید کرے وزیراعظم قلات نے خان معظم کی یہ تجویز بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے توسط سے حکومت پاکستان کو بھیج دی حکومت پاکستان کی طرف سے جواب دیا گیا کہ وہ اس وفد کو خوش آمدید کہنے کو تیار نہیں۔

باب دوازدہم

ریاستی بلوچستان کا اعلان آزادی :۔ لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے ہند اور مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ جن کو ڈومنین پاکستان کی حکومت کے سپرد ہونے والی تھی خان قلات کے ساتھ بیان کردہ گفت و شنید اور متفقہ و مشترکہ اعلان مورخہ 11 اگست 1947 ۔ کی روشنی میں 12 اگست 1947 ۔ کو بروز جمعہ یعنی آزادی ہند اور پاکستان سے دو دن پہلے خان معظم میر احمد یار خان خان قلات نے قلات ریاستی بلوچستان کی مکمل آزادی کا اعلان کردیا اسی دن جامع مسجد قلات میں خان معظم کے نام اسلامی دستور کے مطابق خطبہ پڑھایا گیا اور مسجد کے صحن میں ہی بعد از نماز جمعہ آزاد ریاستی بلوچستان کا جھنڈا لہرایا گیا۔

ریاستی بلوچستان کا جھنڈا قبل از اعلان آزادی :۔ ریاست بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات کا پہلا جھنڈا سرخ اور سبز رنگ کا مستطیل تھا جس میں سبز رنگ اوپر اور سرخ رنگ نیچے کے حصے میں تھا اور درمیان میں چاند تارہ کا نشان تھا۔

ریاستی بلوچستان کا جھنڈا بعد از آزادی :۔ ریاستی بلوچستان کی آزادی کے اعلان کے بعد جو 12 اگست 1947 ۔ کو وقوع پزیر ہوا تھا آزاد ریاستی بلوچستان کے جھنڈے میں رنگ تو وہی سرخ اور سبز رہنے دئے گئے لیکن جھنڈے کے بناوٹ تکونی کردی گئی اور اس میں چاند پر کلمہ طیبہ لکھا گیا اور تارے پر اللہ اکبر لکھا گیا۔

ریاستی بلوچستان کے جھنڈے کی رنگوں کی وضاحت :۔ ایک

روایت مشہور ہے کہ آمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان نے جو مملکت بلوچستان کے ستائیسویں اولالعزم حکمران تھے بلوچستان کے سبز و سرخ جھنڈے کی وضاحت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ہمارے جھنڈے میں سبز رنگ اسلام ، قرآن اور امن کا اور سرخ رنگ بلوچ شمشیرزنی اور وطن کی دفاع پر جنگوں میں خون بہانے کا نشان ہے پھر فرمایا سبز رنگ اسلام ہے اور سرخ رنگ بلوچ ملت ہے ۔

سبز رنگ قرآن اور سرخ رنگ تلوار ہے
سبز رنگ امن اور سرخ رنگ جنگ ہے

بلوچ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر دنیا میں اسلام کا بول بالا کرکے امن قائم کرنے کیلئے جہاد کرتے رہے ہیں ۔

خان معظم کی یوم آزادی کی نطق :۔ چونکہ آزادی ریاستی بلوچستان کا اعلان بروز جمعہ ہوا لہذا بعد از نماز جمعہ یوم آزادی کی مناسبت سے باشندگان قلات سے خطاب کرتے ہوئے خان معظم میر احمد یار خان نے کہا " کہ اگرچہ میں ملک کی روایات اور قوم کے جذبات سے بے خبر نہیں رہا ہوں لیکن ایک بیرونی اقتدار کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے میں آپ لوگوں کے سامنے جذبات کا کما حقہ اظہار نہیں کرسکا لیکن خدا کے فضل و کرم سے آج ہمارا ملک آزاد ہے اور میں آزادی سے اپنے نظریات آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہوں " اپنے نظریات پیش کرتے ہوئے خان معظم نے کہا کہ جب سے قوم نے اپنی خدمت میرے سپرد کی ہے اسی دن سے میرے دل میں تین آرزوئیں پرورش پاتی رہی ہیں ۔

۱۔ اس سرزمین کو جسکی سرحدیں ایک طرف افغانستان دوسری طرف ایران

تیسری طرف ہندوستان اور چوتھی طرف سمندر سے ملی ہوئی ہیں اور جس پر ہماری قوم نے پانچ سو سال ہوئے اپنی بلوچی حکومت قائم کی تھی بیرونی اثر غلامی اور ذلت کی زندگی سے آزاد کرایا جائے۔

۲۔ اس سلطنت میں ہماری سابقہ روایات کے مطابق شرعی حکومت ہو اور ہمارا آئین قرآنی ہو۔

۳۔ بلوچ قوم کو متحد کر کے ایک مرکز پر جمع کیا جائے جہاں اس آزادی پسند اور مستعد قوم کی اپنی حکومت اور مستقل جداگانہ نظام ہو تاکہ یہ قوم بھی دنیا کی آزاد قوموں کے دوش بدوش ترقی کی منازل طے کر کے ایک متحد ترقی یافتہ اور آبرومند قوم بنے اور کہلائے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے خان معظم نے کہا ہماری ایک آرزو پوری ہو گئی ہے یعنی آزادی حاصل ہو گئی ہے باقی دو تمنائیں نفاذ شریعت محمدی اور اتحاد قوم بلوچ اب تک باقی ہیں میں انشاء اللہ آخیر دم تک کوشش کرونگا کہ یہ باقی دو تمنائیں بھی پوری ہوجائیں خان معظم نے کہا آج کے مقدس دن کو ہم اپنی آزادی کو برقرار رکھنے شریعت محمدی کا نفاذ کرنے اور بلوچ قوم کو متحد کرنے کا عہد کریں اور جب تک ہم اپنے ان نیک مقاصد کو حاصل نہ کریں چین سے نہ بیٹھیں اس سلسلہ میں اپنی قوم کو آنے والے مشکلات سے خبردار کرتے ہوئے میر احمد یار خان نے کہا: اصول اسلام کو نافذ کرنے۔ آزادی کی بقاء اور اتحاد ملت بلوچ کیلئے جدوجہد میں ہمیں سخت سے سخت دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا پڑیگا میں آپ سے ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے اپیل کرتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے سوا باقی تمام دنیاوی طاقتوں سے بے خوف و بے خطر رہ کر اس عظیم الشان

خدمت میں میرا ہاتھ بٹائیں"

قلات کی ہمسایہ حکومتوں اور دیگر آزاد و امن پسند حکومتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خان قلات نے کہا کہ "ہمیں اپنی وقیع و رفیق سلطنتوں سے توقع ہے کہ اس جدوجہد میں ہماری ہر جائز امداد سے دریغ نہ فرمائینگے اور ان کی رعایا بنی نوع انسان کے ایک حصہ کے بیدار ہونے اور ابھرنے میں عملی ہمدردی کا ثبوت دینگی

قلات کی ہندو رعایا کا ذکر کرتے ہوئے خان معظم نے کہا کہ ہماری غیر مسلم رعایا جو ہماری شریک حال ہے وہ بدستور ہماری شریک حال رہیگی ہم ان کو مالی و جانی ، مذہبی اور تمدنی تحفظ کا یقین دلاتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس ہندو مسلم کش مکش سے جس میں ہندوستان کا بیشتر حصہ اس وقت بتلا ہے حکومت قلات کا علاقہ اور آبادی اب تک محفوظ ہے اور انشاء اللہ آئیندہ بھی مامون و محفوظ رہے گی ۔

بادشاہ کا خطاب اختیار کرنے کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے خان معظم میر احمد یار خان نے کہا "میں اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ بادشاہت میرے لئے موجب افتخار نہیں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ملت اسلامیہ اور بلوچ قوم کا خادم ہوں ہمارے سلف صالحین نے کبھی اپنے آپ کو بادشاہ نہیں کہا خان نصیر خان اعظم کی ہمارے خاندان کیلئے یہ وصیت ہے کہ جب تم نے اپنے آپ کو قوم سے بہتر اور برتر خیال کیا تو ذلت و خواری اور تباہی یقینی ہے ۔

خان معظم کی تقریر کے بعد آزاد ریاستی بلوچستان کا جھنڈا لہرایا گیا جھنڈے کی سربلندی اور قوم کا اتحاد و ترقی کیلئے دعا کی گئی توپ خانہ نے جھنڈے کو اکیس توپوں کی سلامی دی آزاد قوم بلوچ زندہ باد اور آزاد حکومت بلوچ زندہ باد کے

نعروں سے قلات کی فضا. گونج اٹھی ۔

افغانستان و ایران کے بادشاہوں کے نام ریاستی بلوچستان کو تسلیم کرنے کیلئے خان معظم کے تار:۔ خان معظم کے ساتھ مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی گفت و شنید زیر صدارت لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے ہند کے بعد حکومت ہند کے متفقہ و مشترکہ اعلان 11 اگست 1947 . کی روشنی میں 12 اگست 1947 . کو بروز جمعہ آزادی ہند و پاکستان سے دو دن پہلے خان معظم میر احمد یار خان خان قلات نے قلات ریاستی بلوچستان کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا چنانچہ انہوں نے اس اعلان آزادی کے دو دن بعد اپنے وزیر دربار مسٹر محمد عظیم خان احمد زئی سلیمان خیل کو طلب کر کے حکومت افغانستان کے بادشاہ اور حکومت ایران کے بادشاہ کو بذریعہ تار ریاستی بلوچستان کی بین الاقوامی حیثیت سے آزادی کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے ان سے بحیثیت امیر ریاستی بلوچستان درخواست کی کہ یہ دونوں حکومتیں، ریاستی بلوچستان کی آزادی کو تسلیم کر کے اپنے سیاسی تعلقات قائم کر کے اپنے سفیر قلات بھیجیں مگر افسوس کا مقام ہے کہ ان دونوں حکومتوں کے آمیر ریاستی بلوچستان میر احمد یار خان کے اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دیتے ہوئے انکے تاروں کا کوئی جواب نہیں دیا اس طرح انہوں نے ریاستی بلوچستان کی آزادی کو تسلیم نہیں کیا ان دونوں حکومتوں کو بین الاقوامی آداب کو مدنظر رکھ کر آمیر ریاستی بلوچستان کو ضرور انکے تاروں کا جواب دینا چاہئیے تھا مگر ان دونوں حکومتوں نے اس بین الاقوامی آداب کو نذر انداز کر دیا ۔

صدر اعظم افغانستان کا خان معظم خان قلات کے ہاں بطور

مہماں ٹھیرنا:۔ پاکستان کے 14 اگست 1947 ۔ میں اعلان آزادی کے بعد حکومت افغانستان کا ایک وفد زیر سربراہی صدر اعظم افغانستان شاہ محمود خان پشاور کے راستے کراچی پہنچا اس وفد نے وہاں قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان سے ملاقات کی اور واپسی پر افغانستان کا یہ وفد برٹش بلوچستان کے صدر مقام کوئٹہ پہنچا یہاں افغانستان کے وزیراعظم نے اپنے وفد کو دو گرہوں میں تقسیم کیا اور حکومت پاکستان کو اطلاع دی کہ ان کے وفد کا ایک گروہ حکومت پاکستان کے ہاں بطور مہمان ٹھریگا اور دوسرا گروہ جسمیں خود وزیراعظم افغانستان شامل ہے خان آف قلات کے ہاں بطور مہمان قیام کریگا اسکی وزیراعظم افغانستان نے حکومت پاکستان کو یہ دلیل دی کہ افغانستان کے شاہی خاندان اور قلات ریاستی بلوچستان کے شاہی خاندان میں قدیم سے رشتہ داری کا سلسلہ چلا آرہا ہے لہذا اس رشتہ داری کی مناسبت سے وہ خان قلات کے ہاں بطور مہمان ٹھرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں ۔

چنانچہ شاہ محمود خان صدراعظم افغانستان نے ایوان قلات کوئٹہ جو خان قلات کا قیام گاہ ہے دو دن بطور مہمان قیام کیا دوران قیام بلوچستان اور بلوچ ملت کے بارے میں اس وقت کے سیاسی حالات کو مدنظر رکھ کر شاہ محمود خان نے خان معظم میر احمدیار خان سے کھل کر باتیں کیں اپنی افغان حکومت کی پالیسی کے متعلق انکو مطلع کرتے ہوئے ان پر یہ بات واضح کردی کہ افغانستان کی حکومت امان اللہ خان شاہ افغانستان کے زوال کے بعد انگریزوں کی حمایت اور مدد سے افغانستان کی حکومت دوبارہ انکے خاندان میں منتقل ہوئی اور نادرشاہ انکے بڑے بھائی بادشاہ افغانستان بنے لہذا وہ بین الاقوامی سیاست میں حکومت برطانیہ کے

صلاح مشورہ کے بعد کوئی قدم اٹھاتے ہیں انہوں نے خان معظم میر احمد یار خان کو کہا کہ انکی حکومت حکومت برطانیہ سے صلاح مشورہ کے بعد قلات ریاستی بلوچستان خان معظم اور بلوچ قوم کے متعلق کوئی لائحہ عمل اختیار کر کے انکو مطلع کرینگے وہ اس بارے میں اپنی حکومت کر طرف سے از سر خود کوئی قول اور وعدہ نہیں دے سکتے۔

اعلان آزادی کے بعد اصلاحات کا نفاذ:۔ قلات ریاستی بلوچستان کے اعلان آزادی کے بعد خان معظم نے ریاست میں دیوان عام، دیوان خاص کے نام سے دو قومی اسمبلیوں کی صورت میں اصلاحات کی پہلی قسط کے نفاذ کا اعلان کردیا۔

دیوان عام کے ممبروں کی تعداد:۔ دیوان عام کے کل ممبروں کی تعداد بقرار ذیل باون مقرر کی گئی۔

۱۔ علاقہ سرداران	6
۲۔ علاقہ جھالاوان	6
۳۔ علاقہ کچھی	6
۴۔ علاقہ مکران	10
۵۔ تحصیل قلات	2
۶۔ علماء	5
۷۔ ہندو تاجر	5
۸۔ مسلمان تاجر	5
۹۔ ہندو	1

۴۔ نامزد 5

کل تعداد = 52

دیوان عام کے ممبران کے چناؤ کا طریق کار: دیوان عام کی کل نشستوں میں 47 نشستیں صرف ریاستی بلوچستان کے مالیہ دہ علاقے کیلئے مخصوص کی گئی دیوان عام کے ممبروں کا انتخاب صرف مالیہ دہ علاقوں کے معتبرین کے ووٹ سے ہونا قرار پایا معتبر کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی کہ کسی علاقہ یا گاؤں کے سرکردہ آدمی کو معتبر کہتے ہیں ایسے سرکردہ کو تو بعض قبائل ارباب، ٹکری کہدہ یا مقدم بھی کہتے ہیں۔

دیوان عام کی ممبروں کیلئے اہلیت کے شرائط:۔ دیوان عام کی ممبروں کیلئے اہلیت کی شرائط ذیل قرار دی گئی۔ مستقل باشندہ قلات ریاستی بلوچستان ہو۔ بالغ۔ صحیح العقل ہو۔ جسکی عمر 21 سال سے کم نہ ہو۔ گذشتہ دس سال میں ریاست کے خلاف کسی جرم یا کسی اخلاقی جرم کا سزا یافتہ نہ ہو اور نہ ملازمت ریاست سے موقوف شدہ ہو یک صد روپیہ سالانہ سے کم مالیہ نہ دیتا ہو یا جسکی غیر منقولہ جائیداد چار ہزار روپے سے کم مالیت کی نہ ہو لیکن ان شرائط کا اطلاق علماء پر نہ ہوگا۔

دیوان خاص کے ممبروں کے شرائط:۔ دیوان خاص کی تمام نشستیں صرف سرداری جرگہ کے ممبر سرداروں کیلئے مخصوص کر دی گئی اس لحاظ سے قلات ریاستی بلوچستان کے کل 36 سردار موروثی طور پر دیوان خاص کے ممبر اور اپنے اپنے قبائلی علاقوں کے نمائندہ تسلیم کئے گئے ان موروثی سرداروں کے علاوہ قبائل کو دونوں ایوانوں میں قبائلی حیثیت سے اور کوئی نمائندگی نہیں دی گئی دیوان

خاص) چونکہ موروثی سرداروں پر مشتمل تھا ان کی ممبری کیلئے وہی اہلیت ہی کافی ٹھیرائی گئی جو ایک موروثی سردار کی تقرری کیلئے ضروری خیال کی جاتی ہے۔

دیوان خاص اور دیوان عام کے اختیارات:۔ دیوان خاص اور دیوان عام کے اختیارات بقرار ذیل مقرر کئے گئے۔

۱۔ دونوں ایوان ہائے کو یہ اختیار دیا گیا کہ پبلک بہبود کیلئے عام معاملات کے متعلق حکومت کے غور کیلئے تجاویز پیش کریں وزراء سے (جو اگرچہ ان کے سامنے جوابدہ نہیں تھے) انتظامیہ امور کے متعلق سوالات پوچھیں ہر ممبر کو ایک اجلاس کی مدت میں دس سوالات تک پوچھنے کا حق دیا گیا۔

۲۔ دونوں ایوانوں کو ریاست کے بجٹ پر صرف بحث کرنے اور اعتراض اٹھانے کا حق دیا گیا۔

۳۔ ہر ایوان کو ایسی ٹھوس تجاویز اس امر کے مدنظر کہ ان کو قانون کی صورت دی جائے پیش کرنے کا اختیار دیا گیا۔

۴۔ ہر دو ایوان ہائے ممبروں کو کم میعاد والے سوالات دریافت کرنے کی اجازت بھی دی گئی بشرطیکہ ان کی بابت کم از کم اڑتالیس گھنٹوں کا نوٹس قبل از وقت دیا جائے۔

۵۔ شعبہ جات محفوظ یا خصوصی امور یعنی وہ تمام امور جنگی خان معظم خصوصی امور یا شعبہ محفوظ قرار دیں گے کسی مد کی بابت سوال کرنے کا دونوں ایوان ہا کو نہیں دیا گیا۔

ایوان ہا کا طریق کار:۔ ایوان ہا کے اجلاس کا سال میں کم از کم ایک دفعہ منعقد ہونا ضروری قرار دیا گیا لیکن وزراعظم کو ایک تہائی ممبران کے تحریری

مطالبہ پر خان معظم کی منظوری سے اسپیشل اجلاس ہا کے منعقد کرنے کا اختیار دیا گیا نیز وزیراعظم کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ کونسل وزراء کے مشورہ اور خان معظم کی منظوری سے کسی دیوان کا اجلاس کسی وقت بھی منعقد کراسکیں وزیراعظم دونوں دیوان ہا کے صدر اور لیڈر قرار پائے البتہ دونوں دیوان ہا کو اپنا ایک ایک نائب صدر مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا دیوان عام کی مدت کار میعاد پانچ سال اور دیوان خاص کی غیر متعین قرار دی گئی۔

ریاستی بلوچستان کے ملازموں کی حیثیت ایوان ہا میں :۔

ریاست کے ملازم وزراء اور ناظم امور دینیات دونوں ایوانوں کے نامزد ممبر محسوب کیئے گئے

دیوان عام کی انتخابات :۔ 1947 ء کے اوائیل میں بیان کردہ اصولوں پر قلات ریاستی بلوچستان میں پہلی بار انتخابات عمل میں آئے بلوچستان کی تاریخ میں انتخابات کی یہ پہلی مثال تھی قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی نے جو اگرچہ اب تک خلاف قانون جماعت تھی بالواسطہ یعنی اسکے ممبروں نے انفرادی حیثیت سے انتخابات میں حصہ لیا اور باون کے کل ہاوس میں اڑتالیس نشستوں پر قبضہ کرکے حکومت قلات اور سرداروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ریاست کے عوام میں نیشنل پارٹی کی ہر دلعزیزی کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہیں ہوسکتا تھا

مسٹر جناح سے مزید گفت و شنید :۔ اعلان آزادی کے بعد خان معظم نے اپنے وزیراعظم اور وزیر خارجہ کو مزید گفت و شنید کیلئے مسٹر جناح کے پاس جو اب پاکستان کی نئی مملکت کے گورنر جنرل تھے کراچی بھیجا۔ اس دفعہ گفت و شنید ایک ایسی صورت اختیار کر گئی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ مسٹر جناح اپنے

تمام سابقہ اعلانات اور اعتراضات کے برعکس ریاستی بلوچستان کو طوعاً و کرہاً پاکستان کے ساتھ شامل کرانے پر بضد ہیں وزیراعظم اور وزیرخارجہ قلات ریاستی بلوچستان کی ناکام واپسی پر قاضی محمد عیسیٰ خان صدر بلوچستان مسلم لیگ مسٹر جناح کی طرف سے کراچی آنے کا پیغام لیکر خان معظم کے پاس آئے۔

خان معظم کا کراچی میں ورود:۔ مسٹر جناح کے دعوت پر خان معظم کراچی گئے خان معظم مسٹر جناح کے ساتھ نمائندہ تاج برطانیہ کے روبرو گفت و شنید اور رضامندی کے علاوہ ان کے ساتھ اپنے گذشتہ دس سالہ پر خلوص تعلقات اور پاکستان اور مسلم لیگ کیلئے سرانجام دی ہوئی اپنی ناقابل فراموش خدمات کے پیش نظریہ توقع بھی نہیں رکھ سکتے تھے کہ مسٹر جناح گورنر جنرل پاکستان ان تمام قربانیوں اور مخلصانہ خدمات کو یکایک نظرانداز کرکے ان سے آنکھیں پھیر لینگے چنانچہ اسی نیک جذبہ اور خاص پر امید توقعات کے ساتھ خان معظم اپنی طرف سے ایک معاہدہ کا مسودہ جسے وہ اپنی حکومت اور پاکستان کے درمیان طے کرنا چاہتے تھے مرتب کرکے کراچی گئے کراچی میں مسٹر جناح گورنر جنرل پاکستان کے ساتھ ملنے کے بعد خان معظم کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ پچھلی تمام گفت و شنید اور طے شدہ امور کو نظرانداز کرکے گورنر جنرل پاکستان نے انہیں اول حکومت قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے اور بعد از آں مستجار علاقوں کی واپسی کے سوال پر گفتگو کرنے کا خشک سا جواب دیا۔

آخری انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کی پیش گوئی درست ثابت ہو گئی:۔ جب انگریز 1947 میں ہندوستان کا بٹوارا کرنے کے بعد جارہے تھے تو ریاستی بلوچستان میں انگریزوں کا آخری پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر بکن باتھم تھے

جو مملکت عمان سے تبدیل ہو کر قلات میں بطور پولیٹیکل ایجنٹ کے تعینات ہوئے تھے چونکہ ان سے راقم الحروف کے دوستانہ تعلقات تھے میں ان کو الوداع کہنے مستونگ گیا جہاں انکا ہیڈ کوارٹر تھا رخصت ہوتے وقت انہوں نے مجھے خان معظم میر احمدیار خان امیر ریاستی بلوچستان کیلئے ایک پیغام دیا کہ آپ خان معظم سے کہہ دیں کہ حکومت برطانیہ آپکو مملکت اردن اور مسقط کی طرح ایک خود مختار حکمرانی دے رہا تھا آپ نے مسٹر جناح کے وعدوں پر اعتماد کر کے ہماری پیش کش کو ٹھکرا دیا لہذا جب مسٹر جناح کو حکومت پاکستان کا اقتدار اعلیٰ سونپ دیا جائیگا تو آپکو خود معلوم ہوگا کہ وہ کس حد تک اپنے عہد وپیمان کا پاس رکھتے ہوئے ان پر قائم رہیگا لہذا آپ ہمیشہ حکومت برطانیہ کے پیش کش کو ٹھکرانے کی وجہ سے کف افسوس ملتے رہینگے ۔ جب خان معظم مسٹر جناح کی دعوت پر کراچی گئے اور انہوں نے انہیں پہلے حکومت قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے اور بعد ازاں مستجار علاقوں کی واپسی کے سوال پر گفتگو کرنے کا خشک جواب دیا تو مجھے فوراً مسٹر بکن باتھم آخری انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کی پیش گوئی یاد آگئی کہ انکی پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوگئی ۔

الحاق کا پیچیدہ مسئلہ:۔ خان معظم میر احمد یار خان جن کو قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کا اعلان کئے چند دن بھی نہیں ہوئے تھے اب اپنے پرانے مہربان ، بزرگوار اور رہنما کے ہاتھوں وقت کے ایک تنگ کونے میں پھنس چکے تھے کل جس حکمران نے بڑے طمطراق سے اپنی آزادی کا اعلان کر کے مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور جس نے آزاد قلات ریاستی بلوچستان کے جھنڈے کو لہراتے وقت اسے سربلند و قائم رکھنے کا حلف اٹھایا تھا ان کیلئے اب یہ کیسے ممکن

ہوسکتا تھا ان کا ضمیر ان کی قومی غیرت اور خاندانی حمیت اسے کیسے برداشت کرسکتی تھی کہ اب پاکستان کے ساتھ گورنر جنرل کی پیش کردہ شرائط پر اس الحاق نامہ پر دستخط کرتے جسکے بعد ان کی آزادی محکومی میں تبدیل ہوکر ان کیلئے سکی اور جگ ہنسائی کا باعث بنتی چنانچہ خان معظم اس وقت تو الحاق سے متعلق اپنے سرداروں سے مشورہ کرنے اور اپنی قوم کی رائے معلوم کرنے کی دلیل دے کر وقتی طور پر پہلو بچاگئے لیکن وہ اسطرح تابہ کے پہلو بچا سکتے تھے۔

خان معظم سے شہزادہ عبدالکریم آغا نصیر خان احمدزئی کی ایک اہم ملاقات

ایک اہم ملاقات :۔ جب خان معظم میر احمدیار خان امیر ریاستی بلوچستان کو مسٹر جناح بحیثیت گورنر جنرل پاکستان یہ مشورہ دیا کہ وہ غیر مشروط طور پر پاکستان سے الحاق کریں پھر دیگر سیاسی مسائل پر غور کیا جائیگا اس صورت حال کے معلوم ہونے کے بعد شہزادہ میر عبدالکریم خان احمدزئی نے راقم الحروف کو ساتھ لیکر خان معظم امیر ریاستی بلوچستان سے ملاقات کی اور ان کو خفیہ طور پر اس امر کے متعلق اطلاع دی گئی کہ جام میر غلام قادر خان جام لسبیلہ اور نواب حبیب اللہ خان نوشیروانی سردار خاران ان سے کافی بدظن اور خائف ہیں اور وہ کوشش کررہے ہیں کہ نواب بھائی خان سردار کچھ کو بھی ساتھ ملائیں اور پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح سے براہ راست رابطہ کرکے پاکستان سے الحاق کریں لہذا ان سرداروں کے اس اسکیم کو ناکام بنانے کیلئے خان معظم سے ملنا ضروری ہوگیا تھا لہذا جب ہم دونوں خلوت میں امیر موصوف سے ملے شہزادہ عبدالکریم خان نے خان معظم کو یہ رائے دی کہ ان تینوں سرداروں کو قلات بلاکر انکو ہر طرح سے تسلی دی جائے اور انکو اعزازات

سے نوازا جائے تاکہ وہ مخالف کیمپ میں نہ جائیں شہزادہ موصوف کے اس رائے سے راقم الحروف نے بھی اتفاق کیا اور آمیر موصوف کو پر زور الفاظ میں اس پالیسی پر عمل درآمد کرنے کیلئے استدعا کی گئی مگر بد قسمتی سے خان معظم نے شہزادہ عبدالکریم خان اور راقم کے ان گزارشات سے اتفاق نہیں کیا۔

خان معظم کا مشورہ پر کان نہ دھرنا:۔ خان معظم میر احمد یار خان قدیم بلوچستان اور ریاستی بلوچستان کے حکمرانوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایک روشن خیال اور ترقی پسند حکمران تھے جب انہوں نے 1933ء میں اپنے والد بزرگوار کے جگہ مسند حکمران ریاستی بلوچستان پر جلوس فرمایا تو اسی دن سے ریاستی بلوچستان کی سیاسی اقتصادی، سماجی، قبائلی نظام میں تبدیلی روبہ ترقی ہونے کے اثرات نمودار ہوئے ریاستی بلوچستان میں سیاسی اقتصادی جمود کے بادل چھٹ گئے تعلیمی پالیسی میں نمایاں ترقی ہوئی ریاستی بلوچستان کے ہر بڑے شہر میں میٹرک سطح تک اسکول کھولے گئے۔ اصلاحات کا نفاذ ہوا ظلم کا خاتمہ ہوا ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے باوجود میر احمد یار خان حکمران ریاستی بلوچستان کی ہر مقام پر سیاسی پالیسیاں ناکام رہیں انکی صرف بڑی وجہ یہ تھی وہ اپنے صاحب تدبیر اور سیاست دان میشروں کا مشورہ قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ اسلامی تاریخ میں حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ راشدہ کا نمونہ تھے۔ کیونکہ وہ بھی اپنے ضمیر کی آواز کے مقابلے میں صاحب تدبیر اور سیاست دان بزرگوں کا مشورہ قبول نہیں کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباس نے انکو آغاز خلافت میں مشورہ دیا کہ بغیر بیعت لئے آمیر معاویہ کو معزول نہ کریں ورنہ وہ انکے خلاف ایک فتنہ کھڑا کرینگے انہوں نے میشروں کا مشورہ نہیں مانا اور آمیر

معاویہ نے فتنہ کھڑا کردیا ۔ میر احمد یار خان حکمران ریاستی بلوچستان کی طبعیت اس لحاظ سے بالکل حضرت علیؓ جیسی تھی راقم الحروف پورے دس سال انکے وزیر دربار رہے ہیں میں نے اس دوران میں ان کی طبعیت میں یہی کمی محسوس کی ہے جسکی وجہ سے انہیں سیاسی طور پر ہر جگہ ناکامی ہوئی ہے اور سیاست کے میدان میں انکو کافی نقصانات پہنچے ہیں اور انکی تمام جدوجہد رائیگاں گئی ہیں ۔

دیوان عام کا پہلا اجلاس :۔ 12 دسمبر 1947 ۔ کو دیوان عام کا پہلا اجلاس ڈھاڈر کے مقام پر منعقد ہوا ریاست کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا قومی اجتماع تھا جس میں جمہوری بنیادوں پر منتخب عوامی نمائندے اپنے ملکی اور حکومتی مسائل پر غور کرنے جمع ہوئے تھے ۔

ممبروں کا حلف وفاداری اٹھانا :۔ اجلاس کی کاروائی شروع ہونے سے قبل دیوان عام کے عالی جاہ ممبروں نے خان معظم اور آزاد ریاستی بلوچستان کی حکومت سے وفاداری کا حلف اٹھایا ۔

خان معظم کی افتتاحی تقریر :۔ حلف وفاداری کے بعد خان معظم نے اپنی تقریر سے اجلاس کا افتتاح کیا مسلم لیگ اور حکومت پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے میر احمد یار خان نے کہا " دس سال سے آپکی بلوچی حکومت تحریک مسلم لیگ کے ساتھ نہایت محبت اور خلوص سے امداد و تعاون کرتی رہی ہے ہمارا یہ طرز عمل اس وقت سے رہا ہے قیام پاکستان کیلئے زبانی و تحریری ہر قسم کی حمایت و ہمنوائی کا ثبوت پیش کرتی رہی ہے جبکہ حکومت برطانیہ بلوچستان میں ہمارے سروں پر موجود تھی اور ہمارے اس رویہ کو ناپسند کرتی تھی ہماری بلوچی حکومت اور خود میری ذات اس وجہ سے حکومت برطانیہ کی

نگاہوں میں مشتبہ تھی مگر ہم نے اسے اپنا سمجھ کر اللہ تعالٰی سے وعدہ کیا تھا کہ ہم ہر طرح سے اس اسلامی تحریک مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی کوششوں میں حصہ لینگے۔ لہذا ہم نے ایسا کیا اور اپنی دوستی کا کھلم کھلا ثبوت دیا۔ حکومت پاکستان کے ساتھ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے خان معظم نے کہا مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ میری قوم بلوچ اور حکومت خداداد پاکستان کے درمیان چند ایسے مسئلے ہیں جن کی وجہ سے میری قوم میں بے چینی کے آثار نظر آرہے ہیں اور بلوچ ہر طرف سے تعجیلی فیصلہ کیلئے میری طرف دیکھ رہے ہیں میں آپکو پر امن رہنے کی تلقین کرتا ہوں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کا اور پاکستان کا معاملہ محبت اور اسلامی اخوت کی خوشگوار فضاء میں نہایت خوش اسلوبی سے سے ہوجائیگا آپ صبر سے کام لیں جلدی نہ کریں پاکستان کو ان مسائل کے حل کرنے کیلئے کافی وقت درکار ہے میں نہیں چاہتا ہوں کہ بلوچی حکومت کے معاملہ کو بھی مشکل اور پیچیدہ معاملہ بناؤں اور پاکستان کی مشکلات میں اضافہ کروں۔

پاکستان سے الحاق کرنا یا نہ کرنے کا فیصلہ:۔ 14 اگست 1947ء کے دن ریاستی بلوچستان حکومت قلات کے وزیر خارجہ مسٹر ڈی۔ وائی فیل نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے یا نہ کرنے کے متنازعہ مسئلہ کو نہایت سنجیدگی اور دیانت داری سے بالتفصیل دیوان عام کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ مسئلہ الحاق کی نوعیت اور تفصیلات سے دیوان عام کو مطلع کرتے ہوئے مسٹر فیل نے کہا۔ ریاستی بلوچستان ایک خاص قسم کی ریاست ہے دوسری ہندوستانی ریاستی کی طرح نہیں ہندوستانی ریاستوں میں مختلف اقوام آباد ہیں لیکن قلات ریاستی بلوچستان میں ایک ہی قوم بلوچ آباد ہے اور اسی کی حکومت ہے مسٹر

فیل نے کہا اگرچہ یہ ملک ہندوستان کی سرحدوں پر واقع ہے لیکن ہندوستان کا حصہ کبھی نہیں رہا حکومت برطانیہ نے 1935 ء کے ایکٹ میں اس ریاست کو ہندوستانی حدود کے اندر شامل دکھایا جس پر ہزہائی نیس نے احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ قلات کی پوزیشن کو ہندوستانی ریاستوں سے جداگانہ تسلیم کیا جائے وائسرے ہند کی طرف سے خان معظم کو جواب ملا کہ تعلقات مابین قلات و برطانوی حکومت وہی رہینگے جو عہد نامہ 1876 ء میں درج ہیں۔

ہندوستان کی آزادی کا درمیانہ دور:۔ ہندوستان کو آزادی ملنے کے درمیانی عرصہ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے وزیرخارجہ نے کہا جب ہندوستان کو آزادی ملنے کا دور شروع ہوا ہزہائی نیس کوشاں رہے کہ قلات کی جداگانہ حیثیت تسلیم کی جائے اور جو علاقے برطانوی حکومت کے وقت میں قلات سے نکل گئے ہیں لازمی طور پر آزادی کے بعد وہ قلات کو ملنے چائیں ان کا خیال نیک تھا ہزہائی نیس کا مقصد نیک تھا کہ بلوچ قوم ٹکڑے ٹکڑے اور منتشر ہو جس قدر کوشش ممکن تھی کی گئی تاکہ اتفاق اور سمجھوتے کے ساتھ حکومت برطانیہ قلات کے علاقے واپس کردے حکومت برطانیہ کا خیال تھا کہ جب پارلیمنٹ میں آزادی کا بل پاس ہوگا اس سوال کا جواب خودبخود صاف ہوجائے گا قانونی طور پر یہ بھی سمجھا گیا تھا کہ مستجار علاقے قلات کو واپس مل جائینگے البتہ کوئٹہ کی واپسی مشکل نظر آرہی تھی کیونکہ وہ فوجی مرکز ہے۔

مستجار علاقے اب تک نہیں ملے ہیں:۔ وائسرے ہند اور مسٹر جناح کے ساتھ گفت و شنید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسٹر فیل نے ۴ جولائی 1947 ء میں وزیراعظم قلات کو دہلی بلایا گیا۔ انہوں نے دہلی میں گفت و شنید

کی بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ قلات آزاد ہوگیا خیال یہ تھا کہ ایکٹ آزادی دفعہ 7 کی رو سے تمام ایسے معاہدات بھی ختم ہوجاتے ہیں جو کوئٹہ ۔ نصیرآباد ۔ بولان اور نوشکی کے متعلق کیے گئے تھے ۔ قانوناً ان علاقوں کو اعلان ہونے کے بعد پاکستان نہیں رکھ سکتا تھا لیکن ان کو واپس نہیں کیا گیا قلات کو اب تک صرف آزادی کا اعلان ملا ہے مذکورہ علاقے (مستجار) نہیں ملے گا ۔

مسٹر جناح سے گفتگو:۔ مسٹر جناح کے ساتھ اپنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے وزیرخارجہ نے کہا " ستمبر 1947 ۔ میں وزیراعظم اور میں کراچی گئے تاکہ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کے ساتھ گفت و شنید کریں ۔ محکمہ خارجہ حکومت پاکستان کی گفت و شنید سے ظاہر ہوا کہ حکومت پاکستان چاہتی ہیں کہ پہلے قلات پاکستان کے ساتھ الحاق کرے پھر اس کا فیصلہ کیا جائیگا کہ آیا مستجار علاقے بیلہ اور خاران قلات کو واپس ملیں گے یا نہیں ۔ ہم نے اس بارے میں احتجاج کیا کہ مستجار علاقہ جات ۔ بیلہ اور خاران پر ہمارا حق ہے پہلے اسے تسلیم کرلیا جائے بعد میں ہزہائی نیس بھی کراچی تشریف لے گئے قائداعظم سے ملے اور کہا کہ قلات اور پاکستان کی حکومتیں دوست ہیں چاہتے ہیں کہ مستجار علاقے بیلہ اور خاران کی واپسی کا سوال پہلے ختم ہوجائے ہم نے بہت کوشش کی لیکن قائداعظم نے جواب دیا کہ جب تک قلات پہلے الحاق نہیں کریگا مستجار علاقوں لسبیلہ اور خاران کے متعلق گفت و شنید نہیں ہوگی "

حکومت پاکستان کا موقف:۔ مسٹر فیل نے حکومت پاکستان کا موقف بیان کرتے ہوئے کہا " کہ حکومت پاکستان کا یہ کہنا ہے کہ پاکستان سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے دوسرے لوگ اسکو برباد کرنے کی کوشش میں ہیں ۔

سرحد پر اسلامی دوستوں کو اسے امداد دینی چاہئیے ۔ اس وقت جو پاکستان کی مدد کریگا کہ اس وقت بہت تکلیف میں ہے وہ اس کا صحیح دوست ہوگا"

خان معظم کا جواب مسٹر جناح کو:۔ مسٹر جناح کو خان معظم کا جواب بیان کرتے ہوئے وزیر خارجہ نے دیوان کو بتلایا کہ ہزہائی نیس نے قائداعظم سے کہا کہ ہمارے ساتھ دوستی کا معاہدہ کریں الحاق کے لئے قلات تیار نہیں ہے"

الحاق کے مضر یا مفید ہونیکی موضوع:۔ پاکستان کے ساتھ قلات کے الحاق کے مضر یا مفید ہونے کے موضوع پر اپنی تقریر میں اشارہ کرتے ہوئے وزیر خارجہ نے دیوان کو بتلایا کہ جب نیا قانون بنتا ہے مشکل سے کوئی بتلا سکتا ہے کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے اس سے ہر ایک اپنا الگ مطلب نکالتا ہے پاکستان کے ساتھ الحاق صرف دفاع ۔ امور خارجہ اور رسل و رسائل کے متعلق ہوگا ان ہر سے مدات کے متعلق پاکستان میں بھی جو قانون مرتب ہوگا وہی قلات میں بھی نافذالعمل ہوگا"

ممبران کو متنبہ کرنا:۔ مسٹر فیل نے دیوان عام کے عالی جاہ ممبروں کو اشارۃً متنبہ کیا کہ اگرچہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں ان ہر سے امور کے متعلق قانون مرتب کرنے کو قلات کے دو تین ممبر بھی جائینگے لیکن جب ایک دفعہ قانون بن گیا جسے اکثریت ہی بنائے گی اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا گیا تو پھر اس پر اعتراض نہیں کیا جائیگا آئین کا توڑنا مشکل ہوتا ہے

بعض دفعہ حق نہیں ملتا:۔ اس حقیقت کی طرف کہ حق بھی طاقت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اشارہ کرتے ہوئے مسٹر فیل نے کہا" کہ لسبیلہ اور

خاران مستجار علاقے پر قلات کا حق ہے لیکن حق ہمیشہ نہیں ملا کرتا۔

الحاق کی صورت میں ریاستی بلوچستان کی پوزیشن :۔ الحاق کی صورت میں پاکستان کے ساتھ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے وزیر خارجہ نے کہا۔ کہ الحاق کے بعد پاکستان ہماری حفاظت کریگا قلات جس طرح برطانوی حکومت کا حصہ تھا اسی طرح پاکستان کا ایک حصہ ہوگا پاکستان متذکرہ تین امور میں حکم دیگا لیکن باقیوں میں قلات کو پوری آزادی ہوگی۔

قلات کی مکمل آزادی میں خدشات :۔ مسٹر فیل نے قلات کی مکمل آزادی کی صورت میں خدشات کا ذکر کرتے ہوئے دیوان عام کو خبردار کیا کہ مکمل آزادی کی صورت میں شاید ہم روس یا کسی دوسرے ملک سے اپنی حفاظت نہ کرسکیں۔ اسلئے پاکستان کو موقع دینا چاہئیے لیکن ایسا نہ ہو جیسا کہ پولینڈ کے ساتھ روس کا معاہدہ ہوا آزادی کے بھاری اخراجات اور ذمہ داریاں بغیر پاکستان کے تعاون کے نہیں اٹھائی جاسکتیں۔ پوری آزادی کو صرف بڑی طاقت ہی قائم رکھ سکتی ہے آخر میں مستجار علاقوں کا پھر ذکر کرتے ہوئے وزیر خارجہ نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا۔ کہ قانوناً یہ سب علاقے ہمارے ہیں لیکن چونکہ ایسی کوئی عدالت نہیں ہے جہاں ہم اپنے حق کیلئے قانونی چارہ جوئی کریں اسلئے اگر پاکستان خوشی سے مستجار علاقے واپس کردے تو بہتر ہے ورنہ لڑائی کی صورت میں تمام بلوچی علاقے برباد ہوجائینگے جس طرح کشمیر برباد ہوگیا۔

بیلہ اور خاران کے متعلق انکشاف :۔ بیلہ اور خاران کے متعلق دیوان عام کے سامنے انکشاف کرتے ہوئے وزیر خارجہ مسٹر فیل نے کہا کہ۔ برطانوی حکومت نے جانے سے پیشتر جام صاحب لسبیلہ اور نواب صاحب

خاران کو لکھا کہ برٹش حکومت سے اب ان کا کوئی تعلق نہیں آئندہ ان کا تعلق حکومت قلات سے ہوگا جام صاحب لسبیلہ اور نواب صاحب خاران نے اس سے انکار نہیں کیا مگر اب وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن پاکستان نے اب تک کوئی جواب نہیں دیا ہے اور نہ ہی ہم کو کوئی جواب دیا ہے"

مستجار علاقوں کی واپسی کے فوائد:۔ مسٹر فیل نے مستجار علاقوں لسبیلہ اور خاران کی واپسی کے فوائد بیان کرتے ہوئے دیوان عام کو بتلایا کہ اگرچہ ان علاقوں سے کوئی فائدہ مالی حاصل نہیں ہوگا اس طرح مستجار علاقوں سے نصیر آباد کے بغیر بولان ۔ کوئٹہ اور نوشکی پر سوائے اخراجات برداشت کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن چونکہ ان پر ہمارا حق ہے ان علاقوں میں بلوچ قوم آباد ہے ان کے قلات کو واپس ملنے پر بلوچ قوم ایک بڑے ملک میں یک جا ہو جائیگی اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر ۔ ڈی ۔ وائی فیل وزیر خارجہ حکومت قلات ریاستی بلوچستان نے دیوان عام کے عالی جاہ ممبروں کو خبردار کیا کہ اگر ہم اپنی آزادی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو خدمت ۔ خرچ اور قربانی کے بغیر ہماری آزادی قائم نہیں رہ سکتی ہے

الحاق پر دیوان عام میں بحث: سوزیرخارجہ کی تقریر کے بعد نوابزادہ محمد اسلم خان وزیراعظم ریاست قلات نے اصل مسئلہ کو بحث کیلئے دیوان عام کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ خان معظم نے کافی غور کے بعد طے کیا ہے کہ پاکستان کے ساتھ الحاق کے سوال کو وہ بذات خود فیصلہ نہیں کرسکتے جب تک کہ اس پر

اپنی قوم کی آزادانہ رائے حاصل نہ کرلیں آپ صاحبان قوم کے معزز نمائندے ہیں اسلئے آج خان معظم کی منشائے مبارک کے تحت یہ مسئلہ آپ صاحبان کے سامنے پیش ہے پورے غور و غوض کے بعد اپنی آزادانہ رائے سے حکومت قلات کو آگاہ کریں۔

عالی جاہ میر غوث بخش بزنجو نے بحث کا افتتاح کیا:۔ عالی جاہ میر غوث بخش بزنجو نے بحث کا افتتاح کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی شدید مخالفت کی میر غوث بخش نے کہا پاکستان میں الحاق کا مسئلہ اگرچہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت نازک ہے۔ لیکن یہ ہماری پریشانیوں میں اضافہ کا باعث نہیں بن سکتا اسلئے کہ اس دیوان کے عالی جاہ ممبر اس امر سے کبھی غافل نہیں رہے ہیں کہ ہم نے اگر آزاد رہنا ہے تو ہم اپنی آزادی کو کس طرح بچا سکتے ہیں اور ہم اس سے بھی بے خبر نہیں کہ بعض لوگ اور ہمسایہ ممالک ہمیں کن نظروں سے دیکھ رہے ہیں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے عالی جاہ ممبر نے کہا "جس طرح ایران اور افغانستان کی جداگانہ تہذیب اور قومیت ہے اس طرح بلوچوں کی بھی اپنی جداگانہ تہذیب، تمدن اور قومیت ہے بے شک ہم مسلمان ہونے کہ وجہ سے اپنی آزادی چھوڑ کر دوسروں میں جذب ہوجائیں اگر محض ایک مسلمان حکومت ہونے کی حیثیت سے قلات کا پاکستان میں شامل ہونا ضروری ہے تو پھر افغانستان اور ایران کی اسلامی حکومتوں کو بھی پاکستان میں مدغم ہونا چاہیئے"

عالی جاہ میر غوث بخش نے سندھ اور پنجاب کی مثالوں کو غلط بتلاتے ہوئے کہا "ہمارے سامنے پنجاب اور سندھ کی جو مثال پیش کی جاتی ہے وہ غلط ہے پنجاب

اور سندھ میں کوئی ایک بڑی قوم آباد نہیں ہے وہاں مختلف فرقے آباد ہیں جن کا اپنا کوئی جداگانہ تمدن نہیں۔ عالی جاہ ممبر نے کہا یہ اور بات تھی کہ انگریزی حکومت جس نے تلوار کے زور سے تمام ایشیاء کو اپنا غلام بنا لیا تھا بلوچوں کے وطن کو بھی جس کا نام بلوچستان تھا اپنا غلام بنالیا۔ اگرچہ ہم نے اس کے خلاف بغاوتیں کیں آزادی کی لڑائیاں لڑیں لیکن حکومت برطانیہ ایک جابر اور ظالم حکومت تھی اس نے ہماری طاقت توڑی اور ہماری آزادی سلب کرلی ہم اس سے پیشتر کبھی ہندوستان کا حصہ نہیں تھے۔

پاکستان کے ساتھ باعزت دوستی کو تیار ہیں:۔ میر غوث بخش بزنجو نے کہا کہ پاکستان کی یہ تمنا ہے کہ قلات جو پہلے بلوچستان کے نام سے موسوم تھا اور جو بلوچوں کا قومی گھر تھا اس میں مدغم ہوجائے ناقابل قبول اور ناممکن ہے عالی جاہ ممبر نے خان معظم اور مسٹر جناح کے تعلقات پر طنزیہ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا رویہ پاکستان کے ساتھ کیا تھا اور پاکستان نے ہمارے ساتھ کیا کیا یہ کسی سے مخفی نہیں ہے پاکستان قائم ہونے سے پیشتر ہمارے خان نے مسلم لیگ کو اپنے وطن میں جنم دیا ہمارے گھر۔ بنگلے اور موٹریں اسکے لئے وقف تھیں اور ہر ممکن کوشش سے بلوچوں کی اکثریت نے خان قلات کی رہنمائی میں اسے کامیاب بنایا لیکن اسکے صلہ میں پاکستان ہمارے ساتھ کیا کررہا ہے ہمارے مستجار اور قبائلی علاقے لسبیلہ اور خاران بھی ہمارا حصہ ہیں ہمیں واپس دینا نہیں چاہتا ہم لسبیلہ اور خاران کو غلامی کی صورت میں اپنے ساتھ ملانا نہیں چاہتے بلکہ وہ ہمارے قومی بھائی ہیں اور اسی قومی حیثیت کے باعث قلات کا جزو چلے آتے ہیں۔ پاکستان نے ان کے متعلق بات چیت کرنے سے بھی انکار

کر دیا ہے اور شرط یہ پیش کی ہے کہ بلوچوں کی حکومت جب تک ذلیل ہو کر اسکے سامنے نہیں جھکتی اس وقت وہ بات چیت کیلئے تیار نہیں صدر کی مداخلت پر عالی جاہ ممبر نے کہا میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو حکومت پاکستان کے رویہ سے میری سمجھ میں آیا ہے۔ خاران اور لسبیلہ کو برطانوی حکومت ہمارے سپرد کر گئی تھی۔ لیکن پاکستان نے ہم سے مشورہ کئے بغیر براہ راست خاران اور لسبیلہ کی راشن سپلائی ان کے حوالہ کر دی۔ میر غوث بخش نے کہا کہ ہم پاکستان کے ساتھ باعزت دوستی کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن ذلت کے ساتھ پاکستان میں شامل ہونے کیلئے کسی صورت میں بھی تیار نہیں"

دھمکیوں کی طرف اشارہ:۔ عالی جاہ میر غوث بخش نے دھمکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں موت کا ڈر اسلئے دیا جاتا ہے کہ ہم ایشیاء کے ڈیڑھ کروڑ بلوچوں کی قومی موت کی دستاویز پر دستخط کیوں نہیں کرتے ہم اتنے بڑے جرم میں مجرم نہیں بن سکتے کہ بلوچ قوم کو غیر بلوچوں میں مدغم کر کے ذلیل کر دیں" اسی سلسلہ میں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے عالی جاہ ممبر نے کہا کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ بلوچ قوم اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتی کیونکہ یہ ایٹم بم کا زمانہ ہے کیا افغانستان اور ایران اور خود پاکستان اس معیار پر اپنی حفاظت کر سکتے ہیں آج امریکہ یا روس اگر چاہئیں تو تمام ایسی سلطنتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتے ہیں پس اگر ہم اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے تو بے شمار دوسری سلطنتیں بھی ایسی ہیں جو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتیں"

میر غوث بخش اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا:۔ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے عالی جاہ غوث بخش بزنجو نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ اگر پاکستان ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ہم سے دوستانہ معاہدہ کرنا چاہتے تو ہم اسکی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائینگے اور اگر پاکستان اس پر رضامند نہیں ہوتا تو یقیناً یہ پاکستان کی طرف سے ایک غیر جمہوری طریقہ ہوگا جو ہمارے لئے کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتا اور اگر ہم کو اس غیر جمہوری طریقہ سے مجبور کیا گیا تو بلوچ قوم کا بچہ بچہ اپنی آزادی بچانے کیلئے جان پیش کردیگا۔

عالی جاہ مولانا محمد عمر کی تقریر:۔ عالی جاہ مولانا محمد عمر دیوبندی نے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ عالی جاہ میر غوث بخش بزنجو نے جو تقریر کی وہ اگرچہ اسکی زبان اور حلق سے نکلی ہے درحقیقت اس نے ہر ایک بلوچ کے جو پہاڑوں میں رہتے ہیں جذبات کی ترجمانی کی ہے میر غوث بخش نے جو کچھ کہا ہے وہ تمام بلوچ قوم کی آواز ہے۔ اپنی تقریر جو جاری رکھتے ہوئے عالی جاہ مولانا محمد عمر نے کہا" مسٹر جناح نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا ہے مسلمان سب برابر ہیں جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو ایذاء نہ دے اسکی روٹی نہ چھینے تو دوسرے مسلمان کو مناسب نہیں ہے کہ اسکے گھر میں گھس کر اسے دبائے کہ مجھے چودھری مانو ورنہ گھر سے نکل جاؤ" مولانا نے کہا کہ ہماری دعائیں پاکستان کے ساتھ ہیں اور جب پاکستان ہمیں امداد کیلئے آواز دیگا ہم اپنی ڈھاڈری (ملکی) بندوقیں لے کر اس کی امداد کو دوڑینگے انگریزی حکومت نے ہمیں آزاد کردیا لیکن پاکستان ہماری آزادی چھین رہا ہے۔ صدر کی مخالفت پر مولانا محمد عمر نے کہا" تین امور ہی ہی ان تین امور کی بناء پر اگر ہمارا وطن پاکستان کا

جزو بن سکتا ہے اور ہماری قوم اس میں ضم ہوجاتی ہے تو ہم اسکو اپنی آزادی چھین جانے پر ہی محمول کرینگے ۔ مولانا محمد عمر نے الحاق اور معاہدہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ۔ کہ الحاق کے معنی یہ ہیں کہ دو چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح پیوست ہوجائیں کہ کچھ فرق نہ رہے اور معاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ دو حکومتوں کا وجود جدا جدا قائم رہے مگر چند چیزوں میں اشتراک کریں چنانچہ عالی جاہ مولانا محمد عمر نے کہا کہ اگر پاکستان چاہے تو تینوں امور جنگی صاحب صدر نے وضاحت کی ہے کے متعلق ہم اسکے ساتھ معاہدہ کرنے کو تیار ہیں لیکن الحاق کے حق میں نہیں ۔

عالی جاہ مولانا عرض محمد کی تقریر :۔ عالی جاہ مولانا عرض محمد دیوبندی نے پاکستان کیلئے قلات کی وفادارانہ خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ۔ حق تو یہ تھا کہ پاکستان کی حکومت ہم سے کہتی کہ خاران ۔ لسبیلہ اور مستجار علاقے کیا چیز ہیں پنجاب اور سندھ کے تمام بلوچی علاقے بھی لے جاؤ مگر افسوس کہ اسکے برعکس پاکستان کی حکومت الحاق کیلئے ہم پر دباؤ ڈال کر ہماری آزادی غصب کرنا چاہتی ہے اسکے لئے ہم ہرگز تیار نہیں ۔

مولانا عرض محمد صاحب نے کہا اگرچہ ہم کمزور ہیں لیکن

ندانی کہ چوں گربہ عاجز شود
برآرد بچنگال چشم پلنگ

اس طرح ہم بھی ایک کمزور بلی کی طرح ہی ہی اگرچہ ختم ہوگئے مٹ جائینگے لیکن اپنے دشمنوں کا چہرہ ضرور نوچ لینگے ۔

عالی جاہ ملک فیض محمد خان یوسف زئی کی تقریر :۔ عالی جاہ ملک

فیض محمد خان یوسف زئی نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے کہا " انگریزوں سے قبل قلات ایک آزاد حکومت تھی خان محراب خان کی شہادت قلات کی آزادی کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کہ انہوں نے قلات کی آزادی کو بچانے کیلئے اپنی جان دے دی ان کے خون کے چھینٹے قلات کے پتھروں پر نقش ہیں خان میر خداداد خان قلات کی آزادی کے تحفظ کیلئے سولہ برس تک انگریزوں کی قید و بند میں رہے اب بھی انشاء اللہ قلات اپنی آزادی کی حفاظت کریگا۔

عالی جاہ ملک صاحب نے کہا " ہم پاکستان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے حق میں ہیں لیکن الحاق یا کوئی ایسی صورت ہرگز برداشت نہیں کرینگے جس سے ہماری جداگانہ حیثیت باقی نہ رہے "

عالی جاہ مرزا خدا بخش کی تقریر:۔ عالی جاہ مرزا خدا بخش نے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے کہا " محترم قائداعظم کی جدوجہد سے واقعی پاکستان عالم وجود میں آیا ہے مگر بلوچوں نے بھی اب تک اپنی روایات کو نہیں بھلایا ہے ان کی طرف جب بھی کسی نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا بلوچ قوم نے کبھی اسکی دوستی کو نہیں ٹھکرایا ہے۔ پانی پت کا میدان اس کا ثبوت ہے جس میں بے شمار بلوچوں نے مسلمان حکومت کی امداد میں اپنی جانیں دی ہیں " عالی جاہ ممبر نے کہا " کہ پاکستان کو فراخدلی سے کام لینا چاہیے تھا لسبیلہ۔ خاران اور دوسرے مستجار بلوچی علاقے جو ہماری قومی حکومت قلات کے دائرے سے اس وقت باہر ہیں درحقیقت قلات کے حصے ہیں اب ان کے ذہن میں ڈال دیا گیا ہے کہ علیحدہ رہو اور حکومت کرو " صدر کی مداخلت پر عالی جاہ مرزا بخش نے کہا میرے خیال میں

لسبیلہ اور خاران کو پس پردہ ایسی ترغیب دی گئی ہے واقعات بتلا رہے ہیں کہ پاکستان کی حکومت جابرانہ طریقہ پر اپنی سلطنت کو بڑھانا چاہتی ہے

عالی جاہ مولانا نور محمد اور عالی جاہ میر کنزکی تقریر:۔ آخر میں ضلع مکران کے عالی جاہ مولانا نور محمد اور عالی جاہ میر کنز خان نے بھی مختصر الفاظ میں تقریریں کی اور مقررین کی تائید کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے حق میں کسی ممبر نے بھی تقریر نہیں کی اور نہ ہی صدر کے دریافت کرنے پر کسی نے الحاق کی حمایت کی ۔ چنانچہ دیوان عام نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ۔ کہ پاکستان نے ساتھ معاہدہ کے ذریعے اس طرح تعلقات قائم کئے جائیں جس طرح دو آزاد حکومتیں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ رنگ میں کرتی ہیں ۔ الحاق کی صورت میں نہیں"

بلوچی زبان قومی زبان ہوگا:۔ دیوان عام نے اپنے سہ روزہ اجلاس میں حکومت قلات کی فلاح و بہبود اور قومی ترقی کیلئے بعض اہم اور بنیادی تجویزیں منظور کیں جن میں خون بہا کی منسوخی اور اسکی بجائے اسلامی قانونی شریعت کے مطابق قصاص دیت اور سزائے موت ۔ حکومت کے تمام بڑے بڑے شہروں میں میونسپلٹوں کا قیام اسلامی قانون کا نفاذ اور بلوچی زبان کو حکومت قلات کی سرکاری اور قومی زبان تسلیم کرکے اسکولوں میں رائج کرنے کی سفارش کی گئی ۔

دیوان خاص کا پہلا اجلاس:۔ پاکستان کے ساتھ الحاق پر جب دیوان عام نے بحث کرکے عالی جاہ ممبران نے اپنے رائے دی تو 3-4 جنوری 1948 ء کو ڈھاڈر کے مقام پر دیوان خاص کا اجلاس منعقد ہوا تاکہ دیوان خاص کے ممبران اس بارے میں اپنی رائے دیں اجلاس کی کاروائی شروع ہونے سے قبل دیوان

خاص کے تمام ممبروں نے جن میں نواب بائی خان مگسی - سردار کچھ بھی شامل تھے - خان معظم اور حکومت قلات کی وفاداری کا حلف اٹھایا -

خان معظم کی افتتاحی تقریر :- دیوان خاص کے سرداروں سے خطاب کرتے ہوئے ان کو بلوچی حکومت کے دست و بازو کہہ کر خان معظم نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ میں اگرچہ ظاہر شکل میں آپکے دیوان کا اس رنگ میں افتتاح آج کرتا ہوں مگر حقیقت میں آپکے دیوان کا وجود پانچ سو سال سے قائم ہے جس دن ہماری قومی اور اسلامی حکومت کی بنیاد اس سرزمین بلوچستان پر قائم ہوئی تھی اسی دن سے آپ کا دیوان خاص معرض وجود میں آکر اس وقت تک اپنی کاروائی میں مصروف ہے اور اسے اپنی اس پنج صد سالہ زندگی میں دنیا کے بہت سے نشیب و فراز سے دوچار ہونا پڑا ہے

خان معظم نے سرداران دیوان خاص کو مادر وطن کی خدمت کیلئے ابھارتے ہوئے کہا " آج سیاسی سرگرمیوں کے اس نازک ترین دور میں جو آپ کی قوم اور حکومت کا موت و زیست کا حقیقت ہے آپ سے مذہب ملت بلوچ اور وطن اور آپ کی قومی حکومت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اٹھو میدان عمل میں آو اور دنیا پر یہ واضح کردو کہ آپ بھی اپنے آباؤاجداد کی طرح ہر نازک سے نازک ترین دور میں نہایت سرگرمی - جانفشانی - صدق دل اور اخلاص کے جذبے سے مذہب - ملت بلوچ - مادر وطن اور اپنی قومی حکومت کی ہر ممکن خدمت کیلئے تیار اور صحیح معنوں میں اسے عملی جامعہ پہنا کر دنیا کے سامنے اس کا عملی ثبوت پیش کرنے کیلئے کمربستہ ہیں " اپنے مقاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خان معظم نے کہا " خان مقرر ہونے کے دن سے آج تک میں نے مندرجہ ذیل تین باتوں کو

مدنظر رکھا ہے۔

اول = بلوچ ملت کا دستور العمل مطابق اصول اسلام و قرآن رہے۔

دوئم = بلوچ ملت دنیا کی باقی قوموں کی طرح ایک آزاد قوم ہے۔

سوئم = ملت بلوچ متحد و متفق اور منظم ہو۔

خان معظم نے کہا " اس مدعا کو حاصل کرنے کیلئے ہر قسم کی مذموم اور نقصان دہ رسموں کو دور کرنے کیلئے تعمیری کاموں میں مصروف رہا ہوں حکومت قلات کی گذشتہ تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے خان معظم نے کہا قلات کی گذشتہ تاریخ سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ بلوچ قوم کی پنج صد سالہ اسلامی قومی حکومت ہے اس کا نام بلوچستان ہے ملت بلوچ نے اپنا خون بہاکر اور گونا گوں قربانیوں اور جانفشانیوں کے بعد اس سرزمین پر اپنی قومی حکومت قائم کی ہے اس حکومت کی سرحد ہندوستان ۔ ایران ۔ افغانستان اور ساحل سمندر سے ملی ہوئی ہیں زمانہ ماضی میں قوم بلوچ کے دوستانہ تعلقات پہلے اپنی ہمسایہ ایرانی حکومت اور بعد ازاں افغانی حکومت کے ساتھ رہے ہیں اس وقت یہ حکومت قلات کے نام سے مشہور نہ تھی اسے بلوچی حکومت ہمارے ملک کو بلوچستان اور اسکے حکمران کو خان بلوچ کہا جاتا تھا "

حکومت برطانیہ کے ساتھ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے میر احمدیار خان ۔ خان قلات نے کہا " حکومت برطانیہ اور حکومت بلوچی کے درمیان چند ایک معاہدات بھی ہوئے ان میں یہ قرار پایا تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے ہوئے دونوں دولتوں کی آزادی کے احترام تجارتی آزادی کو ملحوظ خاطر رکھ کر رنج و راحت ۔ صلح و جنگ ہر حال میں باہمی مفاد کے پیش نظر عندالضرورت

ایک دوسرے کو امداد دینگے اور آپس کے اندورنی معاملات میں دخل نہیں دینگے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہماری دوست حکومت برطانیہ کے ناعاقبت اندیش بلوچستانی نمائندگان نے اپنی سطوت و طاقت کے زعم میں ان تمام عہد و میثاق کو جو دونوں حکومتوں کے درمیان ہوئے تھے پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی خود غرضی کی بناء پر رفتہ رفتہ بطریق ذیل ہمارے شیرازہ حکومت کو نہایت بے رحمی سے درہم برہم اور اقتدار کو کم کر کے ہمارے مقبوضات کو ذیل طریقہ پر بے جاہ اپنے تصرف میں لانا شروع کردیا اور حکومت برطانیہ کی نیک نامی کو صدمہ پہنچایا

۱۔ ڈیرہ غازی خان کے بلوچوں کو بلوچستان سے کاٹ کر براہ راست پنجاب کے ساتھ ملادیا اور ساتھ ہی افغانستان کے چند اضلاع۔ژوب۔لورالائی۔ پشین چمن اور سبی کو کاٹ کر ایک علیحدہ صوبہ بنایا یعنی بہ الفاظ دیگر بلوچستان اور افغانستان دونوں حکومتوں اور قوموں کو بہ یک وقت ایک ہی چھری سے ذبح کیا

۲۔ قبائل مری اور بگٹی کے علاقے کے نظام کو اپنے ہاتھ میں لیکر کچھ عرصہ بعد ان کے تعلقات کو بلوچی حکومت سے قطع کیا۔

۳۔ بولان کے سنگ اور محصول کو جس سے سالانہ لاکھوں روپے کی آمدنی تھی ایک قلیل رقم کے عوض اجارہ پر لے کر ہماری تجارتی آزادی کو ہمیشہ کیلئے سلب کرلیا۔

۴۔ نیابت ہائے کوئٹہ۔نوشکی۔نصیر آباد کو اجارہ کے بہانے سے ہماری بلوچی حکومت سے کاٹ کر اپنے زیر اقتدار کرلیا۔

۵۔ خان کے اقتدار کو ختم کرکے اس کے لقب (خان بلوچ) کو خان قلات

سے تبدیل کرکے اس کی زندگی اور دائرہ تصرف کو صرف شہر قلات کی چار دیواری تک محدود کردیا۔

۶۔ خان قلات اور سرداران کے درمیانی ثالثی کے فرائض سرانجام دینے کیلئے قبائلی علاقہ جات سراوان ۔ جھالاوان ۔ مکران ۔ چاغی ۔ کچھی کو اپنی نگرانی میں رکھا جس سے اسکا مدعا حکومت بلوچی کے اختیارات کو سلب کرنا تھا اور بلوچی اتحاد کو توڑنا اور ختم کرنا تھا۔

اپنی تقریر کے آخر میں خان معظم نے پاکستان کے متعلق ان تمام امور کو دیوان خاص کے سامنے بھی بیان کیا جس کا ذکر دیوان عام کے سامنے ہوچکا ہے اور سرداران دیوان خاص سے واقفیت کے اس اہم ترین مسئلہ الحاق پر خصوصیت کے ساتھ غور کرنے کی اپیل کی۔

مسئلہ الحاق پر دیوان خاص میں بحث:۔ 4 جنوری 1948 ء کی صبح کو ریاست قلات کے وزیراعظم نے پاکستان کے ساتھ الحاق کے مسئلہ کو بحث کیلئے دیوان خاص کے سامنے رکھا۔

سردار اسد اللہ خان رئیسانی:۔ بحث کا افتتاح کرتے ہوئے سردار بہادر نواب اسد اللہ خان رئیسانی سر سرداران سراوان نے کہا ۔ خان معظم اور محمد علی جناح کے دوستانے تعلقات کسی سے پوشیدہ نہیں انکے تعلقات پدرانہ اور فرزندانہ رنگ رکھتے ہیں اور پاکستان کے قیام سے پیشتر کے ہیں خان معظم ہمارے بادشاہ ہیں وہ بھی جس طریقے سے حکومت پاکستان کے ساتھ سمجھوتہ فرمائیں ہم کو منظور قبول ہوگا ۔ مگر نواب اسد اللہ خان نے فیصلہ کن انداز بیان اختیار کرتے ہوئے کہا ۔ ہمیں امید ہے کہ خان معظم سابقہ بلوچی روایات کے

پیش نظر حکومت پاکستان کے ساتھ یقیناً ایک ایسا خوشگوار فیصلہ فرمائینگے جو بلوچ قوم کی آزادی اور خودمختاری کو قائم رکھتے ہوئے اس کیلئے باعث عزت و سربلندی ہوگا۔

نواب میر نوروز خان زرک زئی :۔ نواب میر نوروز خان زرک زئی سربراہ سرسرداران جھالاوان نے مختصر الفاظ میں اپنی دو ٹوک رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا " اگر حکومت پاکستان ہمارے ساتھ ایسا باعزت اور دوستانہ معاہدہ کرنا چاہتی ہے تو حکومت قلات کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہئیے لیکن ہم پاکستان کے ساتھ الحاق یا شمولیت ہرگز اور کسی صورت میں گوارا نہیں کرینگے ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ حکومت قلات اور حکومت پاکستان کے درمیان ایک ایسا سمجھوتہ ہوجائے جو دونوں کیلئے اطمینان اور خوشی کا باعث ہو۔

سردار بہادر نواب محمد خان شاوانی :۔ سردار بہادر نواب محمد خان شاوانی نے اپنی مدلل اور شستہ تقریر میں پاکستان کی ترقی کیلئے جملہ دعائیہ کہنے کے بعد کہا " ہم یہ اصول چاہتے ہیں کہ زندہ رہو اور زندہ رہنے دو ہم کسی صورت میں اپنی آزادی نہیں دے سکتے نواب صاحب شاوانی نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح پٹھانوں کو اپنی آزادی عزیز ہے اسی طرح بلوچ بھی اپنی آزادی کو عزیز سمجھتے ہیں ہم اسکے لئے تیار ہیں کہ پاکستان کو اپنا بڑا بھائی سمجھیں لیکن اس میں ہماری آزادی بھی برقرار رہے " نواب محمد خان نے باوقار انداز میں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ہم کسی حالت میں اپنی حاصل شدہ آزادی کھونے پر تیار نہیں ہم چاہتے ہیں کہ دونوں حکومتوں میں باعزت سمجھوتہ ہو اسکیلئے ہم اپنی مکمل آزادی اور خودمختاری کو قائم رکھتے ہوئے پاکستان کے ساتھ ہر قسم کا دوستانہ

معاہدہ کرنے کیلئے تیار ہیں مگر اسکے سوا. اور کوئی راستہ اختیار کرنے کو تیار نہیں

خان صاحب سیداورنگ شاہ :۔ خان صاحب سیداورنگ شاہ نے کہا " پاکستان کے ساتھ الحاق یا شمولیت کیلئے ہم تیار نہیں ہیں البتہ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت قلات ایک باعزت طریقہ پر حکومت پاکستان کے ساتھ معاہدہ کرے "

خان صاحب وڈیرہ شیر محمد خان سربراہ رند :۔ خان صاحب وڈیرہ شیر محمد خان سربراہ رند نے پرجوش انداز میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا " ہم انگریزوں کی غلامی سے نکلے ہیں اب دوسری غلامی میں جانا ہمیں قبول نہیں ہم اپنے وطن کی ہستی کو عزت و آبرو کے ساتھ جدا رکھتے ہوئے پاکستان کے ساتھ ہر معاہدہ کیلئے تیار ہیں "

نواب محبوب علی خان مگسی :۔ نواب محبوب علی خان مگسی نے خان معظم اور مسٹر جناح کے دوستانہ تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا " کہ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان اور قلات دونوں اسلامی حکومتوں کے درمیان خوشگوار رنگ میں تعلقات قائم ہوں لیکن یہ حقیقت ایک دوستانہ معاہدہ کی بناء پر ہوں نہ کہ ایسے الحاق کی صورت میں جسمیں ہماری جداگانہ قومی ہستی وقار ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائے

دیوان خاص کا متفقہ فیصلہ :۔ بالآخر تمام معزز سرداران دیوان خاص نے متفقہ طور پر رائے دی کہ " خان معظم اس وطن کی آزادی اور خودمختاری کو قائم رکھتے ہوئے حکومت پاکستان کے ساتھ باعزت دوستانہ معاہدہ کرنا چاہئیں وہ اس دیوان کو منظور و قبول ہوگا لیکن یہ دیوان پاکستان کے ساتھ الحاق کو جس سے بلوچ قوم کی جداگانہ ہستی کے ختم ہونے کا خطرہ ہے ۔ قبول کرنے کو تیار

نہیں

دیوان خاص نے جس میں نواب بائی خان مگسی سردار کچھ بھی شامل تھے مسئلہ الحاق پر اپنی مذکورہ متفقہ رائے دینے کے بعد ان تمام تجاویز کو جسمیں بلوچی کو قومی اور سرکاری زبان تسلیم کرنے کی تجویز بھی شامل تھی اور جن کو دیوان عام منظور کر چکا تھا اتفاق رائے سے منظور کیا۔

دیوان عام و دیوان خاص کا متفقہ رائے:۔ دیوان عام و دیوان خاص نے پوری بحث و تمحیص اور غور و خوص کے بعد پاکستان کے ساتھ حکومت قلات کے الحاق کو قلات کے گذشتہ روایات کے منافی 14 اگست 1947 ء کے اعلان آزادی کی توہین اور آزادی ہند کے ایکٹ (انڈی پینڈنس آف انڈیا ایکٹ) کے مقتضیات کے خلاف قرار دے کر حکومت قلات کو مشورہ دیا کہ حکومت پاکستان کے ساتھ مساویانہ بنیادوں پر معاہدہ کے ذریعہ تعلقات قائم کرنے کیلئے گفت و شنید کرے۔

سر سلطان احمد مشیر ریاستی بلوچستان کا مشاورت سے انکار:۔

دیوان عام و دیوان خاص کے اس فیصلہ کو مناسب اور موزوں قانونی شکل میں حکومت پاکستان کے سامنے پیش کرنے کیلئے قلات کے قانونی مشیر سر سلطان احمد کی رائے ضروری تھی جو دہلی میں تھے فسادات کی وجہ سے ڈاک کا انتظام درہم برہم ہو چکا تھا چنانچہ خان معظم اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو دہلی بھیج کر سر سلطان احمد کو ڈھاڈر بلا لائے سر سلطان احمد نے قلات کے کیس کو آگے چلانے سے قبل یہ رائے دی کہ وہ پہلے کراچی جاکر دیکھیں گے کہ پاکستان کے حکام اس سے کس طرح ملتے ہیں اگر ان کا رویہ تسلی بخش ہوا تو وہ معاملہ کر اپنے ہاتھ میں

بینگے ورنہ اسے معاف رکھا جائے سرسلطان احمد کراچی جاکر پھر واپس نہیں آئے اور واپس ہندوستان جاکر پٹنے سے خان معظم کو اطلاع دی کہ قلات کی طرف سے پاکستان کے ساتھ گفت و شنید کرنا ان کیلئے ناممکن ہے۔

وزیر اعظم قلات کی ناکامی:۔ ان حالات میں نواب زادہ محمد اسلم خان وزیر اعظم جو پاکستان کے ملازم تھے دونوں دیوان ہا کی رائے کو لے کر کراچی گئے اور جیسا کہ ان سے توقع تھی۔ بے نیل و مرام واپس لوٹے۔

ریاست قلات کی آزادی کے گفت و شنید پر تبصرہ:۔ ریاست قلات کے آزادی کے گفت و شنید پر چاہیئے تھا کہ دیوان خاص و دیوان عام کے چند ممبروں کا کمیٹی تشکیل دے کر انہیں کراچی حکومت پاکستان کے پاس گفت و شنید کیلئے بھجا جاتا مگر ایسا نہ ہوا نواب زادہ محمد اسلم خان وزیر اعظم ریاست قلات خود پاکستان کا ایک ماتحت ملازم تھا وہ اپنے پاکستانی اعلیٰ افسروں کے ساتھ دو ٹوک قانونی مقابلہ یا ان کی مرضی اور پالیسی کے خلاف چلنے کی جرات نہیں رکھتا تھا اور ان سے یہ توقع رکھنا بھی غلط تھا۔ قلات کے حقائق پر مبنی تسلیم شدہ اور دلائل کے ساتھ مضبوط اور استوار معاملہ کا اس طرح بے توجہی اور بے اعتنائی کا شکار ہوکر باطل ہوجانے کی بنیادی وجہ قلات کی طرف سے ان پاکستانی ملازموں کی نمائندگی تھی۔ جو خان معظم کے ساتھ دو عملی بھرت رہے تھے۔ اور جنہوں نے کسی وقت بھی قلات کے معاملہ کو دیانتداری کے ساتھ حکومت برطانیہ اور حکومت پاکستان کے سامنے پیش نہیں کیا لیکن بد قسمتی سے اسکے باوجود بھی خان معظم کے جلوت و خلوت کی مجلسوں میں ان ہی دوغلہ ملازموں کے غول کے غول منڈلاتے رہے بہر حال وزیر اعظم قلات کی واپسی پر

اس قدر صاف طور پر ضرور معلوم ہوگیا کہ حکومت پاکستان بہ ہر لحاظ و بہ ہر قیمت قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے پر بضد ہے اور مزید تاخیر کی صورت میں قلات کے خلاف ہر ممکن جارحانہ قدم اٹھانے پر آمادہ اور تیار ہے۔

خان معظم کی الحاق پر ہچکچاہٹ:۔ ریاست قلات کے وزیراعظم کی کراچی سے واپسی پر خان معظم کی پالیسی میں بھی الحاق کرنے کے حق میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی لیکن دیوان عام اور دیوان خاص کے اجلاسوں کے بعد سے تمام ملک میں پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے خلاف جو ہمہ گیر اور تند و تیز پروپیگنڈہ جاری تھا اسکے نتائج سے بھی خان معظم بے نیاز نہیں رہ سکتے تھے خان معظم اس وقت دو پاٹوں کے بیچ میں آچکے تھے نہ تو ریاست کی رائے عامہ کو جو اس وقت پاکستان کے ساتھ اتحاد کرنے کے خلاف شدید طور پر مشتعل ہوچکی تھی نظر انداز کرسکتے تھے جو نہ ہی حکومت پاکستان کے دھمکی آمیز رویہ کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ خان معظم کے اس خطرناک ماحول میں گرجانے کی تمام تر وجہ ریاست قلات کے وزیراعظم نواب زادہ محمد اسلم خان کی دو رنگی پالیسی تھی جس کا خان معظم اپنی کمزوری سے شکار ہوچکے تھے۔

خان معظم خود یوں کہتے ہیں:۔ اس صورت حال کو بیان کرے ہوئے میر احمد یار خان خود اعتراف کرتے ہیں کہ اس موقع پر وزیراعظم قلات نے مجھ سے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ حکومت پاکستان قلات کے ساتھ کسی قسم کی گفت و شنید کرنے کیلئے تیار نہیں ہے تاوقتیکہ حکومت قلات پاکستان کے ساتھ غیر مشروط طور پو الحاق نہ کرے اس سوال نے میرے لئے بہت مشکل صورت حال پیدا کردی جب کہ حکومت پاکستان غیر مشروط الحاق کا مطالبہ کررہی تھی

باب سیزدھم

ریاست قلات کے مسئلہ کو وزارت خارجہ پاکستان سے متعلق کرنا :

۔ اب تک ریاست قلات کا مسئلہ براہ راست مسٹر محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان سے تعلق رکھتا تھا کیونکہ مسٹر جناح ذاتی طور پر اس میں دلچسپی لینے اور قلات کے ساتھ مسائل زیر بحث کا اپنی ذاتی نگرانی میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے لیکن جب قلات کے حالات نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی جس سے خان معظم اور مسٹر جناح کے ذاتی تعلقات پر بھی ناخوشگوار اثر پڑنا ناگزیر ہوا ۔ تب 8 مارچ 1948 ۔ کو گورنر جنرل پاکستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے خان معظم کو ایک خط میں اطلاع دی گئی کہ مسٹر جناح گورنر جنرل پاکستان نے ان کے ساتھ اپنی ذاتی گفت و شنید ختم کر کے اس معاملہ کو وزارت خارجہ ریاستی امور کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔

خان معظم کی مسٹر جناح سے موہوم امیدیں :

۔ مسٹر محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان کی طرف سے اس واضح اقدام کے باوجود خان معظم میر احمد یار خان کی ذات مسٹر محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان سے پر امید تھے اور یہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کی گذشتہ دس سال کی وفادارنہ خدمات اور حصول پاکستان کیلئے اس پر خلوص جدوجہد اور ان مالی قربانیوں کو جو مسٹر جناح کی ہدایات کے تحت انہوں نے مسلم لیگ کیلئے کی تھیں پشت پا سے ٹھکرا

کر اس قدر جلد نظرانداز کیا جائیگا۔ میر احمد یار خان کی سب امیدیں موہوم ثابت ہوئیں۔

خان معظم کے خلاف سازش کا جال:۔ دوسری طرف وزارت خارجہ پاکستان کے ارباب حل و عقد خان معظم کے خلاف سازش کا جال بچھا رہے تھے خاران و لسبیلہ کے سردار جو مخالف تھے انکو اکسایا جارہا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کریں اور سردار کچ نواب بائی خان گچکی کو بھی تمام مکران سپرد کر کے پاکستان کے ساتھ قلات سے علیحدہ الحاق کرنے کو اکسایا جارہا تھا یہ سب کچھ قلات کے بہ ظاہر خیر خواہ اور خان معظم کے مستند وزیراعظم نواب زادہ محمد اسلم کے ذریعے سے ہورہا تھا بیلہ۔ خاران کے سردار۔ مکران کے کچ کے سردار نواب بائی خان کراچی میں بیٹھے ہوئے نواب زادہ محمد اسلم کے ذریعے سے حکومت پاکستان کے ساتھ گٹھ جوڑ کررہے تھے یہاں تک کہ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی خفیہ درخواست بھی قلات کے وزیراعظم نے مرتب کی تھی۔ علاوہ ازیں خان معظم پر سیاسی دباؤ ڈالنے اور زیادہ خطرناک حالات کا سدباب کرنے کیلئے ان کے خلاف ایک گہری سازش کی بنیاد بھی ڈال دی گئی تھی جسمیں خان معظم کے بعض قریب ترین عزیز بھی ملوث تھے

خان معظم کا تعجب انگیز خاموشی:۔ سازشیوں کا ایک مخصوص گروہ دربار قلات اور حکومت قلات میں سرگرم عمل تھا لیکن اس گروہ کے چیدہ چیدہ ممبروں اور ان کی خفیہ سرگرمیوں سے میر احمد یار خان بے خبر نہ تھے بسا اوقات ان ہی میں سے بعض افراد خان معظم سے ملکر بعض راز کی باتیں ظاہر کردیتے

تھے لیکن اسکے باوجود خان معظم پرسکوں اور خاموش تھے ۔ حالانکہ وطن دوست اور قوم پرست گروہ ان کو بارہا ان غداروں کے خلاف سخت قدم اٹھانے کا مشورہ دیتا رہا لیکن سب کچھ جاننے کے باوجود خان معظم خاموش تھے اور غداروں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہ تھے لہذا انکی یہ خاموشی حیرت کن ہے اس خاموشی کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں یا تو خان معظم میں قوت فیصلہ نہ تھا یا وہ مسٹر محمد علی جناح کی اس قدر عقیدمند تھے اور اپنی عقیدت مندی کی وجہ سے اس قدر پر امید تھے کہ انکے پاکستان کے قیام کے سلسلے میں خدمات کو مدنظر رکھ کر قائداعظم محمد علی جناح انکے خلاف کوئی غیر اصولی غیر قانونی قدم نہیں اٹھاینگے چنانچہ یہی نیک نیتی اور شریف النفسی خان معظم کو اپنے مخالفوں اور قومی دشمنوں کو معاف کرنے پر ابھارتی رہی حالانکہ انکے خلاف اعلانیہ مخالفت کرنے کے باوجود جس دن نواب بائی خان گچکی نے دیوان خاص کے اجلاس میں خان معظم اور حکومت قلات کا حلف اٹھایا تو میر احمد یار خان نے اسے گلے سے لگایا حالانکہ ایک ہفتے بعد کراچی جاکر اسی نواب بائی خان نے جو خان معظم کے بہنوئی بھی تھے اور پروردہ بھی تھے بلوچ اتحاد کے خلاف وہ قدم اٹھایا جس کے نظیر بلوچی روایات میں نہیں ملتی ۔

خاران ۔ لسبیلہ ۔ مکران کا پاکستان سے الحاق:۔ 17 مارچ 1948 ء کی رات کو حکومت پاکستان نے خاران ۔ لسبیلہ اور مکران کے پاکستان کے ساتھ قلات سے جداگانہ الحاق کو منظور کرنے کا اعلان کرکے خان معظم کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ۔ لسبیلہ اور خاران حکومت قلات کے دو قبائلی علاقے تھے جن کو

انگریزی حکومت نے خان بلوچ کی طاقت کو کمزور کرنے کی غرض سے قلات سے جدا کرکے براہ راست پولیٹکل ایجنٹ قلات کی ماتحتی میں دے دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود رسمی طور پر انہیں قلات کے حصے اور ماتحت خیال کیا جاتا تھا چنانچہ قلات کے حکمرانوں کی تاج پوشیوں میں جام لسبیلہ اور سردار خاران برابر شریک ہوتے رہے تھے خاران کو 1942 ۔ میں انگریزی حکومت نے ایک برائے نام ریاست کی صورت دی اس سے قبل خاران قلات کے ایک علاقہ کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اسکے باوجود آزادی ہندوپاک کے موقع پر 2 جون 1947 ۔ کو حکومت برطانیہ نے رسمی طور پر لسبیلہ اور خاران کا کنٹرول واپس حکومت قلات کے سپرد کردیا تھا اور ان علاقوں کے سرداروں کو اس فیصلہ کی تحریری طور پر اطلاع بھی دی گئی تھی جو انہوں نے کوئی اعتراض ہی نہیں کیا تھا مکران تو اعلان الحاق تک حکومت قلات کا ایک علاقہ تھا جسکے گورنر شہزادہ عبدالکریم خان تھے۔

پاکستان کا پہلا غیر آئینی قدم حکومت قلات کے خلاف:۔ خاران لسبیلہ اور مکران کا براہ راست الحاق منظور کرکے حکومت پاکستان نے حکومت قلات کے خلاف پہلا غیر آئینی قدم اٹھایا اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی یہ دلیل بیان کی جاتی ہے کہ حکومت قلات قبائلی سرداروں کی ایک رضاکار کنفیڈریشن ہے اس فیڈریشن کا ہر ممبر جب چاہے اپنے مرکز سے جدا ہوسکتا ہے لیکن حکومت پاکستان کی اس حرکت کو اسلیئے غیر آئینی اقدام کہا جاتا ہے کہ 4 اگست 1947 ۔ کو نمائندہ تاج برطانیہ کی زیر صدارت خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان نئی دہلی میں ایک کانفرس ہوئی اس کانفرس میں وائسرے ہند

کے قانونی مشیر لارڈ۔ ازے پاکستان کے نوابزادہ لیاقت علی خان اور قلات کے وزیراعظم محمد اسلم خان اور خان معظم کی قانونی مشیر سرسلطان احمد بھی شریک تھے یہ کانفرس ہندوستان کے وائسرے لارڈ موئنٹ بیٹن کی صدارت میں ہوئی اس کانفرس کے نتائج کو 11 اگست 1947 . کو وائسرے ہاوس نئی دہلی سے بقرار ذیل جاری کیا گیا۔

۱۔ حکومت پاکستان ریاست قلات کو ایک آزاد حکومت اور خودمختار ریاست تسلیم کرتی ہے اسکی حیثیت ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے۔

۲۔ حکومت برطانیہ اور حکومت قلات کے درمیان مستجار علاقوں کے متعلق کئے ہوئے اقرار نامے پاکستان کو وراثتاً منتقل ہوسکتے ہیں یا نہیں اس سلسلے میں قانونی مشورہ حاصل کیا جائیگا۔

۳۔ یہ مشورہ حاصل کرنے کے بعد خان قلات اور حکومت پاکستان کے نمائیندوں کے درمیان گفت و شنید ہوگی۔

۴۔ اس دوران کئے لئے پاکستان اور قلات کے درمیان ایک معاہدہ جاریہ کیا گیا ہے۔

۵۔ پاکستان اور قلات کے درمیان دفاع۔ آمور خارجہ اور رسل و رسائل کے متعلق فیصلہ کرنے کیلئے کراچی میں جلد گفت و شنید ہوگی۔

لہذا حکومت پاکستان جب وجود میں آگیا تو اس حکومت نے ان شرائط کی پابندی نہ کرتے ہوئے غیر قانونی طور پر سرداران خاران لسبیلہ و مکران کے الحاق کو حکومت پاکستان کے ساتھ جائز تصور کرکے منظور کرلیا جو اسے نہیں کرنا چاہئے

تھا اور اپنے سلسلہ گفت و شنید کو حکومت قلات کے ساتھ جاری رکھنا چاہیے تھا کیونکہ حکومت پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ اور اسلام میں عہد و پیمان کی پابندی کی جاتی ہے قلات کے ساتھ حکومت پاکستان کا یہ رویہ غیر اسلامی تھا۔

حکومت ریاست قلات کی آزادی کانفرس کی شرائط میں خامی:۔

جیسے کہ 4 اگست 1947۔ میں تاج برطانیہ کے نمائندہ لارڈ مونٹ بیٹن وائسرے ہند کی زیر صدارت میں خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان نئی دہلی میں ایک کانفرس حکوت قلات کی آزادی کے بارے میں ہوئی اور بعد میں اس کانفرس کے نتائج کو شرائط کی صورت میں 11 اگست 1947 ۔ میں وائسرے ہاوس نئی دہلی سے جاری کیا گیا اس کانفرس کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ دونوں فریقوں حکومت قلات اور حکومت پاکستان میں کسی فریق کا فیصلہ شدہ شرائط پر پابندی نہ کرنے کی صورت میں کوئی تیسرا ضامن طاقت یا Guranter Power نہ تھا کہ فریق منکر سے شرائط کی پابندی کراتا تھا۔ لہذا انگریزوں کے جانے کے بعد جب حکومت پاکستان وجود میں آیا تو وہ حکومت قلات سے زیادہ طاقت ور تھا ضامن طاقت نہ ہونیکی وجہ سے اس نے 11 اگست 1947 . والے عہد و پیمان کی شرائط کو بلائے طاق رکھ کر من مانی کاروائی کرکے سرداران خاران، لسبیلہ اور مکران کے الحاق کو منظور کرلیا۔

آمیر بلوچستان اور بلوچ قبائلی سرداروں کے درمیان سیاسی تعلقات پر برطانیہ آفسروں کے آراء:۔

۱۔ 1854 ۔ سے لیکر 1869 . تک حکومت برطانیہ نے قلات کے معاملات میں

عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کی تھی حکومت برطانیہ آئینی طور پر خان یا آمیر کو بلوچستان کا مطلق العنان حکمران تسلیم کرتی تھی اور سرداران قبائل کو خان کی رعایا کی حیثیت سے زیادہ حقوق کا مالک خیال نہیں کیا جاتا تھا حکومت برطانوی شروع سے اس پالیسی پر کاربند تھی کہ بلوچستان کے اندرونی معاملات میں حتی الوسع مداخلت نہ کی جائے لیکن اگر کبھی ناگزیر صورت حالات میں مداخلت کرنی ضروری ہوئی تب خان کے صلاح و مشورے سے اسکے اقتدار حکمرانی کو قائم رکھنے کے نام پر دخل دیا جاتا تھا۔

۲ ۔ 1869 ۔ میں سرہنری گرین پولیٹیکل سپرنٹنڈنٹ سرحدات سندھ حکومت برطانوی ہند کی اس پالیسی کی مخالفت کی ان کی رائے میں خان یا آمیر ایک مطلق العنان حکمران نہ تھے بلکہ سرداروں کے ایک وفاقیہ (Confederacy) کے سربراہ اور نصیر خان اول کے غیر محررہ آئین کے پابند تھے اسلئے اس نے تجویز کی کہ حکومت برطانوی ہند قلات سے متعلق اپنی تجویز تبدیل کرکے بلوچستان کے خان یا آمیر سے غیر مطمئن سرداروں سے اخلاقی امداد کی صورت میں انصاف کرے

۳ ۔ کرنل میری ویدر کمشنر سندھ نے سرہینزی گرین کی اس رائے سے اختلاف کیا اس نے رائے دی کہ اگر خان کو ایک برائے نام وفاقیہ کا سربراہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی در حقیقت خان آئینی حیثیت سے ایک حکمران ہیں بلوچستان میں خان ہی وہ واحد شخصیت ہیں جن سے ہم نے معاملہ کرنا ہے کیونکہ اس سے پہلے 1854 ۔ کا معاہدہ بھی خان کے ساتھ اور صرف خان کے ساتھ ہوا ہے ہم کو

خان اور اسکے سرداروں کے درمیان معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی آئینی حق حاصل نہیں ۔ بلوچستان کے اس دور یعنی خدا داد خانی دور حکومت کی سیاسی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے میری ویدر نے لکھا کہ بلوچستان ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے جسمیں لازماً ایسے واقعات رونما ہوجاتے ہیں ایک اچھی حکومت کے قیام کی راہ میں جاگیردارانہ طاقتیں مرکزی حکومت سے ٹکرا جاتی ہیں ہماری پالیسی خان کے ہاتھوں کو کمزور کرنا نہیں بلکہ مضبوط کرنا چاہیے اور ہمیں اس کے باغی سرداروں کی باتیں سننے سے پرہیز کرنی چاہیئے ۔

۴ ۔ عہد نامہ مستونگ کی روشنی میں خان میر خداداد خان اور حکومت برطانیہ کے درمیان 1876 ء کا معاہدہ زیر عمل آیا اس معاہدہ کے بعد جس پر خان اور حکومت برطانیہ کے تعلقات کی بنیاد رکھی گئی حکومت برطانیہ ہند نے 1876 ء میں اپنے نمائندہ مقیم بلوچستان کے نام اپنی چھٹی نمبر 50 میں خان کی آئینی حیثیت کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے ۔" قلات کی سیاسی تنظیم ایک جاگیردارانہ (Feudal) نوعیت کی ہے یعنی کہ خان براہ راست عوام پر حکومت نہیں کرتے بلکہ قبائلی سرداروں کی ایک مخصوص تعداد پر حکمران ہیں ان سرداروں کو اپنے قبائل پر اختیارات حاصل ہیں لیکن قبائل پر سرداروں کے اختیارات کی واضح تعریف نہیں کی جاسکتی البتہ عملی طور پر انہیں مغربی سوسائٹی کے جاگیردارانہ عہد کے بڑے نوابوں (Baron) کے مشابہ کیا جاسکتا ہے" ۔

۵ ۔ سر ۔ ای ۔ سی ۔ بیل نے حکومت برطانیہ ہند کی اس تعریف کو صریحاً غلط بتلاتے ہوئے لکھا" قلات کا آئین جاگیردارنہ نہیں بلکہ وفاقی (Federal) ہے

اگرچہ ان جاگیرداروں کے لحاظ سے جو خوانین قلات وقتاً فوقتاً سرداروں کو دیتے رہے تھے سرداروں کو خان کے ماتحت جاگیردار کہا جا سکتا ہے لیکن اسکے باوجود سرداروں کو اپنے اپنے علاقوں میں حکومت خود اختیاری حاصل نہیں ہے سرداروں کو قبائل منتخب کرتے ہیں اور اگرچہ یہ انتخاب خان کی منظوری کی محتاج ضرور ہے لیکن اگر یہ ایک دفعہ منظوری دے دی گئی تو پھر سردار صرف بیرونی معاملات میں یعنی اپیل پر خان کا فیصلہ قبول کرنے سزائے موت پر ان کی منظوری حاصل کرنے اور عند الطلب مقررہ تعداد لشکر خان کو پیش کرنے کا پابند ہوتا ہے "۔

۶ ۔ حکومت برطانوی ہند کو بلوچستان سے متعلق اپنی پہلی انتظامیہ رپورٹ میں قلات کی آئینی حیثیت پر اپنی رائے دیتے ہوئے سر رابرٹ سنڈیمن نے لکھا کہ قلات کے متعلق حکومت ہند کا وضع کردہ جاگیری نظریہ Feudal Theory نہ صرف غلط بلکہ شر انگیز نتائج کا حامل بھی ہے ملک کی تاریخ کا مطالعہ اور ان شہادتوں کی بنا پر جن کا وجود اب تک باقی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ بلوچستان (قلات) کا آئین وفاقی ہے ۔ جاگیردارانہ نہیں ۔ اس سلسلے میں دلیل دیتے ہوئے سنڈیمن نے لکھا کہ

۱ ۔ بیگلر بیگی جو خان کا خطاب ہے اور جسکے معنی امیر الامرا کے ہیں بلوچستان کے آئین کے وفاقی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۲ ۔ بلوچستان کو ایک سلطنت تسلیم کرتے ہوئے سنڈیمن نے مان لیا کہ وہ " خارجی معاملات میں خان کو اعلیٰ اتھارٹی کی حیثیت حاصل تھی اختیارات امن و

جنگ خان کے ہاتھ میں تھے کانفیڈریسی خان کی طرف سے کئے ہوئے معاہدات کی پابندی ہوتی تھی اور سردار عبدالطلب خان کی خدمت میں لشکر مقررہ کی تعداد میں پیش کرنے کے ذمہ دار تھے لیکن اپنے اپنے علاقوں میں سردار داخلی طور پر خود مختار تھے "

۷ - 30 اگست 1912 ۔ کو سرجان ریزے بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے اپنے خط نمبر578 میں قلات کی آئینی حیثیت سے متعلق حکومت ہند کو لکھا " کہ قلات قبائلی سرداروں کی ایک کانفیڈریسی ہے خان قلات جس کے بڑے سربراہ یا (Head) ہیں ریزے نے لکھا " سرداروں کے ساتھ خان کے تعلقات کی ہر تشریح ناکمل ہوگی کیونکہ یہ تعلقات خان اور سرداروں کے باہمی تعلقات درحقیقت حالات و واقعات کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں ایک وقت خان کو ایک متحدہ کانفیڈریسی (وفاقیہ) کا بڑا خیال کیا جاتا تھا لیکن دوسرے وقت میں وہ ایک ملازم فوج کا سپہ سالار اور دوسرے کے ساتھ برسر جنگ تھا میر محمود خان دوئم کے برسراقتدار آنے اور قلات میں پولیٹکل ایڈوائیزر کے مقرر ہونے پر خان کے اختیارات اور اثر و رسوخ ناپید ہوتے رہے یہاں تک 1912 ۔ میں ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہا"

۸ - 1924 ۔ میں جب کہ میر محمود خان خان قلات کی صحت سے انگریزوں پر یہ ظاہر ہونے لگا۔ کہ عنقریب ان کو ایک نئے خان سے واسطہ پڑیگا جو پچھلے پچیس سال سے رواج دیئے ہوئے اختیارات کے اس غیر آئینی استعمال کو آسانی سے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوگا تب سرجانسٹن بلوچستان میں گورنر جنرل پاکستان

کے ایجنٹ نے کرنل کیز پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی امداد سے قلات کے آئین کا ازسر نو مطالعہ شروع کیا اور بالاخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ 1876 ۔ کا معاہدہ (ماسوائے دفعات 3 ۔ 6 کے) قلات کو اس حد تک ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے جس حد تک گذشتہ زمانہ میں اسکے تعلقات حکومت افغانستان کے ساتھ قائم رہیے ہیں اس نے لکھا کہ اصولی طور پر یہی معاہدہ قلات کے ساتھ ہمارے تعلقات کی بنیاد ہے لیکن اب عملی طور پر ان تعلقات نے بالکل مختلف شکل اختیار کرلی ہے ۔ سر جانستن نے نئے خان کے برسر حکومت آنے پر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " نیا خان ایک زیادہ مضبوط کردار ہونے کی وجہ سے اسے اپنا حق سمجھے گا کہ 1876 ۔ کے معاہدہ کے مطابق عمل کرے اور ہم سے ان تمام اختیارات کا مطالبہ کرے جو یہ معاہدہ انہیں دیتا ہے اور ممکن ہے کہ نیا خان تمام اندورنی معاملات میں ہماری مداخلت روکنے کا بھی مطالبہ کرے اور ہماری مداخلت کو اس حد تک محدود کردے جب تک کہ اس کیلئے درخواست نہ کی جائے گا " ۔ چنانچہ سر جانستن نے اس خدشہ کے پیش نظر حکومت ہند کے سامنے تجویز پیش کی کہ " برطانوی حکومت کو سندھ اور پرشیا (ایران) کی سرحد پر ایک ایسی پسماندہ ریاست کو جیسی قلات اس وقت ہے اس قدر آزادی جو معاہدہ 1876 ۔ اسے دیتا ہے اور جسکے مطالبہ کرنے کا حق خان کو حاصل ہے دینے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے ہم کو (موجودہ) خان کے ساتھ ان خدشات کا سدباب کرتے ہوئے ایک نیا معاہدہ کرنا چاہیئے "

میر محمود خان کی طویل علالت کی وجہ سے اگرچہ اس نئے معاہدہ کی نوبت نہیں آئی لیکن سرجانسٹن نے نئے خان کے انتخاب کے موقعہ کیلئے قبل از وقت سرداروں کے نام ایک ایسا حکم نامہ کی حکومت ہند سے منظوری حاصل کرلی جس میں خان میرخداداد خان کی معزولی کے موقع پر 1893 ء کے جرگہ کی سفارشات اور قلات کی انتظامیہ میں کی ہوئی تبدیلیوں کو قبول کرنے کا سرداران قبائل اور ہونے والے خان کو پابند کیا گیا۔چنانچہ اس حکم نامہ کے آخری پیرہ میں سرداروں کو محض اس حد تک رائے دینے کا اجازت دی گئی ہے کہ وہ رواج کے اس حصہ کے متعلق اپنے رائے دیں جو موجودہ نظام حکومت پر حاوی ہے اور جس کا اثر ان کے اور حکومت برطانیہ کے ساتھ خان کے تعلقات پر پڑتا ہے۔

۹۔اکتوبر 1926 ء میں رستم زئی قبیلہ کی سرداری کے متنازعہ معاملہ پر رائے زنی کرتے ہوئے کرنل کیز نے قلات کے آئین پر ایک اہم نوٹ لکھا اس نوٹ میں کرنل کیز نے قلات کے نظام کو اس طرح پیش کیا کہ خان بادشاہ ہے جن کو قبائل اس کی فوج اور خان کی اراضیات کے کاشتکار جو کاشت کرتے ہیں اسکے ذریعہ آمدن کے باعث بنتے ہیں ۔ کچھی اور درہ بولان و مولہ کے بالائی حصہ کے خان کی زمینوں کے کاشت کار ہی تو ہیں جو خان کو اقتصادی طور پر اس قابل بناتے ہیں کہ وہ خانہ بدوش قبائل کی خدمات حاصل کرسکے اور یہی کاشتکار ہی ہیں جو قبائل کے انعامی زمینوں پر کام کرتے ہیں اورخانہ بدوش قبائل کو خان کی فوجی خدمات کیلئے فارغ کرتے ہیں خان ان دونوں عنصر کو یکجا ملادیتا ہے یہ تعبیر

خان اول کا رواج تھا اور اسی رواج کو سنڈیمن نے بلوچستان کا آئین خیال کیا"
کرنل کیز کی رائے :۔ قلات ایک کثیر العنصر وفاقی ریاست ہے A Multive Federal State ایک سادہ وفاقیہ نہیں A Single Confederacy نیابت ہائے سراوان، جھالاوان، کچھی کے انقامی علاقوں میں ایک جاگیر دار فرمان روا ہیں (A Federal Overlord) اور قبائلی علاقوں میں وہ کانفیڈریسی کے بڑے ہیں مگر اسکے باوجود ان کی حیثیت سربراہ اعلیٰ سے بہت بلند ہے

۲۔ 1931ء میں بلوچستان میں اصلاحات نافذ کرنیکے سلسلہ میں کرنل پلوڈن نے بلوچستان میں خان کی آئینی حیثیت پر از سر نو تحقیقات کی اور دقیق غور و فکر کیا اگرچہ اس کا کام صرف مستجار علاقوں کے متعلق خان کی قانونی حیثیت کا جائزہ لینا تھا مگر چونکہ مستجار علاقوں کی قانونی حیثیت کو تمام بلوچستان پر خان کی قانونی حیثیت سے جدا نہیں کیا جاسکتا تھا اسلئے مسئلہ از سر نو زیر بحث آیا چنانچہ اس سلسلہ میں کرنل کیز کے رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کرنل پلوڈن نے حکومت ہند کے اس نظریہ کو کہ خان قلات۔ بلوچستان کے مطلق العنان حکمران نہیں بلکہ محض ایک وفاقیہ یعنی کانفیڈریسی کے بڑے ہیں قطعی طور پر غلط ثابت کردیا کرنل پلوڈن نے اس سلسلہ میں قدیم مسودات سے طویل اقتباسات پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کردیا کہ بلوچستان کے سرداروں نے خان کو اپنا بادشاہ کہا اور تسلیم کیا ہے مثال کے طور پر اس نے سردار ملا محمد رئیسانی سرسردار۔ سراوان کی گفتگو جو اس نے سنڈیمن کی موجودگی میں میر خدا داد خان۔ خان

قلات سے وقتاً فوقتاً کی تھی مندرجہ ذیل اقتباسات کو سند کے طور پر پیش کیا۔
" ہم سرداران و قبائل سراوان آپکے رعیت اور آپ ہمارے بادشاہ اور مالک ہیں ہم آپکے دروازے پر اپنی گذشتہ غلطیوں کیلئے معافی مانگنے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہماری خطا معاف فرمائینگے ان حالات پر غور فرمائینگے جو بدقسمتی سے ہمیں پیش آئے ہیں اور ہم پر رحم کرینگے۔

مزید مثال :۔ " اعلیٰ حضرت ۔آپ ہمارے بادشاہ ہیں ہم آپکی رعیت ہیں ہم بہت بد قسمت رہیے ہیں اور بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں ہم پر رحم کریں ہماری گذشتہ خطاؤں کو بھول جائیں ہم آپکے پاؤں پڑتے ہیں اور اس دربار کی یاد داشت میں جس کا سنڈیمن نے انتظام کیا تھا اور جس میں خان میر خدا داد خان اور بلوچستان کے تمام سردار موجود تھے سنڈیمن خود اعتراف کرتا ہے کہ سرداروں نے بڑی فرمانبردارانہ تقریریں کیں اور بلند آواز میں خان سے کہا کہ ہم آپکی رعیت اور غلام ہیں آپ ہماری وفاداری پر بھروسہ کریں " ان کے علاوہ مزید مثالیں پیش کرتے ہوئے کرنل بلوڈن نے لکھا۔

۱۔ حکومت برطانیہ کے ساتھ تمام معاہدات صرف خان نے کئے ہیں۔

۲۔ قندھار ریلوے۔ مشکاف بولان ریلوے اور نوشکی ریلوے کی تعمیر کیلئے اجازت صرف خان سے حاصل کی گئی ہے حالانکہ یہ ریلوے زیادہ تر قبائلی علاقوں میں سے گزرتی ہیں۔

۳۔ بلوچستان میں انسداد غلامی کا فرمان سرداروں سے مشورہ کئے بغیر صرف خان نے جاری کیا اور جسے تمام سرداروں نے قبول کیا۔

۴ ۔ 1877 ء میں دہلی کے دربار میں خان میر خداداد خان کو دوسرے ہندوستانی شہزادوں کے ساتھ نہیں بٹھایا گیا ان کیلئے جداگانہ نشست مخصوص کر کے حکومت ہند کی طرف سے ان کو یقین دلایا کہ وہ برطانیہ سے آزاد ایک خودمختار حکمران ہیں اور ان کے تعلقات حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدات کے ذریعے قائم ہیں کرنل پلوڈن نے حکومت ہند کے نام اپنی طویل یادداست میں اس امر کو ثابت کر کے پیش کر دیا کہ "خان قلات نہ تو ایک وفاقیہ کے سربراہ ہیں اور نہ ہی ایک جاگیردارانہ حاکم ہیں بلکہ بلوچستان کے مطلق العنان اور آزاد حکمران ہیں"

۱۱ ۔ حکومت ہند کے نام اپنی طویل یادداشت مورخہ 3 جنوری 1935 ء میں بلوچستان میں گورنر جنرل پاکستان کے ایجنٹ سر نارمن کیز نے قلات بلوچستان کی آئینی حیثیت سے متعلق کرنل کیز کی رپوٹ سے کسی حد تک اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ "قلات کی آئینی حیثیت سے متعلق کرنل کیز کی رائے ایک خاص حد تک صحیح ہے کہ قلات ایک کثیر العنصر وفاق ریاست نہیں ہے ظاہر ہے کہ قبائلی علاقوں میں خان کی حیثیت ایک وفاقیہ کے بڑے سے بہت زیادہ ہے اس ضمن میں ان پر جو پابندیاں عائد ہیں وہ آئینی نہیں بلکہ بعض عملی اقدامات کے نتائج ہیں خان کی حکمرانی قلات میں پہلے قائم تھی اور کانفیڈریسی بعد میں بنی وفاقیہ میں شامل قبائل اپنے مفاد کیلئے وقتاً فوقتاً اسکے جھنڈے تلے جمع ہوتے رہے بعد میں اصل براھوئی یعنی خان کے اولس نے کاشت کاری اختیار کی اور آزاد خانہ بدوش قبائل اپنے سرداروں کی سرکردگی میں خان کو جنگی آدمی بہم پہنچاتے

رہے اور اس طرح رفتہ رفتہ خود خان پر قابو حاصل کرگئے قلات کے ہوشیار خوانین نے ان آزاد براہوئی سرداروں کو قلات خاص میں جاگیریں دے کر اس شاندار فوجی طاقت کے پیش نظر جو یہ سردار اور ان کے قبائل خان کو مہیا کرسکتے تھے ان کو اپنے ساتھ ملائے رکھا لیکن غیر دانشمند خوانین نے سرداروں کی طاقت کو نظرانداز کرکے ان کی طاقت کو ختم کرنے کیلئے تنخواہ خوار فوج بھرتی کی "

" جس وقت سنڈیمن خان اور سرداروں کے درمیان مصالحت کی کوشش کررہا تھا سردار بخوبی جانتے تھے کہ وہ خان کے برابر نہیں اور نہ ہی اپنے برابر کی ایک ایسی شخصیت کے خلاف لڑ رہے ہیں جن کو انہوں نے خود مقرر کیا ہو بلاشبہ وہ اپنے کو خان کی باغی رعیت سمجھتے تھے

انگریزی حکومت بلوچستان میں خان کی آئینی حیثیت کا تعین نہ کرسکا:۔ حکومت برطانیہ کے نمائندہ انگریز آفسروں کی مندرجہ بالا آرا سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچستان میں اپنے دور حکومت کی ابتداء سے خاتمہ تک انگریزی حکومت بلوچستان میں خان کی آئینی حیثیت معلوم کرنے کے سلسلہ میں سرگردان بھٹکتی رہی اور آخر دم تک اسکو خان کی آئینی حیثیت کو واضح اور قطعی طور پر تعریف کرنے میں ناکامی ہوئی انگریز مدبرین کی ناکامی کی وجوہات مندرجہ ذیل نقاط قرار دی جاسکتی ہیں ۔

۱ ۔ انگریزی حکومت خان کے گرد قبائلی سرداروں کے اجتماع کو یا تو مغربی سوسائٹی جاگیردارانہ نظام (Feudal system) سمجھا اور یا پھر اسے ایک وفاقیہ **Confederacy** فرض کرلیا لیکن اس سلسلہ میں مفروضہ کانفیڈریسی

کے ممبروں کانفیڈریسی کے سربراہ خان اور عوام کے بنیادی امور کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ان کے اختیارات سے متعلق بنیادی معلومات حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی یا جان بوجھ کر اسے نظرانداز کرتے رہے وہ سب کچھ اپنی طرف سے فرض کرکے ان مفروضوں پر اپنا قاعدہ کلیہ (Theory) قائم کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر دم تک وہ اس ضمن میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کرسکے ۔

۲ ۔ حکومت برطانیہ اپنی ملک گیرانہ ہوس اور سامراجی خواہشات کے باوجود ایک آئین پسند حکومت تھی اسلئے جہاں تک اسکے سامراجی تقاضے اجازت دے سکتے تھے وہ حتی الوسع اپنے ماتحتوں کے خلاف کوئی غیر آئینی قدم اٹھانے سے گریز کرتے تھے مگر بدقسمتی سے بلوچستان میں بالخصوص خان بلوچ کے خلاف اسکی طاقت کو توڑنے اور اقتدار کو ختم کرنے کے سلسلہ میں سنڈیمن اور دوسرے انگریز آفسروں نے حکومت برطانیہ کی شاندار روایات کے خلاف حکومت ہند کی مرضی اور منشاء کے برعکس جو غیر آئینی اقدامات کئے تھے برطانوی حکومت درحقیقت انہیں پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھی تھی ۔ لیکن بلوچستان میں مامور انگریز آفسر مفت ہاتھ آئے ہوئے ان اختیارات و مراعات سے برطانوی حکومت کے مفاد میں دستبردار ہونے پر تیار نہ تھے ۔ اسلئے وہ اپنے پیشرو آفسروں کے ان غیر آئینی اقدامات کیلئے جو خان بلوچ اور بلوچستان کے خلاف کئے گئے تھے آئینی جواز تلاش کرتے وقت بلوچستان کے سیدھے سادھے رواج اور قبائلی تنظیم کو آئینی بھول بھلیوں میں ڈال کر اسکے اپنے حسب منشاء تاویل کیا کرتے تھے جو انہیں کوبلو کے

بیل کی طرح رات دن چلتے رہنے کے باوجود کسی منزل پر پہنچا نہیں سکتی تھی ۔

بلوچستان میں خان کی آئینی حیثیت کو تعین کرنے کیلئے قدیم تاریخ کی طرف رجوع لازمی ہے :۔

بلوچستان کا آئین اور اسمیں خان کی آئینی حیثیت کو معلوم کرنے کے بارے میں ہمیں بلوچستان کی قدیم قبائلی تاریخ کی طرف رجوع کرنا پڑیگا ۔

۱ ۔ بلوچوں میں سب سے پہلے امیر میرو میروانی بلوچ نے 3 مارچ 1405 ء میں توران (سطح مرتفع قلات) میں بلوچی حکومت کی داغ بیل ڈالی اس کے بعد انہوں نے توران (سطح مرتفع قلات) کے گرد و نواح کے علاقوں مکران ، خاران ، چاغی اور لسبیلہ جہاں بلوچوں کی اکثریت تھی بلوچ برادری کی تشکیل کیلئے ان علاقوں کے امرا کو دعوت دی کہ وہ بھی اس بلوچ برادری میں شامل ہوجائیں چنانچہ ان علاقوں کے امرا توران کے دارالخلافہ عزدار پہنچے انکا 2 جنوری 1410 ء میں ایک اجلاس زیر صدارت امیر میرومیروانی بلوچ منعقد ہوا ان سب علاقائی امرا نے امیر میرومیروانی بلوچ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے بلوچ برادری کی حکومت کا اعلان کردیا کہ ہم اس بلوچ برادری کی حکومت کی تشکیل کو ان بلوچ زعما کا ایک اہم تاریخی کارنامہ قرار دے سکتے ہیں اور بلوچ نسل کی تاریخ میں یہ اہم برادرانہ اتفاق و اتحاد کا تاریخی واقع ہے جس نے اس ملت کوجو دنیا کے تمام نشیب و فراز اور گوناگوں سیاسی مصائب و آلام آنے کے باوجود زندہ رکھا یہ بے مثال جذبہ اخوت آج تک انکے لئے مشعل راہ ثابت ہوا ہے اور آئیندہ بھی ہوگا ۔

۲ ۔ امیر میرو کے بعد انکا فرزند امیر عمر اور ان کے بعد امیر بجار اس سرزمین پر بلوچی

حکومت کی تعمیر ترقی اور استحکام کیلئے معروف عمل رہے آمیر بجار جدگالوں کے فساد کو قلع قمع کرنے کے بعد بحصہ رسدی اپنے قبائلی گروہ براخوئی بلوچ میں جس کو کرنل کیزخان کا اولس کہا ہے تقسیم کردیا تاکہ اپنے گذارہ معاش میں آسودہ اور مطمئن ہوکر علاقہ کی حفاظت اور مدافعت کی طرف زیادہ توجہ دے سکیں اس دن سے یہ قبائلی علاقے عالم وجود میں آئے جن کو قبائل اپنی قبائلی یا آبائی میراث کہتے ہیں۔

۳۔آمیر بجار میروانی بلوچ کے دور حکومت سے لیکر میر احمد خان ثالث کے دور (1666 - 1695) حکومت تک جو موجودہ خاندان احمدزئی کے جد امجد ہیں جیسا کہ سرنارمن کیز بھی تسلیم کرتا ہے کہ دیگر خانہ بدوش بلوچ قبائل اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے رضاکارانہ طور پر اس تنظیم میں شامل ہوکر مدغم ہوتے رہے ہیں جس سے کہ آمیر یا خان بلوچستان کی جنگی طاقت بہت بڑھ گئی اور بلوچوں کی خوش قسمتی سے انہیں میر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر جیسا ایک بہادر، جری، نڈر، موقع شناس اور ہوشیار آمیر نصیب ہوا جس نے اپنی قبائلی طاقت کو بروئے کار لاکر پے در پے فتوحات کے ذریعے اپنے علاقے کی توسیع کی اور آمیر بجار کی تقلید میں تمام مفتوحہ علاقوں کو اپنی برادری میں بحصہ رسدی بطور میراث تقسیم کرتا رہا ان فتوحات سے شدت و عظمت کے ساتھ ساتھ میر احمد ثالث کی جنگی طاقت بھی کئی گناہ بڑھ گئی وہ ایک وسیع علاقے کی حکمران بنے اور ایشیاء کی اس سرزمین پر بلوچی حکومت کی شہرت، طاقت اور استحکام کو چارچاند لگایا آمیر عبداللہ خان فاتح نے اپنے دور (1716 - 1731) میں میر

احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کی طاقتور بلوچی حکومت کی حدود مملکت کو ان حدود تک بڑھایا جہاں تک کہ ایشیاء کی اس سرزمین پر بلوچی زبان بولی جاتی تھی اور اب تک بولی جاتی ہے ۔ اس طریق عمل سے سرزمین ایشیاء میں قدیم سے آباد تقریباً تمام بلوچی قبائل امیر عبداللہ خان کی بلوچی سلطنت کے زیر نگیں آئے اور اطراف کی ہمسایہ مملکتوں نے امیر عبداللہ خان کو بلوچستان اور بلوچ قوم کا واحد حکمران تسلیم کر لیا ۔

۴ ۔ میر عبداللہ خان کی وفات کے بعد اسکے تینوں بیٹوں میر محبت خان ، میر التاز خان اور میر نصیر خان اول کے درمیان مملکت بلوچستان کے تخت کیلئے زور آزمائی اور دھڑے بندی شروع ہو گئی اس وقت سے یعنی میر محبت خان کے عہد حکومت (1749 ۔ 1731) سے بعض قبائلی سردار تاریخ کی روشنی میں آئے اور نظام حکومت میں دخل دیتے رہے لیکن کسی اتحادیہ یا وفاقیہ کے ممبر کی حیثیت سے نہیں بلکہ مملکت کے ایک بااثر و رسوخ فرد یا ایک ایسے قبائلی سردار کی حیثیت سے جو خان کو اپنا بادشاہ اور حکمران تسلیم کرتا تھا ۔

۵ ۔ میر نصیر خان اول (1794 ۔ 1749) اپنی خداداد صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مالک ایک عظیم انسان تھے انہوں نے حکومت پر اقتدار حاصل کرتے ہی اپنی غیر مترقبہ صلاحیتوں کے پیش نظر اس دور کے عام رجحانات حکمرانی کے برعکس بلوچستان میں جو مطلق العنانی طرز حکمرانی کی طرح ڈالی گئی تھی اپنے جد امجد امیر میر و میروانی بلوچ کی آئین کے مطابق بلوچستان کے مطلق العنان حکمران کو دوبارہ ایک جمہوری اور آئینی حکمران کی حیثیت دے دی انہوں نے ہر قبیلہ

کے نکریوں اور معتبروں کے انتخاب سے اس پر سردار مقرر کئے اور اس طرح جو سردار منتخب ہوئے ان سے ایک مجلس مصاحبین یعنی ایوان بالا اور ایک مجلس مشاورت یعنی ایوان زیریں قائم کیا جو صلح و جنگ اور دوران امن میں مملکت کی خارجی و داخلی، انتظامی، سیاسی، معاملات میں خان کو مشورہ دیا کرتے تھے اسلئے وہ قبائل کے صحیح نمائندہ تھے لہذا مجلس مصاحبین و مجلس مشاورت بلوچوں کی دو ایوانوں پر مشتمل ایک آئینی اور قومی اسمبلی تھی اور اسمیں شامل سردار کسی وفاقیہ کے ممبر نہیں تھے بلکہ قبائل کے منتخب نمائیدے اور اپنے قبائل اور خان کو جوابدہ تھے میر نصیر خان اول تمام ماتحت بلوچ قبائل کی فوجی تنظیم کی اور فوجی خدمت کیلئے قبائل پر غم لشکر مقرر کیا جسکے عوض میں غم دہ قبائل کو اپنی مملکت میں مالیہ معاف غمی اراضیات دیں یہ غمی اراضیات صرف قبیلہ کے سردار کیلئے مخصوص نہیں کی گئیں بلکہ قبیلہ کے تمام بالغ مردوں کو اس میں برابر کا حصہ دار اور شریک کیا گیا۔

۶۔ میر نصیر خان اول کی وفات کے بعد انکا بیٹا میر محمود خان اول انتہائی طور پر کمزور اور میر نصیر خان اول کے قائم کردہ آئین کے مطابق حکومت کو چلانے کا نااہل ثابت ہوا جس سے بلوچ حکومت کا شیرازہ کمزور پڑ کر بکھر گیا اور قبائلی سردار جو طاقت حاصل کرچکے تھے اب مطلق العنان اور خودسر ہوگئے۔ میر محمود خان اول کی نااہل حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قبائلی سرداروں نے اپنے اپنے قبائل کی موروثی اور غمی اراضیات پر ناجائز قبضہ جمانا شروع کردیا اور ایک مختصر عرصہ میں قبائل کے کمزور افراد کو ان اراضیات سے طوعاً و کرہاً جواب دے

کر ان کی تمام غمی موروثی قبائلی اراضیات کے ایک بہت بڑے حصہ پر خود قابض ہوگئے یہ سلسلہ میر نصیر خان دوئم کے عہد حکومت (1857 ـ 1841) کے اختتام تک جاری رہا ۔

۷ ۔ جب میر نصیر خان ثانی کی وفات کے بعد انگریزوں کے قدم اس سرزمین پر پہلی بار پڑے تو انہوں نے خان بلوچ کو چند ایسے قبائلی سرداروں کے حلقے میں گھرا ہوا پایا جو بڑے بڑے مالیہ معاف قطعات اراضی پر قابض تھے سرداروں نے قبائل سے غصب کی ہوئی ان میراثی و غمی اراضیات کو اپنی ذاتی جاگیر بتلایا اور انگریز آفسران نے انکے جھوٹے دعوں پر یقین کر گئے اور اس طرح اپنی غلط فیوڈل تھیوری وضع کر کے خان بلوچ کو بلوچستان کا سب سے بڑا جاگیردار Feudal Overlord سمجھتے رہے ۔

غازی میر نصیر خان دوئم کا عہد حکومت برطانوی تسلط کے خلاف جنگ آزادی اور پھر سندھ پر قابض انگریز آفسروں کی شاطرانہ چالوں اور اقدامات سے مدافعت کے ذرائع اختیار کرنے میں بسر ہوا جسکے لئے بلوچستان کے قبائلی سرداروں کو خوش اور مطمئین رکھ کر اپنے ساتھ ملائے رکھنا نہایت ضروری بلکہ ناگزیر تھا اسلئے غازی میر نصیر خان دوئم کو قبائلیوں کو سرداروں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی طرف توجہ صرف کرنے کی فرصت نہ مل سکی بلکہ بسا اوقات ایک بڑے اور مضبوط دشمن کے مقابلہ میں قبائل اور سرداروں کے معاملات میں چشم پوشی اور درگزر سے بھی کام لیتے رہے ۔ اس سے سرداروں کے حوصلے زیادہ بلند اور حکومتی معاملات میں ان کا دخل زیادہ وسیع ہوتا گیا سندھ اور بلوچستان کی سرحد پر

متعین انگریزی آفسروں نے جو فوجی زیادہ اور پولیٹکل کم تھے بلوچستان کے حکومتی معاملات میں سرداروں کو اس وسیع عمل دخل کو دیکھ کر بلوچستان کی حکومت کو خان اور سرداروں کی ایک وفاقیہ (Confedercy) اور خان بلوچ کو اس وفاقیہ کا سربراہ محض خیال کیا اور اسی غلط نظریہ کے تحت خان اور سرداروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار کرنا شروع کیا۔

۸ ۔ خان میر خداداد خان (1893 ۔ 1857) کے دور حکومت میں سندھ کے انگریز افسروں کا یہ طرز عمل جسکی بنیاد کانفیڈریسی کے غلط نظریے پر قائم تھی پسند نہ آیا انہوں نے اس غلط نظریہ کو جس بلوچستان کے حکومتی معاملات میں سرداروں کے عمل و دخل کو تقویت ملتی تھی جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے کی غرض سے سرداروں کے اقتدار پر پے در پے وار کرنا شروع کئے اس غرض کیلئے سب سے کارگر ہتھیار سرداروں کو مالی طور پر کمزور کردینا تھا جو ان سے قبائل کی غصب کردہ میراثی اور غمی اراضیات کو واپس لینے کی صورت میں ہی ممکن ہوسکتا تھا خان میر خداداد خان نے اسی ہتھیار کو سرداروں کے خلاف استعمال کیا لیکن ایک غلط طریقے سے جس سے ہتھیار کا کاٹ کند پڑ گئی اور وہ سرداروں کے خلاف کارگر ثابت نہ ہو سکی ۔ خان میر خداداد خان کو کرنا یہ چاہیے تھا کہ قبائل کو جن کی میراثی اور غمی اراضیات کے بڑے بڑے حصوں پر سرداروں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہوا تھا اکسا کر سرداروں کے خلاف کھڑا کردیتا تھا لیکن بدقسمتی سے انہوں نے ایسا نہیں کیا قبائل کی طاقت کو نظرانداز کرکے اپنی تنخواہ خور فوج کی برائے نام طاقت سے سرداروں سے ٹکرائی اور ان سے قبائلی اور سرکاری غصب کردہ

اراضیات کو بحق سرکار ضبط کرنے کی کوشش کی جس کا اثر الٹا پڑا اور قبائل کے ایک حصہ کی ہمدردیاں خود بخود سرداروں کو حاصل ہو گئیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اکیس سال تک بلوچستان کے میدانوں وادیوں اور کہساروں میں خون بہانے کے باوجود میر خداداد خان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی جس سے اس غلط وفاقی نظریے کو جسکی خان یا ان کے خلاف متحارب قبائلی سرداروں نے بھی کبھی تصدیق و تائید نہیں کی انگریزی حکومت محض اپنے سامراجی مقاصد کے حصول کیلئے اس نظریہ کو تقویت دی تاآنکہ اسی بے بنیاد اور غلط نظریے کی آڑ لے کر سنڈیمن نے 1876 ء میں سرداروں کو خان کے ہم پلہ شرکاء کی حیثیت سے پیش کرکے حکومت برطانیہ کیلئے ان کے درمیان واحد ثالث کا بلند مقام حاصل کیا۔

۹۔ لہذا متذکرہ صحیح تاریخی شواہد کی روشنی میں ہم اس واضح نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بلوچستان کا آئین یا رواج جسے امیر میرومیروانی بلوچ نے 1410 ء میں بنایا تھا اسے امیر نصیر خان اول نے اپنے عہد حکمرانی میں دوبارہ نافذ کیا جس کا بلا استثنیٰ تمام انگریز آفسروں اور مدبروں کو اعتراف ہے اس غیر محررہ آئین یا رواج کو بلوچستان کے تمام سردار بلا حیل و حجت قبول اور بلوچستان کا آئین تسلیم کرتے ہیں اس آئین کی رو سے بلوچستان کا خان نہ تو ایک جاگیردارانہ ریاست کا بڑا ہے نہ کسی وفاقیہ کا سربراہ ہے اور نہ ہی کسی غیر جمہوری مملکت کا مطلق العنان حکمران ہے بلکہ اس کے برعکس بلوچستان کے قبائل کے منتخب نمائندوں یعنی سرداروں کا منتخب کردہ ایک آئینی حکمران ہے یہ امیر میرومیروانی بلوچ کے غیر

محررہ آئین کے مطابق تمام بلوچستان پر بلا لحاظ اولس قبائل اور سردار حکومت کرنے کا یکساں آئینی حق رکھتا ہے قلات جو انگریزوں کے بگاڑے ہوئے بلوچستان کا دوسرا نام ہے ایک ہندوستانی ریاست نہیں بلکہ ایران اور افغانستان کی طرح بلوچوں کا ایک قطعاً جداگانہ ، آزاد اور جمہوری مملکت ہے جس کے متذکرہ و غیر محررہ آئین میں کسی بلوچ قبائلی سردار کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے کہ وہ جب چاہیے اپنے علاقہ کو بلوچوں کی مرکزی حکومت سے جدا کردے اور بلوچی حکومت سے ماسوا کسی اور حکومت سے الحاق کرے۔

غیر آئینی اقدام کے بعد:۔ خاران ، لسبیلہ اور مکران کے پاکستان کے ساتھ جداگانہ الحاق کو منظور کرکے حکومت پاکستان نے نواب میربائی خان سردار کیچ کو تو مکران کے تین سرداروں سردار پنجگور سردار کیچ سردار تمپ میں سے ایک تھا امیر مکران کے لقب سے علاقہ مکران کا والی مقرر کردیا یعنی حکومت قلات کی بربادی میں انگریزی عہد حکومت میں جو کمی باقی رہ گئی تھی اور جسے انگریزی حکومت جیسی ایک غیر ملکی غیر اسلامی اور قلات سے برسرپیکار دشمن طاقت گوارانہ کرسکی اسے خان معظم میر احمد یار خان کے عہد حکومت میں ان کے قابل احترام اور بزرگوار قائداعظم اور منہ بولے باپ کی سرکردگی میں پاکستان کی اسلامی حکومت نے کردکھایا جس کے حصول کیلئے خان معظم دس سال سے زیادہ عرصہ نہایت اخلاص کے ساتھ قائداعظم کی ہدایات کے تحت مسلم لیگ کی ابتداء میں درپردہ اور مارچ 1940 ء سے حصول پاکستان کے اعلان کے بعد کھلم کھلا حمایت کرتے رہے جبکہ جنگ عالمگیر ثانی کے دوران میں ہندوستان میں انگریزی دور

حکومت میں کسی ریاستی حکمران کیلئے علی الاعلان کسی سیاسی تحریک کی حمایت و اعانت خطرہ سے خالی نہ تھی انہوں نے حکومت برطانیہ کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے مسلک و عمل کو قائم رکھا۔ اور مسلم لیگ کا دامن نہ چھوڑا مگر پاکستان قائم ہونیکے بعد سب سے پہلے جس حکمران ریاست کے خلاف قدم اٹھایا گیا وہ میر احمد یار خان اور انکی ریاست قلات تھی۔

وزیر اعظم ریاست قلات کے خلاف غصہ کی لہر:۔ دیوان عام اور دیوان خاص کے دوسرے اجلاسوں کی کاروائی کے دوران وزیر اعظم قلات کی تقریر اور رویے سے قلات کے تمام نوجوان اور تعلیم یافتہ جو کثیر تعداد میں اجلاسوں کی کاروائی دیکھنے اور سننے ڈھاڈر میں جمع ہو چکے تھے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن خاران، لسبیلہ اور مکران کے پاکستان کے ساتھ جداگانہ الحاق کرنے کے اعلان سے بلوچ نوجوانوں اور عوام میں وزیر اعظم کے خلاف شدید اشتعال پھیل گئی اسے علی الاعلان بلوچ قوم کی آزادی کا دشمن اور غدار کہا جانے لگا عوام کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کا واحد طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر وزیر اعظم نواب زادہ محمد اسلم خان کو رخصت پر ریاست کی حدود سے باہر بھیجا جاتا لیکن خان معظم نے جب انہیں یہ مشورہ دیا تو وہ ان حالات میں خود رخصت پر جانے کیلئے رضامند نہیں ہوئے دوسری طرف قلات کے نوجوانوں اور عوام میں انکے خلاف جو ہمہ گیر بے چینی اور شدید ہیجان پھیل رہا تھا اس کے پیش نظر خان معظم نے قلات اور پاکستان کے مفادات کا خیال کرتے ہوئے 10 مارچ 1948ء سے نواب زادہ محمد اسلم خان کے حق میں جبری رخصت کا

فرمان جاری کر کے اسے وزیراعظم کے عہدے سے سبکدوش کر دیا۔

ریاست قلات کا الحاق پاکستان سے:۔ حکومت پاکستان کے متذکرہ اعلان سے قلات کے باقی ماندہ علاقوں کے عوام میں سخت بے چینی اور اضطراب پھیل گیا عام طور پر حکومت پاکستان کے اس اعلان کو جس کی رو سے خاران، لسبیلہ اور مکران کو قلات سے علیحدہ ریاستیں اور ان کے سرداروں کو والیان ریاست تسلیم کیا گیا تھا حکومت قلات کے خلاف جارحانہ اقدام خیال کیا جانے لگا اور خان معظم پر کئی طریقوں سے دباؤ ڈالا گیا کہ حکومت پاکستان کے اس اقدام کو خاموشی سے برداشت نہ کیا جائے معدودے چند سرداروں کے بغیر جو متذبذب اور گو مگو کی حالت میں تھے قلات کے عوام اور خواص اس اعلان سے مشتعل اور برافروختہ ہو چکے تھے دیوان عام کے عالی جاہ ممبروں کی طرف سے خان معظم کو دیوان کا ہنگامی اجلاس طلب کرنے کا نوٹس دیا گیا دور و نزدیک کے علاقوں سے جہاں تار و ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا صحیح حالات معلوم کرنے کیلئے لوگ جوق در جوق قلات میں جمع ہونا شروع ہوئے قبائل نے غیر مساعد حالات سے عہد برآہ ہونے کیلئے اپنی بلوچی حیثیت کے مطابق تیاریاں بھی شروع کر دیں جیسا کہ ظاہر ہے ایسی تیاریوں میں بالخصوص ان بے سروپا قبائل کو وقت لگتا ہے اگر انہیں کچھ اور فرصت مل جاتی تو ممکن تھا کہ قلات کی سرزمین پر زندگی کے آثار نظر آجاتے لیکن عوام و خواص کی توقعات کے خلاف تعلیم یافتہ نوجوان ناخواندہ زمینداروں، جاہل اور وحشی چرواہوں عورتوں اور بچوں کی امیدوں اور خواہشوں کے برعکس غرضیکہ قلات کے تمام باشندوں کی آرزوؤں اور امنگوں کے خلاف

27 مارچ 1948 ۔ کو آدھی رات کے وقت خان معظم میر احمد یار خان نے بہ امر مجبوری پاکستان کے ساتھ قلات کے غیر مشروط الحاق کا اعلان کردیا۔

خان معظم کا اعلان الحاق کا جواز پیش کرنا:۔ جب خان معظم میر احمد یار خان نے قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق 27 مارچ 1948 ۔ کو اعلان کردیا اپنے اعلان کی وجوہات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 27 مارچ کی رات کو آل انڈیا ریڈیو سے مسٹر مینن سیکرٹری محکمہ ریاستی حکومت ہند کا ایک پریس کانفرس میں دیا ہوا بیان نشر ہوا جسمیں مسٹر مینن نے یہ اظہار کیا تھا کہ دو ماہ پیش تر ریاست قلات نے انڈین یونین سے درخواست کی تھی کہ ہندوستان کے ساتھ اس کا الحاق منظور کرلیا جائے اور یہ کہ انڈین یونین نے قلات کی اس درخواست کو نامنظور کردیا تھا کیونکہ قلات ہندوستان سے کوئی جغرافیائی ناطہ یا تعلق نہیں رکھتا۔

ہندوستان کا مقصد اس اعلان سے ریاست قلات اور پاکستان میں گڑبڑ پیدا کرنا تھا:۔ خان معظم نے کہا ہندوستان کے سیکریٹری ریاست ہائے ہند مسٹر مینن کا یہ ایک سفید جھوٹ تھا جس کا مقصد ایک طرف قلات اور پاکستان کے باہمی تعلقات کو خراب کرنا اور الحاق کے سوال میں گڑبڑ پیدا کرنا تھا تاکہ پاکستان جلد بازی میں قلات کے خلاف جارحانہ اقدام کر بیٹے جس سے ہندوستان کو حیدرآباد میں کسی قسم کے اقدام کیلئے وجہ جواز ہاتھ آئے اور اس اقدام سے ہندوستان کے ہاتھ مضبوط ہوجائیں جو وہ پہلے ہی سے جوناگڑھ اور کشمیر میں کررہا ہے علاوہ ازین پاکستان کا ایسا اقدام ہندوستان کے کیس کو ۔ یو

این ۔ او کے سامنے اور بھی مضبوط کردیگا اور دوسری طرف پاکستان کا جارحانہ اقدام موجودہ قلات کے خلاف کریگا آخر کار پاکستان سے متعلق ہمسایہ اسلامی ریاستوں میں بے اعتمادی اور شک پیدا کردیگا ۔ ان تباہ کن نتائج کے پیش نظر جو میری خاموشی سے پیدا ہو سکتے تھے میں نے قلات اور پاکستان کی بہتری اسی میں دیکھی کہ اپنے آدمیوں سے مشورہ کئے بغیر پاکستان کے ساتھ فی الفور الحاق کرلوں ۔

خان معظم کا حکومت ہندوستان سے احتجاج :۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا بعد میں خان معظم میر احمدیار خان نے گورنر جنرل ہندوستان کو مسٹر مینن کے آل انڈیا ریڈیو والے بیان کے متعلق احتجاجی پیغام بھیجا اور ان سے فوری تردید کی درخواست کی بصورت دیگر مسٹر مینن کے بیان کی حمایت میں وہ خط و کتابت جو حکومت قلات کی طرف سے ان کی حکومت کو موصول ہوئی ہو پریس کے حوالہ کردینے کی خواہش ظاہر کی میرے اس احتجاج پر جواہرلال نہرو وزیراعظم ہندوستان کو مسٹر مینن کے بیان کی انڈین اسمبلی میں تردید کرنا پڑی لارڈ ماونٹ بیٹن نے مجھے ایک تار بھیجا جس میں وزیراعظم ہند کے اسمبلی والے بیان کا حوالہ دے کر مسٹر مینن کی غلط بیانی پر اظہار افسوس کیا تھا ۔

ریاست قلات کے الحاق پر ریاستی لوگوں کا رد عمل :۔ بہر حال صورت حال جو بھی تھی خان معظم کے اس اچانک اعلان سے قلات کے باشندوں پر جیسے بجلی سی گری ان میں ناامیدی اور مایوسی پیدا ہوئی اور ان کو خان معظم میر احمدیار خان کی ذات سے ایک دفعہ پھر جو توقع پیدا ہوچکی تھی وہ

ختم ہو گئی جمع شدہ قبائلی افراد جہاں کہیں تھے وہاں سے ہر کے بکوئے منتشر ہو گئے کسی نے بھی قلات کا رخ کر کے خان معظم سے یہ پوچھنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا۔

خان معظم میراحمد یار خان ان واقعات کے بارے میں خود یوں کہتے ہیں:۔ خان معظم میراحمد یار خان ریاست قلات کے الحاق کے سلسلے میں اپنی کتاب "مختصر تاریخ قوم بلوچ، خوانین بلوچ" میں واقعات کا یوں تجزیہ کرتے ہیں۔

قائداعظم سے ملاقات:۔ حکومت قلات اور حکومت پاکستان کے نمائندوں کے درمیان ابتدائی مذاکرات کے بعد قائداعظم نے مجھے کراچی میں ملاقات کی دعوت دی اکتوبر 1947 کو کراچی میں قائداعظم سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا" میں ایک بزرگ اور دوست کی حیثیت سے آپکو یہ مشورہ دونگا کہ اب پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیں اس سے قلات اور پاکستان دونوں کو فائدہ ہوگا جہاں تک ریاست کے مطالبات اور مسائل کا تعلق ہے وہ دوستانہ طور پر باہمی گفت و شنید کے ذریعے طے کر لئے جائینگے"

خان معظم میں نے جواباً عرض کیا" میں آپکے مشورے کا قدر کرتا ہوں میرا اپنا یہی خیال ہے کہ پاکستان کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کیلئے قلات کا الحاق ضروری ہے۔مگر اس سلسلے میں بعض بنیادی تدابیر بروئے کارلانی ضروری ہیں بلوچستان کی سرزمین جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں روایات کی سرزمین ہے میری حیثیت بلوچ اقوام کے سربراہ کی ہے کہ چار صدیوں سے یہی روایت

ہمارے ہاں کارفرما ہے کہ خان بلوچ ہر اہم فیصلہ اپنے قبائل سے مشاورت و آمادگی کے بعد کرتا ہے اگر بلوچستان کے مزاج اور بلوچوں کی روایات سے ہٹ کر میں نے ذاتی حیثیت سے کسی فیصلے پر دستخط کردیئے تو اس امر کی ضمانت نہیں ہوگی کہ کل کو قبائل اس فیصلے پر کاربند رہینگے بھی یا نہیں"

ایوان ہا کے اجلاس میں بحث:۔ میں نے کراچی سے واپس آکر (دارالعوام) و (دارالخواص) کے اجلاس طلب کئے اور پاکستان کے ساتھ الحاق کے مسئلہ کو بلوچ کانفیڈریسی کے سامنے پیش کردیا کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں دونوں ایوانوں ہائے کے ممبران نے مفصل بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ دے دیا کہ "چونکہ الحاق کی تجویز ریاست قلات اور بلوچوں کی گذشتہ روایات اور مورخہ 11 اگست 1947 ء کے معاہدہ جاریہ مابین پاکستان و قلات اور انڈی پینڈینس ایکٹ 1947 ء کے سراسر منافی ہے اسلئے حکومت پاکستان کے ساتھ مزید گفت و شنید معاہداتی تعلقات پر ہونا زیادہ مفید مناسب ہے" چنانچہ بلوچ کانفیڈریسی کا یہ فیصلہ حکومت پاکستان کے محکمہ خارجہ کو بھیج دیا گیا

قائداعظم کی سبی میں آمد:۔ بلوچ کانفیڈریسی کا یہ فیصلے کے بعد قائداعظم سبی تشریف لائے اور ڈھاڈر میں میری ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ میری ذاتی حیثیت سے دوسرے والیان کی طرح الحاق نامہ پر دستخط کردوں میں نے عرض کیا کہ " مجھے اسکا شدید احساس ہے کہ پاکستان کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کیلئے قلات کا الحاق ضروری ہے اور میں آپ کی رائے کا بے حد احترام کرتا ہوں آپ کو علم ہوگا کہ ابتداء میں

سرداران قبائل الحاق کے سرے ہی سے سخت مخالف تھے لیکن میں نے کئی بار ان سے تبادلہ خیال کیا انفرادی اور اجتماعی طور پر ان کو الحاق کے حقیقی فوائد اور اسکی اہمیت کا احساس دلایا میری ذاتی کوشش اور ترغیب سے بلوچ کانفیڈریسی کے ارکان مشروط الحاق پر رضامند ہوگئے ہیں ان کی چند قابل عمل اور سہل شرائط ہیں کہ

۱۔ بلوچوں کے قدیم تاریخی اور روایاتی رسم و رواج میں ان کی مرضی و منشاء معلوم کئے بغیر کوئی تغیر و تبدیل نہیں کیا جائیگا حفظ ماتقدم اور گارنٹی کے طور پر ایک دستاویز پر خان اور قائداعظم دستخط کردیں۔

۲۔ الحاق سے متعلق جب بھی کوئی معاہدہ ضبط تحریر میں لایا جائے بلوچ کانفیڈریسی کے سرداران قبائل کی اجتماعی موجودگی ضروری ہے اور انکے ساتھ خان اور قائداعظم دونوں کے دستخط ثبت کریں۔

۳۔ تحریک پاکستان۔ قیام پاکستان اور اسلام کی سربلندی و ناموس کیلئے بلوچ قوم اور انکے خان نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں قائداعظم اور حکومت پاکستان سرکاری طور پر ایک اعلامیہ کے ذریعہ اعتراف کرے اور سراہے تاکہ انکے کارہائے نمایاں تاریخ پاکستان میں جگہ پاسکیں اور بلوچ قوم اسے سرمایہ عزت خیال کرے۔

۴۔ قائداعظم بلوچوں کی روایتی اجتماع میں سرداران قبائل کو انکے اعزازات کے مطابق انکی تحریک پاکستان کیلئے خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خراج تحسین ادا کرے کیونکہ یہ امر بلوچوں کے روایتی تقاضوں کے تحت لازمی ہے۔ میں نے ان

کو باور کرانے کی کوشش کی کہ بلوچ کے مزاج کا یہ خاصا ہے کہ وہ عزت چاہتا ہے وہ عزت کے ساتھ فاقہ مستی قبول کر سکتا ہے عزت کے بدلے زر و جواہر کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں اسلئے جناب آپ ان کو عزت بخشیں اور انکی خدمات کا اعتراف کریں آپ بلوچ قبائل میں سے انکے تالیف قلب کا سامان کریں آپ دیکھینگے کہ بڑی فیاضی کا وہ مظاہرہ کرینگے میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ تو ریاست قلات کے پاکستان کے ساتھ تعلقات ایک اعتبار سے 1938 ء سے قائم ہیں پھر 11 اگست 1947 ء کو قلات اور پاکستان کے درمیان معاہدہ جاریہ طے پاچکا ہے اسکے تحت پاکستان کے ساتھ قلات کے وہی تعلقات قائم ہوچکے ہیں جو انگریزوں کے ساتھ تھے الحاق میں تو خارجہ پالیسی ۔ معاملات دفاع اور رسل و رسائل وغیرہ کے امور آتے ہیں انشاء اللہ قلات کا الحاق عنقریب خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچے گا آپ اسقدر فکرمند کیوں ہوتے ہیں 1936 ء سے 1947 ء تک آپ نے مجھے اور میری قوم کے خلوص کو آزمایا ہے اگر اس دور پرآشوب میں ہمارے پائے استقلال میں لرزش نہیں آسکتی تھی تو اب ہم کیسے آپ کو مایوس کرینگے میں نے قائداعظم سے یہ بھی عرض کیا کہ وہ بلوچستان سے انگریز۔ اے۔ جی۔ جی کو ہدایت کریں کہ وہ الحاق کے سلسلے میں ان قبائلی رہنماؤں کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ جلد از جلد یہ رضاو رغبت الحاق کیلئے آمادہ ہوجائیں اور اس اقدام کا خیر مقدم کریں ۔

مفسد عہدداران پاکستان کی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش :

میرا کیمپ ان دنوں ڈھاڈر میں تھا ملاقات کے دوسرے دن میں اچانک علیل ہوگیا علالت کے سبب قائداعظم سے نہ مل سکا تعلقات بگاڑنے والے اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والے لوگ ان دنوں وہاں جمع ہوگئے تھے جو قائداعظم اور میرے درمیان 1938ء سے 1947ء تک تمام امور میں براہ راست تعلق اور رابطہ تھا کسی تیسرے عنصر کو تخریب کاری کا موقع نہ مل سکا مگر قائداعظم آخری عمر کی حقیقی اور مسلسل کام کرنے کی تھکن کے سبب مجھ سے براہ راست تعلق قائم نہ رکھ سکے بلوچستان میں اے ۔ جی ۔ جی سر آمبروز ڈنڈاس اور میرا اپنا وزیراعظم الحاق کا مخالف تھا یہ دونوں ذہنی طور پر کانگریس کے ہم خیال تھے ادھر ستم یہ ہوا کہ سیکرٹری امورخارجہ کامن ویلتھ مسٹر اکرام اللہ خان کی جگہ کرنل ایس ۔ بی ۔ شاہ مقرر ہوگیا جو اپنے پیش رو کی اعلیٰ صفات ۔ شریف النفسی اور معاملہ فہمی کے برعکس مفسدانہ ذہنیت رکھتا تھا یہ تینوں منفی عناصر ایک طرف سرداران قبائل کو ترغیب دیتے کہ وہ قدیم رسوم و آداب اور قومی روایات کے تحفظ کی خاطر بطور گارنٹی قائداعظم سے ایک تحریری دستاویز پر دستخط کرائے بغیر الحاق پر آمادہ نہ ہوں اور دوسری طرف قائداعظم کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ خان الحاق سے گریزاں ہے چنانچہ میرے اور قائداعظم کے درمیان قابل رشک تعلقات کو بگاڑنے میں یہ خود غرض لوگ کوشاں رہے ۔

دوسرے دن کرنل ایس ۔ بی ۔ شاہ کی میری مزاج پرسی کو آنا

:ے دوسرے روز قائداعظم نے کرنل ایس ۔ بی ۔ شاہ کو میری مزاج پرسی کیلئے

بھیجا میں نے اسکی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ قائداعظم اور میرے درمیان رابطے کا یہ شخص ایک خلیج بن سکتا ہے میں نے ناسازی طبع کے باوجود اسے کافی وقت دیا اور اس موقع پر اسکے اپنے موقف اور نزاکت وقت پر سیر حاصل روشنی ڈالی ۔ قائداعظم کے نام ایک تفصیلی خط بھی اسکے حوالے کیا اور اسے نصیحت کی کہ اس کا بڑا منصب ہے اس پر ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور یہ نوزائیدہ ملک کسی ناعاقبت اندیشی کا متحمل نہیں ہوسکتا ۔ دوسرے روز کرنل شاہ کا جوابی خط مجھے موصول ہوا جو من و عن درج ہے ، یور ہائی نس ۔

میں یور ہائی نس کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ چونکہ اپ اپنی ناسازی طبع کے سبب قائداعظم سے ملاقات نہیں کرسکے لہٰذا قائداعظم نے مجھے آپکی مزاج پرسی اور ملاقات کیلئے گزشتہ شام بھیجا تھا جب میں آپ کے ہاں پہنچا تو آپ نے مجھ سے الحاق نامہ کی دستاویزات کے بارہ میں چند سوالات کئے آپ نے قائداعظم کو دینے کیلئے ایک خط اور زبانی پیغام بھی دیا تھا میں نے اسی شام وہ خط اور مندرجہ ذیل آپ کا زبانی پیغام قائداعظم کی خدمت میں پیش کردیا تھا ۔

۱ ۔ آپ نے بالآخر ریاست قلات او قلات کے عوام کی بھلائی کی خاطر پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کرلیا ہے ۔

۲ ۔ آپ نے مشاورتی کونسل ایوان عام اور ایوان خاص کا اجلاس 21 تاریخ کو طلب کیا ہے ان ایوان ہا کے فیصلے سے آپ کو بعد میں مطلع کریں گے قائداعظم نے آپ کا شکریہ ادا کرنے کو کہا ہے اور وہ یہ جان کر خوش ہوئے کہ آپ تندرست ہیں اور آپ اپنے حتمی قطعی فیصلہ سے ماہ رواں کے آخر تک آگاہ کرینگے

ظالمانہ کاروائی کا آغاز:۔ قائداعظم کراچی پہنچتے ہی الحاق کا مسئلہ اپنی نو آموز کابینہ کے سپرد کردیا ارکان کابینہ کو بلوچستان اور بلوچوں کے خان کے بارے میں کوئی تجربہ حاصل نہ تھا پاکستان کیلئے بلوچوں کی زریں خدمات ۔ بلوچوں کی اپنی قومی روایات ۔ بلوچستان کا تاریخی پس منظر ۔ بلوچستان کی جغرافیائی محل وقوع کی نزاکت یہ تمام چیزیں ان کی فہم و فراست سے بالا تھیں مجھے احساس تھا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ قائداعظم کی قوت عمل ان کی بیماری اور نقاہت کے سبب نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ یہ تاریخی جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا تھا وہ مقصد پورا ہوگیا ہے وہ پاکستان کی تخلیق ہی کے لئے تھا تعمیر کیلئے قدرت اسے مہلت دینے کیلئے تیار نہیں ہے تشویش کی بات یہ تھی کہ پاکستان کی تعمیر کیلئے ان کے جانشینوں اور رفیقوں میں اہل لوگ بہت کم اور بہت ہی کم تھے وہ کم لوگ بھی عملاً مختار نہ تھے قائداعظم بلوچستان کے عاشق تھے قائداعظم بلوچوں اور بلوچوں کے خان کے انتہائی قریبی دوست تھے مگر جو کاروائی عمل میں آرہی تھیں وہ ہرگز دوستانہ و عاشقانہ نہ تھیں ۔

سرداران قبائل سے مذاکرات:۔ ظاہر ہے کارپردازان حکومت کا طرز عمل تھا جو بلوچستان میں نفرت و عداوت کا بیج بو رہے تھے گھر کے چراغ سے ہی گھر کو خاکستر کرنا چاہتے تھے ان حالات میں میں نے بڑی بے صبری کے ساتھ سرداران قبائل سے مذاکرات شروع کئے میں چاہتا تھا کہ قلات کا الحاق پرامن طریقے سے بلا تاخیر ہوجائے خاصی جانفشانی کے بعد یہ طے کرایا کہ

۱ ۔ حکومت پاکستان کو مطلع کیا جائے کہ حکومت قلات تین ماہ کے اندر اندر الحاق نامہ پر دستخط کردیگی ۔

۲ ۔ سرداران قبائل بلوچ کے اہل رائے اصحاب کو لیکر اپنی قدیم روایات کے مطابق خان بلوچ کراچی جاکر الحاق نامہ پر دستخط کردیگا تاکہ اسے بلوچی دستور اور رسوم و رواج کی تائید حاصل رہے ۔

ادھر میں الحاق کیلئے شبانہ روز کاوشوں میں مصروف تھا پاکستان کی کابینہ کوئی اور گل کھلا رہی تھی میں پاکستان کے استحکام اور اسلامی رواداری کے جذبے کے تحت مصروف عمل تھا اور پاکستان کابینہ کے ارکان قلات کے حصے بخرے چارسو سالہ بلوچی مرکز کی توڑ پھوڑ اور بلوچوں کے سیاسی قتل عام کا سامان کرنے میں مصروف تھے ہمارے خلوص کی اتنی بڑی آزمائش اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی ۔

ایک غیرقانونی اور سنگدلانہ فیصلہ:۔ ارکان کابینہ نے قلات کی دو اہم باتحت ریاستوں خاران اور لسبیلہ کو قلات کی بلوچی مرکزیت سے کاٹ کر ان کا الحاق براہ راست پاکستان کے ساتھ کردیا مکران جو تین صدیوں سے قلات کا جزو لاینفک چلا آرہا تھا تین سرداروں میں سے ایک کو اس کا حکمران بنا کر 17 مارچ 1948 کو مکران کو علیحدہ ریاست کا درجہ دے کر براہ راست پاکستان میں شامل کرلیا یہ ایک انتہائی غلط ناعقبت اندیشانہ ۔ احمقانہ ۔ سنگدلانہ اور غیرقانونی اقدام تھا اس کا ردعمل انتہائی شدید ہوا بلوچ برس ہا برس سے پاکستان کیلئے ہر قسم کی قربانیاں دیتے چلے آرہے تھے بلوچ جو اس نوزائیدہ مملکت کے قابل فخر شہری اور بازو۔ شمشیر زن ثابت ہونے کے خواہش مند تھے جو اس ملک سے بہترین

توقعات وابستہ کرتے چلے آرہے تھے مایوس و دل شکستہ ہوگئے ان کی تمام آرزؤں کا خون کردیاگیا بلوچوں کی عظیم و قدیم مرکزیت کو یوں پاش پاش کردینا معمولی واقعہ نہ تھا بلوچستان کے عوام یہ تصور تک نہ کر سکتے تھے کہ بلوچوں کی ایثار کیشی اور وفاشعاری کا یوں بھی مذاق اڑایا جائیگا وہ اپنے چار سو سالہ قدیم روایتی سربراہ خان کی خدمت جلیلہ اور بے پناہ ذاتی و قومی قربانیوں کا یہ صلہ پاکر حیران و ششدر رہ گئے سیاسی فضاء مکدر ہوگئی ان کے اعتماد کا خون کیا جاچکا تھا اور وہ سخت ہیجانی کیفیت میں بغاوت پر آمادہ ہورہے تھے اس کا ردعمل ہمسایہ ممالک میں بھی ہوا۔

۱۔ افغانستان پاکستان سے بددل ہوگیا اور اس نے معاندانہ روش اختیار کی۔

۲۔ ہندوستان نے ریاست حیدرآباد دکن کو ہڑپ کرلیا نظام دکن نے جب بلوچوں کے ساتھ بدسلوکی کی اور ذلت کا برتاؤ دیکھا تو شکستہ خاطر ہوکر حفظ ماتقدم طور پر ہندوستان میں شمولیت کرنے پر مجبور ہوگیا۔

۳۔ مہاراجہ کشمیر نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ بدل کر ہندوستان میں شمولیت اختیار کرلی۔

۴۔ خلیج العرب کے شیوخ کی ہمدردیاں جو شروع میں پاکستان کی تحریک کے ساتھ تھیں قیام پاکستان کے بعد بلوچوں سے ناروا سلوک کے سبب ختم ہوگئیں اور ان کا جھکاؤ ہندوستان کی طرف ہوگیا۔

آل انڈیا ریڈیو کا شرانگیز نشریہ:۔ 27 مارچ 1948 ، کو آل انڈیا ریڈیو نے شرانگیز اور خودساختہ خبر نشر کی کہ " دو ماہ پیشتر قلات نے حکومت ہند

سے الحاق کی درخواست کی تھی لیکن چونکہ قلات ثقافتی اور جغرافیائی طور پر ہندوستان کے علاقوں کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں رکھتا تھا اسلئے حکومت ہند نے قلات کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے سے انکار کردیا تھا" اس شرارت کے پیچھے کئی مقاصد تھے نوزائیدہ پاکستان اور مسلم ریاست قلات کے باہمی تعلقات میں بدمزگی اور بے اعتمادی کی فضا. کو اور خراب کیا جائے بلوچوں کو اشتعال دلایا جائے بلوچوں کو ایک اور راستہ دکھایا جائے اور جب قلات کے جغرافیائی محل وقوع سرحدی اہمیت اور عظیم الشان تاریخی پس منظر کے پیش نظر حکومت اسکے خلاف مزید کوئی قدم اٹھائے تو اس طرح ہندوستان کے دو مقصد پورے ہوئے

۱۔ اسے ریاست حیدرآباد وغیرہ کے خلاف قدم اٹھانے کا جواز مل جاتا کہ قلات کے سلسلے میں پاکستان کے اقدام کی نظر اسکے سامنے تھی۔

۲۔ قلات کے خلاف اقدامات کا ردعمل ہمسایہ ممالک ایران۔ افغانستان اور خلیج فارس میں پاکستان کے حق میں مضر ہوتا کہ قلات کے رشتے ان سب کے ساتھ صدیوں پرانے ہیں۔

ہندوستان سے احتجاج :۔ بہر حال ہمارے لئے یہ نشریہ اشتعال انگیز تھا اس حرکت سے ہندوستان کے خلاف بلوچ عوام کی نفرت دوچند ہوگئی میں نے اپنی اور اپنی قوم کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے اس نشریہ کے خلاف ہندوستان کو سخت ترین احتجاجی مراسلے لکھے اور ہندوستان کے ارباب اقتدار کو چیلنج کردیا اس پر پنڈت نہرو نے ہندوستانی پارلیمنٹ میں آل انڈیا ریڈیو کی شرانگیز خبر کی تردید کی اور اظہار افسوس کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ محض غلط

فہمیوں کی بنا پر نشر ہوئی ہے اسکے علاوہ ذاتی طور پر معذرت کے کئی خطوط موصول ہوئے جو میں نے پریس کو دے دیئے یہ تو تھا باہر کا رد عمل اندرونی طور پر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ہیجانی کیفیت بڑھ رہی تھی اور بلوچ عوام کا جوش و جزبہ روز بہ روز بڑھ رہا تھا میری حیثیت بے حد نازک تھی متضاد ذمہ داریوں کے ہجوم نے میرے قویٰ مضمحل کردئے تھے قوم کے بپھرے ہوئے جذبات تھے اور دوسری طرف پاکستان تھا جو میرے خوابوں کا تعبیر تھا

قلات کے خلاف کاروائی :۔ کوئٹہ کے بریگیڈیئرکو حکومت پاکستان نے حکم دیا کہ وہ قلات کے خلاف کاروائی کے لئے تیار رہیں اے جی جی بلوچستان قلات کے خلاف پولیس ایکشن کی تیاری کر رہا تھا مجھے خوفناک تصادم قریب تر محسوس ہونے لگا یہ وہ عالم تھا کہ

۱۔ وادی کشمیر میں خون آشام جنگ جاری ہوچکی تھی

۲۔ لاکھوں مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے پاکستان میں داخل ہورہے تھے ہندوستان کی سرزمین خون مسلم سے لالہ زار ہورہی تھی

۳۔ افغانستان نے پختونستان کی تحریک چلاکر خطرے کی گھنٹی بجا دی

۴۔ روس کی نگاہیں گوادر پر گڑی ہوئی تھیں

میں نے سوچا کہ قدیم اتحاد بلوچی کے دیوان عام اور دیوان خاص کے ارکان کے ساتھ مزید گفت و شنید کرنے یا ان سب کو ھمراہ لے کر کراچی میں الحاق نامہ پر دستخط کرنے کے وقت نہیں ہے ملک خطرناک صورت حال سے دوچار تھا کئی محاذ کھلے ہوئے تھے بلوچستان کا محاذ پاکستان کے شیرازے کو بکھیر سکتا تھا یہ

بات میں اپنی زندگی میں کیسے گوارا کر سکتا تھا میں پاکستان کی سلامتی اور ناموس اسلام کے ئے فکر مند تھا میں مسلمانوں کی مزید ہلاکت و بربادی کے لاامتناہی اور ہولناک سلسلے کو روکنا چاہتا تھا ہر قیمت پر اور بروقت

قلات کا پاکستان سے الحاق:۔ چنانچہ میں نے مصلحت وقت کے پیش نظر قدیم بلوچی رسم رواج اور قومی روایات کے برعکس بلوچی اتحاد کے ارکان کی آمادگی حاصل کئے بغیر کراچی جا کر ذاتی حیثیت سے 30 مارچ 1948 کو الحاق نامہ پر دستخط ثبت کردئے حالانکہ میں قوم کے روایتی سربراہ کی حیثیت سے اس اقدام کا قانونی حق نہیں رکھتا تھا میں اپنی قوم کا زیر بار احسان ہوں کہ انہوں نے میرے اس شخصی اقدام پر برافروختہ نہ ہوئے اور روایتی احترام کے تحت خاموش رہے اور ان کی مجھ سے محبت میں اسکے باوجود کمی واقع نہ ہوئی

الحاق کے لئے عجلت نہ کرنے کی صورت میں خون کی ہولی شروع ہوتی:۔ اگر میں الحاق کے ئے عجلت کا مظاہرہ نہ کرتا تو زیرک انگریز کی جانشین نوکر شاہی آگ و خون کی ہولی شروع کرا چکی ہوتی اور یہ سلسلہ ملک کے نقشہ کو اس وقت بگاڑ کر رکھ دیتا روس پیش قدمی کرتا افغانستان کی فوجیں بلوچستان میں داخل ہو چکی ہوتیں ہندوستان کے جنگی جہاز ساحل مکران پر لنگر انداز ہوتے میں نے اپنی قوم کے بھڑکے ہوئے جزبات کو ٹھنڈا کرنے کی اور مایوسی ۔ بددلی کے احساس کو ختم کرنے کی سعی کی اپنے قبائلی رہنماؤں اور حکومت پاکستان دونوں سے مسلسل رابطہ بھی قائم رکھا تاکہ کشیدگی ختم ہو اور خیر سگالی کا ماحول پیدا ہو کہیں کوئی چنگاری بھڑک کر شعلہ نہ بن جائے

قلات بلوچی سے میرا قانونی تعلق ختم کردیا گیا:۔ 15 اپریل 1948 کو قلات بلوچی سے میرا قانونی تعلق ختم کردیا گیا الحاق کے پندرہ دن بعد اے جی جی بلوچستان مسٹر سیوتج نے قلات پہنچکر مجھے قائداعظم کا حکم سنایا
قلات کے برطانوی دور کی حیثیت برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے ایک پولیٹکل ایجنٹ قلات کے لئے مقرر کردیا گیا ہے جو اے جی جی برٹش بلوچستان کے ماتحت ہوگا امور داخلہ کے لئے وزیر اعلی کو پولیٹکل ایجنٹ سے ہدایات لینی ہوگی امید کی جاتی ہے کہ خان اعظم کو اس تجویز سے اختلاف نہ ہوگا

یہ حکم میرے لئے غیر متوقع تھا:۔ یہ حکم میرے لئے غیر متوقع تھا کہ اس حکم کے مطابق میری حیثیت 1932 کی سی ہوئی کہ میں کوئی حکم جاری نہیں کرسکتا اور نہ ہی قومی معاملات پر بلوچ سرداروں سے بات چیت کرسکتا ہوں حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ایسی ہی چند پابندیوں سے نجات پانے کے نے میں نے 1936 میں قائداعظم کو ریاست قلات کا آئینی مشیر مقرر کیا تھا بہ ہر حال اس اطلاع کے ملنے کے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قلات کے کئ وزیروں کو شہر بدر کردیا کچھ کو جیلوں میں ٹھوس دیا گیا

میری جبری گوشہ نشینی :۔ یہ طرز عمل بلوچوں کے خان کے نزدیک انگریزوں کے سلوک سے بھی بدتر تھا انگریز سمندر پار سے آیا اور ڈیڑھ صدی تک برصغیر پر پوری قوت سے قابض رہا اور لوگوں نے ان کی اطاعت کی وہ اپنی مقصد برابری کے لئے جس فرد کو استعمال کرتا تھا اسے عزت و حرمت کے مناسبت سے نوازتا تھا وہ قوموں کے مزاج اور ان کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کرتا

تھا اور اسی کی روشنی میں پالیسی وضع کرتا تھا مگر ہمارے حکمرانوں نے اسکے برعکس عمل کیا انہوں نے اپنے بے ہودہ طرز عمل سے ذلیل و رسوا کر کے مقصد نکالنے پالیسی کو اپنایا اور اس راہ میں کسی کے احسان کسی کی قربانی کسی کا ایثار کسی کا علم اور کسی کا تجربہ ان کے نزدیک بے وقعت تھا اب مجھے محض احکامات کی تعمیل کرنا تھی اور گوشہ نشینی میں وقت گزارنا تھا قلات پر اب براہ راست ایک پولٹیکل ایجنٹ کے ذریعے حکومت کرنے لگی تھی ۔ میرا فلاحی نظام معطل ہوگیا میرا نظام شریعت ختم کردیا گیا بلوچ پارلیمنٹ اور بلوچ کانفیڈریسی مفلوج ہوگئے میں قومی خدمت کی عظیم روایتی سعادت سے محروم کردیا گیا ۔ یہ تھا خان معظم میر احمد یار خان آمیر ریاستی بلوچستان کی سیاسی کہانی انکی اپنی زبانی ۔

باب چہاردہم

مکران کی جدائی پر شہزادہ عبدالکریم خان کا احتجاج:۔ خان معظم کے چھوٹے بھائی شہزادہ عبدالکریم خان ان دنوں مکران کے گورنر تھے جب کہ حکومت پاکستان نے کیچ کے سردار میر بائی خان گچکی کو کل مکران کا والی اور مکران کو قلات سے ایک علیحدہ ریاست تسلیم کرکے پاکستان کے ساتھ اس کے جداگانہ الحاق کو منظور کیا حکومت پاکستان کا یہ اقدام حکومت قلات کا پاکستان کے ساتھ باعزت اور قابل پذیرائی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کے خلاف ایک غیر دوستانہ اور غیر آئینی فعل تھا شہزادہ میر عبدالکریم خان نے بھی اسے دوسرے سنجیدہ اور باعزت بلوچوں کی طرح اپنی قومی بے عزتی اور توہین خیال کیا۔

اول ۔ میر عبدالکریم خان نظریاتی طور پر نیشنلسٹ اور بلوچ اتحاد کے حامی اور طلب گار تھے وہ تمام بلوچوں کو جمہوری بنیادوں پر ایک مرکز اور بلوچ جھنڈے کے سایہ تلے جمع اور مزلوط کرنے کے خواہاں تھے انہوں نے مکران کو قلات سے علیحدہ کرنے کو بلوچوں میں باہمی دشمنی قبائلی اور علاقائی منافرت اور قومی انتشار پھیلانے کا پیش خیمہ خیال کیا اسلئے وہ قلات کے تنڈمنڈ جسم سے ایک اور عضو کے کاٹ کر جدا کر دینے کو اصولی طور پر برداشت نہیں کر سکے۔

دوئم ۔ کہ شہزادہ عبدالکریم خان ایک بلوچ کی حیثیت سے اسے بھی اپنے لئے باعث طنزو تشنیع سمجھا کہ اسکے عہد گورنری میں ضلع مکران ریاست قلات سے علیحدہ کیا گیا۔

مکران کی جدائی پر رد عمل:۔ نواب بائی خان گچکی سردار کیچ کی اس مکروہ حرکت کو مکران کے عوام نے بھی پسندیدہ خیال نہیں کیا مکران کے سنجیدہ اور قوم پرست حلقوں نے اسے اپنی قومی توہین اور مکران کے نام پر سیاہ داغ کہا اور اسکی مذمت میں حکومت پاکستان اور خان قلات کے نام سینکڑوں احتجاجی تاریں بھیجی گئیں جنمیں نواب بائی خان کو مکران کا نمائیندہ تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا تھا۔

نواب بھائی خان کی جانشین کی احتجاج:۔ نواب بھائی خان کے صاحب زادے اور جانشین میر حمیداللہ خان گچکی نے بھی قوم اور وطن دوستی کا ثبوت دے کر اپنے والد کے خلاف مکران کے بلوچ عوام اور بلوچ کے ساتھ دیا

سردار پنجگور کا احتجاج:۔ مکران میں سردار پنجگور میر سر بلند خان گچکی نے نواب بھائی کو اپنے علاقے کا حاکم تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو احتجاجی تاریں بھیج دیں

شہزادہ عبدالکریم خان کا قلات آنا:۔ غرضیکہ نواب بائی خان گچکی سردار کیچ کی اس حرکت کے خلاف مکران اور قلات کے طول و عرض میں غم و غصہ کی ہر دوڑ گئ خان معظم کی طرف سے قلات کا پاکستان کا ساتھ الحاق کرنے کے اعلان کے بعد شہزادہ عبدالکریم خان مکران چھوڑ کر قلات چلے گئے

شہزادہ عبدالکریم خان اور قوم پرستوں کے درمیان صلاح مشورے:۔ جب ریاست قلات کے علاقہ مکران کا مملکت پاکستان کے ساتھ

الحاق ہوا تو شہزادہ عبدالکریم خان اور ریاست قلات کے قوم پرست بلوچ اسقدر مشتعل ہوچکے تھے کہ وہ پاکستان کی حکومت کے اس غیرآئینی اقدام پر احتجاج کے لئے بیتاب تھے لہذا خفیہ طور پر شہزادہ موصوف اور قوم پرستوں کے درمیان صلاح و مشورہ ہونے لگے کہ اس غیر آئینی حرکت پر کس طرح احتجاج کیا جائے قوم پرست دو گروہوں میں بٹ گیا ایک گروہ کا یہ خیال تھا کہ ہمسایہ ملک حکومت افغانستان کے تعلقات پاکستان سے ناخوشگوار ہیں لہذا بطور احتجاج بلوچستان کو خیر باد کرکے افغانستان ہجرت کرنا چاہیے اور افغانستان کی حکومت بلوچ قوم پرستوں کی حسب ضرورت کمک کریگا اس گروہ کے لوگ اکثریت میں تھے قوم پرستوں کا دوسرا گروہ جسمیں اس تاریخ کا راقم بھی شامل تھا شہزادہ موصوف کے افغانستان جانے کے حق میں نہیں تھا اس گروپ کی رائے یہ تھا کہ پاکستان میں رہ کر ریاست قلات کے خلاف حکومت پاکستان کے غیرآئینی اقدامات کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور آخر میں میں نے شہزادہ عبدالکریم کو افغانستان کے وزیراعظم شاہ محمود خان کے ایوان قلات کوئٹہ میں دوران قیام کے باتوں کا حوالہ دیکر جو انہوں نے شہزادہ موصوف کے بھائی خان معظم میراحمد یار خان خان قلات سے کیں کہ بین الاقوامی سیاست میں گول مول بات نہیں ہوتی ہے بلکہ کھل کر واضح بات ہوتی ہے ہم آپکے بلوچ قوم اور بلوچستان کے بارے میں اس وقت تک کوئی پالیسی اختیار نہیں کرسکتے جب تک ہم نے حکومت برطانیہ سے مشورہ نہیں کیا ہے میں نے شہزادہ صاحب سے کہا کہ جب ایک حکومت خود کو آزاد کہتا ہے اور اسکے ساتھ وہ کسی دوسری بڑی

حکومت کے مشورہ کے محتاج ہے تو وہ آپکی کیا مدد کریگا دوئم کہ حکومت افغانستان اس وقت تحریک پشتونستان کا علم بردار تھا وہ کسی صورت میں بھی بلوچ قوم پرستی کو ابھار کر مضبوط کرنے کے حق میں نہیں ہوسکتا تھا مکران کی بازیابی کیلئے ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے پاکستان میں رہ کر کرنا چاہئیے چونکہ قوم پرستوں کا پہلا گروہ جو افغانستان ہجرت کرنے کے حق میں تھے انکی اکثریت تھی لہذا انکی رائے دوسرے گروہ جو پاکستان میں رہ کر احتجاج کرنے کے حق میں تھا غالب آگئی۔

شہزادہ عبدالکریم خان افغانستان میں:۔ آخر کار 16 مئی 1948 ء کی رات کو شہزادہ عبدالکریم خان ان تمام قوم پرست ساتھیوں کے ساتھ افغانستان ہجرت کرنے کے حق میں تھے کردگاب کے مقام سے سرحد پار کرکے افغانستان کی حدود میں داخل ہوگئے اور سرلٹھ پر کارینز نظر محمد خان کے مقام پر ڈیرہ ڈال دیا

سرلٹھ پر بلوچ قبائل کا احتجاج:۔ شہزادہ میر عبدالکریم خان احمدزئی خان معظم خان قلات کا بھائی ہونے کے علاوہ شروع سے بلوچ قبائل میں ذاتی طور پر بہت ہر دلعزیز تھے ان کا سرحد پار جانا تھا کہ قلات کے باشندوں میں کھلبلی مچ گئی اور ایک مختصر عرصہ میں تقریباً چھ ہزار مسلح افراد سرلٹھ کے مقام پر شہزادہ موصوف کے پاس جمع ہوگئے۔

شہزادہ عبدالریم کو حکومت افغانستان کی طرف سے ہدایات:۔

حکومت افغانستان کی طرف سے شہزادہ عبدالکریم خان کو ہدایت کی گئی کہ بین

الاقوامی قوانین کی رو سے شہزادہ صاحب افغانستان کی سرحد پر بیٹھ کر پاکستان کے علاقہ کے خلاف آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے ہیں لہذا انکو مشورہ دیا گیا کہ وہ قندھار یا کابل آجائیں جہاں ایک پناہ گزین شہزادے کی حیثیت سے ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائیگا

۔ شہزادہ عبدالکریم خان کے کیمپ میں ایک بلوچ جاسوس :۔

شہزادہ عبدالکریم خان کے بعض معتبر ساتھیوں میں ایک سابق رسالدار میجر بیگ محمد سرپرہ تھا یہ شخص چند سال پہلے ریاستی بلوچستان کے فوج میں رسالدار میجر تھا انہوں نے دوران ملازمت فوجی فنڈ میں غبن کیا اور شہزادہ عبدالکریم خان فوج کے کماندار اعلی تھے چنانچہ شہزادہ موصوف نے انکو قید کرکے قسم قسم کے اذیتیں دے کر نوکری سے برخاست کیا اس درمیان میں کافی عرصہ گزرا انگریزوں کے جانے کے بعد بلوچستان میں سیاسی حالات بدل گئے اور ان حالات نے شہزادہ عبدالکریم کو مجبور کیا کہ وہ افغانستان ہجرت کریں جب سابق رسالدار میجر بیگ محمد کو شہزادہ موصوف کی بطرف افغانستان ہجرت کا علم ہوا وہ اپنے دور ملازمت میں غبن کیس میں جو اذیتیں برداشت کی تھیں انکا بدلہ چکانے کیلئے قوم پرستی کا لبادہ اوڑھ لیا اور شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہزادہ کی سادہ لوحی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے بے چوں و چرا انہیں مخلص اصحاب میں شامل کردیا اور اسکو اپنے ساتھ افغانستان جانیکی اجازت دی چونکہ شہزادہ موصوف اور انکے مخلص نوجوان ساتھیوں کو جن میں تجربہ کی بہت کمی تھی کسی نے بھی اس شیطان صفت رسالدار میجر کی قوم پرستوں کی برادری میں شمولیت پر اعتراض نہیں کیا

حالانکہ شہزادہ کے رفقاء کو رسالدار صاحب کی غبن کے پس منظر کی بات معلوم تھی رسالدار صاحب جتنا عرصہ شہزادہ عبدالکریم خان کے کیمپ میں رہا اسکا خفیہ رابطہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے قائم رہا اور اپنے کیمپ کے لحہ لحہ کے حالات وہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو بھیجتا تھا اور وہاں سے باقاعدہ ہدایات حاصل کرنے کے بعد شہزادے کے کیمپ میں ان پر قوم پرستوں سے عمل کرواتا رہا۔

شہزادہ عبدالکریم خان کا خفیہ طور پر اچانک قلات آنا:۔ دوران قیام سرلٹھ ایک دفعہ شہزادہ عبدالکریم خان خفیہ طور پر قلات کے مقام چھپر آئے اور قوم پرستوں کے چند چیدہ افراد نے ان سے ملاقات کی اور انہیں متنبہ کیا کہ وہ اب کسی قیمت پر واپس بلوچستان نہ آئیں جب تک کہ حکومت پاکستان انکے سارے مطالبات تسلیم نہیں کئے ہیں اگر انہوں نے یہ غلطی کی کہ واپس بلوچستان آئے تو حکومت پاکستان انکے مطالبات نہیں مانیگی اور بلوچ ملت کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کا سلسلہ شروع کردینگے بہرحال راقم کی ان سے ملاقات نہ ہوسکا مگر انکو بذریعہ پیغام مطلع کیا گیا کہ انکو جو مشورہ قوم پرستوں کے چیدہ افراد نے دی ہے وہ بلکل درست ہے آئیندہ اس پر عمل کریں اور اپنے کیمپ میں آئے جاسوسوں پر کڑی نگرانی رکھیں اور انکے مشوروں سے اجتناب برتیں۔

شہزادہ عبدالکریم کے مہاجر کیمپ میں صورت حال:۔ قلات میں یہ اطلاعات پہنچتی رہیں کہ شہزادہ عبدالکریم خان افغانستان کی پالیسی سے غیر مطمئین ہوکر واپس بلوچستان آنے کی سوچ رہے ہیں اس سلسلے میں انکے کیمپ میں موجود جاسوس رسالدار میجر بیگ محمد سرپرہ قلات کے پولٹیکل

ایجنٹ کی ہدایات کے مطابق میر عبدالکریم خان اور ان کے مخلص نوجوان قوم پرست ساتھیوں کو جو بالکل تجربہ کار نہ تھے ورغلا کر قلات آنے پر رضا مند کر رہا تھا چنانچہ اسکی آخرکار یہ پالیسی کامیاب ہوگئی اور شہزادہ میرعبدالکریم خان مع اپنے ساتھیوں کے قلات واپس جانے پر رضا مند ہوگیا

شہزادہ عبدالکریم کی بلوچستان واپسی:۔ شہزادہ عبدالکریم خان نے اپنی ہجرت کے تین ماہ بعد سرلٹھ کا کیمپ توڑ کر 8 جولائی 1948ء کو ایک مختصر لشکر کے ساتھ واپس قلات کا رخ کیا جب وہ حدود ریاست قلات میں پہنچا اور انکی داخلہ کی خبر پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو ملی تو ان کی گرفتاری کیلئے فوراً کوئٹہ سے فوج طلب کر لی۔ ۔

شہزادہ عبدالکریم ایک رات مند حاجی اور دوسری رات شیخڑی میں کیمپ کرنے کے بعد ہربوئی کے پہاڑ پر پہنچے یہاں پر مسٹر۔ ڈی ۔ وائی ۔ فیل جو نواب زادہ اسلم خان کے بعد قلات کے وزیراعظم مقرر ہوئے تھے ان سے ملنے آئے مسٹر فیل کے ساتھ قلات کا نائب الحکومت حاجی میرابراہیم خان لنگی اور اس تاریخ کا راقم بھی تھے شہزادہ کے لشکریوں نے مسٹر فیل کو جب وہ پہچان نہ سکے قلات اسٹیٹ فورس کے کچھ سپائیوں کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھ کر ان پر گولیاں چلائیں لیکن جب گولیاں چلنے بند ہوگیں تو راقم تاریخ اور نائب الحکومت حاجی میرابراہیم خان بغیر سپائیوں کے آگے بڑھے جنہیں شہزادہ کے ساتھیوں نے فوراً پہچان لیا انہیں اطلاع دی گئی کہ شہزادہ موصوف سے قلات کے وزیراعظم مسٹر فیل ملنے آرہے ہیں راقم تاریخ اور حاجی میرابراہیم خان مسٹر فیل کی راہبری

کرتے ہوئے انہیں شہزادہ صاحب کے پاس لے آئے ۔

پاکستانی فوج اور شہزادہ عبدالکریم خان کے لشکر میں جھڑپ :۔

جب مسٹر فیل وزیراعظم قلات ہمراہ راقم اور نائب الحکومت قلات میر ابراہیم خان شہزادہ عبدالکریم خان کے کیمپ میں ان سے گفت و شنید کر رہے تھے تو قلات اسٹیٹ فورس کے دستہ نے جو مسٹر فیل کی حفاظت کیلئے انکے ساتھ تھا ان میں سے دو سپاہیوں نے پاکستانی فوج کو جو قریب ہی تھا وزیراعظم پر گولیاں چلانے اور پھر اسے گرفتار کر کے لے جانے کی غلط اطلاع دے دی یہ اطلاع پاتے ہی پاکستانی فوج کے ایک دستہ نے شہزادہ میر عبدالکریم خان کے لشکر پر حملہ کر دیا طرفین میں تھوڑی دیر گولیاں چلتی رہیں لیکن بہت جلد وزیراعظم قلات مع راقم اور نائب الحکومت قلات موقع پر پہنچ کر پاکستانی فوج کے دستہ کو واپس بھیج دیا اس جھڑپ میں شہزادہ کے لشکر سے ایک آدمی مارا گیا اور ایک زخمی ہوا ۔

شہزادہ عبدالکریم خان کو مسٹر فیل وزیراعظم کی یقین دہانی :۔

مسٹر ڈی ۔ وائی ۔ فیل وزیراعظم قلات نے شہزادہ عبدالکریم خان کو یقین دلایا کہ ان کے تمام مطالبات مان لئے گئے ہیں اب اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان سے اور انکے رفیقوں سے کوئی خاص بازپرس اور مواخذہ نہیں ہوگا بہر حال صورت حال جو بھی تھی شہزادہ میر عبدالکریم خان حکومت پاکستان کے ساتھ صلح اور سمجھوتہ کرنے پر رضامند ہوئے اور یہ طے پایا کہ پولیٹیکل ایجنٹ کے روبرو جو ہزنوئی بنگلہ پر تھے قرآن پر تحریری سمجھوتہ پر دستخط کر دیئے جائینگے ۔

شہزادہ عبدالکریم خان کا اپنے لشکر کو منتشر کرنا :۔ شہزادہ

میر عبدالکریم خان نے اپنے تمام لشکر کو منتشر ہوکر اپنے اپنے گھروں کو جانے کی ہدایت کر دی بلکہ لشکریوں کے انکار پر ان کی منت سماجت کرکے منتشر ہونے پر مجبور کر دیا انکے ساتھ صرف دو سو آدمی ایسے رہ گئے جو کسی صورت میں بھی شہزادہ کا ساتھ چھوڑنے پر رضامند نہ تھے ان کو ساتھ لیکر شہزادہ عبدالکریم خان مسٹر فیل کے ساتھ پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملنے ہزلوئی کے بنگلہ کی طرف چلے اٹھا. راہ میں مسٹر فیل ان کی اجازت سے ان سے پہلے پولیٹیکل ایجنٹ سے معاملہ صاف کرنے کی غرض سے آگے بڑھے اور شہزادہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ توقف کیا اور پھر روانہ ہوئے جب ہزلوئی کے بنگلہ کے قریب پہنچے مسٹر ڈی ۔ وائی ۔ فیل وزیراعظم قلات اور خان بہادر شیرزمان خان پولیٹیکل ایجنٹ قلات اس سے ملے اور انہیں بنگلہ میں لے گئے پاکستانی فوج کا ایک دستہ جو باہر کھڑا تھا بنگلہ ہزلوئی اور شہزادہ کے دوسو ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا مسٹر فیل نے شہزادہ میر عبدالکریم خان کو افسوس کے ساتھ اطلاع دی کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات اسکے طے شدہ فیصلہ سے متفق نہیں لیکن ان کا فیصلہ برقرار ہے اور وہ اسے عملی صورت دینے کیلئے اپنی طرف سے ہر ممکن جدوجہد کریگا پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے شہزادہ صاحب کو اپنے لشکریوں سے ہتھیار رکھوا دینے کو کہا چنانچہ شہزادہ میر عبدالکریم خان کے کہنے پر ان کے تمام ساتھیوں جو اس وقت پاکستانی فوج کے مکمل گھیرے میں تھے ہتھیار ڈال دئے قرآن کا فیصلہ اپنے جگہ پر رہ گیا۔

شہزادہ عبدالکریم خان مچھ جیل میں مع ساتھیوں کے:۔ الغرض شہزادہ میر عبدالکریم خان اور اسکے دو سو ساتھیوں کو ہزلوئی میں گرفتار کرکے

پاکستانی فوج کے پیرہ میں قلات لایا گیا اور اسی رات نو بجے انہیں فوج کی کڑی نگرانی میں کوئٹہ اور مچھ کے جیل خانوں میں لے جایا گیا۔

شہزادہ میر عبدالکریم خان کے ساتھ چیدہ قبائلی افراد کے نام:۔

بلوچ قبائلی لشکر کے وہ دو سو آدمی جو کسی صورت میں بھی شہزادہ عبدالکریم خان کے سنگت کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے انکے اہم آدمیوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ میر محمد حسین عنقا ۲۔ مولوی محمد افضل ذگر مینگل ۳۔ ملک محمد سعید ۴۔ میر عبدالواحد کرد ۵۔ میر محمد خان رئیسانی نائب تحصیلدار ۶۔ صوبیدار عبدالرحمن سمالانی ۷۔ مولوی عبدالرحمن ۸۔ مولوی فقیر محمد ۹۔ مولوی اللہ یار ۱۰۔ مولوی داد محمد ۱۱۔ مولوی محمد اسماعیل ۱۲۔ مولوی فتح محمد ۱۳۔ رحمت اللہ ۱۴ ٹکری محمد وفا شادانی ۱۵۔ ٹکری پسند خان سرپرہ ۱۶۔ ٹکری محمد وفا لانگو ۱۷۔ ٹکری فتح محمد سرپرہ جمعدار تھانہ کردگاپ ۱۸۔ حوالدار میر جمعہ خان سرپرہ ۱۹۔ ٹکری عزیز اللہ سرپرہ ۲۰۔ حاجی میر مراد خان سرپرہ ۲۱۔ میر غلام فاروں رودینی ۲۲۔ محمد خان سوار ۲۳۔ مینگل خان سوار

میر گوہر خان زرک زئی کی شورش:۔ شہزادہ عبدالکریم خان کے سرحد پار جانے کے بعد سراوان اور جھالاوان کے باشندوں میں بہت بے چینی پھیلی اسکے نتیجے میں سراوان کے باشندے جو افغانستان کی سرحد سے قریب تھے بڑی تعداد میں سرحد پار کر کے شہزادے سے جا ملے لیکن جھالاوان کے باشندوں کیلئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ انہوں نے میر گوہر خان زرک زئی کی قیادت میں جھالاوان میں اپنی جمع آوری شروع کر دی اس دوران قلات سے خضدار جانے والی ڈاک۔

لاری کو لوٹا گیا ۔ ایک مہینے کے مختصر عرصے میں سینکڑوں جانثار قوم پرست میر گوہر خان زرک زئی کے پاس جمع ہوگئے جس دن شہزادہ میر عبدالکریم خان ہربوئی کے پہاڑ پر پہنچے میر گوہر خان زرک زئی اپنے لشکر کے ساتھ ان سے ملاپ کرنے روانہ ہوئے لیکن دوران سفر انہیں معلوم ہوا کہ شہزادہ میر عبدالکریم خان کو پاکستانی فوج نے گرفتار کیا چنانچہ میر گوہر خان واپس ہوکر اپنے لشکر کو منتشر کردیا اور خود اپنے کو گرفتاری کیلئے حکومت پاکستان کے حوالے کردیا حکومت انکو چند مہینے قید کرنے کے بعد آئندہ پرامن رہنے کی ضمانت پر رہا کردیا ۔

حکومت پاکستان کا قلات ریاستی بلوچستان کے نظام کا تہ و بالا کرنا :۔

شہزادہ عبدالکریم خان اور انکے ساتھیوں کی گرفتاری کے دوران دو دن بعد حکومت پاکستان نے قلات ریاستی بلوچستان کے انتظامیہ کو تہ و بالا کردیا ۔ ایجنٹ گورنر جنرل نے قلات آکر خان معظم میر احمد یار خان کو حکم دیا اور مطلع کیا کہ حکومت پاکستان نے ریاست قلات کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھوں میں لینے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ قلات ریاستی بلوچستان کی کابینہ کے وزراء کو برطرف کردیا گیا ۔

۱ ۔ مسٹر ڈی ۔ وائی ۔ فیل وزیراعظم کو فوری نوٹس پر نہ صرف ملازمت سے علیحدہ کیا گیا بلکہ انہیں جلد از جلد بلوچستان سے نکل جانے کی بھی ہدایت کردی گئی ۔

۲ ۔ مولوی منیر احمد خان انصاری وزیر داخلہ کو بارہ گھنٹہ کے اندر قلات شہر سے بدر کیا گیا ۔

۳ ۔ محمد عظیم خان احمد زئی سلیمان خیل وزیر دربار کو بھی بارہ گھنٹے کے نوٹس پر

قلات شہر سے بدر کیا گیا۔

۴ ۔ سردار بہادر حاجی میر بہرام خان ہٹڑی وزیر عدلیہ کو کوئٹہ لاکر میونسپل حدود میں نظر بند کر دیا گیا۔

۵ ۔ میر لعل بخش ذگر ینگل تحصیلدار سید احمد شاہ ہاشمی تحصیلدار ملک پناہ تحصیلدار کو تحصیلداری کے عہدوں سے برخاست کر دیا گیا۔

۶ ۔ ملک فیض محمد خان یوسف زئی کو سیکرٹری ٹرانسپورٹ کے عہدہ سے برخاست کیا گیا۔

۷ ۔ ملک عبدالریم خواجہ خیل ناظم تحصیل قلات کو منصب ناظمی سے ہٹایا گیا۔

۸ ۔ آغا میر حاجی خان احمد زئی ۔ حاکم اعلیٰ سراوان ۔ آغا نصیر خان احمد زئی حاکم اعلیٰ جھالاوان ۔ میر مولا بخش ملازئی ۔ حاکم اعلیٰ کچھی کو حکومت پاکستان کی طرف سے حکم ملا کہ وہ قلات آکر اپنا حاضری رپورٹ پیش کریں ۔

ان کے علاوہ قلات انتظامیہ میں بیسیوں دوسرے چھوٹے بڑے ملازموں کو جن پر قلات کی وفاداری کا ذرہ بھر شبہ تھا ملازمتوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔

قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی خلاف قانون قرار دی گئی :۔ پاکستان کی مرکزی حکومت کی طرف سے ایک خاص اعلان کے ذریعے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی کو پاکستان بھر میں خلاف قانون جماعت قرار دے دیا گیا پارٹی کے بزرگ لیڈر میر غوث بخش بزنجو ۔ مولانا محمد عمر ۔ مولانا عرض محمد میر گل خان نصیر کو بہ حکم حکومت پاکستان گرفتار کیا گیا غرضیکہ قلات ریاستی بلوچستان کے باشندوں کے ساتھ ایک محلقہ ریاست کے باشندوں کا سا سلوک روا نہیں رکھا گیا

بلکہ ان کے ساتھ ایک مفتوحہ ملک پر فاتح قوم کے کردار کا سا مظاہرہ کیا گیا اور حکومت پاکستان نے اپنی طرف سے براہ راست ایک مقرر کردہ ریٹائرڈ آفیسر محمد ظریف خان کو قلات ریاستی بلوچستان کا وزیر اعظم مقرر کر کے قلات بھیجا اسکے دور کے واقعات و حالات کو مناسب موقع پر بیان کیا جائیگا۔

شہزادہ عبدالکریم خان کے افغانستان ہجرت پر تبصرہ:۔ قسمت کی شومی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند دوچار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گئے قلات ریاستی بلوچستان کے بلوچوں کو دوران قیام خداداد اسلامی مملکت پاکستان برے دن دیکھنے اسلئے نصیب ہوئے کہ اس دور میں بلوچ حکمران بلوچ مدبر۔ بلوچ قوم پرست دانا۔ سب سادہ لوحی کے شکار تھے جسکی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ خان معظم میر احمدیار خان۔ خان قلات آزادی ہند کے دوران 1947 ء میں نئی دہلی میں موجود تھے اسی دوران قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کے بارے میں بھی گفت و شنید ہمراہ قائداعظم مسٹر محمد علی جناح وجود میں آنے والے خداداد مملکت اسلامی پاکستان کے ہونے والے گورنر جنرل سے جاری تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مورخہ 4 اگست 1947 میں گورنر جنرل وائسرے ہند لارڈ مونٹ بیٹن کے زیر صدارت قلات ریاستی بلوچستان کی آزادی کے بارے میں نئی دہلی میں ایک میٹنگ ہوئی جسمیں خان معظم میر احمدیار خان۔ خان قلات۔ نواب زادہ اسلم خان وزیر اعظم قلات۔ لارڈ ازے قانونی مشیر وائسرے کے قائداعظم محمد علی جناح مسٹر لیاقت علی خان سر سلطان احمد مشیر قانونی ریاست قلات نے شرکت کیا میٹنگ کے بعد ریاست قلات اور وجود میں آنے والے پاکستان کی حکومتوں

نے چار نقاط پر مشتمل ایک معاہدہ جاریہ پر دستخط کئے جسکے نیچے میں حکومت برطانیہ ہند نے 11 اگست 1947ء کو نئی دہلی کے ریڈیو اسٹیشن سے ریاستی بلوچستان امعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کی باقاعدہ آزادی کا اعلان کردیا اس معاہدہ کی میٹنگ میں اپنے وقت کے تمام جہاں دیدہ ۔ تجربہ کار ۔ سیاست کار سمجھدار بڑے بڑے عہدوں پر فائز حضرات تشریف فرما تھا مگر کسی ایک نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اگر فریقین معاہدہ میں سے کوئی ایک فریق معاہدہ کے ماننے سے منحرف ہوجائے تو وہ کونسی تیسری سپر پاور ہوگی جو فریق منحرف کو پابند معاہدہ کرے اگر میٹنگ کے دیگر حضرات کو یہ سوال ذہین میں نہیں آیا چونکہ یہ مسئلہ سوفی صد خان معظم خان قلات سے متعلق تھا لہذا وہ خود اس نقطہ کو میٹنگ میں زیر بحث لاتے مگر انہوں نے بھی اس نقطہ پر غور نہیں کیا شاید انکو یہ گماں بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح جیسے قانون دان اور باضمیر اور بااصول شخص اور انکے صمیمی دوست منحرف ہوسکینگے ۔ چنانچہ اسلامی مملکت خداداد پاکستان وجود میں آگئی تو اس حکومت کو ریاست قلات کے ساتھ معاہدہ جاریہ کی شرائط کی پابندی کرنا چاہیے تھا مگر چونکہ اسلامی مملکت خداداد پاکستان اپنے کو ریاست قلات کے نسبت زیادہ طاقت ور سمجھتا تھا اور فریقین معاہدہ کے درمیان کوئی تیسری ضامن سپرپاور وجود نہیں رکھتا تھا اسلئے حکومت اسلامی خداداد پاکستان نے اپنے طاقت کے زعم میں آکر معاہدہ جاریہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ریاست قلات سے غیر مشروط طور پر الحاق کرنے کا مطالبہ کیا جب اسلامی مملکت خداداد پاکستان کے ارباب حل و عقد نے

الحاق کے بارے میں ریاست قلات کے حکمران میر احمد یار خان کی ہچکچاہٹ کو محسوس کی تو وہ معاہدہ جاریہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو کر جام لسبیلہ ۔ سردار خاران ۔ کیچ کے سردار کو تمام مکران کا والی تسلیم کر کے ان تینوں سرداروں کے الحاق نامے کو منظور کی جب قلات ریاستی بلوچستان کے ان تینوں سرداروں نے حکومت پاکستان سے الحاق کیا ریاستی بلوچستان سراپا احتجاج بن گیا شہزادہ میر عبدالکریم خان افغانستان ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا مگر قوم پرست نوجوانوں کا دوسرا گروپ جو ہجرت کے حق میں نہیں تھا وہ چاہتا تھا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے پاکستان کے اندر رہ کر احتجاج کیا جائے بہر حال شہزادہ میر عبدالکریم خان قوم پرستوں کے پہلے گروہ کے ساتھ ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے اب اس صورت حال میں حالات کا تقاضا یہ تھا کہ شہزادہ صاحب مع اپنے ان تمام قوم پرست نوجوانوں کے بین الاقوامی قانون کے مطابق سرحد افغانستان سے ہٹ کر دارالخلافہ افغانستان چلے جاتے اور وہیں پر قیام کر کے اپنے مطالبات کے سلسلے میں حکومت پاکستان سے رابطہ قائم کر کے گفت و شنید کرتے اپنے مطالبات منوانے کے بعد واپس پاکستان آتے مگر ان سب کی سادہ لوحی کے سبب اس سیاسی ڈرامے میں سابق رسالدار میجر بیگ محمد سربرہ ۔ جو ولین کا کردار ادا کر رہا تھا اسے درمیان سے ہٹانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا اس سیاسی ڈرامے میں ہیرو مع اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ پابند سلاسل ہوا اور ولین ہر مقام پر کامیاب ہو کر حکومت پاکستان سے خراج تحسین حاصل کرتا رہا۔

شہزادہ میر عبدالکریم خان کے کیس کے فیصلہ کیلئے جرگہ کی تشکیل

تشکیل :۔ شہزادہ میر عبدالکریم خان اور انکے ساتھیوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت کیلئے حکومت پاکستان نے مندرجہ ذیل سرداران بلوچستان کا ایک جرگہ تشکیل دیا۔ قلات سے سیداورنگ شاہ و سردار نور محمد خان بنگل زئی کوئٹہ سے صاحب زادہ محمد ایوب خان اور خان عبدالغفار خان اچکزئی سبی سے سربراہ سردار سیردودا خان مری و سردار دہاب خان پانیزئی لورلائی سے سردار باز محمد خان اور شیخ باز گل خان پر مشتمل ایک اسپیشل جرگہ تشکیل دیا جرگہ نے 10 نومبر 1948 ء میں بہ مقام مچ مقدمہ کی سماعت شروع کرکے 17 نومبر 1948 ء کو اپنی رائے دی جسکے بعض اقتباسات جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں انکو تحریر کیا جاتا ہے۔

رائے جرگہ :۔ یہ مقدمہ 10 نومبر 1948 ء میں ہم اہلیان جرگہ کے سامنے پیش ہے تمام ملزمان اور گواہاں استغاثہ کے بیانات ہم نے ان کی موجودگی میں سنے اور ان سے زبانی بھی ضروری دریافت کی جسن، ملزمان نے صفائی کے گواہ پیش کیئے ہم نے ان کی موجودگی میں اپنے روبرو ان کے تمام بیانات تحریر کروائے اسکے علاوہ مثل مقدمہ کے تمام حالات بھی ہماری سماعت میں آئی اس مقدمہ کے حالات یوں ہیں شہزادہ عبدالکریم خان مکران کا گورنر تھا جب مکران کے سردار بھائی خان نے مکران کو ایک علیحدہ ریاست تصور کرتے ہوئے پاکستان میں شمولیت اختیار کی تو شہزادہ عبدالکریم خان اسکو اپنی حق تلفی سمجھا اور 16 مئی 1948 کو ملازمان فورس اور ملازمان نجی کو ہمراہ لے کر بذریعہ لاری رات کے

تین بجے مستونگ پہنچے اور مستونگ میں اس نے محمد حسین عنقا ایڈیٹر بولان عبدالواحد کرد تحصیلدار سپلائی ۔ ملک محمد سعید سابق تحصیلدار مکران اور مولوی محمد افضل مدرس دارالعلوم کو ساتھ لیا اسی رات کو مستونگ سے اسی لاری سے سوار ہوکر 17 مئی 1948 ۔ کو طلوع آفتاب کے وقت کردگاب پہنچا یہاں سے لاری کو واپس کردیا اور کیمپ کا سامان خیمے اور راشن وغیرہ کو اونٹوں پر لادا گیا کیمپ اسی دن شام کو کاریز تکری علاقہ افغانستان میں پہنچا ایک رات وہاں بسر کرنے کے بعد دوسرے روز کیمپ سرلٹھ لے جایا گیا سرلٹھ میں کیمپ 7 جولائی 1948 ۔ تک مقیم رہا اور 8 جولائی 1948 ۔ کو واپس قلات روانہ ہوا شہزادہ صاحب اور اسکی کیمپ کی تعداد 128 تھی ہزنوئی کے مقام پر پاکستانی فوج ان کو گرفتار کرلیا بعد میں بیس آدمیوں کو غیراہم سمجھ کو چھوڑ دیا گیا ۔ لیکن ان سے پانچ سو روپے کی نیک چلنی کی ضمانتیں تین سال کیلئے لی گئیں ایک شخص کو کم عمری کے باعث رہا کیا گیا اس مقدمہ کے سلسلے میں 127 اشخاص جیل مچھ میں زیر حراست ہیں ۔ اگرچہ ابتداء میں شہزادہ صاحب کے ساتھ محمد حسین عنقا عبدالواحد کرد ۔ ملک محمد سعید ۔ مولوی محمد افضل 16 ملازمان اسٹیٹ فورس اور آٹھ ملازمان نجی سرلٹھ میں گئے تھے بعد میں دوسرے لوگ محض خود بخود بعض شہزادہ صاحب کے طلب کرنے پر اور بعض اس پارٹی کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر وہاں کیمپ میں پہنچے تھے اس وقت 127 اشخاس زیر حراست ہیں اور جنکے خلاف مقدمہ چل رہا ہے ان میں سے ایک سو اشخاص سرلٹھ جاکر شہزادے کے لشکر میں شامل ہوکر اور واپسی پر پاکستانی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہونا تسلیم

کرتے ہیں باقی 27 اشخاص سرلٹھ جانا تسلیم نہیں کرتے اس پارٹی کا سرغنہ شہزادہ عبدالکریم ہے جو یہ تسلیم کرتا ہے کہ 16 مئی 1948 ۔ سے لے 10 جولائی 1948 تک وہ اپنے لشکر کے ساتھ سرلٹھ میں مقیم رہا وہ کہتا ہے کہ وہ پاکستان گورنمنٹ کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کیلئے سرلٹھ نہیں گیا تھا اس کا ارادہ یہ تھا کہ سرلٹھ میں مقیم رہ کر پاکستان گورنمنٹ سے مکران کی واپسی کا مطالبہ کرے لیکن شہزادہ صاحب کا یہ بیان وجوہات ذیل کے باعث سچائی پر مبنی نہیں ہے۔

۱۔ اگر شہزادہ پر امن طریقوں سے مکران کی واپسی کا خواہاں ہوتا تو اسکو قلات سے باہر دوسری سلطنت میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔

۲۔ عالموں اور عنقا جیسے سیاسی آدمیوں کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

۳۔ سرحد پیچ کر نکریوں اور مزید معتبروں کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔

۴۔ قندھار اور کابل سے خط و کتابت کرنے اور ملک سعید کو قندھار اور کابل بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

۵۔ سرلٹھ میں مزید اسلحہ خریدنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ اسٹیٹ فورس کے ملازم اور پبلک کے دیگر اشخاص پہلے سے مسلح تھے۔

۶۔ سندھ سے محمد یوسف اور نور محمد کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔

۷۔ جب ارادہ پر امن رہ کر مکران حاصل کرنے کا تھا تو کیمپ میں طلب کردہ اشخاص کے علاوہ دوسرے آدمیوں کے جانے پر ان کو پاکستان یا سرداران قلات کا جاسوس کیوں گردانا گیا۔ مثلاً جب شکر شاوانی اور محمد عمر اباجی شہزادہ کے

کیمپ میں گئے تو انہیں جاسوس سمجھ کر بے عزت کیا گیا اور کئی دن حراست میں رکھا گیا محمد عمر اباکی کی داڑھی مونچھ اور آبرو کے بال صفا کرا دیئے گئے اس سے ایک بندوق اور 27 دانہ کارتوس چھین لئے گئے سومر موٹر سائیکل سوار لیویز مچھ جو کہ کردگاب میں ڈیوٹی پر تھا گھسیٹا اور بے عزت کیا گیا اسکی موٹر سائیکل چھین لی گئی۔

۸۔ کتاب میں ایسی کتابیں لے جائی گئیں جنمیں انقلاب پیدا کرنے کے حالات درج ہیں ان کے وہاں لے جانے کی کیا ضرورت تھی دل بہلانے کیلئے دیگر کتابیں یا ناول لے جاسکتے تھے لیکن وہاں گوالا والا قربانی جاپانیز انقلاب اور لینن وستالن کی کتب لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

۹۔ جب دل صاف تھا تو منگوچر میں ملٹری کی لاریوں کو دیکھ کر راستہ تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

۱۰۔ کشاں میں پہنچ کر آگے بطرف قلات جانے میں لیت و لعل کرکے اپنی شرائط منوانے کی کوشش کیوں کی۔

۱۱۔ جبکہ ہزہائی نس نے بذریعہ اعلان مورخہ 1958-5-24 (گزٹ ہے) شہزادہ اور اسکی پارٹی کو باغی قرار دے دیا گیا اور اس امر کی تشہیر ہر جگہ ہو چکی تھی تو اسکے بعد جب شہزادہ صاحب کو حسب ہدایات ہزہائی نیس والی قلات حاجی محمد ابراہیم خان اور مولوی تاج محمد واپس بلانے کو گئے تھے او اس نے ان کے ہمراہ واپس آنے سے کیوں انکار کیا۔

۱۲۔ فراریوں کے عام اصول ہیں کہ وہ بغیر اطلاع و اجازت کے واپس نہیں آتے

ہیں لیکن شہزادہ صاحب اور اسکی پارٹی بغیر اطلاع کے حدود پاکستان میں داخل ہوتی ہے۔

یہ تمام وجوہات ایسی ہیں جن سے ثابت ہوا ہے کہ شہزادہ صاحب کا رویہ پاکستان کے سخت برخلاف تھا اور اسکا مطلب یہ تھا کہ وہ سیاسی اور علماء کی جماعت سے امداد حاصل کرکے ایسی تحریرات اور فتوئ جات جاری کرائے جس سے عوام کے دل حکومت پاکستان سے کشیدہ اور بدظن ہوجائیں اور اسکی پارٹی کو ترجیح دے کر اسمیں شمولیت اختیار کریں اور جب اسکی پارٹی کی تعداد کافی حد تک بڑھ جائے اور ادھر سے کشمیر میں پاکستان اور ہندوستان کی لڑائی زور پکڑ جائے تو ادھر سے یہ پارٹی مکران اور لسبیلہ وغیرہ پر حملہ کرکے بدامنی پھیلانا شروع کردے اور حکومت پاکستان کو گونا گوں تکالیف میں ہسلا کرکے شہزادہ صاحب اپنے ارادہ میں کامیاب ہوجائیں ان حالات میں شہزادہ عبدالکریم خان پاکستان کے خلاف سازش اور بغاوت کرنے کا مجرم ہے۔ لیکن یہ پاکستان کے افسران اعلیٰ کے حسن انتظام کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب نہیں ہوسکا کیونکہ پنجپائی کے محاذ پر پشین اسکاوٹ اور کردگاب کی طرف ژوب ملیشیاء اور پاکستان کی فوج کو مقرر کردیا گیا تھا تاکہ اس طرف سے شہزادہ کے پاس مزید نفری اور راشن نہ پہنچ سکے شوراوک میں غلہ کی پیداوار عموماً کم ہوتی ہے اور گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں امسال وہاں غلہ اور بھی بہت کم پیدا ہوا تھا اسلئے وہاں غلہ بہت گراں اور نایاب تھا اگر غلہ قدرے ملتا تھا تو اسکی پسائی کا کوئی انتظام نہیں تھا وہ بھون کر ٹینوں میں پک کر کھانا پڑتا تھا اسلئے جب اس

کے کیمپ کے افراد پر یہ واضح ہوگیا کہ اب پاکستانی حکام نے معاملہ پر بخوبی کنٹرول کرکے قابو پالیا ہے اور نفری اور رسد رسانی کی امداد ریاست اور پاکستانی علاقہ سے مشکل ہے اور نیز اس وجہ سے کہ اس طرف سے حکومت افغانستان کی جانب سے بھی کیمپ پر سختی کی گئی اور کہا گیا کہ حکومت افغانستان کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ دو حکومتوں کے درمیان خودساختہ تیسری حکومت بن کر مقیم رہے جس سے ہر دو حکومتوں کے تعلقات خراب ہوں اسلئے شہزادہ صاحب کو چاہئیے کہ وہ یا تو قندھار میں آکر رہے یا واپس چلا جائے جب اس قسم کی سختیاں شروع ہوئیں تو مجبوراً اس پارٹی نے واپسی کی راہ اختیار کی۔

سرلٹھ کیمپ میں پہنچ کر اس پارٹی نے پاکستان کے خلاف جو فتویٰ جات اور تحریرات جاری کرکے مشتہر کرائی ہیں اس کے مسودہ جات شامل مثل ہیں ان میں (ا گز بٹ) قابل ملاحظہ ہیں۔ (ا گز بٹ) منجانب علمائے مجاہدین بلوچستان ایک فتویٰ جاری کیا گیا ہے جو کہ پاکستان کے ملازموں خاص کے سپاہیوں کے نام ایڈریس کیا گیا ہے۔" پاکستان کے مسلمانوں اور ملازموں کو واضح ہو کہ وہ فرمان روائے پاکستان محمد علی جناح ہے جو خوجہ مذہب رکھتا ہے اسکے وزیر لیاقت علی خان رافضی۔ عبدالرب نشتر دہریہ۔ ظفر اللہ خان قادیانی کافر ہیں اور مذہب اسلام کے ہرگز خیرخواہ نہیں ہیں مسٹر جناح خاص کر مسلمانوں کے بیخ کنی پر تلا ہوا ہے اس لئے مختلف تدابیر اختیار کرکے اس نے مخلوق خدا کو ایک دوسرے کا دشمن بنا کر خون ریزی میں دھکیلا ہے اس شرارت کے باعث پنجاب برباد ہوا اگر بیرونی امداد نہ آتی تو پنجابیوں کی نسل دنیا سے ختم

ہوجاتی اس مقصد کی خاطر اب وہ بلوچستان ۔ سندھ اور سرحد کے مسلمانوں کے درپے ہے اور انہیں آپسمیں لڑانا چاہتا ہے شہزادہ غازی عبدالکریم خان بلوچستان کے علماء دین ۔ مجاہدین اور دوسری اقوام کے معتبرین اور مشیروں کے صلاح و مشورے سے مختلف قوموں سے جم غفیر لیکر افغانستان کی سرحد پر گئے ہیں تاکہ مندرجہ ذیل بالا کفر اور مکر کے دفع کرنے کی صورت نکالی جائے اور خالص اسلامی حکومت قائم کرکے شریعت محمدی صلم کا جھنڈا بلند کریں ہم نے مسلمانوں کو اس مقصد اسلامی کیلئے دعوت دی ۔ الحمداللہ کے برٹش بلوچستان ریاست قلات مشتمل بر سراوارن ۔ جھالاوان ۔ مکران ۔ خاران ۔ لسبیلہ اور ریگستان ایران ۔ افغانستان ۔ سندھ اور سرحد وغیرہ کے باشندے لبیک کہہ کر اس خالص اسلامی اتحاد و اتفاق میں ہمارے ساتھ دوش بہ دوش سرگرم ہوچکے ہیں اور مجاہدین کے حکم کے منتظر ہیں چنانچہ ہر روز ان کے آدمی اور خطوط و پیغامات برابر ہمارے پاس آرہے ہیں پاکستان کے ان ملازموں سے بالعموم اور سپاہیوں کو بالخصوص اسلامی دعوت ہے کہ ہمارے اس اسلامی اتحاد و اتفاق سے انکار نہ کریں اور پہلوتہی نہ کریں بلکہ اپ سب پر اسلامی فرض ہے کہ جو آدمی بھی اس اسلامی مقصد کیلئے خدمت کرنے آئے جائے تاکہ باہمی تعاون سے اسلام کے ان دشمنوں اور ملت و مذہب کے غداروں کو ختم کیا جاسکے کیونکہ ہم رہزن چور نہیں ہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کو تکلیف میں ڈالیں اگر اس سرحد پر ہمارا مقابلہ غیر مسلم یا ایمان کے محروم پاکستانی لوگوں سے ہوجائے وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر ایک مسلمان سپاہی ہو تو ہمارے

لئے مشکل ہوگا کیونکہ دونوں کا نقصان ایک ہی گھر کا نقصان ہے اور یہی ان دشمنان اسلام کا مقصد ہے لہذا آپ تمام مسلمان بھائیوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اپنی ملازمت بیشک کریں لیکن کام میں سختی اور دلچسپی نہ لیں اور اپنے آپ کو دینی و دینوی نقصان میں نہ ڈالیں کیونکہ اصول اسلامی کی روشنی میں جو بھی ہم میں سے نقصان پائے گا تو شہید اور غازی اسلام کہلائے گا اور آپ میں سے اس خالص جہاد اسلامی کی مخالفت میں جو جانی نقصان پائیگا تو وہ خوک اور سور (جسے عرف عام میں کہا جاتا ہے) ہوگا اور خدا اور اسکے رسول صلعم کے نزدیک سنگین سے سنگین مجرم ہوگا ہم نے یہ اسلامی برادری کا حق ادا کیا اور آپ کو بروقت مطلع کیا تاکہ قیامت کے روز آپ کیلئے کوئی محبت اور دلیل باقی نہ رہے اگر آپ نے اس اطلاع کے باوجود ناجائز طمع کیلئے سخت رویہ اختیار کیا جس سے کوئی معاملہ پیش آئے یقیناً دونوں جانب کے نقصان حق وبال خدا اوراسکے رسول صلعم اور مخلوق کے سامنے آپکے ذمہ ہوگا۔

(اگزبٹ (ا)) :۔ محمد علی جناح اور اسکے ظالم ساتھی جن کے ہاتھ میں انگریز نے جاتے ہوئے حکومت کی باگ دوڑ دے دی ہے کہ ہمیں غلام بناکر ہمارے وطن عزیز میں غیروں کو آباد کرائے جسکی ایک ایک انچ زمین ہمارے باپ دادوں نے خون دے کر حاصل کی ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنے وطن کی آزادی کیلئے اسکی ایک ایک انچ زمین کو اپنے خون سے سینچیں گے محمد علی جناح اور اسکے شرم و حیا کے دشمن ساتھی چاہتے ہیں کہ ہماری بلوچ قومیت کو ختم کردیں تاکہ آئندہ ہم خود کو بلوچ نہ کہہ سکیں اپنی مادری زبان نہ بول

سکیں اور اپنی غیرت و حیا پر مشتمل رواج چھوڑ کر ان کی بے شرمانہ رسومات اختیار کریں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنی بلوچ قومیت کو بچائینگے اپنی مادری زبان کو جیتے جی نہیں چھوڑینگے اور اپنی بلوچی غیرت کو مرتے دم تک حفاظت کرینگے ۔ محمد علی جناح اور اسکے بے دین ساتھی چاہتے ہیں کہ ریاست قلات میں جو اسلامی شریعت کے نفاذ کا اعلان ہوا ہے اسے قائم ہونے نہ دیں اور اسکے بجائے کافروں کا قانون جاری رکھیں کیونکہ یہی کچھ ان کا فلسطین کی مقدس سرزمین میں یہودیوں کو بسانے والا فرنگی بادشاہ چاہتا ہے اس بنا پر انہوں نے پانچ کروڑ مسلمانوں کو ہندوستان میں بے دست و پا چھوڑ کر ہندوؤں کے حوالہ کیا بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام کرایا خانہ ویرانی اور آبروریزی کرائی اور اسی طرح اب وہ سرحد ۔ سندھ اور بلوچستان کے مسلمانوں کو باہمی جنگ کی آگ میں دھکیل رہا ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ خدا اور اسکے رسول مقبول کے دین کیلئے جب تک دم ہے لڑتے رہینگے ۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ اس مقدس مذہبی جنگ میں ہمارا ساتھ دیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری فتح ہوگی ہم اعلان کرتے ہیں کہ فتح کے بعد ہم اسلامی دین اخوت کی بنیادوں پر فرنگی غلامی سے آزاد ایک منصفانہ پاکستان کی ضرور حمایت کرینگے بشرطیکہ تمام قومیں بلوچ ۔ پٹھان ۔ سندھی اور بنگالی اس خود مختار دور میں حق خودارادیت کی ضمانت پر بین الملی مرکزیت قائم کرنے پر رضامند ہوں ۔

اگزبٹ 2 :۔ اگزبٹ 2 کے متعلق اگر معلوم نہ ہوسکا کہ خاص طور پر کسی شخص کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے لیکن یہ ضروری امر ہے کہ یہ فتویٰ انہیں ملایاں کے

ذریعے سرلٹھ کیمپ میں جاری کیا گیا ہے جو کہ اس وقت کیمپ میں موجود تھے۔ اور جسمیں سے نو اشخاص گرفتار ہو کر زیر حراست جیل میں ہیں۔ اہالیان جرگہ کے نزدیک سماجی اور مقامی واقفیت کی بنا پر اس گروہ ملایاں کا سرکردہ مولوی محمد افضل ہے جو کہ دارالعلوم مستونگ کا مدرس اور ریاست قلات کا تنخواہ خوار بھی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ فتویٰ اس کا جاری کردہ ہے یا ممکن ہے کہ اس نے اپنی زیر نگرانی کسی دوسرے ملا سے جاری کرایا ہو۔ اس سلسلہ میں گواہان کے بیانات سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے جرگہ نے رائے دی۔ ملایاں مکران کے قلات سے علیحدہ ہو کر پاکستان میں شامل ہو جانے اور شہزادہ کی فراری کا باعث سخت مشتعل اور ناراض تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر مکران کو واپس قلات کے ساتھ شامل نہ کیا گیا تو وہ لڑ کر اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں دینگی اور اس کوشش کے درپے تھے کہ ایک ایسا مسئلہ تلاش کیا جائے کہ اس معاملہ میں اگر وہ شہزادہ کا ساتھ دیں تو ان کا یہ فعل جہاد ہو گا یا نہ اسکے علاوہ ملایاں کا سرلٹھ کیمپ میں شہزادہ کے ہمراہ رہنا اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا بھی ثابت ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ یہ فتویٰ اگزبٹ D بھی انہوں نے پیش کیا ہو اور اسکی نقول باہر علاقہ میں نہ بھجوائی گئی ہو گواہان استغاثہ کے علاوہ عبدالواحد کرد تحصیلدار۔ نائک شہین۔ میر عبدالرحیم سرپرہ مراد بخش سرپرہ۔ صوبیدار میجر بیگ محمد سرپرہ۔ میر غلام فاروق رودینی اور فیض محمد رہزن شاوانی ملزمان کے بیانات قابل ملاحظہ ہیں ان بیانات سے کہ سرلٹھ کیمپ میں وہاں پبلک کے سامنے کہا گیا ہے کہ پاکستان کا حکم ہے کہ جس شخص کے دو مکان ہیں ان میں

سے ایک وہ پناہ گزینوں کو دے ۔ تیسکے دو عورتیں ہیں ان سے ایک کسی پناہ گزین کو دے اسکے علاوہ پاکستان مستورات کو اسکول کے اور فوجی بھرتی کیلئے طلب کرتا ہے اور مستورات کے سر کے بال کٹوا دینے اور ہاف بازو کے قسیفیں پہننے کا حکم دیتا ہے پردہ کو اٹھا دینے کی ہدایت کرتا ہے نیز اعلان کیا گیا ہے کہ پہلا قرآن مجید بہت پرانا ہو چکا ہے اس میں نئی روشنی کے پیش نظر ترمیم کی جانی چاہیے ۔ پاکستان شریعت نافذ نہیں کرتا اور اس نے اسلامی ممالک کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ہیں ۔ اگزبٹ D ملزم عبدالواحد تحصیلدار کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جسکو وہ خود کسی دوسرے مسودے سے کئی کاپیاں بنانے کیلئے نقل کرنا تسلیم کرتا ہے ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ جب شہزادہ کو ہزہائی نیس کی جانب سے باغی قرار دیا گیا اور اسکی اس حرکت فراری کو فعل ناشائستہ تصور کیا جاکر اسکو واپس لانے کیلئے حاجی محمد ابراہیم خان ٹنگی ماموش اور حاجی تاج محمد مولوی کو سرلٹھ کیمپ بھجوادیا گیا تو اس نے واپس آنے سے انکار کرتے ہوئے انکے ہاتھ ایک چھٹی اگزبٹ مورخہ 28 جون 1948 ۔ اعلیٰ حضرت والی قلات بلوچیہ کو بھجوائی اسکا لب لباب یہ ہے کہ جب تک اس کا مطالبہ واپسی مکران منظور نہ کیا جائیگا وہ کسی صورت میں واپس نہیں آئیگا بلکہ پاکستان کے ساتھ لڑائی کریگا ۔ ایک چھٹی اگزبٹ B مورخہ 28 جون 1948 ۔ بھی ہزہائی نیس والی قلات کے نام پر ایڈریس ہے اس چھٹی میں وہ مطالبات درج ہیں جن کی بنیاد پر پاکستان گورنمنٹ سے دوستی اور معاہدہ مطلوب ہے اس چھٹی میں ہزہائی نیس والی قلات کو صاف الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ اگر گورنر پاکستان نے ان

مطالبات کو منظور کر کے معاہدہ نہیں کیا تو شہزادہ عبدالکریم خان کی قوم ہرگز اسے قبول نہیں کریگی اور آخیر دم تک اپنے مطالبات کے حصول کیلئے ہر طرق سے جنگ کریگی اس پارٹی کی گرفتاری کے دوران میں اس پارٹی کے قبضہ سے پاکستانی فوج نے دو چھوٹے بکس چرمی حاصل کئے جس سے دیگر کتب و کاغذات کے علاوہ ایک چھٹی اگزبٹ A دستیاب کی گئی ہے جسمیں بلوچ قوم سے بھرتی کیلئے بیان کی گئی ہے اور اہل ژوب سے اسلحہ و روپیہ کیلئے استدعا کی گئی نیز اس چھٹی میں پاکستان کے برخلاف طرح طرح کے الزمات لگائے گئے ہیں اور قول و اقرار کی پابندی میں پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان کو ترجیح دی گئی ہے محمد حسین عنقا نے تسلیم کیا ہے کہ چھٹی اگزبٹ A اسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اس طرح ان بکسوں سے جو کاغذات برآمد ہوئے ہیں ان میں دو چھٹیاں اگزبٹ 10 - 9 بھی دستیاب ہوئی ہیں ان کے ذریعے وزیراعظم قلات اور پولیٹیکل ایجنٹ ریاست ہائے بلوچ کی اس امر کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ اگر شہزادہ کی طرف آنے والے اور ہمدردی رکھنے والوں اشخاص پر سختیاں کی گئیں اور ان کو اسکے پاس آنے سے روکا گیا تو اسکا نتیجہ ضروری طور پر بدامنی ہوگا ان چھٹیوں کے متعلق محمد حسین عنقا نے تسلیم کیا ہے کہ اس کے ہاتھ کی تحریر شدہ ہیں ۔ مقصد کوتاہ یہ کہ نومبر 1947 ، سے اس سیاسی پارٹی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ ریاست قلات کو توسیع دے کر پھٹانستان کے مقابلے میں ایک بڑا بلوچستان کے علاوہ ۔ سندھ ۔ ڈیرہ غازی خان اور ایرانی سرحد کے بلوچوں کو بھی شامل کیا جائے چنانچہ اس تعلق میں ایرانی سرحد کے بلوچوں کے حسب و نسب کی

بابت ایک نقشہ (اگزبٹ ا) بھی تیار کیا گیا ہے اور ان کی تنخواہوں کی بابت ایک فہرست بھی تیار کی گئی ہے جس کو (اگزبٹ 6) سے ظاہر کیا گیا ہے اور یہ تجویز کی گئی ہے کہ ایرانی سرحد کے بلوچوں کیلئے چینی اور کپڑے کا علیحدہ کوٹہ مقرر کیا جائے اور ان پر چینی اور کپڑا تقسیم کیا جاکر ان کو بتلایا جائے کہ میر احمدیار خان والی قلات کی مہربانی کا نتیجہ ہے اور اس طریقہ سے ان کو شمولیت کیلئے راغب کیا جائے بڑا بلوچستان بنائے جانے کے ضمن میں (اگزبٹ 11) قابل ملاحظہ ہے ۔

سرلٹھ کیمپ میں بھرتی کیلئے ایک رجسٹر (اگزبٹ 3) کو بھی کھولا گیا ہے ۔ جسمیں بھرتی شدہ اشخاص کے نام و عہدہ درج ہیں اور ان پر جو اسلحہ تقسیم کیا گیا ہے اس کی تفصیل بھی درج ہے ۔ مورخہ 17 جون 1948 ۔ کو ایک فہرست (اگزبٹ 2) بلوچ جان نثاروں کی تیار کی گئی ہے اور جان نثاروں کیلئے ایک اشتہار بھی مندرجہ ذیل مضمون کا جاری کیا گیا ہے " باب عالی اپنے جان نثاروں کی ان متواتر شکایتوں اور تجویزوں سے اتفاق کرتے ہیں کہ بلوچ قوم اور اسکے مرکز قلات کے غداروں کا صفایا کیا جائے لہذا اسکے تمام جانبازوں کے نام باب عالی قطعی حکم صادر کرتے ہیں کہ یکم جون 1948 سے لازمی کاروائی نہایت احتیاط اور جانفشانی سے عمل میں لائی جائے جب کوئی جان نثار کسی جانباز کو باب عالی کا نشان دکھا کر کسی غدار کا نام بتائے تو جانباز پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کا کام تمام کردے اور اس جانباز کے ذریعے اپنی کاروائی کی اطلاع بھی بھجوادے " مورخہ 23 جون 1948 کو منجانب شہزادہ عبدالکریم خان بنام

رسالدار وزیر خان ۔ کچی سٹہ محراب اور سردار جمعہ خان لورازئی علیحدہ علیحدہ ذیل مضمون کی چھٹیاں لکھی گئیں ۔

بلوچ قوم پر خدا کا سایہ ۔

جس طرح بلوچ قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے تباہ و برباد کیا جارہا ہے ۔ وہ سب کو معلوم ہے میں قوم کی تباہی دیکھ نہ سکا اور چلا آیا ۔ مجھے آپ سے بہت امیدیں ہیں آپ کیا کرسکتے ہیں ۔ اسکی گنجائش آپ خود دیکھ سکتے ہیں ۔ میں تو یہ عرض کرونگا کہ آپ یہاں مجھ سے ایک بار مل سکیں ۔ تو مشکور رہونگا ۔ ان ہر سہ چھٹیوں کو شہزادہ عبدالکریم خان درست تسلیم کرتا ہے ان چھٹیوں کے متعلق صاحب پولیٹیکل ایجنٹ چاغی کی طرف سے اطلاع ہے کہ مکتوب علیم تک پہنچنے سے قبل راستے میں پکڑی گئی ہیں ۔ شہزادہ صاحب کے دوسرے رفیقوں کو بھی مجرم گردانتے ہوئے جرگہ نے آمور تنقیح مجوزہ عدالت حاکم کے جوابات ذیل پیش کیے گئے ۔

۱ ۔ شہزادہ عبدالکریم خان مکران کے قلات سے علیحدہ ہوجانے کے باعث ناراض ہوکر سرلٹھ گیا ۔

۲ ۔ شہزادہ صاحب عنقا ۔ مولوی محمد افضل ۔ ملک محمد سعید خان تحصیلدار اور عبدالواحد تحصیلدار کے مشورہ سے سرلٹھ گیا جو اس وقت بھی اسکے ساتھ ہیں ۔

۳ ۔ اس پارٹی کا سرغنہ ۔ محمد حسین عنقا ۔ محمد سعید عبدالواحد تحصیلداران اور مولوی محمد افضل تھے ان کا شہزادہ کے ہمراہ سرلٹھ میں جانے کا یہ مقصد تھا کہ وہ سیاسی تحریرات اور مستند مسائل کے ذریعے علاقہ ریاست قلات کے افراد میں

ایسے اثرات پیدا کریں جو پاکستان کے خلاف ہوں اور اس پارٹی کے حق میں مفید ہوں۔ یعنی یہ کہ پاکستان کے مقابلے میں انقلاب پیدا کریں۔

4 (ا) :۔ جس وقت شہزادہ عبدالکریم خان سرحد پار کی تو اس وقت اس کے ساتھ محمد حسین عنقا ملک محمد سعید۔ عبدالواحد تحصیلداران مولوی محمد افضل قلات اسٹیٹ کے ملازمان اور شہزادہ کے اپنے نجی ملازمان تھے۔

4 (ب) :۔ شہزادہ سرحد پار ہوکر سرلٹھ میں جاکر مقیم ہوا تھا اسکے پاس وقتاً فوقتاً لوگ آتے گئے۔ جنکی تفصیل مافوق میں ظاہر کی گئی ہے۔

4 (ج) :۔ اس لشکر میں شامل ہونے والے سب اشخاص کا مدعا ایک ہی تھا کہ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کی جائے اور نوبت مقابلے تک پہنچے تو لڑائی کی جائے جو اس لشکر میں شامل ہوئے سب کا فعل باغیانہ تھا۔

5 ۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور ملازمان نے سرلٹھ پاکستان کے برخلاف ناشائستہ پروپیگنڈا کئے ہیں اور جاہل طبقہ کو وقت آنے پر پاکستان کے مقابلہ میں جنگ کیلئے ابھارا گیا ہے اور جوش دلایا گیا ہے۔

6 ۔ ان اشخاص نے جن کے نام تنقیحات 3 ، 4 میں دیئے گئے ہیں انہوں نے قلات اسٹیٹ فورس کی اس پارٹی پر فائر کئے (جو وزیراعظم قلات کے ساتھ تھی) اور اسے غیر مسلح کرکے شرمندہ کیا۔ وزیراعظم کو خلاف منشاء کشان میں ٹھرایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسٹیٹ فورس کے دو آدمیوں نے بھاگ کر پاکستانی فوج کو وزیراعظم کو روک لئے جانے کی اطلاع دی اور اس وجہ سے فوج نے چند فائر کئے جس سے کہا جاتا ہے ایک آدمی مارا گیا دو زخمی ہوئے حدود ریاست میں

اس لشکر نے مسلح ہوکر داخلہ اختیار کی ۔ جس سے غریب لوگوں کو خوفزدہ ہونا پڑا اور اس لشکر کے اس فعل سے حکومت قلات کی ایک حد تک بے رعبی (سبکی) ہوئی ۔

۷ ۔ جس وقت شہزادہ کی پارٹی اور فوج ایک دوسرے پر فائر کئے تو اس دوران میں شہزادہ کی پارٹی سے ایک آدمی مارا گیا ۔ اور دو زخمی ہوئے تھے ۔ ان میں سے ایک عیسیٰ خان نامی بطور ملزم پیش ہوکر اس وقت زیر حراست جیل میں ہے ۔ مقتول اور دوسرے زخمی کی طرف سے کوئی پیروکار آج تک حاضر نہیں ہوا اور جس صورت میں شہزادہ کی پارٹی نے پاکستان کے خلاف بغاوت شروع کی اور پیش دستی بھی اسکی پارٹی کے افراد کے ہاتھ سے ہوئی ہے تو اس صورت میں کوئی زخمی یا ورثا مقتول کسی معاوضہ کے حقدار نہیں ہوسکتے اس ضمن میں یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ اس پارٹی کا ایک شخص علی شیر نامی لانگو پنجپائی کے مقام پر پشین اسکاوٹ کے ہاتھ سے زخمی ہوا ۔ جسکی بائیں ٹانگ ٹوٹ گئی ہے ۔ یہ شخص بھی کسی عوضانہ دلانے کا حقدار نہیں ہے ۔ جرگہ نے شہزادہ عبدالکریم خان کو 126 اشخاص کے ساتھ پاکستان کے خلاف سازش اور بغاوت کا مجرم کرکے ان کیلئے سزا کی حسب ذیل سفارش کی ۔

ا ۔ شہزادہ میر عبدالکریم خان صاحب کو ریاست قلات سے بدر کرکے لورالائی یا ژوب میں کسی ایک مقام پر نظر بند رکھا جائے ۔ جب تک کہ گورنمنٹ پاکستان کو یہ اطمینان ہوجائے کہ اب ان کا رویہ حکومت پاکستان کے حق میں درست ہو چکا ہے ۔ تب اسکو قلات میں داخلہ کی اجازت دی جائے ۔ لیکن قبل

از واپسی اس سے ایک سنگین ضمانت بحق پاکستان گورنمنٹ اور رعایا پاکستان اور رعایائے ریاست قلات نقد لی جائے ۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ اگر شہزادہ صاحب چاہیں تو اپنی فیملی کو ساتھ رکھ سکتے ہیں ۔

۲ ۔ محمد حسین عنقا یہ ایک سیاسی مشکوک شخص ہے اور اس پارٹی کے اندر شہزادہ صاحب کا سب سے زیادہ منظور نظر ہے ۔ اکثر تحریرات جو پاکستان حکومت کے خلاف جاری کی گئی ہیں اسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں ۔ یہ شخص اوائل سے قلات کو وسیع بنانے میں کوشاں چلا آرہا ہے ۔ بلوچ حکومت کے ماسوائے ہر حکومت کی مخالفت میں چلا آیا ہے ۔ شہزادہ بذات خود ایک سادہ لوح انسان اور راست گو شخص نظر آتا ہے ۔ بخیال جرگہ ان تمام کارستانیوں کا بانی مبانی یہی شخص محمد حسین عنقا ہے ۔ اسلئے سفارش کی جاتی ہے کہ عدالت اسکو اپنی صوابدید پر قانونی دائرہ کے اندر سنگین سزا دیوے ۔

۳ ۔ مولوی محمد افضل یہ ایک دینی و مذہبی سیاست کا آدمی ہے اور باقی ملایاں کا سرکردہ ہے کیمپ میں جو پروپگنڈے پاکستان کے برخلاف کئے گئے ہیں وہ اسی شخص کے زیر اثر دیگر ملایاں نے کئے ہیں اور فتویٰ اسکی ایما سے جاری ہوا ہے ۔ عنقا سے جو سلوک ہو اس سے قدرے کم سزا کا مستحق ہے مگر باقیوں سے زیادہ ۔

۴ ۔ محمد سعید و عبدالواحد تحصیل داران جو سزا مولوی محمد افضل کو دی جائے یہ دونوں بھی اسی سزا کے مستحق ہیں ۔

استقلال 14 دسمبر 1948 ۔ پاسبان 20 دسمبر 1948 ۔ علی ہذالقیاس جرگہ نے باقی تمام ملزمان کے خلاف اپنی رائے منظوری کیلئے حاکم مجاز یعنی پولیٹکل

ایجنٹ کوئٹہ پیش کے سامنے پیش کر دی ۔

حاکم کا فیصلہ:۔ مسٹر۔ آر کے سیکر پولیٹیکل ایجنٹ مجسٹریٹ کوئٹہ پشین نے 4 1948ء کو شہزادہ عبدالکریم خان اور انکے مقدمے کا فیصلہ سنایا مسٹر سیکر کوئٹہ سے مچھ گئے اور فیصلہ سنانے کیلئے وہاں سنٹرل جیل میں عدالت منعقد کی

فیصلہ:۔ 126 ملزمان میں سے محمد عزیز کو بری ۔ (بوجہ خورد سالی) نائک شہین سمالانی کو (جو شہزادہ صاحب کے خاص قابل اعتبار بہادروں میں سے تھا ۔ سلطانی گواہ بن جانے کے صلہ میں) رہا اور صوبیدار میجر بیگ محمد سربرہ کو (جو شہزادہ صاحب کے معتمدین میں سے تھا ۔ اسکے خلاف کیمپ سے خفیہ اطلاعات پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو پہنچانے کے صلہ میں) صرف دو سو روپے جرمانہ کی سزا دے کر رہا کر دیا گیا ۔ سب سے پہلے شہزادہ عبدالکریم کو فیصلہ سنایا گیا جرگہ نے رائے دی تھی کہ شہزادہ کو لورالائی یا ژوب میں کہیں نظر بند کر دیا جائے ۔ لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے رائے جرگہ سے اختلاف کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ " دفعہ 121 اے کے تحت آنے والے مجرم کیلئے یہ کوئی سزا نہیں ہے ۔ میں مجسٹریٹ ہوں میں نے قانون کے تقاضے کو پورا کرنا ہے ۔ شہزادہ عبدالکریم خان نے حکومت پاکستان کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کی سازش کی ہے ۔ اگر اسکی کوشش کامیاب ہوتی تو بہت برے نتائج برآمد ہوتے ۔ اسلئے اس دفعہ کے تحت جو زیادہ سے زیادہ سزا ہو سکتی ہے ۔ میں اسکو دینی ضروری سمجھتا ہوں ۔ باقی امور میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جرگہ کی سفارشات سے اتفاق کرتے ہوئے شہزادہ صاحب اور ان کے رفیقوں کو ذیل میں دو نوعیت کی سزائیں دیں ۔

۱ ۔ شہزادہ عبدالکریم خان اور محمد حسین عنقا کو دس دس سال قید ۔ شہزادہ صاحب کو پانچ ہزار جرمانہ اور عنقا کو ایک ہزار روپے جرمانہ اور سزائے قید بھگتنے کے بعد دس ہزار اور پانچ ہزار روپے کی بالترتیب ضمانت نیک چلنی برائے سہ سال ۔

۲ ۔ مولوی محمد افضل ۔ ملک محمد سعید اور میر عبدالواحد ہر ایک کو سات سات سال قید ۔ پانچ سو روپے جرمانہ بعد رہائی پانچ ہزار روپے کی ضمانت نیک چلنی تین سال کیلئے ۔

۳ ۔ میر محمد خان رئیسانی نائب تحصیلدار تین سال قید دو سو روپے جرمانہ اور سزائے قید بھگتنے کے بعد دو ہزار روپے کی ضمانت نیک چلنی میعادی سہ سالہ ۔

۴ ۔ صوبیدار عبدالرحمن سمالانی پانچ سال قید پانچ سو روپے جرمانہ بعد رہائی دو ہزار کی ضمانت نیک چلنی تین سال کیلئے ۔

۵ ۔ مولوی عبدالرحمن ۔ مولوی فقیر محمد ۔ مولوی اللہ یار ۔ مولوی داد محمد ۔ مولوی محمد اسماعیل ۔ مولوی فتح محمد اور رحمت اللہ ہر ایک کا پانچ سال قید دو سو روپے جرمانہ اور ایک ہزار روپے کی ضمانت نیک چلنی برائے سہ سال ۔

۶ ۔ ٹکری محمد وفا شاوانی ۔ ٹکری پسند خان سرپرہ ۔ ٹکری محمد وفا لانگو اور دوسرے کل بارہ ٹکریاں ہر ایک دو سال قید اور دو سو روپے جرمانہ اور ایک ہزار کی ضمانت نیک چلنی میعادی سہ سالہ ۔

۷ ۔ ٹکری فتح محمد سرپرہ جمعہ دار تھانہ کردگاب ۔ محمد عمر اور منگل خان سوار ۔ ہر ایک کو سال قید پچاس روپے جرمانہ اور بعد رہائی پانچ سو روپے کی ضمانت نیک

چلنی میعادی ۔ سالہ ۔

ان کے علاوہ باقی تمام لشکریوں کو علی ہذا القیاس دو سال سے چھ ماہ اور سو روپے سے پچاس روپے تک مختلف میعاد قید جرمانہ کی سزائیں سنا دی گئیں ۔

پاسبان 20 دسمبر 1948 ۔

شہزادہ عبدالکریم خان کے سزایابی کے بعد کے اثرات:۔ شہزادہ میر عبدالکریم خان کی گرفتاری کے بعد قلات میں یعنی ریاست قلات میں ایک ایسے دور کا آغاز ہوا ۔ جسمیں ریاست قلات کے باشندوں بالخصوص براحوئی بلوچ گروہ قبائل ملت بلوچ کو انتہائی شک ۔ بداعتمادی اور غیر ہمدردانہ نظروں سے دیکھا جانے لگا ان مخصوص سرداروں کے ساتھ حکومت پاکستان کے ساتھ اظہار وفاداری میں پیش پیش تھے ۔ جو سلوک روا رکھا گیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہی سردار اپنے بیشتر معتبرین کے ساتھ ساتھ ریاست قلات کو خیر باد کہہ کر کوئٹہ میں پناہ گزین ہوئے ۔ یا ہونے پر مجبور ہوئے ۔ ریاست قلات کے ملکی تعلیم یافتہ ۔ کارکن اور تجربہ کار آفسروں اور اہل کاروں کو بلاوجہ بٹھلائے اور جرم ثابت کئے بغیر ملازمتوں سے علیحدہ کردیا گیا اور ان کی بجائے بوڑھے کھوسٹ اور ناکارہ پنشروں کی کھیپ درآمد کی گئی جن کی نااہلی سے قلات کا انتظام درہم برہم ہو کر رہ گیا اور عوام میں بیروزگاری ۔ بھوک اور بددلی پھیل گئی ۔